# شیعہ مذہب

المعروف

# تحفہ جعفریہ

جلد اوّل

محقق اسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب

مکتبہ قدوسیہ حنفیہ بلال گنج

لاہور

قال امیر المومنین علیہ السلام من لم یقل لی رابع الخلفاء فعلیہ لعنۃ اللہ

مناقب آل ابی طالب جلد ۳ صفحہ ۶۳

حضرت علی نے فرمایا جس نے مجھے
چوتھا خلیفہ نہ کہا اس پر اللہ کی لعنت

المعروف

# شیعہ مذہب

# تحفہ جعفریہ

جلد اول

اس حصہ میں خلفاء ثلاثہ کی خلافت حقہ کو قرآن مجید اور شیعہ کتب کے دلائل قاہرہ سے ثابت کیا گیا ہے اور اس پر وارد اعتراضات کے قرآن اور کتب شیعہ سے دندان شکن جوابات دیے گئے ہیں نیز جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کامل الایمان اور جنتی ہونے خصوصاً خلفاء ثلاثہ کے بے مثل فضائل ومناقب مستند شیعہ کتب سے اس تفصیل کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں جس کی نظیر قبل ازیں نہیں لکھی گئی۔

تالیف، مناظر اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ مہر روڈ بلال گنج لاہور

مصنف : ——— حضرت مولانا محمد علی صاحب مدظلہ

ناشر : ——— مکتبہ نوریہ حسینیہ، جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج۔ لاہور

کاتب : ——— محمد یعقوب۔ حضرت کیلیانوالہ شریف
ضلع گوجرانوالہ

قیمت : ———

مطبع : ——— زاہد بشیر پرنٹرز۔ لاہور

ایڈیشن ——— سوم

# الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدار ناموس اصحاب رسول محب اولادِ بتول پیرِ طریقت راہبرِ شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین:

حقیر العباد

محمد علی عفی عنہ

# الاِہْدَاء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، میزبان مہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب والعجم حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع (مدینہ طیبہ) خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دُعا سے نقیر نے اس کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

؏ ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی عفی عنہ

# تقریظ

محقق ابن محقق، شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی دامت برکاتہ

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور

جامعہ رسولیہ شیرازیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب، فاضل درسِ نظامی ہیں۔ درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین ان کا مشغلہ ہے۔ مطالعہ بھی وسیع ہے اور مختلف مکاتب فکر کے عقائد و نظریات اور ان کے دلائل پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان کی تالیف تحفۂ جعفریہ ایک نہایت دقیع علمی مواد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کا ایک جزو "حضرت علی اور خلفاء ثلاثہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے درمیان خوشگوار تعلقات" کے کچھ اوراق پر نظر ڈالی ہے جسے پڑھ کر اس کتاب کی عظمت، افادیت اور دلائل و براہین کی رفعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب ایک اچھی، مفید، جامع اور مدلل کوشش ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اور عوام و خواص کے لیے یہ کتاب ہدایت و موعظت کا سبب بنے۔

سید محمود احمد رضوی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف

گنج بخش روڈ، لاہور۔ ۱۴ر اگست ۱۹۸۴ء

# تقریظ ۲

## شیخ الحدیث والتفسیر جامع المعقول والمنقول استاذی المکرم حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء وامام المرسلین وآلہٖ وصحبہ اجمعین!

اما بعد!

میں نے "شیعہ مذہب" (تحفہ جعفریہ) کا اہم مقامات سے بغور مطالعہ کیا فاضل مؤلف نے محنت شاقہ سے شیعہ کتب سے شیعہ مذہب کے عقائد بڑی تفصیل سے کتب کے مقتضی کے مطابق ذکر کیے۔ اپنی طرف سے ان میں کچھ افراط و تفریط نہیں کی اثنا عشریہ کے عقائد بڑی تفصیل سے باطل کیے اور ان کو بیتِ عنکبوت سے زیادہ کمزور ثابت کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں کے عقائد میں شدید تضاد ہے اور انہی کی کتب میں حضرات اہلِ بیت کرام علیہم السلام کی شان میں آداب سے تجاوز کیا گیا ہے۔ اوّل سے آخر تک اس کے مطالعہ سے شمس النہار کی طرح شیعہ مذہب کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ گویا اثنا عشریہ کی کتب ہی اس مسلک کے بطلان کی منادی ہیں مولیٰ کریم مؤلف کو احسن جزا دے کہ انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی سے اہلسنت وجماعت کی اہم ضرورت کو پورا کیا اور عوام پر عظیم احسان فرمایا۔ آمین

غلام رسول رضوی

# تقریظ ۳

مفسرِ قرآن، علامۃ الدھر، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ

(بہاولپور)

شیعہ فرقہ کے رد میں جامع کتاب لکھنے کا پروگرام نقیر اویسی نے اس وقت بنایا جب سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) کی ایک نجی محفل میں قمر الاسلام والملت حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے سنا کہ کاش کوئی مردِ میداں ہوتا جو شیعہ مذہب کے ایک ایک عقیدہ اور مسئلہ کی قلعی کھولتا۔ اس کے بعد اگرچہ میری چند کتب ورسائل اس موضوع پر منظرِ عام پر آئے مگر ...... افسوس کہ نقیر اپنے پروگرام میں کلی طور پر کامیاب نہ ہو سکا اور نہ حضرت خواجہ کی دلی تمنا بر آئی۔

لیکن شیعہ مذہب کے رد میں نقیر کی دیگر کتب کی اشاعت نہ ہونے پر اب کوئی قلق نہیں رہا جب فاضل جلیل شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی دامت برکاتہم کو "تحفہ جعفریہ" کی تصنیف میں منہمک پایا۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ علامہ موصوف نے خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو اور میرے پروگرام کی تکمیل کر دی ہے کیونکہ علامہ موصوف نے تحقیقی اور مفصل کتاب لکھی ہے کہ جس میں ایک ایک شیعہ عقیدہ کے رد میں درجنوں شیعہ کتب سے تحقیق فرمائی ہے، اس کتاب کے کچھ ابواب نقیر نے پڑھے ہیں۔ الحمدللہ حضرت علامہ نے اپنے ہر دعویٰ کا اثبات قرآن اور صرف کتبِ شیعہ سے کیا ہے اور یوں اہلسنت کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کی بہتر جزا عطا فرمائے۔ آمین:

محمد فیض احمد الاویسی الرضوی غفرلہ (بہاولپور) ــــ ۱۴ رشعبان ۱۴۰۲ھ

# تقریظ مناظر اسلام مولانا عبدالتواب صدیقی اچھروی

اہل تشیع ایسا چالاک فرقہ ہے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شجر اسلام کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے۔ ہر دور میں علماء حق نے ان کی سرکوبی کے لیے نعرۂ جہاد بلند کیا۔ آج کے دور میں اس فرقہ نے مکروفریب کا نیا جال بچھایا ہے۔ اور طرح طرح کے جھوٹے دلائل سے عظمتِ صحابہ کو داغدار کرنا چاہا ہے۔

اہل سنت کی طرف سے ایک ایسی کتاب کا وجود میں آنا ضروری تھا جو شیعوں کی ایک ایک دلیل کو لے کر اس کی تردید کرتی۔ اور فی الوقت ان کے نئے نئے دلائل کا منہ توڑ جواب پیش کرتی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد علی کا عوام و علماء اہل سنت پر عظیم احسان ہے کہ انہوں نے یہ کمی پوری کر دی۔ اور ایک کے بجائے تین کتابیں تالیف فرما دیں جن کی جلدیں مجموعی طور سے ۱۱ عدد ہیں۔ یقیناً یہ کتابیں طلباء سے لے کر مناظرین تک سب کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی تصانیف کو شرف قبولیت عطاء فرمائے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

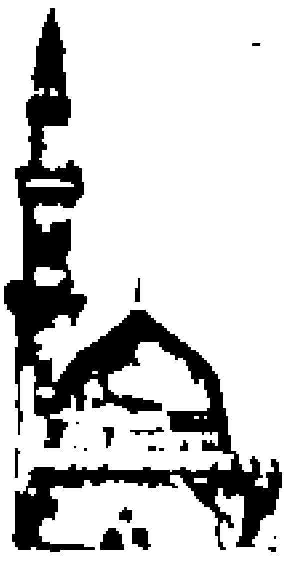
محمد عبدالتواب صدیقی

خادم آستانہ عالیہ مناظر اعظم لاہور

# تاثرات مشائخ عظام

## شیخ العرب والعجم علامہ فضل الرحمان صاحب (مدینہ منورہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم



فضل الرحمن بن الشيخ ضياء الدين القادري

[illegible]

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لأن يهدي الله بك رجلا واحدا خير لك من حمر النعم
الحمد لله الذي خص هذه الأمة المحمدية - بالعلماء العاملين
وجعلها مرجعا للعباد - وحفظة للشريعة المطهرة من أهل
الزيغ والعناد - ووفقهم إلى حفظها ونقاد - والصلاة والسلام
على عبده ورسوله سيدنا وحبيبنا وشفيعنا محمد صلى الله عليه وسلم
اصطفاه من بين سائر خلقه ورسله عليهم الصلاة والسلام فقال
صلى الله عليه وسلم إني تارك فيكم الثقلين كتاب الله ثم قال
وعترتي أهل بيتي - أذكركم الله في أهل بيتي ثلاثا - واصطفى له
قرابته وصحابته كالنجوم - بل كالشموس - ومنهم من شرفه الله
بزيادة الفضل والكرامة كالخلفاء الراشدين - وباقي العشرة
المبشرة وغيرهم - رضوان الله تعالى عليهم أجمعين - وبعد أقدم
شكري الجزيل لفضيلة الأستاذ الكبير قدوة السالكين زبدة المحققين
والمدققين مولانا محمد علي حفظه الله على إهدائه الكتب التي ألفها
وصنفها لمحرر هذه الأسطر - جزاه الله عني وعن الإسلام والمسلمين
خير الجزاء - إني قد طالعت في مؤلفاته التي ذكرها من عدة أماكن
وأسمعني قراءة بعض المحبين من أجزاء متفرقة من كتابه [تحفة
جعفرية المعروف بعقائد جعفرية] وكذا التحفة الجعفرية من المجلد
الأول والمجلد الثاني وغيرها من عقائدهم الفاسدة

بسم الله الرحمن الرحيم

مولانا

**فضل الرحمن بن ضياء الدين القادري**

المملكة العربية السعودية ص. ب ٩٢ المدينة المنورة

والحقيقة أن فضيلته يستحق الشكر والتقدير في بذل مجهوداته القيمة الثمينة في سبيل إخراج هذه المجموعة المباركة السالف ذكرها والحق يقال - إنها دائرة معارف دينية - في مؤلفاته الثمينة المتوالية والتي جعلها سهلة التناول - لكل من يسر له الله لمعرفة دينه الحنيف وسنة نبيه الهادي إلى أقوم سبيل - وقد أكبرت في شخصية الجليل هذه الهمة العظيمة - والإخلاص العميق - بما تلمسه من سهر متواصل وسعي حثيث في تحقيق مشروعه الذي هو الأول من نوعه بعد السلسلة الذهبية - وبما بوبه ورتبه في كل باب منها من فصول وأصول - وبما زينه من آيات قرآنية كريمة - أدرجها في عبارة لطيفة مستعرضة من الآثار العلماء في بيان فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وما يجب في حقهم من حسن الاعتقاد - ولزوم سبيل السداد - ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأزواجه وذرياته - فقد برئ من النفاق - ومن ذكرهم بسوء فهو على غير سبيل ومن المعلوم أن فضل النبي صلى الله عليه وسلم سار منه في فضل أصحابه - الذي هو متفرع عن فضله. فلذلك الذرية الطاهرة فضلهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم وبهذا يتضح أن أصل الفضليتين - فضل الذرية - وفضل الصحابة هو رسول الله صلى الله عليه وسلم - وهما فرعان من أصل واحد



بسم الله الرحمن الرحيم

مولانا

فضل الرحمن بن الشيخ ضياء الدين القادري

المملكة العربية السعودية ص ب ٩٢ المدينة المنورة

فمهما حصل لأحدهما من مدح أو ذم - لابد أن يتعدى على الآخر
فلعنة الله على من فرق بين أولاد بعضهم - ومعادات البعض
فإن عادى أحدهما لم ينفعه ولاء الآخر وكان عدو الله
ورسوله - وأعوذ وأقول لقد حظيت مؤلفات فضيلته -
من تنسيق جميل - وفن بديع - علاوة على ما حظي به
من ثناء لفضيلة حضرته العلم والدين - وتقدير المشايخ والعلماء
العاملين وقد شن فضيلة المؤلف ما ورد من الأدلة الواضحة
أن خير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر الصديق ثم عمر الفاروق
ثم عثمان ابن عفان ثم أسد الله علي ابن أبي طالب ثم من بعد
الثلاثة أصحاب الشورى الخمسة رضوان الله عليهم أجمعين
هذا ما خطر على قلبي وجرى به لساني - حررته وقت السحر
وأنا مستبشر بما أطلعت عليه من السلسلة الذهبية الأثر
البحر - وهكذا يكون الاهتمام بالعمل إلى متعال رحمة الله ورضوانه
أسأل الله الكريم رب العرش العظيم أن يبارك في عمره وفي
أن يجزله المثوبة - بمحض فضله وكرمه ومنه إنه ولي جميع الدعاء
وصلى الله على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وأصحابه أجمعين

حرر في ١٢ - ١٢ - ١٤٠٦هـ
الموافق ١٧ - ٨ - ١٩٨٦م

الفقير إلى الله تعالى
فضل الرحمن بن فضيلة الشيخ
ضياء الدين القادري المدني
فضل الرحمن
عفا الله عنه آمين

# ترجمہ تأثرات

شیخ العرب والعجم عُمدۃ الاتقیاء میزبانِ مہمانانِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا

## علامہ محمد فضل الرحمٰن صاحب مدظلہٗ

خلف الرشید شیخ الشیوخ حضرت مولینا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن

مدینہ شریف۔ زادھا اللہ شرفاً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "واگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو ہدایت فرمادے تو یہ تیرے حق میں سرخ رنگ کے جانوروں کے حاصل ہونے سے کہیں بہتر ہے (یعنی یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑی ہے)"

تمام ترخوبیاں اس اللہ پاک کے لیے کہ جس نے اُمتِ محمدیہ کو باعمل علماء کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور انہیں عام لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا اور شریعت مقدسہ پر گمراہ اور اس کے دشمنوں کے لگاتار حملوں کے خلاف محافظ بن کر کھڑے ہوئے اور انہیں شریعتِ پاک کی حفاظت کھرے کھوٹے کی پرکھ کرنے کی ذمہ داریاں سونپیں۔

اور بے انتہا اللہ کی رحمتیں اور ان گنت سلام اس کے مخصوص بندے اور عظیم الشان رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوں جو ہم سب کے آقا حبیب

اور شفاعت فرمانے والے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق اور حضرات انبیاء کرام سے ممتاز بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

"بیشک میں تم میں دو بھاری اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی عترت یعنی اہل بیت۔ میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں"

یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی قرابت یعنی رشتہ داری کو تمام قرابتوں سے برگزیدہ فرمایا۔ اور آپ کے صحابہ کو ممتاز فرمایا جو ہدایت کے تابندہ ستارے نہیں بلکہ روشن سورج ہیں۔ اور ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے فضیلت اور کرامت میں حصہ وافر عطا فرمایا۔ جیسا کہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نازل ہو۔

بعد ازیں میں فاضل کبیر، استاذ معظم، قدوۃ السالکین، زبدۃ المحققین والمدققین جناب مولانا محمد علی صاحب (اللہ ان کی حفاظت فرمائے) کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ راقم الحروف کو اپنی تالیف کردہ کتابیں بطور ہدیہ عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور اسلام و مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔

میں نے ان کی تالیفات میں سے شیعہ مذہب المعروف تحفہ جعفریہ کی پہلی اور دوسری جلد کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا اور کئی ایک جگہوں سے مجھے اپنے دوستوں سے سننے کا اتفاق ہوا۔ جن سے مذہب شیعہ کے فاسد عقیدوں کی بیخ کنی کی گئی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل علامہ کی قیمتی محنت اور اس عظیم مجموعہ کی تالیف اور تیسیر پر کی گئی ان تھک محنت لائق صد شکر اور احسان ہے اور حق تو یہ ہے کہ یوں کہا

جائے کہ ان کی کتابیں دینی علوم کا خزانہ ہیں اور ان سے مقصد کا حاصل کرنا ہر اس شخص کے لیے بہت آسان کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دین حنیف کی معرفت آسان کر دی ہو اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی سنتِ پاک کا سمجھنا سہل کر دیا ہو۔

میں نے مصنف موصوف کی شخصیت میں عظیم ہمت اور گہرا اخلاص پایا جس کا ثبوت ان کی اس تصنیف کے بارے میں لگاتار شب بیداری اور ان تھک محنت سے ملتا ہے اور پھر مزید یہ کہ اس کتاب کی ترتیب اور تقسیم ابواب اور مسئلہ کی علیحدہ فصل سے ملتا ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے قرآنی آیات کو ہر مناسب مقام کی زینت بنایا۔ صحابہ کرام کے فضائل کے سلسلہ میں اکابر علماء کی گراں قدر اور رفیع رسائل عبارات اس کتاب میں درج کی اور ان حضرات کے ساتھ حسن اعتقاد کے سلسلہ میں جو تحریرات لازم تھیں انہیں کتاب کی رونق بنایا اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے متعلق جو عقائد کا راستہ مستقیم تھا اسے مضبوطی سے تھامنے کے لیے ضروری حوالہ جات سے کتاب و مزین کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، ازواج اور آپ کی آل پاک کے بارے میں اچھی گفتگو کا انداز اختیار کیا وہ شخص نفاق سے بچ گیا۔ اور جس شخص نے ان حضرات کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں وہ سیدھے راستے سے علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی فضیلت اور بزرگی ہی صحابہ کرام کی فضیلت اور بزرگی میں موجزن ہے۔ کیونکہ ان کی فضیلت آپ ہی کے شجرہ فضیلت کی شاخ ہے۔ اور یہی معاملہ آپ کی آل پاک میں موجود ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام اور آپ کی آل پاک کی فضیلت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ لہٰذا ان دونوں میں سے جس کی بھی تعریف یا مذمت کی گئی یقیناً وہ

دوسرے کو بھی شامل ہو گی سو اللہ کی لعنت اس شخص پر کہ جس نے ان میں سے بعض کے ساتھ دوستی اور دوسرے بعض کے ساتھ عداوت کر کے تفریق کی۔ تو اگر کسی نے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا تو اسے دوسرے کی محبت ہرگز نفع نہ دے گی۔ اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہو گا۔

میں اپنے موضوع کی طرف واپس آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مصنف مذکور نے اپنی اس عظیم الشان تصنیف میں عبارت سلیس اور فن فصاحت اور بلاغت کے معیار کے مطابق رکھی علاوہ ازیں اس کتاب کی عظمت ان تقاریظ سے بھی عیاں ہے۔ جو علم و دین میں ممتاز علماء ہیں اور حضرت مشائخ کرام اور باعمل علماء کی تعریفی تحریرات سے اس کتاب کی عظمت عیاں ہے اور اس تالیف کی فضیلت اس واضح دلیل سے بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کی امت میں سب سے بہتر ابوبکر صدیق پھر عمر الفاروق پھر عثمان ابن عفان پھر شیر خدا علی ابن طالب پھر اصحاب شورہ ہیں۔

یہ چند کلمات جو میرے دل میں آئے اور میری زبان سے ادا ہوئے میں نے انہیں سحری کے وقت قلم بند کیا اور میں اس سنہری تالیفات پر مطلع ہو کر انتہائی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اور اسی طرح علم و عمل اللہ تعالیٰ کو خوشنودی اور رضامندی کی تلاش کے لیے ہونا چاہیے۔ عرش عظیم کے مالک اللہ کریم سے میں مصنف کی عمر میں برکت کا طلب گار ہوں اور درخواست گزار ہوں کہ وہ اپنے محض فضل و کرم اور احسان سے انہیں ثواب جزیل عطا فرمائے یقیناً میرا رب دعا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے اور ہمارے آقا خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

الفقیر الی اللہ تعالیٰ

فضل الرحمٰن بن فضیلۃ الشیخ

(ضیاء الدین القادری المدنی)

# تاثرات

پیر طریقت راہبر شریعت افتخار نقشبندیت
**قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین**
آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)

اس خادم اہل بیت وصحابہ (راقم الحروف سید محمد باقر علی) کی دیرینہ تمنا تھی جھوٹے محبان اہل بیت المعروف شیعہ فرقہ کی تردید میں ایک مفصل اور عام فہم کتاب ہونی چاہیے اس مقصد کے سلسلے میں نے چند بار علماء کی میٹنگ بلائی مگر کسی نے اس کام کی حامی نہ بھری۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے ہمارے آستانہ کے خادم علامہ محمد علی صاحب کو اس طرف متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے قلم سے تین ضخیم کتابیں تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ فقہ جعفریہ ضبط تحریر میں آگئیں جن کی مجموعی طور پر گیارہ جلدیں ہیں۔ اس میں کسی شخص کو کوئی شک نہیں کہ یہ کتابیں تحقیق کا انمول خزانہ ہے۔ میرے تاثرات ان کتابوں کے متعلق اس قدر تشکر آمیز ہیں کہ لفظوں سے انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ میرا تو اپنے سب ارادتمندوں کو حکم ہے کہ جس کے پاس بھی کچھ مالی گنجائش ہے وہ یہ کتابیں خریدے بلکہ تمام مسلمانوں کو میرا یہی مشورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت قبول فرمائے اور ہمارے آستانہ کے روحانی اجداد کی شفاعت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سید محمد باقر علی سجادہ نشین آستانہ عالیہ
حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

# فہرست مضامین

# تعارف مصنف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد
تخلیقِ کائنات کے ساتھ ہی خالقِ کائنات نے جب بنی آدمؑ کو عزت و شرافت کا تاج بخشا تو اسے پردۂ عدم سے منصۂ شہود میں لاکر سطح زمین پر آباد فرمایا پھر ہر دور و ہر عہد میں دینی امور کی رشد و ہدایت اور دنیوی ضروریات کی فلاح و بہبود کا راستہ دکھانے کے لیے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام، عظیم المرتبت اولیاء کرام علیہم الرحمۃ اور متبحر علمائے دین مبعوث و منفرد فرماتا رہا۔ ان عظیم ہستیوں نے نوعِ انسانی کو صراطِ مستقیم کی تلقین و تبلیغ فرمائی اور انہیں شرک و کفر اور گمراہی کی بھیانک تاریکیوں سے نکال کر ان کے سینوں کو نورٌ علی نور اور معرفتِ خداوندی سے معمور فرمایا اور یہ حضرات متلاشیانِ حق کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوئے۔

چودہ سو سال ہوئے، خلاقِ عالم نے سلسلۂ نبوت تو اپنے محبوب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرما دیا۔ جب سیدِ کائنات ختمی مرتبت نے بظاہر دنیا سے پردہ فرما لیا تو اس وقت سے آج تک اولیاء اور علماء ہی ہیں جو پیامِ حق بندگانِ خدا تک پہنچاتے رہے ہیں اور تا قیامت پہنچاتے رہیں گے۔ ان ہی عظیم محسنینِ اُمت میں سے ایک استاذ العلماء استاذی المکرم حضرت الحاج الحافظ علامہ مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث و ناظمِ اعلیٰ دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ بلال گنج امیر روڈ لاہور ہیں۔ آپ بیک وقت اور بہت سی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک متبحر عالمِ دین، حق گو مجاہد، شیریں بیان خطیب ایک مہربان و مشفق استاد اور اعلیٰ درجہ کے مدرس ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں

سے متجاوز ہے جو ملک کے طول و عرض میں عرصہ سے مسلک اہل السنت والجماعت کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ راقم الحروف بھی ان کے گلشن کے خوشہ چینوں میں سے ایک ادنیٰ سا غلام ہے۔

حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ' مذہباً سُنّی حنفی، بریلوی' مشرباً نقشبندی ہیں، ساکناً لاہوری و مولداً گجراتی ہیں۔

قبلہ استاذی المکرم نے کم و بیش اٹھارہ سال تک نارووال ضلع سیالکوٹ کی مرکزی جامع مسجد شاہ جماعت میں فرائض خطابت انجام دیے۔ اس مسجد کی بنیاد حضرت امیر ملت قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمہ اللہ نے رکھی تھی۔ اس مسجد میں خطابت کے دوران عوام کے اجتماع کا یہ حال ہوتا تھا کہ جامع مسجد کے وسیع ہال اور صحن کے علاوہ گلیوں، بازاروں، دکانوں اور مکانوں کی چھتوں پر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا۔ جب آپ اپنی تقریر میں قرآن مجید کی آیات اپنے مخصوص لہجہ میں تلاوت فرماتے تو مجمع جھوم جھوم اٹھتا تھا۔

## پیدائش

استاذی المکرم مولانا الحاج محمد علی صاحب مدظلہ العالی ۱۹۳۲ء میں موضع حاجی محمد مضافات شہر لالہ موسیٰ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں آپ کے والدین کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ خود فرماتے ہیں:

"جب میری عمر سات برس کی ہوئی اور ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت تنگدستی کا دور دورہ تھا۔" آپ کی والدہ محترمہ جو کہ ایک ولیہ کاملہ تھیں اور روزانہ ایک ہزار رکعت نوافل ادا کرتی تھیں، نے محسوس فرمایا کہ ہم اپنی کفالت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا فیصلہ فرمایا کہ اپنے بیٹے محمد علی کو کسی دینی مدرسہ میں داخل کرایا جائے تاکہ علم دین حاصل کریں اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ ہمارے دن پھیر دے۔ فلہٰذا آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو چکوڑی شریف ضلع گجرات کے ایک مدرسہ میں داخل کروا دیا مگر صحیح سرپرستی

نہ ہونے کی وجہ سے آپ چار پانچ سال تک مختلف مدارس میں گھومتے رہے اور اس عرصہ میں صرف قرآن مجید ناظرہ ہی ختم ہوا۔

بعد ازیں جب آپ گھر واپس تشریف لائے تو خیال کیا کہ اب کسی طرح والدین کی خدمت کرنی چاہیے گھر سے نکلے اور لاہور پہنچ کر ہربنس پورہ کے قریب ہوائی جہاز چھاؤنی میں ملازم ہو گئے اور اس طرح بذریعہ ملازمت کچھ عرصہ تک والدین کی خدمت کرتے رہے ۱۹۴۷ء میں جب تقسیم ہند ہوئی تو آپ واپس اپنے گاؤں حاجی محمد ضلع گجرات چلے آئے۔

## تعلیم و تربیت

چوں کہ والدہ محترمہ کا دلی ارادہ علم دین پڑھانے کا تھا اور آپ اکثر اوقات اس کی دعا بھی فرماتی رہتی تھیں۔ اسکا نتیجہ تھا کہ آپ کے دل میں علم دین کے حصول کی تڑپ اس شدت سے پیدا ہوئی کہ جب آپ خیال فرماتے کہ ساری عمر یونہی گزر جائے گی ؟ تو آنکھوں سے اشکوں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ ایک دن والدہ صاحبہ سے اجازت چاہی تو انہوں نے خاموش رہنے کی تلقین فرمائی۔ کیوں کہ وہ جانتی تھیں کہ ان کے والد اور بھائی اجازت نہیں دینگے۔

اور پھر ایک دن آپ بلا کسی اطلاع کے گھر سے نکلے اور میانہ گوندل ضلع گجرات پہنچ گئے۔ وہاں ایک مسجد میں حافظ قاضی غلام مصطفےٰ صاحب پنن وال ضلع جہلم قرآن مجید حفظ کراتے تھے آپ بھی ان کے حلقۂ درس میں داخل ہو گئے اور ایک سال میں پندرہ پارے حفظ فرمائے۔ دفعتہً ایک دن خیال آیا کہ غدر کا زمانہ ہے اور حالات مخدوش ہیں والدین کہیں یہ نہ سمجھے بیٹھے ہوں کہ ان کا بیٹا کہیں شہید ہو گیا ہے جس کی آج تک کوئی اطلاع نہیں آئی۔ لہٰذا آپ نے والدین کو ایک خط اپنی خیر و عافیت کے متعلق لکھا مگر اس میں اپنا پتہ درج نہ فرمایا۔ صرف یہ تحریر کیا کہ میں زندہ و سلامت ہوں اور بخیر و عافیت ہوں تلاش کی زحمت گوارہ نہ فرمائیں۔ قرآن پاک مکمل حفظ کر کے خود گھر واپس آجاؤں گا۔

یہ خط جب پہنچا تو حقیقتاً والدین آپ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ والدین آخر والدین ہوتے ہیں برداشت نہ کر سکے۔ خط پر موہناڑ پور کی مہر دیکھ کر والد صاحب وہاں پہنچ گئے اور تلاش کرتے کرتے میانہ گوندل تشریف لے آئے اور ملاقات ہوئی تو گلے لگا کر بہت روئے لہٰذا واپس گھر لے آئے۔

چند دن گھر پر گزارنے کے بعد پھر وہی اشتیاقِ حصولِ علم موجزن ہوا۔ آپ پھر بھاگ گئے اور موضع گوہڑ مضافاتِ منڈی بہاؤ الدین پہنچے۔ وہاں آپ کو ایک نہایت ہی مہربان اور تجربہ کار استاد مل گئے جن کا اسمِ گرامی حافظ فتح محمد صاحب تھا۔ وہ آپ کو اپنے مدرسہ اجووال لے گئے اور بڑی محنت و جانفشانی سے قرآن مجید مکمل کرایا۔ قرآن حکیم مکمل حفظ کرنے کے بعد آپ گھر تشریف لے آئے۔

میلانِ طبع کو دیکھتے ہوئے گھر والوں نے مزید علومِ دینیہ حاصل کرنے کی اجازت دے دی اور آپ دارالعلوم جامعہ محمدیہ بھکھی شریف ضلع گجرات میں داخل ہو گئے۔ دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور ناظمِ اعلیٰ علامۃ الدھر جامع المعقول والمنقول حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب نے بڑی شفقت فرمائی اور آپ کو حضرت مولانا علامہ بشیر احمد سرگودھوی مرحوم کے سپرد فرما دیا۔ انہوں نے آپ کو قانونچہ کھیوالی، نحو میر اور شرح مائۃ عامل وغیرہ ابتدائی کتب پڑھائیں۔

## تلاشِ مرشدِ کامل

دورانِ تعلیم مرشدِ کامل کی تلاش ذہن میں آئی تو اپنے استاذِ مکرم حضرت علامہ مولانا حافظ محمد سعید احمد صاحب خطیب اعظم علی پور چٹھہ کی معیت میں آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ سراج السالکین قدوۃ العارفین قبلہ پیر سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیز، اکمل و اعظم خلیفہ مجاز، سلطان العارفین، قطبِ زماں اعلیٰحضرت قبلہ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمہ اللہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا " آپ حافظِ قرآن ہیں " پھر جواب سے پہلے خود ہی

فرمادیا : "ہاں آپ حافظِ قرآن تو ہیں" پھر فرمانے لگے "آپ کس لیے آئے ہیں؟"
آپ نے عرض کیا حضور! اللہ اللہ سیکھنے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت خواجہ پیر سید نورالحسن شاہ صاحب
بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ پہلے بھی ایک دفعہ یہاں آئے تھے۔ آپ نے عرض کیا
ہاں حضور! حاضر ہوا تھا۔ حضرت صاحبؒ کے اس عارفانہ کلام کا دل پر نہایت گہرا اثر ہوا
دراصل واقعہ یہ تھا کہ جب آپ اجروال میں قرآن مجید حفظ کر رہے تھے تو اس گاؤں کا
ایک چوہدری شیر محمد راجہ آپ کو ساتھ لے کر حضرت کیلیانوالہ شریف حاضر ہوا تھا راستہ
میں دورانِ گفتگو چوہدری صاحب نے آپ سے پوچھا کہ حافظ صاحب! بھلا مرشد کیسا
ہونا چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ ایسا جسے کم از کم اتنی خبر تو ہو کہ کوئی آنے والا عقیدت
لیے آرہا ہے۔ جب یہ دونوں صاحب حاضرِ بارگاہ ہوئے تو جمعہ شریف کا دن تھا۔
حضرت صاحبؒ خطبہ کے لیے ممبر پر رونق افروز ہوئے۔ آیتِ قرآنی، ھو الذی
ارسل رسولہ بالھدی الخ تلاوت فرمائی۔ دورانِ تقریر آپ نے فرمایا کہ بعض لوگ
یہ کہتے ہیں کہ پیر وہ ہوتا ہے جسے خبر ہو کہ مرید آرہا ہے۔ مگر دوستو! آزمائش اچھی بات
نہیں ہوتی۔ ظنوا المؤمنین خیرا (مومنوں کے متعلق حسنِ ظن رکھو) حدیث پاک
پڑھی اور وعظ ختم فرمایا۔ خطبہ کے اختتام پر اشارہ فرمایا کہ اسے یعنی آپ کے ساتھی کو
پیچھے کر دو کیوں کہ چوہدری صاحب داڑھی مونڈے تھے۔

اگلی صبح اجازتیں ملنے لگیں۔ سب لوگ اجازتیں لے لے کر جارہے تھے سب سے
آخر میں آپ کی باری آئی تو حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جو لوگ رہ گئے ہیں ان کو کہہ دو
چلے جائیں۔ میری طبیعت خراب ہے۔ پھر کبھی آجائیں۔ اس طرح قبلہ استاذی المکرم
کے دل میں یہ بات راسخ ہوگئی۔ شیخِ کامل یہی ہیں اور بہر صورت ان سے اکتساب
فیض کرنا چاہیے لیکن حضرت قبلہ عالم نے بڑی کوشش کے بعد قبول فرمایا اور اپنے
حلقۂ ارادت میں داخل کیا۔ پھر فرمانے لگے کہ حافظ صاحب! کُن کُن نہ کیا کرو۔ تہجد

پڑھا کرو، پھر سبق یاد کیا کرو، برکت ہو گی۔ اصل بات یہ تھی کہ جن دنوں حضرت استاذی المکرم قانونچہ کھیوالی پڑھتے تھے تورات کو اُٹھ کر صرف کی گردانیں منہ بند کر کے ناک کے راستہ دہرایا کرتے تھے جس کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے "کوں کوں" سے تعبیر فرمایا۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کشفِ باطنی تھا۔ اس کے بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "حافظ صاحب! جلدی "گھتی" مارنا" یعنی جلدی آنا۔ آپ اگلے جمعہ تیس میل پیدل چل کر درگاہِ شیخ پر پہنچے تو حضرت شیخ نے آپ کا وظیفہ مکمل فرما دیا اور ساتھ ہی فرمایا "حافظ صاحب! اب کی بار بہت جلدی "گھتی" مارنا" یعنی بہت جلدی آنا۔

استاذی المکرم نے اگلے جمعہ کو حاضر ہونے کا ارادہ کیا مگر اس سے پہلے ہی حضرتِ شیخ کیلانی اس دارِ فانی سے پردہ فرما گئے۔ یہ سارا واقعہ حرف بحرف قبلہ استاذی المکرم نے خود بیان فرمایا۔

## تکمیلِ علم

بعد ازاں استاذِ گرامی حضرت مولانا علامہ محمد علی صاحب مدظلہ العالی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخل ہوئے اور بحرالعلوم استاذالاساتذہ جامع معقول و منقول علامہ زمان حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی فیصل آبادی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حضرت مولانا قبلہ رضوی صاحب نے نہایت جانفشانی، بکمال محنت و شفقت سے پڑھایا اور آپ نے انہیں سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ استاذی المکرم اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جتنی محنت اور محبت میرے ساتھ قبلہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب نے فرمائی ہے اس کی شاید ہی کہیں مثال مل سکتی ہو۔

علومِ درسیہ سے فراغت کے بعد آپ نے اورنٹیل کالج لاہور سے نمایاں حیثیت سے فاضلِ عربی کا امتحان پاس فرمایا پھر حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی کی وساطت سے محدثِ اعظم پاکستان حضرت قبلہ مولانا علامہ سردار احمد صاحب قدس سرہ العزیز سے اکتسابِ حدیث کے بعد سندِ حدیث حاصل کی۔

**دارالعلوم کا قیام** ۱۹۶۳ء میں بلال گنج امیر روڈ لاہور میں ایک قطعہ زمین خرید کر ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی اور اپنے مکرم و محترم استاد قبلہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی دام ظلہ العالی کے نام نامی کی نسبت سے اس ادارہ کا نام دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ تجویز فرمایا۔ اس وقت اس دارالعلوم میں شعبہ حفظ القرآن تجوید وقراٰت، درس نظامی، دورہ حدیث اور دورہ تفسیر القرآن نہایت محنت اور جانفشانی سے پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ آپ کی مساعی جمیلہ کا ہی نتیجہ ہے کہ وہ دارالعلوم جس کا اجراء ایک چھوٹی سی کٹیا سے ہوا تھا۔ آج ایک عظیم الشان بلند و بالا عمارت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ دینی طلباء کے لیے ہر قسم کے قیام وطعام کا تسلی بخش انتظام کیا گیا ہے اور سینکڑوں اندرونی و بیرونی طالبانِ دینِ متین اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

ادارہ ہنوز تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ دعا ہے خدائے ذوالجلال اپنے حبیب باکمال کے طفیل اس دارالعلوم کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور تشنگانِ حق کے لیے چشمہ علم وعرفان بنائے رکھے آمین۔

**اولاد** حضرت استاذی المکرم شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ کے چار صاحبزادے ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے مولانا قاری محمد طیب صاحب ہیں جو حافظ قرآن فاضل قراءات سبعہ عشرہ، فاضل درسِ نظامی اور فاضل السنۂ شرقیہ ہیں۔ دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ جامعہ ہذا میں نظامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں ــــــــــ دوسرے دو صاحبزادے حافظ رضائے مصطفےٰ اور حافظ احمد رضا بھی حافظِ قرآن ہیں اور دینی تعلیم کی تکمیل میں کوشاں ہیں۔ چوتھے اور سب سے چھوٹے صاحبزادے محمد رضا صاحب ہیں جو قرآن مجید حفظ کر رہے ہیں۔ خدا اس گلشن کی بہار کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ آمین بحرمت سید المرسلین۔

الراقم: بندۂ ناچیز حافظ محمد صابر علی صابر۔ محلہ گنج حسین آباد نارووال ضلع سیالکوٹ

# وجہِ تصنیف

## از قلم مُصنّف

۱۹۵۴ء میں جامع مسجد تکیہ سادھواں نزد چوک رنگ محل لاہور میں راقم کا بطورِ خطیب تقرر ہوا۔ قریب چوک نواب صاحب اندرون موچی گیٹ لاہور میں اہلِ تشیع کا عرصہ سے بہت بڑا گڑھ ہے۔ اس وجہ سے کافی عرصہ تک اس فرقہ کے لوگوں سے مڈبھیڑ رہی اور اکثر اوقات ان سے بحث و مباحثہ بھی ہوا۔ ۱۹۵۷ء میں خدائے کریم نے حرمین شریفین کی زیارت نصیب فرمائی۔ سفر چونکہ خشکی کا تھا اس لیے واپسی براستہ ایران تھی۔ واپس آتے ہوئے ایران سے مذہب شیعہ کی معتبر کتب کثیر تعداد میں خریدیں۔ کافی عرصہ تک ان کتب کا بنظرِ عمیق سے مطالعہ کیا۔ شانِ صحابہ اور مقاماتِ اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین، ان کے آپس میں تعلقات اور دیگر بہت سے مسائل کے بارے میں بڑا گراں مایہ مواد حاصل ہوا۔ اب تو اس بحث و مباحثہ میں مزید اضافہ ہو گیا اور ایک دفعہ تو اہلِ تشیع کے نامور مقرر و مناظر مولوی محمد اسمٰعیل شیعہ سے کٹڑہ ولی شاہ میں صورتِ مناظرہ پیش آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح عطا فرمائی۔

اس کے بعد میرے ساتھی علماء نے مجھے مذہبِ شیعہ کے بارے میں ایک مفصل کتاب تحریر کرنے کی طرف توجہ دلائی اور پرزور مطالبہ کیا کہ میں اس عظیم بوجھ کو اُٹھاؤں۔ ان کا کہنا تھا کہ شیعہ مذہب کی حقیقت و واقفیت سے بہت کم علماء واقفیت رکھتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا یہ ذہنی اور کتابی سرمایہ و ذخیرہ تمہارے تک ہی محدود رہے اور مخلوقِ خدا اس کے فائدۂ عظیمہ سے محروم رہے مگر چونکہ درس و تدریس کی ذمہ داریاں اور

دارالعلوم کے انتظامی امور کی وجہ سے لمحہ بھر کی بھی فرصت نہ تھی۔ فلہٰذا اس بارِ گراں کو اٹھانے کی ہمت نہ کر سکا۔

اسی دوران پھر زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینۃ الرسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں عاشقِ رسول پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، شیخ العرب والعجم حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قدم بوسی سے مستفید و مستفیض ہوا۔ آپ نے میرے لیے بہت سی خصوصی دُعائیں فرمائیں۔ پھر آپ کے لختِ جگر نورِ نظر، عالم نبیل، فاضلِ جلیل حضرت مولانا قبلہ فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی سے تعارف ہوا۔ تقریباً دو ماہ آپ کی رفاقت و معیت میں مدینہ پاک گزارنے اور کوچہائے محبوب کو آنکھوں میں بسانے کا موقع ملا۔ واپسی کے وقت جب انہی کی وساطت سے حضرت مولانا علامہ ضیاء الدین صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو حاضر ہوا تو باوجودیکہ آپ پر مرض کی شدت تھی پھر بھی میرے لیے آپ نے بہت سی دعائیں فرمائیں اور سب سے خصوصی دُعا تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے (راقم کو) مفید کتب تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آخر میں اٹھتے وقت بڑی شفقت و عنایت کے ساتھ کچھ کتابیں اور اپنی دستارِ مبارک بطورِ یادگار عطا فرمائی۔ پاکستان پہنچنے پر راقم نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب ضرور ایک کتاب لکھوں گا۔ کیوں کہ بڑے بڑے اولیاء اور علماء کی دُعائیں میرے ساتھ ہیں۔ جب کتاب کی دو جلدیں لکھ چکا تو ان کا مسودہ لے کر آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف پیری و مرشدی جناب قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیبِ سجادہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کی خدمت پاک میں حاضر ہوا۔ آپ نے دربارِ پاک کے سامنے بیٹھے بیٹھے ان کا اجمالی خاکہ ملاحظہ فرمایا اور خوشی سے جھوم اُٹھے۔ فرمایا مولوی صاحب! دعائیں تو پہلے بھی آپ کے لیے کرتے رہے ہیں مگر اب تو ہمیشہ آپ کے لیے خصوصی دعائیں کرتے رہیں گے اور حضرتِ قبلہ عالم کیلانی رحمہ اللہ کا عرس پاک جو آپ اپنے مدرسہ میں سالانہ منعقد کرتے

ہیں، اس میں ہمیشہ شریک ہوتے رہیں گے اور ان شاء اللہ کبھی ناغہ نہیں ہوگا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ آپ نے عظمتِ صحابہ، مقاماتِ اہلِ بیت، شانِ خلفائے راشدین اور ان حضرات کے آپس میں خوشگوار تعلقات کو با دلائل واضح اور نمایاں کرنے کی کوشش وسعی فرمائی ہے اور معاندین کے اعتراضات کے منہ توڑ جوابات دیے ہیں اور یہ میری پرانی دلی تمنا تھی جس کو تم نے پورا کر دیا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ ہمارا ایمان ہے کہ مومن کو جو کچھ بھی فیض حاصل ہوتا ہے۔ سب صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کے واسطہ ووسیلہ سے ہوتا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی کو بھی صحابہ کرام کے وسیلہ کے بغیر کچھ نہیں مل سکتا۔

تو جب میں نے قبلۂ عالم کے ان الفاظ کو سنا جو آپ نے اپنی مقبول دعاؤں اور یقینی وعدوں سے مجھ پر انعامات فرمائے تو میرا ایک عقدہ حل ہوگیا وہ یہ تھا کہ میرے دل میں بسا اوقات خیال پیدا ہوتا کہ اتنا مدلل اور مضبوط علمی ذخیرہ مجھ ایسے ناتجربہ کار آدمی کے ہاتھوں کیسے جمع ہوگیا لیکن آج مجھے یقین ہوگیا کہ یہ سب کچھ پیری و مرشدی حضرت صاحب قبلہ کی پرانی دلی تمناؤں اور آپ کے روحانی تصرفات کا نتیجہ ہے۔

آخر میں فقیر بارگاہِ ایزدِ متعال میں دست بدعا ہے کہ حضرت صاحب قبلہ کا روحانی سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رہے اور آپ کے آستانہ عالیہ کی رُوح افزا بہاریں ہمیشہ پائندہ و تابندہ رہیں اور طالبانِ حق اس چشمۂ معرفت سے سیراب ہوتے رہیں۔ آمین

محمد علی عفا اللہ عنہ

خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف و ناظم و مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ

بلال گنج لاہور

## بانیٔ مذہب شیعہ

# عبداللہ بن سباء کا تعارف

عبداللہ بن سبار علماء یہودیں سے ایک سربرآوردہ عالم تھا اور جب سے سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو مدینہ منورہ سے نکال کر فلسطین کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اس وقت سے اس کے دل میں مسلمانوں سے انتقام لینے کی آگ سلگ رہی تھی اور وہ اندر ہی اندر ایسی تراکیب سوچتا رہتا تھا جن کے ذریعہ مسلمانوں سے بغض وعداوت کی وجہ سے کوئی نہ کوئی مصیبت کھڑی کر سکے۔ انہی تراکیب میں سے ایک ترکیب اسے یہ سوجھی کہ مسلمان ہو کر پھر ان کے راز و نیاز سے واقفیت حاصل کی جائے اور کچھ ساتھی ڈھونڈھے جائیں تاکہ مستقل گروہ بن جانے پر اسلام کے خلاف آواز بلند کی جائے۔
چنانچہ وہ یمن سے مدینہ آیا اور مدینہ آکر اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا۔ اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین تھے۔ آپ کی نرم دلی اور خوش خلقی سے اس نے یہ ناجائز فائدہ اٹھایا کہ مختلف حیلوں بہانوں سے حضرت عثمان کا اعتماد حاصل کر لیا اور اس اعتماد سے اب وہ اپنی مخفی دشمنی کے لیے راستہ ہموار کرنے کے درپے رہنے لگا اور اپنے ہم خیال لوگوں کی تلاش میں مصروف ہوا۔

"جوینده یابنده" کے مطابق اسے ایسے ہمنوا مل گئے جو بظاہر مسلمان تھے لیکن دل سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے۔ ان سے میل جول صلاح ومشورہ شروع ہوا اور خفیہ خفیہ ایک منظم گروہ تیار کر لیا۔ اسی منظم گروہ کے ذریعہ اس نے اولین کامیابی یہ حاصل کی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرا دیا۔ اس یہودی عالم (عبداللہ بن سبا)

کی ان خفیہ سرگرمیوں اور اسلام و مسلمانوں کے ساتھ بغض و عداوت کی تفصیلات شیعہ سُنی دونوں مکتبۂ فکر کے مؤرخین کے ہاں صراحۃً ملتی ہیں۔

## ۱ کامل ابن اثیر :

وَكَانَ ذٰلِكَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَبَا كَانَ يَهُوْدِيًّا وَاَسْلَمَ اَيَّامَ عُثْمَانَ ثُمَّ تَنَقَّلَ فِي الْحِجَازِ ثُمَّ بِالْبَصْرَةِ ثُمَّ بِالْكُوْفَةِ ثُمَّ بِالشَّامِ يُرِيْدُ اِضْلَالَ النَّاسِ فَلَمْ يَقْدِرْ مِنْهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ فَاَخْرَجَهٗ اَهْلُ الشَّامِ فَاَتٰى مِصْرًا فَاَقَامَ فِيْهِمْ وَقَالَ لَهُمْ اَلْعَجَبُ مِمَّنْ يُّصَدِّقُ اَنَّ عِيْسٰى يَرْجِعُ وَيُكَذِّبُ اَنَّ مُحَمَّدًا يَرْجِعُ فَوَضَعَ لَهُمُ الرَّجْعَةَ فَقُبِلَتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ كَانَ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَصِيٌّ وَعَلِيٌّ وَصِيُّ مُحَمَّدٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ لَمْ يُجِزْ وَصِيَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَثَبَ عَلٰى وَصِيَّتِهٖ وَاَنَّ عُثْمَانَ اَخَذَهَا بِغَيْرِ حَقٍّ فَانْهَضُوْا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ وَابْدِءُوْا بِالطَّعْنِ عَلٰى اُمَرَائِكُمْ۔

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد سوم صفحہ ۱۵۴ دخلت سنۃ خمس وثلاثین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ : بات یہ تھی کہ عبداللہ بن سبا راصل یہودی تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلام قبول کرکے حجاز آگیا۔ پھر بصرہ پھر کوفہ اور اس کے بعد شام گیا اور ہر مقام پر اس نے لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی اور شامیوں نے اسے شام سے باہر نکال دیا۔ وہاں سے یہ مصر پہنچا اور وہاں آکر قیام پذیر ہوا۔ وہاں اُس نے مصریوں کو کہا کہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ اگر کوئی

یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ آئیں گے تو لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد واپسی کا کہا جائے تو اسے جھٹلاتے ہیں۔ اس طرح "رجعت" کا عقیدہ اس نے گھڑا۔ کچھ لوگوں نے اس کی یہ بات قبول کر لی۔ اس کے بعد دوسرے عقیدہ کو پھیلایا اور کہا کہ ہر پیغمبر کا کوئی نہ کوئی "وصی" ہوا ہے اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے "وصی" حضرت علی ہیں۔ تو جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو جاری نہیں کرتا۔ اس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہوگا حضرت عثمان نے ناحق خلافت پر قبضہ کر رکھا ہے۔

لہٰذا اس لیے کھڑے ہو جاؤ اور اپنے حاکموں پر طعن کا سلسلہ شروع کر دو۔

## ۲ البدایہ والنہایہ :

وَذَكَرَ سَيْفُ بْنُ عُمَرَانَ سَبَبَ تَأَلُّبِ الْاَحْزَابِ عَلٰى عُثْمَانَ اَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَبَا كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَظْهَرَ الْاِسْلَامَ وَصَارَ اِلٰى مِصْرٍ فَاَوْحٰى اِلٰى طَائِفَةٍ مِّنَ النَّاسِ كَلَامًا اِخْتَرَعَهٗ مِنْ عِنْدِ نَفْسِهٖ مَضْمُوْنُهٗ اَنَّهٗ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ اَلَيْسَ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ سَيَعُوْدُ اِلٰى هٰذِهِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ لَهٗ فَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْهُ فَمَا تُنْكِرُ اَنْ يَّعُوْدَ اِلٰى هٰذِهِ الدُّنْيَا وَهُوَ اَشْرَفُ مِنْ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ثُمَّ يَقُوْلُ وَقَدْ كَانَ اَوْصٰى اِلٰى عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَمُحَمَّدٌ خَاتِمُ الْاَنْبِيَاءِ وَعَلِيٌّ خَاتِمُ الْاَوْصِيَاءِ ثُمَّ يَقُوْلُ فَهُوَ اَحَقُّ بِالْاَمْرِ مِنْ عُثْمَانَ وَعُثْمَانُ مُعْتَدٍ فِيْ

وِلَايَتِهٖ مَا لَيْسَ لَهٗ فَاَنْكَرُوْا عَلَيْهِ وَ اَظْهَرُوا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَافْتَتَنَ بِهٖ لَبَشَرٌ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ مِصْرٍ وَ كَتَبُوْا اِلٰى جَمَاعَاتٍ مِّنْ عَوَامِ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَ الْبَصْرَةِ فَتَمَالُوْا عَلٰى ذٰلِكَ وَ تَكَاتَبُوْا فِيْهِ وَ تَوَاعَدُوْا اَنْ يَّجْتَمِعُوْا فِى الْاَنْكَارِ عَلٰى عُثْمَانَ وَ اَرْسَلُوْا اِلَيْهِ مَنْ يُّنَاظِرُهٗ وَ يَذْكُرُ لَهٗ مَا يَنْقِمُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ تَوْلِيَتِهٖ اَقْرِبَائَهٗ وَ ذَوِىْ رَحِمِهٖ وَ عَزْلِهٖ كُبَّارَ الصَّحَابَةِ فَدَخَلَ هٰذَا فِىْ قُلُوْبِ كَثِيْرٍ مِّنَ النَّاسِ -

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۱۶۷تا ۱۶۸) فی تذکرہ سنۃ اربع وثلاثین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ : سیف بن عمر نے کہا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف لشکر کشی کا سبب یہ تھا کہ ایک شخص عبداللہ بن سبا نامی یہودی تھا اس نے اسلام لانا ظاہر کیا اور مصر جاکر لوگوں کو ایک من گھڑت "وحی" سنائی جس کا مضمون یہ تھا کہ ایک آدمی کو وہ کہتا ہے کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے؟ وہ آدمی جواباً کہتا ہے یہ درست ہے۔ پھر اسی شخص کو وہ کہتا کہ اگر یہی بات کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہے (یعنی آپ بھی دوبارہ تشریف لائیں گے) تو تم اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ بن مریم سے افضل ہیں۔ (لہٰذا انہیں ضرور دوبارہ آنا ہے)

پھر وہ کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا "وصی" مقرر فرمایا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خاتم الاوصیاء ہوگئے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ امر خلافت کے حضرت عثمان رضی اللہ

عنہ سے زیادہ حق دار ہیں۔ عثمان نے امرِ خلافت میں زیادتی کی اور خود امیر بن بیٹھے۔ یہ سن کر لوگوں نے حضرت عثمان پر بہت سے اعتراضات کرنے شروع کر دیے اور اپنے مذموم عزائم کو "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کے رنگ میں پھیلانا شروع کیا اس سے اہلِ مصر کی ایک کثیر تعداد فتنہ کی زد میں آگئی۔ انہوں نے کوفہ اور بصرہ کے عوام کو رقعہ جات لکھے جس کے بعد کوفی اور بصری لوگ ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے انکار پر سب متفق ہو گئے۔ انہوں نے کئی ایک آدمی حضرت عثمان کے ساتھ مناظرہ کے لیے بھیجے اور کچھ ایسے پیغامات بھیجے کہ ہم آپ کے اس رویہ پر احتجاج کرتے ہیں۔ آپ نے اپنے عزیز واقارب اور رشتہ داروں کو مختلف عہدوں پر کیوں فائز کیا، اور بڑے بڑے صحابہ کرام کو کوئی اہمیت نہ دی تو یہ باتیں بہت سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئیں۔

بانیٔ مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا یہودی کے عقائد کے بیان میں اہل سنت کی مذکورہ کتب کی تائید شیعہ تواریخ سے بھی ہوتی ہے۔ یہاں چند ایک شیعی کتب کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

## ۲ روضۃ الصفا:

شیعہ عقائد کی مشہور تاریخ روضۃ الصفا میں موجد اہلِ تشیع عبداللہ بن سبا کے عقائد کی تشریح ان الفاظ میں موجود ہے۔

ابن السوداکہ در کتب مؤرخانِ عجم بعبداللہ ابن سبا اشتہار یافتہ حبری بود از احبارِ یہود صنعا بسودای آنکہ عثمان اورا معزز و محترم دارد بمدینہ آمدہ ایمان آوردہ ور سلکِ اربابِ اسلام انتظام یافت چوں جمال مطلوب اواز حجاب نقاب منکشف نگشت با طائفہ از اصحاب کراز عثمان نفاری

در دل داشتند اختلاط و انبساط آغاز نهاده قواعد محبت و الفت استحکام
دادند و بہ بدگوئی و عیب جوئی عثمان با ایشاں ہمداستاں شدہ باب فتنہ
و فساد بکشاد و چوں عثمان از ایں حال آگاہ گشت گفت ایں جہود با سے
کیست کہ از وی ایں ہمہ تحمل باید کرد و با خراج او آخر از مدینہ فرمانداد
عبداللہ چوں میدانست کہ مخالفانِ عثمان در مصر بسیار اند روی توجہ بداں
دیار نہاد بمصریاں ملحق گشتہ باظہارِ تقوٰی و علمِ خویش بسیاری از اہلِ مصر
را بفریفت بعد از رسوخ عقیدہ از طائفہ بایشیاں درمیان نہاد کہ نصاری
میگویند کہ عیسٰی مراجعت نمودہ از آسمان بزمین نازل خواہد شد و ہمگناں روشن
است کہ حضرت خاتم الانبیاء افضل از عیسٰی است پس او برجعت اولی باشد
و خدائے عزوعلا وے رانیز بایں وعدہ فرمود چنانکہ میفرماید کہ "ان
الذین فرض علیك القران لرادك الی معاد" و بعد از آنکہ
سفہائے مصر ایں معنی عبداللہ را مصدق داشتند با ایشاں گفت کہ ہر
پیغمبر یرا خلیفہ و وصی مے بودہ است و خلیفۂ رسول علی است کہ بحلیہ زہد و
تقوٰی و علم و فتوٰی آراستہ است و بشیمۂ کرم و شجاعت و شیوہ امانت
و دیانت و تقوٰی و علم و فتوٰی آراستہ و امت بخلاف نص محمد صلی اللہ علیہ
وسلم بر علی رضی ظلم روا داشتند و خلافت حق وے بود باو نگذاشتند
اکنوں نصرت و معاونت آنحضرت بر جہانیاں واجب و لازم است و
اتباع اقوال و افعال او بر ذمت ہمت عالمیان امر محتم و بسیار از مردم
مصر کلمات ابن السوادرا در خاطر جائے دادہ پائے از دائرہ متابعت
مطاوعت عثمان بروں نہادند۔

(روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۷۰ ذکر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ)

ترجمہ:

ابن السواد جو کہ غیر عرب مؤرخین میں عبداللہ بن سبا کے نام سے مشہور ہے صنعا کے یہودیوں میں سے ایک بڑا عالم تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چوں کہ اسے عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ ان کے اس رویہ کی بناء پر مدینہ میں آکر جماعتِ مسلمین میں شامل ہو گیا۔ جب اس کا مقصد ناکامیابی کے پردوں سے باہر نہ نکل سکا یعنی اس کا دلی مقصد پورا نہ ہوا تو اس نے ان لوگوں کے ساتھ میل جول بڑھانا شروع کر دیا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ دلی کدورت رکھتے تھے۔ باہمی محبت و پیار کے عہد و پیمان باندھے۔ حضرت عثمان کی عیب جوئی اور بدگوئی میں ان کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔ اس طرح فتنہ و فساد کا دروازہ کھولا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حالات سے آگاہ ہوئے تو خیال فرمایا کہ یہ شخص کون ہے جو اتنے بڑے فتنہ کا باعث بن رہا ہے۔ اسے کیوں برداشت کیا جا رہا ہے۔ آپ نے اسے مدینہ سے نکالنے کا فیصلہ فرمالیا۔ جب عبداللہ بن سبا کو یہ معلوم ہوا کہ مصر میں حضرت عثمان کے مخالفین کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے تو جانب مصر روانہ ہو گیا۔ وہاں جا کر اپنے تقویٰ اور علم کی بہتات سے لوگوں کو اپنا فریفتہ کر لیا۔ جب بہت سے لوگوں نے اس کے خیالات و عقائد کو قبول کر لیا تو فوراً ایک نیا عقیدہ ان کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ یہ کہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتر کر دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ لہٰذا آپ کو دوبارہ تشریف لانے کا زیادہ حق ہے۔ خود اللہ تعالیٰ

نے بھی آپ سے دوبارہ واپسی کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:
اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ۔ جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا وہ یقیناً آپ کو لوٹنے کی جگہ کی طرف لوٹائے گا۔

جب عبداللہ بن سبا کی اس کوشش اور عقیدہ کو مصریوں نے قبول کر لیا تو اس نے ان سے کہا کہ دیکھو ہر پیغمبر کا ایک نہ ایک خلیفہ اور وصی ہوتا رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور وصی حضرت علی ہیں جو زہد و تقویٰ اور علم و فتویٰ سے مزین ہیں اور کرم و سخاوت، شجاعت و امانت اور تقویٰ و دیانت سے آراستہ ہیں۔ لیکن امت (لوگوں) نے آپ کی واضح ہدایات کے خلاف چل کر حضرت علی کو خلافت نہ دے کر ظلم کیا ہے۔ اب تمام لوگوں پر یہ لازم و واجب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے اجراء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معاونت و نصرت کریں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال و افعال کی تعمیل سب لوگوں پر واجب ہے۔

ان کلمات کو سن کر بہت سے مصری لوگ اس کے شیدائی ہو گئے اور اس کی باتوں کو دل سے قبول کر لیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی متابعت و اطاعت سے روگردان ہو گئے۔

## ۴ فرقِ شیعہ:

وَحَكٰى جَمَاعَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَبَا كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ وَوَالٰى عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلٰى يَهُوْدِيَّتِهٖ فِيْ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ بَعْدَ مُوْسٰى

عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٰذِهِ الْمُقَالَةِ فَقَالَ فِيْ إِسْلَامِهِ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فِيْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ اَشْهَرَ الْقَوْلَ بِفَرْضِ إِمَامَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَظْهَرَ الْبَرَاءَةَ مِنْ اَعْدَائِهٖ وَكَاشَفَ مُخَالِفِيْهِ فَمِنْ هُنَاكَ قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ اَنَّ اَصْلَ الرَّفْضِ مَاخُوْذٌ مِنَ الْيَهُوْدِيَّةِ

(کتاب فِرَقُ الشیعۃ لابی محمد بن موسی
النوبختی ص ۴۴ مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف من علماء
قرن الثالث تحت فرقہ "السبائیۃ")

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اہل علم ساتھیوں نے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا۔ پھر مسلمان ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویدار ہوا یہودیت کے دوران وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت یوشع بن نون کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرتا تھا (یعنی حضرت یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے خلیفہ اور وصی تھے) مسلمان ہونے کے بعد حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی وہی باتیں کہیں یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی فرضیت کو مشہور کیا اور حضرت علی کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور آپ کے مخالفین کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا۔ اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین کہتے ہیں کہ رفض (شیعیت) کی جڑ یہودیت ہے (یعنی یہودیت نے ہی ظہورِ اسلام کے بعد شیعیت کا روپ دھار لیا ہے۔)

# مذہب تشیع کی بنیاد یہود نے رکھی، شیعہ مورخین کا اعتراف

## ۵۔ ناسخ التواریخ :

عبداللہ بن سبا مرد یہود بود در زمان عثمان بن عفان مسلمانی گرفت واو از کتب پیشین و مصاحف سابقین نیک دانا بود چوں مسلمان شد خلافتِ عثمان در خاطر اوپسندیدہ نیفتاد پس در مجالس و محافل اصحاب بنشستے و قبائح اعمال و مثالب عثمان راہر چہ توانستے باز گفتے، ایں خبر بعثمان بردند گفت بارے ایں یہود کیست و فرمان کرد تا اورا از مدینہ اخراج نمودند۔

عبداللہ بمصر آمد وچوں مرد عالم ودانا بود مردم بروے گرد آمدند و کلمات اورا باور داشتند، گفت ہاں اے مردم مگر نشنیدہ اید کہ نصاریٰ گویند عیسیٰ علیہ السلام بدیں جہاں رجعت کند و باز آید چنانکہ در شریعت ما نیز ایں سخن استوار است چوں عیسیٰ رجعت تواں کرد محمد کہ بیگماں فاضلتر از وست چگونہ رجعت نکند و خداوند نیز در قرآن کریم میفرماید ان الذی فرض علیک القراٰن لراٰدک الی معاد۔

چوں ایں سخن در خاطر ہا جائے گیر ساخت گفت خداوند صد وبیست وچہار ہزار پیغمبر بدیں زمین فرو فرستاد و ہر پیغمبرے را وزیرے و خلیفتے بود چگونہ میشود پیغمبرے از جہاں بیرون خاصہ وقتیکہ صاحبِ شریعت باشد و نائبے و خلیفتے بخلق نگمارد و کار امت را مہمل بگذارد؟ ہمانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم را علی علیہ السلام وصی و خلیفہ بود چنانکہ خود فرمود انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ ازیں میتواں دانست کہ علی علیہ

اسلام خلیفۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم است وعثمان ایں منصب راغصب کردہ و باخود بستہ عمر نیز بنا حق ایں کار بشوری افگند وعبد الرحمٰن بن عوف بہوائے نفس دست بردستِ عثمان زد و دست علی راکہ گرفتہ بود با او بیعت کند رہا داد

اکنوں برما کہ در شریعت محمدیم واجب میکند کہ از امر بالمعروف ونہی از منکر خویشتن داری نکنیم، چنانکہ خدا فرماید۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر پس با مردم خویش گفت مارا ہنوز نہ آں نیرو نیست کہ بتوانیم عثمان را دفع داد واجب میکند کہ چنانکہ بتوانیم عمالِ عثمان راکہ آتش جور وستم را دامن ہمیزنند ضعیف داریم وقبائح اعمالِ ایشاں را بر عالمیاں روشن سازیم و دلہائے مردم را از عثمان وعمال او بگردانیم، پس نامہ ہا نوشتند واز عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کہ امارت مصر داشت باطراف جہاں شکایت فرستادند ومردم را یکدل ویکجہت کردند کہ در مدینہ گرد آیند وبر عثمان امر بالمعروف کنند واورا از خلیفتے خلع فرمایند۔

عثمان ایں معنیٰ را تفرس ہمیکرد ومروان بن الحکم جاسوسال بشہرہا فرستاد تا خبر باز آوردند کہ بزرگانِ ہر بلد در خلع عثمان ہمداستاں اند لاجرم عثمان ضعیف دور کارِ خود فرو ماند۔ ۱۲

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد سوم صفحہ ۲۳۷ و ۲۳۸ طبع جدید مطبوعہ تہران دورانِ خلافت عثمان بن عفان، مصنفہ مرزا محمد تقی)

ترجمہ: عبد اللہ بن سبا ایک یہودی آدمی تھا۔ عہد عثمانی میں اسلام لایا اور کتبِ سابقہ

(مصاحبت گزشتہ سے خوب واقف تھا۔ جب مسلمان ہوا تو عثمان کی خلافت اس کو اچھی نہ لگی چنانچہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ محافل میں بیٹھتا اور عثمان کے متعلق جتنا کچھ قبیح افعال کا ذکر کر سکتا کرتا رہتا تھا۔ عثمان (رضی اللہ عنہ) کو یہ خبر ملی تو کہا الٰہی یہ یہودی کون ہے؟ چنانچہ حکم دیا کہ اسے مدینہ شریف سے نکال دیا جائے۔ عبد اللہ بن سبا مصر آ پہنچا چونکہ عالم و دانا آدمی تھا اس لیے لوگ اس کے گرد جمع ہونے شروع ہو گئے اور اس کی باتیں قبول کرنے لگے، تب اس نے کہا: اے لوگو! تم نے سنا نہیں کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں واپس آئیں گے اور ہماری شریعت کے مطابق بھی یہ بات درست ہے۔ اگر عیسیٰ واپس آ سکتے ہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو ان سے افضل ہیں کیوں واپس نہیں آ سکتے۔ اللہ تعالیٰ بھی قرآن کریم میں فرماتا ہے: (ترجمہ) جس خدا نے تجھے قرآن دیا وہ تجھے لوٹنے کے وقت پر لوٹائے گا۔

جب یہ بات لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو گئی (رجعت کا عقیدہ پختہ ہو گیا) تو اب ابن سبا نے کہا اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اس زمین پر بھیجے اور ہر پیغمبر کا ایک وزیر اور خلیفہ ہوا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے جائے جب کہ وہ صاحب شریعت نبی ہو مگر اپنا خلیفہ و نائب لوگوں میں نہ چھوڑ جائے۔ اپنی امت کا معاملہ (مسئلہ خلافت) مہمل چھوڑ جائے؟

لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علی علیہ السلام وصی ہیں اور خلیفہ ہیں، جیسا کہ آپ نے علی کو خود فرمایا تو میرے لیے یوں ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام۔ اسی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ علی علیہ السلام ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں اور عثمان نے یہ منصب (خلافت) غصب کر کے

اسپنے اوپر چسپاں کر رکھا ہے۔ عمر نے بھی کسی حق کے بغیر یہ شوریٰ پر ڈال دیا اور عبدالرحمٰن بن عوف نے نفسانی ہوس سے عثمان کی بیعت کر لی اور علی کا ہاتھ بھی اس نے پکڑ رکھا تھا۔ جب علی نے بیعت کر لی تو اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

اب جو ہم شریعتِ محمدی میں ہیں ہم پر واجب آتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے سُستی نہ کریں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے (ترجمہ) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے لائی گئی تاکہ انہیں نیکی کا حکم کرے، برائی سے روکے۔

پھر ابن سبا نے لوگوں سے کہا ابھی ہم میں یہ طاقت نہیں کہ عثمان کو خلافت سے اتار سکیں۔ البتہ یہ ہم پر ضروری ہے کہ جتنا ہو سکے عثمان کے عُمّال (گورنروں) کو جو ظلم و ستم روا رکھے ہیں کمزور کر ڈالیں ان کے قبیح اعمال اہلِ دنیا پر واضح کریں اور لوگوں کے دل عثمان اور اس کے عُمّال سے متنفر کر ڈالیں چنانچہ انہوں نے کئی خطوط لکھے اور والیٔ مصر عبداللہ بن سعد (کے ظلم) کی شکایت کرتے ہوئے جہان میں ہر طرف ارسال کر دیے اس طرح انہوں نے لوگوں کو اس بات پر یکدل بنایا کہ وہ مدینہ میں جمع ہو کر عثمان کو امر بالمعروف کریں اور اسے خلافت سے اتار دیں۔

عثمان یہ معاملہ سمجھتے تھے اور مروان بن حکم نے ہر شہر میں جاسوس بھیجے چنانچہ وہ یہ خبر لے کر واپس آئے کہ ہر شہر کے بڑے لوگ عثمان کو اتار دینے پر یکزبان ہیں۔ ناچار عثمان کمزور ہو گئے اور اپنے معاملہ میں عاجز آ گئے (قتل ہو گئے)۔

## ثابت ہوا:

معتبر شیعہ مورخ مرزا تقی کی مذکورہ عبارت سے یہ امور ثابت ہو گئے:

۱: عبداللہ بن سبا پکا یہودی تھا جو عہدِ عثمانی میں اسلام لایا۔ مگر درپردہ یہودی ہی رہا جیسا کہ فرق شیعہ کی عبارت نے اس پر نص کر دی ہے۔ ساتھ یہ بھی واضح ہوا کہ وہ ایک فاضل و دانائے کتب سابقہ شخص تھا۔

۲: اس نے شیعہ مسلک کی بنیادیوں ڈالی کہ سب سے اول مسئلہ رجعت پیدا کیا اور لوگوں کو ذہن نشین کرایا جو کہ شیعہ عقائد کی جڑ ہے۔

۳: مسئلہ رجعت کے ایجاد کے بعد لوگوں کو یہ ذہن نشین کرایا کہ علیؓ ہی نبی علیہ الصلوۃ و السلام کا صحیح خلیفہ اور وصی ہے اور خلفائے ثلاثہ نے یہ حق ان سے غصب کیا۔

۴: یہ دو عقیدے ایجاد کرنے کے بعد اس نے چاہا کہ انہیں لوگوں میں عام ترویج دی جائے چنانچہ اس نے مختلف ممالک میں ہر طرف خطوط روانہ کیے اور عثمان غنی کو خلافت سے اتارنے کے لیے سازش کا ایک وسیع جال پھیلا دیا جس میں وہ کامیاب ہوا اور نتیجتاً عثمانِ غنی شہید ہو گئے اور مسلکِ شیعہ کی بنیاد مضبوط ہو گئی

خلاصہ یہ ہوا کہ مسلکِ اہلِ تشیع کی بنیاد رکھنے والا ایک بہت بڑا یہودی عالم تھا جو بظاہر اسلام لانے کے باوجود درپردہ یہودی ہی رہا جیسا کہ تاریخ روضۃ الصفا اور فرق شیعہ جیسی معتبر شیعہ کتب سے اس کی نہایت وضاحت ہو چکی اور آئندہ مزید شواہد آرہے ہیں۔ اس یہودی عالم نے اسلام کے متعلق اپنی قلبی شقاوت و عداوت کو تسکین دینے کے لیے شیعہ مذہب کی بنیاد رکھی اور اسلام کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب ہوا اور قتلِ عثمان غنی میں کامیاب ہو کر فساد کا وہ دروازہ کھولا جو آج تک بند نہیں ہو سکا۔

## (یہودیت نے شیعیت کو ختم کر دیا ہے)

## ۶ انوارِ نعمانیہ :

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَبَا لِعَلِيٍّ اَنْتَ الْاِلٰهُ حَقًّا فَنَفَاهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى الْمَدَائِنِ وَ قِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ وَكَانَ فِي الْيَهُوْدِيَّةِ يَقُوْلُ فِيْ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَفِيْ مُوْسٰى مِثْلَ مَا قَالَ فِيْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام وَ قِيْلَ اِنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ اَظْهَرَ الْقَوْلَ بِوُجُوْبِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ ۔

(انوارِ نعمانیہ مصنفہ نعمت اللہ جزائری صفحہ ۱۹۷ ،

طبع قدیم مطبوعہ ایران، طبع جدید جلد ۲ ص ۲۳۴، فرقہ سبائیہ)

ترجمہ :

عبداللہ بن سبا نے حضرت علی کے بارے میں "الٰہ" ہونے کا عقیدہ ایجاد کیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے جلاوطن کردیا اور کہا گیا ہے کہ یہ اصل میں یہودی تھا پھر مسلمان ہوگیا۔ یہودیت کے دوران حضرت یوشع بن نون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے بارے میں اسی قسم کی باتیں کیا کرتا تھا جیسی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "وجوبِ امامت" کا عقیدہ اسی کی اختراع و ایجاد ہے ۔

## ۷ رجال کشی :

وَ ذَكَرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَبَا كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ وَ وَالٰى عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَكَانَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلٰى يَهُوْدِيَّتِهٖ فِيْ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَصِيِّ مُوْسٰى بِالْغُلُوِّ فَقَالَ فِيْ اِسْلَامِهٖ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ فِيْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ اَشْهَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ وَاَظْهَرَ الْبَرَاءَةَ مِنْ اَعْدَآئِهٖ وَكَاشَفَ مُخَالِفِيْهِ وَكَفَّرَهُمْ فَمِنْ هٰهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ اَنَّ اَصْلَ التَّشَيُّعِ وَ الرَّفْضِ مَاخُوْذٌ مِّنَ الْيَهُوْدِيَّةِ۔

(رجال کشی مصنفہ عمر بن عبد العزیز الکشی صفحہ ۱۰۱ تذکرہ عبد اللہ بن سبا مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا۔ پھر مسلمان ہوا اور حضرت علی سے دوستی کی۔ دورانِ یہودیت حضرت یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ کا وصی بطورِ غلو کہا کرتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اس نے اسی طرح کی بات کہی۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے فرض ہونے کا عقیدہ مشہور کیا۔

اور حضرت علی کے مخالفوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور انہیں عوام میں مشتہر کیا۔ اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ تشیعیت اور رافضیت کی اصل اور جڑ یہودیت ہے اور یہ مذہب یہودیت سے اخذ کیا گیا ہے۔

عَنْ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِاللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ لَعَنَ اللهُ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَبَا اِنَّهُ اِدَّعَى الرَّبُوْبِيَّةَ فِىْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ وَاللهِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَبْدَاللهِ طَائِعًا اَلْوَيْلُ لِمَنْ كَذَبَ عَلَيْنَا وَاِنَّ قَوْمًا يَقُوْلُوْنَ فِيْنَا مَا لَا نَقُوْلُهُ فِىْ اَنْفُسِنَا نَبْرَاُ اِلَى اللهِ مِنْهُمْ نَبْرَاُ اِلَى اللهِ مِنْهُمْ۔

(رجال کشی صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ کربلا تذکرہ عبداللہ بن سبا)

ترجمہ:

ابان بن عثمان سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ عبداللہ بن سبا پر لعنت کرے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خدا ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ قسم بخدا حضرت امیرالمؤمنین خدا کے اطاعت گزار بندے تھے۔ ہم پر افترا بازی کرنے والے کے لیے ہلاکت ہو تحقیق جو قوم ہمارے متعلق وہ بات کہتی ہے جو ہم خود اپنے لیے کہنا روا نہیں سمجھتے ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔ ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔

## مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ مملکتِ اسلامیہ میں پھوٹ ڈالنے والا پہلا شخص دورِ عثمانی میں عبداللہ بن سبا (منافق) تھا اور یہی آدمی شہادتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا باعث تھا۔

۲۔ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ربوبیت اور فرضِ امامت کا دعویٰ عبداللہ بن

سبا نے کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین پر تبرّا بازی اور لعن طعن کی ابتدا بھی اسی نے کی۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رجعت د دوبارہ تشریف آوری کا قائل تھا۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ان عقائدِ باطلہ کی بنا پر ہی عبداللہ بن سبا کو خارج از اسلام قرار دیتے تھے۔

۵۔ عبداللہ بن سبا اصل میں یہودی تھا اور بظاہر اسلام لایا تھا لیکن دل سے پہلے کی طرح دشمنِ اسلام و مسلمین تھا۔ شہادتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اسباب اس کے مہیا کیے ہوئے تھے۔

## آج بھی شیعوں کے عقائد ابن سبا یہودی والے ہیں

آپ نے مذکورہ سات حوالہ جات سے اور ان سے بالصراحت ثابت شدہ امور سے عبداللہ بن سبا کے عقائد کی تصریحات جان لی ہونگی اور خود شیعہ کتب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخالفینِ شیعہ، عبداللہ بن سبار کے عقائد سے متفق ہونے کی وجہ سے شیعہ لوگوں کو اس کا پیروکار اور شیعیت کو یہودیت کی دوسری تصویر یا اصل کی شاخ قرار دیتے ہیں تو شیعہ لوگوں کا یہ اگرچہ بظاہر اپنے اوپر الزام شمار کرنا ہے لیکن دیسے الفاظ میں اس کے عقائد سے اتفاق کرنا بھی ہے کیوں کہ جو عقائد ان کتب میں عبداللہ بن سبا کے مذکور ہوئے۔ وہی عقائد بعینہٖ شیعہ لوگوں کے ہیں۔ آئیے عبداللہ بن سبار جیسے عقائد ہم آپ کو ان کی کتب سے دکھاتے ہیں:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے "اِلٰہ" ہونے کا شیعی عقیدہ:

سید ظہور الحسن خطیب شیعہ (ملتان) نے مقدمہ جلاء العیون میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی طرف منسوب کردہ ایک خطبہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

جلاء العیون: قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ بَعْضِ خُطْبِہٖ اَنَا عِنْدِیْ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنَا ھُ اَنَا ذُو الْقَرْنَیْنِ الْمَذْکُوْرُ فِیْ صُحُفِ الْاُوْلٰی اَنَا صَاحِبُ خَاتَمِ سُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَا وَالِی الْحِسَابِ اَنَا صَاحِبُ الصِّرَاطِ وَالْمَوْقِفِ اَنَا قَاسِمُ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ اَنَا اٰدَمُ الْاَوَّلُ اَنَا نُوْحُ الْاَوَّلُ اَنَا اٰیَۃُ الْجَبَّارِ اَنَا حَقِیْقَۃُ الْاَسْرَارِ اَنَا مُوْرِقُ الْاَشْجَارِ اَنَا مُفَجِّرُ الْعُیُوْنِ اَنَا مُجْرِی الْاَنْھَارِ۔

(جلاء العیون جلد دوم ص ۲۰ شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس لاہور۔ طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے: میرے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں صحف اولیٰ میں ذکر شدہ ذوالقرنین ہوں۔ میں ہی خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں ہی حساب وکتاب کا والی ہوں، میں ہی پلصراط اور موقف کا مالک ہوں۔ جنت ودوزخ کا تقسیم کرنے والا بھی میں ہی ہوں۔ میں آدم اول اور نوح اول ہوں۔ میں ہی جبار کی آیت ہوں۔ میں ہی اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں ہی درختوں کو پتوں کا لباس اوڑھانے والا ہوں۔ میں ہی پھلوں کو پکانے والا ہوں، میں ہی چشموں کا جاری کرنیوالا اور نہروں کو روانی دینے والا ہوں۔

۲۔ "خلافت بلافصل" حضرت علی کا حق ہونا اور ان کے مخالفین پر تبرا بازی کرنا، اور "وصی" کا عقیدہ رکھنا۔

قارئین کرام آپ حضرات اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے جس طرح "خلیفہ بلافصل" ہونے کا عقیدہ عبداللہ بن سبا نے ایجاد کیا۔ بعینہ یہی عقیدہ متعدد کتب شیعہ میں آپ شیعہ لوگوں کا عقیدہ بھی پائیں گے اور اپنے مخالفین پر تو تبرا بازی ایک معمولی بات ہے۔ یہ لوگ خلفائے ثلاثہ پر تبرا بازی سے نہیں چوکتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "وصی" ماننے کا عقیدہ آپ ان کی کتب کی بجائے ان کی اذان سے معلوم کر سکتے ہیں۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رجعت کا عقیدہ:

عبداللہ بن سبا کے اس عقیدہ کو بھی شیعہ لوگوں نے اپنایا ہے عبارت ملاحظہ ہو:

نعانی روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیروں آید خدا اورا یاری کند بملائکہ واول کسی کہ با او بیعت کند محمد صلی اللہ علیہ وسلم باشد۔ وبعد ازاں علی علیہ السلام۔

(حق الیقین ص۲۱۹ باب پنجم دربیان اثبات رجعت مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے نعانی نے روایت کی ہے کہ جب قائم آل محمد غار سے باہر آئیں گے، اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کرے گا اور ان کی سب سے پہلے بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ پھر آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کریں گے۔

چوں کہ بمطابق عقائدِ شیعہ "امام قائم" کا ظہور قبل قیامت کسی وقت بھی یقینی ہے

اوران کے ظہور کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم رجعت فرمائیں گے۔ تبھی امام قائم کی بیعت کریں گے تو معلوم ہوا کہ یہ وہی عقیدہ ہے جو عبداللہ بن سبا کی ایجاد تھا۔

۴۔۵ : عبداللہ بن سبار کا درحقیقت یہودی ہونا اور محض مقصد برآری کے لیے اوپر سے مسلمان ہونا۔ عبداللہ بن سبا کی اس منافقت سے ہر شخص آگاہ ہے۔ اس لیے شیعہ سُنی سبھی اس کو خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔

**حاصل کلام** : کتبِ شیعہ سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا اور اس کا اسلام لانا محض اپنے مقصد کے حصول کی خاطر تھا نیز اہل سنت واہل تشیع کے مؤرخین اس امر پر متفق ہیں کہ اس کے عقائد باطلہ کفریہ کے پیشِ نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یا تو اسے جلا دیا تھا یا بروایت دیگر اسے جلا وطن کر دیا تھا اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا اس پر لعنت بھیجنا بھی انہی کفریہ عقائد کی بنا پر تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ کتبِ شیعہ سے میں نے باحوالہ یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ جن عقائد کی بنا پر عبداللہ بن سبار کو جلا وطنی کی مصیبت اور طوقِ لعنت اٹھانا پڑا بعینہٖ وہی عقائد خود شیعہ لوگوں کے بھی ہیں۔

"رجال کشی" میں اس کے مصنف نے جو اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے عبداللہ بن سبا اور اس کے عقائد سے بیزاری کو اس انداز سے پیش کیا کہ جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ہم اہل تشیع پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ ہم عبداللہ بن سبار کے پیروکار ہیں اور مذہبِ شیعہ دراصل یہودیت کی ایک شاخ ہے۔ یہ غلط ہے۔ ہمارا راستہ اور ہے اور اس یہودی کا راستہ اور۔ لیکن جب میں نے عبداللہ بن سبار کے عقائد جیسے عقائد خود شیعوں کے عقائد ثابت کر دکھائے تو اب یہ ماننا پڑے گا کہ "رجال کشی" کی عبارت دراصل اس امر کی تائید کرتی ہے کہ ہمارے مخالفین نے جو کچھ ہمارے متعلق کہا کہ ہم عبداللہ بن سبار کے پیروکار ہیں اور مذہب شیعہ دراصل یہودیت کا دوسرا نام ہے۔ یہ درست ہے اور

اور ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔

لہذا بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا جو کہ بوجہ عقائد کفریہ، حضرت علی، حضرت امام جعفر صادق و دیگر ائمہ اہل بیت کے نزدیک کافر تھا تو وہ لوگ اور وہ فرقہ جو اس جیسے عقائد رکھتا ہو اس کا مومن ہونا کون تسلیم کرے گا؛ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقائدِ اہلِ بیت اور ہیں اور عقائد شیعہ اور۔ دونوں میں اسلام و کفر کی حدِ فاصل ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند عقائد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس مقام پر ذکر کر دیے جائیں تاکہ قارئینِ کرام اس فرق کو خود دیکھ سکیں۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلانِ عقائد:

رَوٰی یَحْیٰی عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْہِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ کَانَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَخْطُبُ بِالْبَصْرَۃِ بَعْدَ دُخُوْلِہٖ بِاَیَّامٍ فَقَامَ اِلَیْہِ رَجُلٌ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَخْبِرْنِیْ مَنْ اَھْلُ الْجَمَاعَۃِ وَمَنْ اَھْلُ الْفُرْقَۃِ وَمَنْ اَھْلُ الْبِدْعَۃِ وَمَنْ اَھْلُ السُّنَّۃِ فَقَالَ وَیْحَکَ اَمَّا اِذَا سَئَلْتَنِیْ فَافْھَمْ عَنِّیْ وَ لَا عَلَیْکَ اَنْ تَسْئَلَ عَنْھَا اَحَدًا بَعْدِیْ اَمَّا اَھْلُ الْجَمَاعَۃِ فَاَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَاِنْ قَلُّوْا وَ ذٰلِکَ الْحَقُّ عَنْ اَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَعَنْ اَمْرِ رَسُوْلِہٖ وَاَھْلُ الْفُرْقَۃِ الْمُخَالِفُوْنَ لِیْ وَلِمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَاِنْ کَثُرُوْا وَاَمَّا اَھْلُ السُّنَّۃِ فَالْمُتَمَسِّکُوْنَ بِمَا

سَنَّهُ اللّٰهُ لَهُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ اِنْ اَقَلُّوْا ۔

(احتجاج طبرسی مصنف احمد بن ابی طالب طبری ،

جلد اول ص۲۴۶ مطبوعہ قم طبع جدید، طبع قدیم ص۹۰

مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ : عبداللہ بن الحسن نے روایت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کہ بصرہ میں تشریف لے جانے کے بعد ایک خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نے اُٹھ کر آپ سے پوچھا اے امیر المؤمنین ! اہل جماعت ، اہلِ تفریق ، اہل بدعت اور اہلِ سنت کون کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا ، تیرا بُرا ہو۔ اچھا اگر تو دریافت کر ہی بیٹھا تو سُن لیکن میرے بعد کسی دوسرے سے نہ پوچھنا۔ اہل جماعت میں اور میرے متبعین ہیں۔ اگرچہ وہ تھوڑے سے ہی ہوں اور یہ حق اللہ اور اس کے رسول کے امر سے ہے۔ اہلِ تفریق میرے اور میرے متبعین کے مخالف ہیں اگرچہ ان کی کثرت ہی ہو۔ رہا اہل سنت تو وہ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ان طریقوں کو مضبوطی سے تھامنے والے ہیں جو ان کے لیے مقرر کیے گئے۔

**حاصل کلام :** مذکورہ روایت میں اس امر کی واضح الفاظ میں نشاندہی ملتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اپنی ذات اور اپنے متبعین کو ہی "اہل جماعت" کہا اور اس کے ساتھ آپ نے "اہلِ سنت" کی واضح علامت یہ بیان فرمائی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ بات شک وشبہ سے بالکل بلند ہے اور ایک حقیقت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کا کون پابند ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ "اہل سنت" کے کامل و اکمل مصداق ہیں۔ جس طرح آپ نے

اپنے لیے اور اپنے متبعین کے لیے " اہلِ جماعت " کا لفظ استعمال کیا تو اسی طرح آپ "اہلِ سُنّت" بھی قرار پائے۔ کیوں کہ اس کی تعریف بھی آپ پر صادق آتی ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ "اہلِ سُنّت و اہلِ جماعت" ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا "اہلِ سنت و جماعت" ہونا اس لیے بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ اقدس سے "اہلِ سنت و جماعت" کی اسی طرح تعریف بیان فرمائی۔ اس کو شیخ صدوق نے جامع الاخبار میں یوں نقل کیا ہے:

جامع الاخبار | مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

(جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص ۱۸۹، الفصل الحادی والثلاثون والمأتہ فی الموت مطبوعہ نجف اشرف)

یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کی محبت لیے ہوئے فوت ہوتا ہے وہ اہلِ سنت و جماعت ہو کر مرا۔

دوسری روایت یہ ہے:

وَلَيْسَ عَلٰى مَنْ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا شِدَّةُ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

(جامع الاخبار ص ۸۷ الفصل السادس والثلاثون فی صلوٰۃ الجمعۃ۔ مطبوعہ نجفِ اشرف)

جو آدمی سنّت و جماعت (کے عقائد) پر مرے گا اسے عذابِ قبر اور قیامت کی سختی سے چھٹکارا ہو جائے گا۔

مذکورہ دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آلِ رسول کی محبت پر مرنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو اہلِ سنت و جماعت ہو۔ اور جو اہلِ سنّت و جماعت مرا اسے نہ عذابِ قبر ہو گا اور

نہ ہی قیامت کی پریشانی اور سختی۔

قارئین کرام: آپ نظرِ انصاف سے خود فیصلہ کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک وہ تھا جو آپ نے خود اپنی زبانی بیان کیا اور پھر اس کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مقدسہ سے کی گئی۔ یا وہ مسلک کہ جو عبد اللہ بن سبا یہودی اور اس کے متبعین کا تھا کہ جن پر امام جعفر صادق نے لعنت بھیجی ہے اور حضرت علی نے جلا یا یا جلاوطن کر دیا تھا۔

## عبداللہ بن سبا یہودی کا عبرت ناک انجام

بانی شیعہ ابن سبا یہودی جس نے سب سے پہلے امامت علی اور رجعت کا عقیدہ ایجاد کیا اور حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا شوشہ چھوڑ کر سب سے پہلے خلفاء ثلاثہ کو غاصب قرار دیا۔ کب تک علمبردار صداقت غمخوارِ صدیق و فاروق جناب حضرت علی شیرِ خدا کی نگاہِ غضب سے بچتا آخر اپنے انجام بد کو پہنچا اور آپ نے اسے ان عقائد سے توبہ کر لے کا حکم دیا جب وہ باز نہ آیا تو آپ نے اسے زندہ جلوا دیا رجال کشی میں ہے۔

**فقال له امیر المومنین ارجع عن هذا فابی فحبسه واستتابه فلو یتب فاحرقه بالنار۔**

رجال کشی ص ۹۹ بحث عبداللہ بن سبا

ترجمہ:۔ امیر المومنین حضرت علی نے اسے کہا اپنے خیالات سے باز آجا اس نے انکار کیا آپ نے اسے قید کر دیا اور توبہ کی تلقین کی مگر اس نے توبہ نہ کی تو آپ نے اسے آگ میں جلوا دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## باب اوّل :

# مسئلہ خلافت

باغِ فدک اور خلافت دو ایسے معرکۃ الآرار مسئلے ہیں جن میں اہل سنت وجماعت اور شیعہ حضرات کے درمیان بہت زیادہ اختلافات ہیں۔

مسئلہ باغ فدک تو ہم تحفہ جعفریہ جلد سوم میں لائیں گے۔ "مسئلہ خلافت" کو شروع کرتے ہیں اور ان شاء اللہ اس پر بھی مکمل شرح وبسط کے ساتھ بحث کریں گے۔

اس مسئلہ میں بحث وتمحیص سے قبل یہ بیان کرنا از حد ضروری ہے کہ اس میں فریقین کا عقیدہ کیا ہے؛ اور کہاں کہاں اختلاف ہے؟

## مسئلہ خلافت میں اہل سنت وجماعت کا عقیدہ :

خلافتِ راشدہ کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق تیس سال ہے اور اللہ تعالیٰ نے بحسبِ وعدہ اس عرصہ میں خلفائے راشدین کو ان کے مراتب کے اعتبار سے مسندِ خلافت پر فائز فرمایا نیز آیت استخلاف" میں جو رب العزت نے وعدے فرمائے تھے۔ وہ سب اس مدت میں پورے فرما دیے۔ امامت، خلافت سے کوئی الگ چیز نہیں ہے اور امامت "اصولِ دین" میں سے نہیں ہے۔"

## مسئلہ خلافت میں اہل تشیع کا عقیدہ :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت شریفہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ خلیفہ بلافصل تھے اور ان کی خلافت "منصوص من اللہ" تھی۔ خلفائے ثلاثہ نے اسے جبراً چھینے رکھا۔ اسی لیے ان تینوں کا زمانہ جور وجفا کا زمانہ تھا۔ عدل وانصاف کا وہی دور تھا جس میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مسندِ خلافت پر فائز رہے۔ امامت اور چیز ہے اور خلافت اس سے علیحدہ منصب ہے۔ کیوں کہ امام کا معصوم ہونا شرط ہے اور خلافت کے منصب پر متمکن ہونے والے کے لیے عصمت کوئی شرط نہیں"

## ایک مسلمہ حقیقت :

فریقین کے عقیدہ کے تذکرہ کے بعد ایک تسلیم شدہ حقیقت ہم سب کے سامنے ہے وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد عرصہ تیس سال تک خلفائے اربعہ خلافت فرما چکے اور یہ بات اُظہر من الشمس رہے کہ وہ تیس سالہ دورِ خلافت واپس لانا کسی شیعہ کے بس کی بات نہیں۔ چاہے وہ اس کے لیے لاکھ جتن کرے۔ نہ زمانہ لوٹے گا اور نہ ہی یہ" مدعیانِ خلافت بلافصل" حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو وہ زمانہ دے سکتے ہیں جو خلفائے ثلاثہ نے اپنی اپنی خلافت کرتے گزارا۔ لہٰذا اب بحث ومباحثہ سے کوئی مثبت نتیجہ کیا نکل سکتا ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ شیعہ حضرات "قرآن پاک" اور" حدیثِ متواتر اہل سنت وجماعت" سے ایک تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں کہ "خلافت بلافصل، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ایسا حق تھا جو "منصوص من اللہ" تھا اور دوسری بات یہ کہ خلفائے ثلاثہ جو پچیس سال کے لگ بھگ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز رہے۔ نہ ہی اللہ تعالیٰ کو یہ پسند تھا اور نہ ہی اس کے حکم اور منشا سے انہیں یہ خلافت ملی بلکہ وہ جبراً" اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی مخالفت کرتے ہوئے خلافت پر قابض ہو گئے اور جتنا وقت ملا گزار کر اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

جب شیعہ لوگ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو جابرانہ ورنا جائز خلافت کہہ کر اسے نہیں مانتے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلافت حقہ تھی اور وہ بھی "منصوص من اللہ" تو اپنے اس دعویٰ کی تائید میں وہ کئی ایک دلائل پیش کرتے ہیں کیوں کہ "مدعی" جو ٹھہرے۔ لہٰذا اب ان کے اس مسئلہ میں دلائل پیش کیے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ اہل سنت وجماعت کی طرف سے ان کی تردید بھی مذکور ہو گی۔

## حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلا فصل پر شیعہ حضرات کے دلائل :

### دلیل اوّل حدیث غدیر :

فَلَمَّا وَقَفَ بِالْمَوْقِفِ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُقْرِءُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ لَكَ فَاَقِمْ يَا مُحَمَّدُ عَلِيًّا عَلَمًا وَخُذْ عَلَيْهِمُ الْبَيْعَةَ وَجَدِّدْ عَهْدِيْ وَمِيْثَاقَ الَّذِيْ وَاثَقْتُهُمْ عَلَيْهِ فَاِنِّيْ قَابِضُكَ اِلَيَّ وَمُسْتَقْدِمُكَ عَلَيَّ فَخَشِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ قَوْمِهٖ وَاَهْلِ النِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ اَنْ يَتَفَرَّقُوْا وَيَرْجِعُوْا جَاهِلِيَّةً لِمَا عَرَفَ مِنْ عَدَاوَتِهِمْ وَلِمَا يَنْطَوِيْ عَلَيْهِ اَنْفُسُهُمْ لِعَلِيٍّ مِنَ الْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ وَسَئَلَ جِبْرِيْلَ اَنْ يَسْئَلَ رَبَّهُ الْعِصْمَةَ مِنَ النَّاسِ وَانْتَظَرَ اَنْ يَّاْتِيَهُ جِبْرِيْلُ

بِالْعِصْمَةِ مِنَ النَّاسِ عَنِ اللّٰهِ جَلَّ اِسْمُهٗ فَاَخَّرَ ذَالِكَ
اِلٰى اَنْ بَلَغَ مَسْجِدَ الْخَيْفِ فَاَمَرَهٗ بِاَنْ يَّعْهَدَ عَهْدَهٗ
وَيُقِيْمَ عَلِيًّا عَلَمًا لِّلنَّاسِ وَلَمْ يَاْتِهٖ بِالْعِصْمَةِ مِنَ
اللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهٗ بِالَّذِىْ اَرَادَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ النَّعِيْمِ
بَيْنَ مَكَّةَ وَ الْمَدِيْنَةِ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَ اَمَرَهٗ بِالَّذِىْ
اَتَاهُ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ اللّٰهِ وَلَمْ يَاْتِهٖ بِالْعِصْمَةِ فَقَالَ
يَا جِبْرِيْلُ اِنِّىْ اَخْشٰى قَوْمِىْ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِىْ وَلَا يَقْبَلُوْنَ
قَوْلِىْ فِىْ عَلِيٍّ فَرَحَلَ فَلَمَّا بَلَغَ غَدِيْرَ خُمٍّ قَبْلَ الْجُحْفَةِ
بِثَلَاثَةِ اَمْيَالٍ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلٰى خَمْسِ سَاعَاتٍ
مَضَتْ مِنَ النَّهَارِ بِالزَّجْرِ وَ الْاِنْتِهَارِ وَ الْعِصْمَةِ
مِنَ النَّاسِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُقْرِءُكَ
السَّلَامَ وَيَقُوْلُ لَكَ يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ
مِنْ رَّبِّكَ فِىْ عَلِيٍّ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ
وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ فَلَمَّا سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْمُقَالَةَ قَالَ لِلنَّاسِ اَنِيْخُوْا
نَاقَتِىْ فَوَاللّٰهِ مَا اَبْرَحُ مِنْ هٰذَا الْمَكَانِ حَتّٰى اُبَلِّغَ
رِسَالَةَ رَبِّىْ وَ اَمَرَ اَنْ يُّنْصَبَ لَهٗ مِنْبَرًا مِنْ اَقْتَابِ
الْاِبِلِ وَصَعِدَهَا وَ اَخْرَجَ مَعَهٗ عَلِيًّا (ع) وَ قَامَ
قَائِمًا وَخَطَبَ خُطْبَةً بَلِيْغَةً وَ وَعَظَ فِيْهَا وَ زَجَرَ
ثُمَّ قَالَ فِىْ اٰخِرِ كَلَامِهٖ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَلَسْتُ اَوْلٰى بِكُمْ
مِنْ اَنْفُسِكُمْ فَقَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ قُمْ يَا عَلِىُّ

فَقَامَ عَلِیٌّ وَ اَخَذَ بِیَدِہٖ فَرَفَعَھَا حَتّٰی رَأَی بِیَاضَ اِبْطَیْہِ ثُمَّ قَالَ " اَلَا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ "

(۱۔ احتجاج طبرسی ص ۳۵ (باب احتجاج النبی یوم الغدیر طبع قدیم، طبع جدید جلد اول ص ۷۰)

۲۔ جامع الاخبار ص ۱۱ الفصل الخامس فی فضائل امیر المؤمنین)

ترجمہ: وقوفِ عرفات کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ رب العزت آپ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ کو کسی اونچی جگہ کھڑا فرما کر لوگوں سے ان کے بارے میں بیعت فرمائیں اور میرے عہد کی تجدید کریں اور ان سے لیے گئے میثاق کو دہرائیں کیوں کہ میں آپ کو اپنی طرف بلانے والا ہوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے نفاق و شقاق سے گھبرائے کہ کہیں وہ اس وجہ سے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں اور پھر سے جاہلیت کی طرف نہ لوٹ جائیں کیوں کہ آپ ان کی عداوت اور کدورت سے اچھی طرح باخبر تھے جو ان کے دلوں میں حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق تھی لہٰذا آپ نے جبریل سے کہا کہ اے جبریل! اللہ تعالیٰ سے میرے بارے میں سوال کرو کہ وہ مجھے لوگوں کے فتنہ و فساد سے بچائے رکھے۔ پھر آپ اس انتظار میں رہے کہ جبریل اللہ کی طرف سے حفاظت کا کوئی پیغام لائیں اس انتظار میں آپ "مسجد خیف" میں جلوہ فرما ہوئے۔ جہاں جبریل حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کا لوگوں سے عہد لیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حفاظت کا کوئی پیغام نہ لائے جس کے آپ خواہش مند تھے۔ پھر چلتے چلتے آپ "کراع غنیم" پر پہنچے

یہ مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں پھر جبریل حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا لیکن اس مرتبہ بھی لوگوں سے حفاظت کا پیغام نہیں لائے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے جبریل! میں اپنی قوم سے اپنی تکذیب کا ڈر رکھتا ہوں اور خطرہ ہے کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں میری بات پس پشت ڈال دیں گے پھر آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور چلتے چلتے "غدیر خم" پر پہنچے جو کہ "جحفہ" سے تین میل پیچھے ہے۔ وہاں جبریل پھر حاضر خدمت ہوئے۔ اور اس وقت دن کی پانچ ساعتیں گزر چکی تھیں جبریل کے پیغام میں شدید ڈانٹ اور جھڑک تھی اور اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری بھی تھی۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اے نبی میرے! جو آپ کی طرف آپ کے رب نے اتارا۔ اسے لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو یوں سمجھیے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت کو ہی نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھے گا۔

جب آپ نے اس پیغام کو سنا تو آپ نے لوگوں کو اپنی اونٹنی بٹھانے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ خدا کی قسم! میں اس مقام سے اس وقت تک ہرگز آگے نہ بڑھوں گا جب تک اپنے رب کی رسالت کو پہنچا نہ دوں۔ اور فرمایا کہ اونٹوں کے کجاوے جوڑ کر ایک منبر تیار کیا جائے، منبر تیار ہوا پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو ہاتھ لیا اور منبر پر کھڑے ہو کر ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے لوگوں کو سخت ڈانٹا حتیٰ کہ فرمایا؛ اے لوگو! کیا میں تمہاری جانوں سے زیادہ قریب نہیں ہوں۔ سب نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! اس کے بعد آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو فرمایا؛ کھڑے

ہو جاؤ۔ جب وہ کھڑے ہوگئے تو آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ آپ کی بغلوں کی سپیدی دکھائی دی۔ اس کے بعد فرمایا: خبردار! جس کا میں مولیٰ ہوں، علی بھی اس کا مولیٰ ہے اور دُعا مانگی: اے اللہ! جو علی کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو علی کا دشمن بنے تو بھی اس کا دشمن ہو

## روایتِ دیگر :

ودیگر آں بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ اند کہ حق تعالیٰ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را صد و بیست مرتبہ بر آسمان برد و در ہر مرتبہ آنحضرت را درباب ولایت وامامتِ امیرالمؤمنین وسائرِ ائمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین زیادہ بر سائرِ فرائض تاکید و مبالغہ نمود

(حیات القلوب جلد دوم ص ۵۰۴، باب بست وچہارم در معراج آنحضرت)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر بلایا اور ہر مرتبہ حضرت علی امیرالمؤمنین رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی ولایت وامامت کی اتنی تاکید اور مبالغہ فرمایا کہ دوسرے فرائض میں اتنی تاکید و مبالغہ نہیں۔

**طریقۂ استدلال** مسئلہ خلافت اس قدر اہم مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے تو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر بلایا اور ہر مرتبہ تمام فرائض سے بڑھ کر حضرت علی کی خلافت وامامت کی تاکید فرمائی اور اس کے بعد "حجۃ الوداع" کے موقعہ پر یکے بعد دیگرے تین دفعہ سخت تاکید اور

ڈانٹ پلانے کے ساتھ خلافتِ علی کے اعلان کا حکم دیا تو آپ نے لوگوں کی مخالفت کے ڈر سے بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حفاظت کا مطالبہ کیا۔ جب حفاظت کی ضمانت مل گئی تو آپ نے حضرت علی کی خلافت کا ان الفاظ سے اعلان فرمایا:

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ"

مذکورہ دو روایات میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے تاکیدی حکم کے ساتھ حضرت علی کی بیعت لی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس خلافت کا تعلق آپ کے وصال کے بعد فوری طور پر ہونا چاہیے تھا۔ لہٰذا یہ واضح ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ کا خلیفہ بلافصل ہونا اور منصوص من اللہ ہونا دونوں امر ان روایات سے ثابت ہیں۔

**نوٹ:** خلافت بلافصل پر شیعہ حضرات کے دلائل میں سے سب سے زیادہ قوی اور مرکزی دلیل یہی روایات ہیں۔ لہٰذا ہم اس کا تفصیلی طور پر جائزہ لیں گے۔ اس کے دس جوابات تحریر ہیں۔ اگر کوئی شخص ان جوابات کو بلاتعصب پڑھ کر سمجھنا چاہے گا تو ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ میں یقین کی حد تک پہنچ جائے گا اور یہ سمجھ جائے گا کہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلافصل اور منصوص من اللہ ہونا سراسر کذب اور دھوکہ ہے۔

## مذکورہ دلیل کے دس دنداں شکن جوابات

**جوابِ اول**

شیعہ حضرات کے نزدیک جب کہ خلافت "اصولِ دین" میں سے ٹھہری تو پھر اس کا ثبوت کسی ایسی آیت یا حدیث سے ہونا چاہیے جو ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے قطعی ہو اور مزید یہ کہ اس آیت یا حدیث میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خلیفہ بلافصل ہونے کو آپ کے نام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو۔ اور حال یہ ہے کہ مذکورۃ الصدر آیتِ تبلیغ کا "غدیر خم" کے موقعہ پر بھی نزول غیر یقینی ہے اور الفاظ "بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ" میں حضرت علی کی ولایت پر قطعی الدلالۃ

نہیں ہیں۔ خود شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر "منہج الصادقین" جلد سوم ص ۲۸۴ زیر آیت یایھا الرسول بلغ ما انزل الخ میں اس کی تفسیر میں یہ الفاظ درج ہیں۔

منقول است کہ آنحضرت راشبہائی حراست و پاسبانی می کردند چوں ایں آیت نازل گشت۔ سر مبارک از قبہ کہ از عدیم دوختہ بودند۔ بیروں کرد وفرمود۔ اے مرداں گردید۔ کہ خدائے مرانگہداشت۔

ترجمہ: اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے بارے میں منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کے وقت صحابہ کرام نگہبانی کیا کرتے تھے تو جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ نے اپنا سر انور چمڑے کے بنے ہوئے خیمہ سے باہر نکالا اور نگہداشت پر مامور صحابہ کو ارشاد فرمایا لوگو! اب تم چلے جاؤ کیونکہ میری حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا ہے۔

اس کے علاوہ اسی آیتِ کریمہ کے شانِ نزول میں شیعوں کے مجتہد علامہ فرات اپنی معتبر کتاب "تفسیر فرات کوفی" میں بھی یوں رقمطراز ہیں۔

"فرات" قَالَ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ اَحْمَدَ مُعَنْعَنًا عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ کَعْبِ الْقُرَظِی قَالَ کَانَ یَتَحَارَسُہٗ اَصْحَابُہٗ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی (یَاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ) قَالَ فَتَرَکَ الْحَرَسَ حِیْنَ اَخْبَرَہُ اللّٰہُ اَنَّہٗ یَعْصِمُہٗ مِنَ النَّاسِ لِقَوْلِہٖ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ

(تفسیر فرات الکوفی ص ۳۷)

باختلاف الفاظ تفسیر مجمع البیان جلد ۲ جزء ۳ طبع جدید ص ۲۲۴)

ترجمہ: فرات نے کہا کہ مجھے جعفر بن احمد نے بیان کیا اور اس سے محمد بن کعب قرظی نے

بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کرام نگہداشت کیا کرتے تھے تو جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی "اے رسولِ معظم! اس چیز کو لوگوں تک پہنچا دو جو آپ کو آپ کے رب نے عطا فرمائی۔ اگر بفرضِ محال آپ نے وہ نہ پہنچائی تو یوں سمجھیے کہ آپ نے رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھے گا"، تو آپ نے ان لوگوں کو حفاظت کرنے سے رخصت عطا فرما دی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی تھی۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے "علامہ فرات" مذکورہ تفسیر کے صفحہ ۳۸ پر یوں رقمطراز ہوا:

"فرات کوفی"

"فرات" قَالَ حَدَّثَنِیْ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ مُعَنْعَنًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ کَعْبٍ الْقُرَظِیِّ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ (ص) یَتَحَارَسُهٗ اَصْحَابُهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ "یَاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَ اللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ" فَتَرَکَ الْحَرَسَ حِیْنَ اَخْبَرَهُ اللّٰهُ اَنَّهٗ یَعْصِمُهٗ مِنَ النَّاسِ۔

(ترجمہ) فرات کہتا ہے کہ مجھے اسمٰعیل بن ابراہیم نے بیان کیا اس نے محمد بن کعب قرظی سے اور وہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کرام حفاظت فرمایا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی "اے رسول، آپ کی طرف آپ کے رب نے جو کچھ نازل فرمایا اسے لوگوں تک پہنچا دو اور اگر ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ آدمیوں کے شر سے آپ کو محفوظ فرمائے گا"، تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے پاسبانی کروانا چھوڑ دی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی خبر آپ کو دی تھی ۔

**خلاصۂ کلام** مذکورہ بالا تینوں روایات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ آیت تبلیغ نہ تو غدیرِ خم کے موقعہ پر نازل ہوئی اور نہ ہی حجۃ الوداع میں وقوفِ عرفات کے وقت اس کا نزول ہوا اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلافصل کے اعلان کیلیے بطور ڈانٹ نازل ہوئی اور نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما سے خطرہ کی ضمانت دیتے ہوئے "و اللہ یعصمک من الناس" الفاظ نازل ہوئے بلکہ مذکورہ بالا روایات کے الفاظ واضح طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ یہ آیت کریمہ "غدیرِ خم" اور "حجۃ الوداع" سے بہت پہلے مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کفار کے خطرہ کے پیشِ نظر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی حفاظت فرمایا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جب حفاظت اور عصمت کا وعدہ فرما لیا تو آپ نے صحابہ کرام کو حفاظت کرنے کی ذمہ داری سے رخصت عطا فرما دی ۔

**لمحۂ فکریہ** شیعہ حضرات نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل نصِ قرآنی اور متواتراتِ اہلِ سنت وجماعت سے ثابت ہے مگر جو انہوں نے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے آیتِ تبلیغ کے شانِ نزول میں روایات پیش کی ہیں ان کا متواتر ہونا تو درکنار "خبرِ واحد صحیح" ہونا بھی درست نہیں بلکہ وہ موضوع اور خود ان کی من گھڑت روایات میں سے ہیں۔

ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ شیعہ حضرات کی اپنی مستند تفسیر "منہج الصادقین" زیرِ آیت یاایہا الرسول بلغ ما انزل الخ جلد سوم پر اسی آیت کے ضمن میں یوں تفسیر کی گئی ہے " از پروردگارِ عالم احکامِ شرعیہ الاخر" یعنی اے پیارے رسول جو احکامِ شرعیہ اللہ رب العزت کی طرف سے آپ کی طرف نازل فرمائے گئے ـــــــــــ آپ لوگوں تک

انہیں پہنچا دیں۔

تو اس سے صاف عیاں ہے کہ آیتِ تبلیغ "احکامِ شرعیہ کی تبلیغ" کے لیے نازل ہوئی نہ یہ کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلافت بلافصل کے اعلان کے لیے "خُمِ غدیر" کے مقام پر نازل ہوئی۔

جب یہ ثابت ہو گیا اور وہ بھی خود شیعہ حضرات کی معتبر کتب سے کہ آیتِ تبلیغ نہ تو حجۃ الوداع میں وقوفِ عرفات کے وقت نازل ہوئی اور نہ ہی "خُمِ غدیر" کا مقام اس کا مقامِ نزول ہے اور نہ ہی "واللہ یعصمک من الناس" الفاظ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے خطرہ سے حفاظت کے لیے نازل ہوئے اور نہ ہی اس میں حضرت علی کی خلافت بلافصل کا تذکرہ موجود۔ ان تمام باتوں کے اظہر من الشمس ہونے کے بعد پھر بھی کوئی شخص اگر اس آیتِ کریمہ سے انہی امور کا ثابت ہونا مانے اور اسی کو ان امور کی دلیل بنائے تو اس سے بڑھ کر جاہل کون ہو گا اور اس سے بڑی کور باطنی کیا ہو گی۔

## حدیث من کنت مولاہ کا صحیح پس منظر

**نوٹ:** مذکورہ دلیل میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ سراسر غلط اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بے مثال پر بہتانِ عظیم سے کم نہیں جس میں آپ کی توہین کا پہلو بھی بہت حد تک نمایاں ہے۔

اصل واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو "یمن" کی مہم پر بھیجا۔ واپسی پر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے چند ساتھیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کی چند شکایات پیش کیں۔ اس وقت آپ "خُمِ غدیر" کے مقام پر رونق افروز تھے۔ ان شکایات کو "حافظ ابن کثیر" نے ان الفاظ سے نقل کیا:

البدایہ والنہایہ | بِسَبَبِ مَا كَانَ صَدَرَ مِنْهُ إِلَيْهِمْ مِنَ الْمَعْدَلَةِ الَّتِيْ ظَنَّهَا بَعْضُهُمْ جَوْرًا وَّتَضْيِيْقًا وَّ بُخْلًا وَالصَّوَابُ

كَانَ مَعَهُ فِيْ ذَالِكَ وَ لِهٰذَا لَمَّا تَفَرَّغَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ بَيَانِ الْمَنَاسِكِ وَ رَجَعَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ بَيَّنَ ذَالِكَ فِيْ اَثْنَاءِ الطَّرِيْقِ فَخَطَبَ خُطْبَةً عَظِيْمَةً فِي الْيَوْمِ الثَّامِنِ عَشَرَ مِنْ ذِى الْحَجَّةِ عَامَئِذٍ وَكَانَ يَوْمَ الْاَحَدِ بِغَدِيْرِ خُمٍّ تَحْتَ شَجَرَةٍ هُنَاكَ فَبَيَّنَ فِيْهَا اَشْيَاءَ وَ ذَكَرَ مِنْ فَضْلِ عَلِيٍّ وَ اَمَانَتَهُ وَ عَدْلَهُ وَ قُرْبَهُ اِلَيْهِ مَا اَزَاحَ بِهٖ مَا كَانَ فِيْ نُفُوْسِ كَثِيْرٍ مِّنَ النَّاسِ مِنْهُ (انتهى)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ عَلِيٍّ الْيَمَنَ فَرَاَيْتُ مِنْهُ جَفْوَةً فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) ذَكَرْتُ عَلِيًّا فَتَنَقَّصْتُهُ فَرَاَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ يَا بُرَيْدَةُ اَلَسْتُ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ"

(البدایۃ والنہایۃ جلد پنجم ص ۲۰۸، ۲۰۹)

ترجمہ: ان شکایات کا سبب یہ تھا کہ لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چند ایسی باتیں سرزد ہوتے دیکھیں جن کو انہوں نے زیادتی، سختی اور بخل گمان کیا حالاں کہ حضرت علی نے جو کچھ کیا تھا حق و صواب وہی تھا۔
اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام حج سے فراغت پر جب مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو مقام "خم غدیر" پر بروز اتوار اٹھارہ ذوالحج کو آپ نے ایک عظیم و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ ایک درخت کے سایہ میں

جلوہ فگن تھے۔ اس خطبہ میں آپ نے من جملہ اور باتوں کے حضرت علی کی فضیلت، امانت، عدالت اور قرابت کا ذکر فرمایا جس سے وہ شکوک و شبہات دور ہو گئے جو بعض لوگوں کو گھیرے ہوئے تھے۔ شکایات کرنے والوں میں ایک صاحب "بریدہ" نامی بھی تھے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ مل کر یمن میں لڑائی کی تو وہاں مجھے ان سے کچھ ایسی حرکات دیکھنا پڑیں جو زیادتی کے ضمن میں آتی تھیں۔ میں نے ان باتوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ جب اس دوران مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تو مجھے ناراضگی کے آثار نظر آئے۔ آپ نے فرمایا! اے بریدہ! کیا میں مؤمنین کی جانوں سے بھی زیادہ قریب نہیں ہوں! میں نے عرض کیا۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا جس کا میں مولیٰ اس کا علی بھی مولا۔ اے اللہ! جو علی کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو ان سے دشمنی کرے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔

## بحث معنیٰ لفظِ مولیٰ

**خلاصہ** یہ ہوا کہ اوّلاً یہ واقعہ سرے سے ہی غلط ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ ثانیاً اس واقعہ کا آیتِ تبلیغ سے کوئی تعلق نہیں جس کو شیعہ حضرات حضرت علی کی خلافت بلا فصل کے لیے دلیل اور سبب بناتے ہیں۔ اگر بفرضِ محال اس واقعہ کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی ہم پوچھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" میں لفظ "مولیٰ" کا معنی "خلیفہ بلا فصل" آیا ہی نہیں۔ ہاں اگر تم میں سے کوئی بھی شیعہ کسی لغت کی کتاب میں اس لفظ کا یہ معنی بتا دے تو تمہاری دلیل سر آنکھوں پر۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها

الناس و الحجارة اعدت للکفرین۔

اگر نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو بعد میں مذکور کلام اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ آپ کے اس ارشاد میں لفظ "مولیٰ" کا معنی "دوست" ہے۔ کیوں کہ آپ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کی، اے اللہ! دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھتا ہو اور دشمنی کر اس سے جو علی کا دشمن ہو۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں لفظ "مولیٰ" عداوت کے مقابلہ میں مذکور ہے۔ جب عداوت کا معنی دشمنی ٹھہرا تو لامحالہ اس کی ضد دوستی ہی ہو گی۔ لہٰذا اس حدیث پاک کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں شکایات وشبہات بے بنیاد ہیں۔ شکایات کرنے والوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت علی کی شکایات کرنا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایات کرنا ہیں تو شکایات کی بجائے لوگوں کو حضرت علی کے ساتھ پیار و محبت اور الفت رکھنی چاہیے لیکن کیا کریں۔ شیعہ حضرات کی سمجھ ہی نرالی ہے۔ وہ اس حدیث پاک کے لفظ "مولیٰ" سے "خلافت بلافصل" کا معنی گھڑتے ہیں اور اس من گھڑت معنی پر اپنے عقیدہ کی عمارت کھڑی کرتے ہیں۔

مجھے حیرانی اس بات سے ہوتی ہے کہ ایک طرف شیعہ حضرات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل کو اصولِ دین سے گردانتے ہیں۔ حالاں کہ اصولِ دین وہ امور ہیں جن کا پروردگار عالم نے قرآن پاک میں نام لے کر صاف صاف الفاظ میں ذکر فرمایا ہو مثلاً توحید، رسالت اور قیامت جیسے اصولِ دینیہ تقریباً ہر ایک جزو میں ان اصولِ دینیہ کا ذکر صراحۃً موجود ہے لیکن اگر خلافتِ علی بلافصل بھی من جملہ اصولِ دین سے ہوتی تو کم از کم ایک مرتبہ تیس اجزاء قرآنیہ میں سے کسی جزو میں اس کا صراحۃً ذکر ضرور ہوتا۔ یہ کیا دینی اصول ہے جس کا ایک مرتبہ بھی پورے قرآن میں تذکرہ نہیں۔ مزید حیرانی اس پر کہ جب رب نے یہ الفاظ نازل فرمائے "و اللہ یعصمک من الناس" جن کے ذریعہ آپ کی حفاظت

کا ذمہ اپنے سپرد کیا تو پھر ایسے گول مول لفظ "خلافت بلافصل" کے لیے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ صاف صاف کہہ دیا ہوتا کہ اے رسول علی آپ کے بلافصل خلیفہ ہیں ان کی ایسی خلافت کا اعلان کر دو اور عبادت یوں نازل ہوتی: قُلْ یَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَعَلِیٌّ خَلِیْفَتِیْ مِنْ بَعْدِیْ بِلَا فَصْلٍ۔

لفظ "مولیٰ" ارشاد فرمایا جو کئی معانی رکھتا ہے مثلاً مالک، غلام، صاحب، قریبی، چچازاد بھائی، پڑوسی، حلیف، بیٹا، چچا، شریک، آقا، مددگار اور داماد وغیرہ تو ایسے کئی معنی رکھنے والا لفظ بغیر کسی قرینہ اور دلیل کے کب ایک معنی میں مستعمل ہوگا اور وہ بھی ایسا معنی جو کسی لغت میں آیا ہی نہیں۔

اور اگر بفرضِ محال اس لفظ کا معنی وہی لیا جائے جو شیعہ لیتے ہیں تو پوچھا جا سکتا ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں اسی لفظ کا معنی کیا یہی کرو گے۔ "فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین"، (بے شک اللہ تعالیٰ اور جبریل امین اور تمام صالح مؤمن آپ کے مددگار ہیں) اگر "خلافتِ بلافصل" ہی معنی درست ٹھیرا تو مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ جبریل اور تمام صالح مومن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلافصل ہیں۔ (العیاذ باللہ) پھر اس مفہوم کے مراد ہونے سے حضرت علی المرتضیٰ کے خلیفہ بلافصل ہونے کی کونسی خاصیت باقی رہ جاتی ہے۔ یہی لفظ "مولیٰ" تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا ہے: "انت اخونا ومولانا زید! تو ہمارا دینی بھائی اور مولیٰ ہے۔"

## ایک بے بنیاد شبہ

تم نے جو یہ کہا ہے کہ لفظ "مولیٰ" مشترک ہے اور بغیر کسی تاویل اور قرینہ کے حکم اس سے ثابت نہیں کیا جا سکتا ہم اس بات کو مانتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ لفظ "مولیٰ" جو اس حدیث میں وارد ہوا اس کا معنی "سردار" ہے تو اس معنی کے اعتبار سے مراد یہ ہوگی کہ جس کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردار ہیں۔ اس کے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی سردار ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہی سب سے افضل ہیں۔

## دلیل کا جواب

اگر مولیٰ کا معنی جو آپ نے بیان کیا ہے اس مقام پر درست مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی تمام مخلوقات سے افضل ہوں اور آپ کے علاوہ تمام پیغمبروں اور رسولانِ عظام سے افضل ہوں۔ حالاں کہ یہ سراسر غلط و باطل ہے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور دیگر اہلِ بیت کا انبیاء کرام سے افضل ہونا تو در کنار بلکہ بقول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انبیاء کی صف میں انہیں شمار کرنا موجب لعنت ہے۔ آپ کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

رجال کشی: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَنْ قَالَ بِاَنَّنَا اَنْبِیَاءُ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَمَنْ شَكَّ فِیْ ذٰلِكَ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ۔

(رجال الکشی ص ۲۵۵ مطبوعہ کربلا ذکر ابو الخطاب)

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ ہم اہل بیت نبی ہیں، اس پر اللہ کی لعنت اور جو اس میں شک لائے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا بقیہ تمام انبیاء کرام سے افضل تو جبھی ثابت ہونے کا احتمال ہے جب آپ خود وصف نبوت اور رسالت سے موصوف ہوں حالاں کہ اس ضمن میں "ضمیمہ مقبول احمد" میں مذکور ہے۔

پھر حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا علی! جو ثواب تم کو میرے ساتھ چلنے سے ملتا ہے اتنا ہی مدینہ میں رہنے سے ملے گا اور اللہ نے تمہیں تنہا ایک امت قرار دیا ہے۔"

"ضمیمہ مقبول احمد" کی اس عبارت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح طور پر یہ ارشاد مذکور ہوا کہ اے علی! تو تنہا ایک اُمت ہے یعنی اگرچہ تو کوئی اُمتیوں جیسا ایک امتی ہے مگر پھر بھی امتی ہی ہے نبی نہیں۔

## مذکورہ دلیل کا جواب دوم

شیعہ حضرات مسئلہ "خلافت بلافصل" کو ثابت کرنے کے لیے ہر قسم کی موضوع روایات سے استدلال کرتے ہوئے عجیب و غریب انداز میں چکر کھاتے ہیں لیکن کوشش بسیار کے باوجود منزلِ مقصود تک رسائی نہیں حاصل کر سکتے۔ ایک طرف یہ لوگ حدیث "خمِ غدیر" کو خلافت بلافصل کے لیے "نص قطعی" اور قطعی الثبوت گردانتے ہیں۔ اس پر طرفہ یہ کہ "مقامِ خمِ غدیر" کے موقعہ پر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت علی المرتضیٰ کے ہاتھ بیعت کرنا بھی ان کی تحقیق ہے۔ اگر بقول ان کے اسی طرح ہوا تو انہی کے عقیدہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر سے چند لوگوں کے سامنے حضرت علی کی "خلافت بلافصل" کے بارے میں وصیت فرمانے کی کیا ضرورت تھی؛ حالاں کہ آج تک شیعہ حضرات اس بات پر نوحہ کناں اور سینہ کوبی کر رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ انتقال صحابہ کرام سے قلم دوات طلب فرمائی تاکہ حضرت علی کے بارے میں اس آخری وقت "خلافت بلا فصل" کی تحریر فرما دیں۔ مگر عمر (رضی اللہ عنہ) نے "حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ" کہہ کر آپ کو یہ وصیت لکھنے سے روک دیا"۔ ہائے افسوس! اگر اس وقت مذکورہ وصیت قلمبند ہو جاتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کا کوئی بھی منکر نہ ہوتا۔

میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارے دعویٰ اور عقیدہ کے مطابق "مقامِ خمِ غدیر" پر ہزاروں صحابہ کرام نے حضرت علی کے ہاتھوں پر ان کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کے متعلق بحکمِ رسول اللہ بیعت کر لی تھی۔ اس بیعتِ عامہ کے بعد اسی معاملہ میں وصیت تحریر کرنا

کیوں ضروری ہو گیا تھا۔

دوسری بات یہ قابلِ غور ہے کہ بالفرض اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آخری وقت میں واقعی حضرت علی کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کی وصیت فرمانا ہی چاہتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے "حسبنا کتاب اللہ" کہنے پر کیوں کر رُک گئے حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا: "فان لم تفعل فما بلغت رسالته" "اے نبی محترم! اگر تم نے (حضرت علی کی خلافت بلافصل کا اعلان و وصیت) ایسا نہ کیا تو گویا تم نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی۔

نہ جانے ان لوگوں کے دماغ کیوں ماؤف ہو گئے ہیں۔ اس "حدیثِ قرطاس" سے حضرت علی کی "خلافت بلافصل" کو ثابت کرنے کے ضمن میں یہ خیال نہیں آتا کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر کس قدر کوتاہی اور لاپرواہی کا الزام لگا رہے ہیں۔ معمولی سی غور و فکر رکھنے والا آدمی اس قسم کے واقعات اور اشتہارات کو پڑھ کر صرف یہی کہے گا کہ یہ شیعہ لوگوں کی خرافات ہیں اور من گھڑت اور لچر تاویلات ہیں جن کا دارومدار ان کی نفسانی خواہشات پر ہے

## جواب سوم

### حضرت علی کے خلیفہ بلافصل ہونے سے اللہ تعالیٰ کا انکار

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی "خلافت بلافصل" کا ایک سو بیس مرتبہ حکم آسمان پر اور تین دفعہ "حجۃ الوداع" کے موقعہ پر اگر بزعمِ اہلِ تشیع درست تسلیم کر لیا جائے اور بقول ان کے آخری مرتبہ "فان لم تفعل فما بلغت رسالته" کے توبیخانہ انداز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اعلان کرنے پر زور دیا گیا۔ تو یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر یہ سب دعاوی درست ہیں تو "فرات بن ابراہیم الکوفی" نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اپنی تفسیر "فرات الکوفی" میں یہ الفاظ کیوں اور کس وجہ سے تحریر کیے ہیں:

فرات حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَزَارِیُّ مُعَنْعَنًا عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَرَأْتُ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ (لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ) قَالَ فَقَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ بَلٰی وَاللّٰهِ لَقَدْ کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ فَقُلْتُ لَهٗ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَمَا تَاْوِیْلُ قَوْلِهٖ (لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ) قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَرَصَ اَنْ یَّکُوْنَ الْاَمْرُ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (ع) مِنْ بَعْدِهٖ فَاَبَی اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ وَکَیْفَ لَا یَکُوْنُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ وَقَدْ فَوَّضَ اِلَیْهِ فَمَا اَحَلَّ کَانَ حَلَالًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَمَا حَرَّمَ کَانَ حَرَامًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔

(تفسیر فرات الکوفی مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف ص ۱۹)

ترجمہ: جعفر ابن محمد الفزاری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے "لیس لک من الامر شیء" آیت کا حصہ تلاوت کیا جس کا معنی یہ ہے کہ تمہیں (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) کسی معاملہ کا قطعاً کوئی اختیار نہیں (چوں کہ اس آیت کے حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کی عام اور مطلق نفی ہے حالاں کہ آپ مختار ہیں) تو اس پر جناب امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں! خدا کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا۔ امام موصوف کے کہنے کے بعد میں نے عرض کی۔ آپ پر اے امام میرے ماں باپ قربان۔ (اگر آپ کا فرمانا درست ہے) تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا

مفہوم ہے "لیس لک من الامر شیء" اور اس کی کیا تاویل ہوگی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کے شدید متمنی تھے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علی المرتضیٰ کے لیے "خلافت بلافصل" کا حکم عطا فرمائے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کو پورا کرنے سے انکار فرما دیا پھر امام موصوف نے فرمایا۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہ ہو۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی تفویض فرما دی۔ تو اللہ تعالیٰ کی تفویض کی وجہ سے جس کو آپ نے حلال فرما دیا۔ وہ قیامت تک حلال ہوئی اور جس کی حرمت فرما دی وہ قیامت تک حرام ہوئی۔

**توضیح** اس روایت میں تو اہلِ بیت کے سردار جناب حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے حضرت علی کی "خلافت بلافصل" کا سوال تو کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار کر دیا وجہ اس انکار کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ "علیمٌ بذات الصدور" ہے اس لیے اس نے فرمایا کہ اے حبیب محترم! جس خلافت کا میں نے اپنے کلام میں وعدہ فرمایا ہے اس کی ترتیب میں "بلافصل" ابوبکر صدیق ہوں گے اور حضرت علی کی خلافت چوتھے نمبر پر ہوگی۔ چوں کہ یہ ترتیب قلم قضا و قدر سے تحریر ہو چکی ہے اس لیے اس میں تغیر و تبدل محال ہے۔ اور میرا اعلان بھی ہے: "لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ" اور "فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا" یعنی کلماتِ خدا میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور تم اللہ کے قاعدے میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے (ترجمہ مقبول)

**لمحۂ فکریہ** قارئین کرام! آپ اگر بنظرِ عمیق اس مقام کا مطالعہ فرمائیں گے تو یقیناً آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اگر واقعی اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر پلر خلافت کا فیصلہ حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں فرما دیا تھا۔ (جیسا کہ شیعہ کتب سے اس کی تائید

پیش کی جا چکی ہے) اور پھر "خم غدیر" کے موقع پر مزید تہدید و زور سے اس کے اعلان کا ارشاد ہوتا تو اس کے بعد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے حضرت علی کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کا سوال تو کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس فرمائش کو پورا کرنے سے انکار کر دیا اس سے اس روایت کا کیا مقام رہ جاتا ہے؟

نیز حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کے "خلیفہ بلافصل" نہ ہونے پر قرآن مجید کی آیت کی تاویل بیان فرمائی ہے اور امام باقر وہ شخصیت ہیں کہ جن کو علم و عمل بلکہ بھی اہل بیت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بطور میراث علمی ملا ہے تو گویا یہ تاویل خود حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے اہل بیت کو سمجھائی۔

اب اس کے بعد بھی اگر شیعہ حضرات یہی راگ الاپتے رہیں کہ "خم غدیر" کے موقع پر حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد "خلافت بلافصل" کا اعلان فرما دیا اور اس کا اہل بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بھی تین صحابہ کرام کے علاوہ تمام نے مخالفت کی جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو گئے (معاذ اللہ) تو پھر میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ بھی "لیس لک من الامر شیء" کی غلط تاویل کرتے ہوئے مذکورہ جرم کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟

## جواب چہارم | حضرت علی کے خلیفہ بلافصل ہونے سے نبی پاک علیہ السلام کا انکار:

"شیخ مفید" اپنی مشہور اور معتبر کتاب "ارشاد شیخ" میں حدیث قرطاس کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں:

| الارشاد | فَنَهَضُوا وَبَقِيَ عِنْدَهُ الْعَبَّاسُ وَالْفَضْلُ بْنُ |
|---|---|

عَبَّاسٍ وَّ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَّ اَهْلُ بَيْتِهٖ خَاصَّةً فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ يَكُنْ هٰذَا الْاَمْرُ فِيْنَا مُسْتَقِرًّا مِنْ بَعْدِكَ فَبَشِّرْنَا وَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّا نُغْلَبُ عَلَيْهِ فَاَوْصِ بِنَا فَقَالَ اَنْتُمُ الْمُسْتَضْعَفُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ وَ اَصْمَتَ فَنَهَضَ الْقَوْمُ وَ هُمْ يَبْكُوْنَ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ

۱- الارشاد للشیخ المفید ص ۹۹ باب فی طلب رسول اللہ بدواۃ وکتف۔

۲- اعلام الوری مصنفہ ابی الفضل ابن الحسن الطبرسی ص ۱۴۲- بالفاظ مختلفہ

۳- تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین مطبوعہ یوسفی دہلی جلد اول ص ۲۳۶

ترجمہ: (قلم دوات لانے کے متعلق جب صحابہ کرام میں اختلاف ہوگیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اُٹھ جانے کا حکم دیا) جب سب اُٹھ کر چلے گئے۔ وہاں باقی ماندہ اشخاص میں حضرت عباس، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب اور صرف اہل بیت تھے تو حضرت عباس نے عرض کی یا رسول اللہ اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں ہی مستقل طور پر رہے گا پھر تو اس کی بشارت دیجیے اور اگر آپ کے علم میں یہ ہے کہ ہم مغلوب ہو جائیں گے تو ہمارے حق میں فیصلہ فرما دیجیے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد تمہیں بے بس کر دیا جائے گا۔ بس اسی قدر الفاظ فرما کر سکوت فرما لیا۔ اور حالت یہ تھی کہ جناب عباس، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب اور دیگر موجود اہل بیت رو رہے تھے اور روتے روتے آپ سے ناامید ہو کر اُٹھ گئے۔

مذکورہ حدیث میں اس بات کی بالکل وضاحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

زندگی کے آخری وقت تک کسی کو خلافت کے لیے نامزد نہیں فرمایا تھا۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کا فیصلہ "خمِ غدیر" کے مقام پہ ہو چکا ہوتا اور وہ بھی ہزاروں لوگوں کے سامنے، تو قلم دوات لانے میں اختلاف کے موقعہ پر حضرت عباس کی گزارش مذکورہ الفاظ کی بجائے یوں ہونا چاہیے تھی "یا رسول اللہ! اگر خلافت علی (جیسا کہ آپ خمِ غدیر پر فیصلہ فرما چکے ہیں) قائم و دائم رہے گی تو ہمیں خوشخبری سُنا دیجیے۔"

دوسری وضاحت مذکورہ حدیث سے یہ سامنے آتی ہے کہ اہل بیت، حضرت علی عباس اور فضل بن عباس ان سب کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف زبانِ اقدس سے بغیر تحریر کیے صحابہ کرام کو ارشاد فرما دیں کہ اے گروہِ صحابہ! میرے بعد حضرت علی کو خلیفہ بنا لینا تو کوئی بھی اس کا انکار نہ کرتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تمام کے تمام صحابہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت پر متفق ہو جاتے۔ لیکن ہوا اس کے خلاف یعنی صحابہ کرام نے انتقالِ حضور کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنایا اور ان کی خلافت کے حق ہوتے ہیں ان کی بیعت کی۔ پھر جناب فاروق اعظم اور ان کے بعد حضرت عثمان غنی خلیفۃ المسلمین ہوئے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور عمل اس کے خلاف ہوتا تو صحابہ کرام کا رویہ بھی اس کے مطابق ہوتا

تیسری بات اسی حدیثِ مذکور سے یہ عیاں ہوتی ہے کہ اہل بیت حضرت عباس، اور خود حضرت علی المرتضیٰ اس بات کے خواہش مند تھے کہ آخری ایام میں ہی شاید حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حق میں خلافت بلافصل کا اعلان فرما دیں تو اس موقعہ پر جب آپ کی زبانِ اقدس سے یہ نکلا کہ تمہیں کمزور و بے بس کر دیا جائے گا تو ان الفاظ کے سُنتے ہی یہ سب حضرات جان گئے کہ "خلافت بلافصل" ہمیں نہیں ملے گی۔ اسی نا امیدی اور نامرادی کی وجہ سے سب رو دیے اور اُٹھ گئے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اس حدیث (حدیثِ قرطاس) نے ثابت تو کیا کرنا تھا۔ یہ واضح کر دیا کہ "خمِ غدیر" کا واقعہ رافضیوں کا من گھڑت اور بے سروپا واقعہ ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار:

## جواب پنجم

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا
جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات کی

(التحریم پ ۲۸)

اس کی تفسیر میں "صاحب تفسیر صافی" اور "صاحب تفسیر قمی" نے اس کا سبب نزول یوں لکھا ہے کہ:

"نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس دن سیدہ حفصہ کی باری تھی ان کے گھر تشریف فرما تھے۔ اس وقت وہاں "ماریہ قبطیہ" بھی موجود تھیں۔ اتفاقاً "سیدہ حفصہ" کسی کام کے لیے باہر گئی ہوئی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "ماریہ قبطیہ" سے صحبت فرمائی۔ تو جب "سیدہ حفصہ" کو اس بات کا علم ہوا تو وہ ناراضگی مناتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ نے میرے گھر میں اور پھر میری باری کے وقت "ماریہ قبطیہ" سے صحبت کیوں فرمائی؟ اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "سیدہ حفصہ" کو (راضی کرنے کے لیے) یہ فرمایا۔ ایک تو میں نے "ماریہ قبطیہ" کو اپنے نفس پر حرام کیا اور آئندہ اس سے کبھی صحبت نہیں کروں گا اور دوسرا میں تجھے ایک راز کی بات کہتا ہوں۔ اگر تو نے اس راز کی بات کو ظاہر کیا تو تیرے لیے اچھا نہیں ہوگا تو "سیدہ حفصہ" نے عرض کی کہ ٹھیک ہے۔ لہٰذا آپ فرمائیں وہ راز کی بات کیا ہے؟" فَقَالَ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ یَلِی الْخِلَافَةَ بَعْدِیْ ثُمَّ بَعْدَهٗ اَبُوْکِ فَقَالَتْ مَنْ اَنْبَاَکَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۔

ترجمہ: (راز کی بات ارشاد فرماتے ہوئے) آپ نے فرمایا میرے بعد بے شک ابوبکر خلیفہ ہوں گے۔ پھر ان کے بعد تیرے والد بزرگوار اس

منصب پر فائز ہوں گے۔ اس پر "سیدہ حفصہ" نے عرض کی کہ حضور! یہ خبر آپ کو کس نے دی ؟ آپ نے فرمایا ؛ مجھے اللہ علیم وخبیر نے خبر دی ہے"
(تفسیر صافی ص ۱۶، ۷، تفسیر قمی ص ۶۸۷، سورۂ تحریم آیت
یاایھا النبی لم تحرم الخ طبع قدیم مصنفہ
فیض کاشانی طبع جدید)

اس حدیث کے الفاظ اتنے واضح اور غیر مبہم ہیں کہ جس کے پڑھنے کے بعد یہ بات یقینی بن جاتی ہے کہ حضرت علی کی "خلافت بلافصل" کا قصہ سراسر باطل اور من گھڑت ہے اور اس کے بطلان میں کوئی شبہ تک نہیں رہتا کیوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر حضرت علی المرتضیٰ کی "خلافت بلافصل" کا فیصلہ کر دیا ہوتا تو اس فیصلہ کے بعد آپ اپنی زوجہ "حضرت حفصہ" کو یہ کیسے فرما سکتے تھے "کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے" کہ میرے بعد خلافت ابوبکر صدیق کی ہو گی اور ان کے بعد تمہارے والد عمر فاروق اس منصب کو سنبھالیں گے اور اگر ان دونوں روایات کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بالکل تضاد اور تناقض ہے وہ اس طرح کہ دونوں سچی تو ہو نہیں سکتیں بلکہ ایک صادق اور دوسری کاذب ہو گی جس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ اگر "حدیث خم غدیر" سے شیعہ لوگوں کا یہ استدلال مان لیا جائے کہ حضرت علی کی "خلافت بلافصل" کا وہ اعلان تھی۔ تو پھر اس حدیث کی رو سے کذب باری تعالیٰ لازم آئے گا جو کہ اس کی ذات پر "بہتان عظیم" ہے کیوں کہ اس کی شان تو "من اصدق من اللہ حدیثا" ہے۔

## جواب ششم | حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کی دُھن میں توہین رسول علیہ السلام :

شیعہ حضرات کو تو اپنا مقصد اور مدعا ثابت کرنا ہے خواہ اس کے لیے من گھڑت روایات، غلط استدلال اور لچر تاویلات ہی کیوں نہ کرنی پڑیں۔ اس اندھے پن میں اپنا اُلو سیدھا کرتے ہوئے انہیں یہ خیال تک نہیں آتا کہ ہمارے اس طرزِ استدلال سے انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس پر کیا کیا اتہام و بہتان اور الزام تراشی کی جا رہی ہے۔ اگر اعتبار نہ آئے تو ایک دو مثالیں ملاحظہ ہوں:

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمہ: اگر بفرضِ محال آپ نے شرک کیا تو یقیناً آپ کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ لازماً خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں "صاحب تفسیر قمی اور صاحب تفسیر صافی" یوں گویا ہیں:

## تفسیر صافی و تفسیر قمی:

عَنِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَقَالَ تَفْسِيْرُهَا لِاَنْ اَمَرْتَ بِوِلَايَةِ اَحَدٍ مَعَ وِلَايَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ بَعْدِكَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

(تفسیر صافی ص ۴۹۷ ج ۲ طبع جدید، تفسیر قمی ص ۵۸۰ طبع قدیم، سورۃ زمر آیت لئن اشرکت لیحبطن عملك الخ)

ترجمہ: امام باقر رضی اللہ عنہ سے اس روایت (لئن اشرکت الخ) کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ آپ نے اگر اپنی وفات کے بعد حضرت علی کی خلافت کے ساتھ کسی اور کو اس امر میں شریک کار کیا تو اس جرم کی پاداش میں آپ کے تمام اعمالِ حسنہ ضائع ہو جائیں گے اور نتیجۃً

آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے ۔

اس آیت کریمہ کی مذکورہ تاویل کی بنا پر شیعہ حضرات نے اپنا گھر تو آباد کر لیا اور اپنی ہنڈیا چولہے پہ چڑھا دی ۔ وہ یہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ تمہارے بعد حضرت علی کی "خلافت بلافصل" ہوگی ۔ اور اس میں کسی کو ساجھی نہ کرنا ہوگا ورنہ آپ کے تمام اعمال معاذ اللہ ضبط کر لیے جائیں گے اور ٹوٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے ۔

لیکن اس تاویل جاہلانہ اور استدلالِ باطلانہ سے جو توہین حضور (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو نکلتا ہے ۔ اس طرف اندھوں نے نہ دیکھا اور کور باطنی سے یہ بھی نہ سوچا کہ آپ کی نبوت تو کجا ؛ اعمالِ حسنہ بھی ضبط ہو چکے ہیں ۔ ع

برایں عقل و دانش بباید گریست

چند سطور قبل ہم نے "جواب پنجم" میں اسی تفسیر "قمی اور صافی" سے ایک روایت ذکر کی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "سیدہ حفصہ" کو اللہ تعالیٰ کے ایک راز کی اطلاع دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد "خلافت بلافصل" ابوبکر صدیق کی ہے، اور پھر دوسرے خلیفہ تمہارے والد "عمر فاروق" ہوں گے ۔ اس روایت کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ امرِ خلافت میں ابوبکر اور عمر دونوں حضرات کو شریک فرمایا اور یہی شرکت تھی کہ جس سے اللہ رب العزت نے آپ کو منع فرمایا تو جب منع کے باوجود آپ نہ رُکے تو اس پہ جو وعید تھی وہ لازماً اثر انداز ہوگی تو معلوم ہوا کہ آپ نے خلافتِ علی میں ان دونوں کو شریک فرما کر اپنے اعمال حسنہ بھی ضائع کر دیے اور اپنا شمار ان لوگوں میں کر لیا جو سراسر نقصان اٹھانے والے ہیں ۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم علی النبی الکریم والعیاذ باللہ من الرافضیین ۔

دوسری مثال "حدیث خم غدیر" کے ضمن میں غلط تاویل کی یوں دیکھی جا سکتی ہے کہ ان حضرات کے مطابق اس کا معنی یہ ہوا کہ "اگر آپ نے اپنے بعد حضرت علی کی "خلافت بلافصل" کا اعلان نہ کیا تو ایسا کرنا یوں سمجھا جائے گا کہ آپ نے "فریضۂ رسالت" ہی ادا نہیں کیا"۔

لیکن ہوا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب کے خلیفہ ہونے کی خبر دی جو حرف بحرف صادق ہوئی جس کے اعلان کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کا اعلان نہیں کیا (یہ الگ بات ہے کہ آپ نے حقیقتاً "خم غدیر" کے موقع پر حضرت علی کی "خلافت بلافصل" کا اعلان کیا ہی نہیں تھا) کیوں کہ اگر آپ نے حضرت علی کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کا اعلان کیا ہوتا تو کسے جرأت تھی کہ آپ کے وصال کے بعد ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کو خلیفہ سمجھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی؛ لیکن سب نے خلافت صدیقی اور فاروقی پر بیعت کی تو معلوم ہوا کہ اگر شیعہ حضرات کی مذکورہ تاویل درست تسلیم کر لی جائے تو لازم آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے لیے "خلیفہ بلافصل" ہونے کا اعلان نہ فرما کر (معاذاللہ) فریضۂ رسالت ہی ادا نہیں کیا اور ایسا عقیدہ رکھنا "صریح کفر" اور محال بالذات" ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ "خم غدیر" کا قصہ من گھڑت اور غلط ہے۔ اور اس سے کئی ایک بہتان لازم آتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے۔ (والعیاذ باللہ)

## جواب ہفتم | نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گمراہی پر جمع نہیں ہو گی:

حیات القلوب | سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: لا تجتمع امتی علی الضلالۃ "میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی۔ اس روایت کی تصدیق شیعہ حضرات کے مشہور مجتہد" ملا باقر مجلسی" نے اپنی کتاب "حیات القلوب" میں مندرجہ ذیل الفاظ سے کی ہے

"سیزدہم آن است کہ خدا ایشاں را از گرسنگی نمی کشد و ایشاں را بر گمراہی جمع نہ کند و مسلط نمی گرداند بر ایشاں دشمن غیر از ایشاں و ہماں را بعذاب معذب نمی گرداند، و طاعون را شہادتِ ایشاں گردانیدہ است۔

۱۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۲۵۹، باب نہم دربیان مناقب وفضائل وخصائص آنحضرت، مطبوعہ نامی منشی نولکشور،

با الفاظ مختلفہ

۲۔ خصال شیخ صدوق با ترجمہ وشرح فارسی جلد ۲ ص ۱۱۱

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تیرھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھوکوں نہیں مارے گا اور انہیں گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا اور ان پر ان کے علاوہ کسی دشمن کو مسلط نہیں کرے گا اور (پچھلی امتوں جیسے) عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا اور طاعون سے واقع موت کو شہادت گردانے گا۔

یہ وہ حدیث ہے جس پر شیعہ سُنی سبھی متفق ہیں۔ اس حدیث میں منجملہ دیگر خصوصیات امت کے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ "امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی" تو آئیے اس حدیث کی روشنی میں مسئلہ خلافت کو سمجھیں۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ "خلافت بلافصل" حضرت علی المرتضیٰ کی منصوص تھی اور "خم غدیر" کے مقام پر تمام صحابہ کرام نے اس کو مان لیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے فوراً بعد تین افراد کے سوا سبھی اپنے اقرار اور بیعت سے پھر گئے اور حضرت علی کی بجائے ابوبکر صدیق کی خلافت پر بیعت کر لی اور اس طرح وہ "الضلالۃ" پر اکٹھے ہو گئے جس کی بنا پر وہ مرتد ٹھیرے (معاذ اللہ) یہ کہنا ہماری طرف سے کوئی مفروضہ نہیں بلکہ ان کے ارتداد کو مشہور شیعہ مصنف "محمد بن عمر" اپنی مشہور تصنیف "رجال الکشی" میں یوں تحریر کرتا ہے:

| | |
|---|---|
| رجال کشی | عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ (ع) قَالَ کَانَ النَّاسُ اَھْلَ الرِّدَّۃِ |

بَعْدَ النَّبِيِّ اِلَّا ثَلٰثَةً فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ الْمِقْدَادُ ابْنُ الْاَسْوَدِ وَ اَبُوْ ذَرٍ الْغِفَارِيُّ وَ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ ثُمَّ عَرَّفَ النَّاسَ بَعْدَ يَسِيْرٍ وَ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ دَارَتْ عَلَيْهِمُ الرَّحَاءُ وَ اَبَوْا اَنْ يُبَايِعُوْا لِاَبِيْ بَكْرٍ حَتّٰى جَاءُوْا بِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُكْرَهًا فَبَايَعَ "

(رجال الکشی در ذکر سلمان فارسی ص ۱۲)

ترجمہ: ابوجعفر امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تین افراد کے سوا تمام مسلمان مرتد ہو گئے تھے۔ راوی کہتا ہے میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ تین کون تھے؟ فرمایا مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی۔ پھر آپ نے ان تین افراد کا تعارف یوں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مصائب کی چکیوں میں پستے تو رہے لیکن ابوبکر کی بیعت کرنے پر آمادہ نہ ہوئے یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو زبردستی لایا گیا اور آپ نے ابوبکر کی بیعت کی۔

**توضیح** "رجال الکشی" کے مصنف کی تحریر کے مطابق معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد آپ کی امت (تین افراد کے سوا) "الضلالۃ" پر متفق ہو گئی۔ حالاں کہ گزشتہ حدیث جو "حیات القلوب" کتاب سے ذکر کی گئی وہ اہل سنت و اہل تشیع کے نزدیک صحیح حدیث ہے جس سے صراحتًہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کسی دور میں بھی گمراہی پر مجتمع اور متفق نہ ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو گمراہی پر متفق نہ ہونے کی خصوصیت بیان فرمائیں لیکن غضب خدا کا یہ کہ "رجال الکشی" والا حضور کے وصال کے فوراً بعد کو سب کو "متفق علی الضلالۃ" گردانے۔

جب اس کفریہ عبارت کا مطلب اور معنی خود شیعہ لوگوں سے دریافت کیا گیا کہ تم نے

"لا تجتمع امتی علی الضلالۃ" کے خلاف یہ عقیدہ کہاں سے لیا اور اس کی صحت کی تمہارے ہاں کیا دلیل ہے؟ تو جواب دیا کہ اس وقت تمام صحابہ کرام کا (تین افراد کے علاوہ) مرتد ہونا بایں وجہ تھا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد "حدیث خم غدیر" کی مخالفت کی تھی جس میں حضرت علی کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کا اعلان تھا۔

**تنبیہ** دین و ایمان ملا تو قرآن و حدیث کے ذریعہ سے۔ قرآن و حدیث ملے تو صحابہ کرام کے واسطہ سے۔ اگر بقول ان کے صحابہ کرام ہی معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے تو ان کے ذریعہ و واسطہ سے جو قرآن و حدیث ہم تک پہنچے وہ ناقابلِ یقین۔ جب یہی ناقابلِ یقین ہوئے تو دین و ایمان کہاں اور کس سے ملے گا؟

لیکن آج تک اپنے بیگانے اس پر متفق ہیں کہ قرآن و حدیث حق ہیں۔ جب یہ حق ہیں تو جن کے ذریعہ ہم تک یہ پہنچے وہ لامحالہ حق ہیں اور ان کی حقانیت خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ان الفاظ سے بالکل صاف عیاں ہے۔ اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَیْہِ۔ ابوبکر و عمر دونوں عادل اور انصاف پسند امام تھے۔ دونوں ہی حق پر رہے اور حق پر ہی چلتے چلتے دنیا سے رخصت ہو گئے

**تازیانہ** "رجال الکشی" کے مطابق تین افراد کے سوا اگر تمام مرتد ہو گئے تھے تو خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ جنابہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل بیت کے ایمان و اسلام کے متعلق کیا کہو گے جن کی طہارت (ان کے ہاں) قرآن سے ثابت ہے ان کا ارتداد ان کے مجتہد نے ثابت کر دیا۔ کسی نے خوب کہا:

"بے حیا باش ہر چہ خواہی کن"

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ قرآن و حدیث بھی حق اور صحابہ کرام بھی حق پر ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد بھی صواب لیکن ان کی صداقت چاہتی ہے کہ "حدیث خم غدیر"

جھوٹ کا پلندا ہے اور باطل کی پٹاری ہے جس سے ساری امت کی گمراہی نکلتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

## جوابِ ششم | شیعوں کی خبرِ متواتر، عقل و نقل سے باطل:

سید ابن طاؤس و ابن شہر آشوب و دیگراں روایت کردہ اند کہ عامر بن طفیل و اربد بن قیس بقصد قتل آنحضرت آمدند۔ چوں داخل مسجد شدند۔ عامر بنزدیک آنحضرت آمد گفت۔ یا محمد! اگر من مسلمان شوم۔ برائے من چہ خواہد بود حضرت فرمود کہ برائے تو خواہد بود آنچہ برائے ہمہ مسلماناں است۔ گفت میخواہم بعد از خود مرا خلیفہ گردانی۔ حضرت فرمود۔ اختیار ایں امر بدست خدا است و بدست من و تو نیست۔

(حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۴۴۸ باب بستم دربیان معجزات کفایت از شر دشمناں مطبوعہ نامی نولکشور)

ترجمہ: سید ابن طاؤس، ابن شہر آشوب اور دیگر حضرات نے روایت کیا کہ عامر بن طفیل اور اربد بن قیس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کی نیت سے آئے اور مسجد میں داخل ہوئے تو "عامر بن طفیل" آپ کے نزدیک گیا اور کہا، یا محمد! اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو میرے لیے کیا انعام ہوگا اور مجھے اس سے کیا فائدہ ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں بھی وہی ملے گا جو تمام مسلمانوں کو ملتا ہے (یعنی تمہارا فائدہ اور نقصان سب کے ساتھ مشترکہ ہوگا) اس نے کہا: میری خواہش یہ ہے کہ آپ مجھے اپنے بعد خلیفہ بنا دیں اس پر آپ نے فرمایا: یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے مجھے اور تجھے اس میں کوئی دخل نہیں۔

(بقول شیعہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ عرش پر نبی علیہ السلام کو حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا حکم فرمایا تھا۔ تو معلوم ہوا واقعہ معراج سے لے کر ہی اس خلافت بلا فصل کا چرچہ ہو چکا تھا اگرچہ اس کا باضابطہ اعلان خم غدیر پر ہوا اور بقول شیعہ اس خلافت کی تاکید اللہ نے نماز روزہ سے بھی زیادہ کی تھی۔ گویا یہ خلافت نماز سے بھی زیادہ مشہور و متواتر تھی۔) تو اس قدر تواتر اور شہرت کے حامل ہوتے ہوئے کوئی اپنا بیگانہ اس منصب کا کب خواہشمند ہو سکتا ہے اور "ابن طفیل" کو آپ سے اپنی خلافت کے بارے میں سوال کی خواہش کب متصور ہو سکتی تھی جب کہ وہ جانتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قضیہ کا سبھی صحابہ کرام کے سامنے فیصلہ فرما کر اعلان کر چکے ہیں ؛ اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ بھی مان لیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی "خلافت بلا فصل" کا اعلان فرما بھی دیا تھا تو جواب میں "ابن طفیل" کو یہ کہا جاتا کہ ابن طفیل! میں اپنے بعد خلافت کا معاملہ سلجھا چکا ہوں اور اس کے لیے حضرت علی کو "خلیفہ بلا فصل" بنانے کا اعلان کر چکا ہوں۔ لہٰذا تمہارے لیے اب کوئی گنجائش نہیں مگر آپ نے جواب جو عطا فرمایا وہ یہ کہ خلافت کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسے بنانا چاہے گا اسے بنا دے گا۔

تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ ظاہرہ میں اپنے بعد "خلیفہ بلا فصل" ہونے کا فیصلہ نہیں فرمایا۔ لہٰذا "حدیثِ غدیر" کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے "خلیفہ بلا فصل" ہونے پر بطورِ دلیل پیش کرنا انتہائی جہالت اور نری حماقت ہے۔

## جوابِ نہم | حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بلا فصل ہونے سے خود اپنا انکار :

شیعہ حضرات کی معتبر کتاب "تاریخ روضۃ الصفا" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ کے بعد جناب فاروقِ اعظم کے خلیفہ نامزد ہونے کا واقعہ کچھ اس طرح مرقوم ہے :

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال شریف کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ایک وصیت نامہ لکھیں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وصیت نامہ لکھنا شروع کیا۔ لکھتے لکھتے جب اس عبارت پر پہنچے کہ "ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ" تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر غشی طاری ہوگئی جس کی وجہ سے آپ خلیفہ کا نام نہ بتا سکے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے جناب عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھ دیا۔ پھر جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افاقہ ہوا آپ نے وصیت نامہ پر نظر ڈالی تو آپ کو خلیفہ کے طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھا نظر آیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا اے عثمان! یہ کس نے لکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا حضرت! یہ میں نے لکھا ہے اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ایک طویل دُعا مانگی اور اس کے بعد فرمایا کہ :

روضۃ الصفا: اگر نام خود را نیز می نوشتی مضائقہ نبود۔ امیر المؤمنین علی فرمود کہ ما بغیر عمر راضی نمی شویم کہ خلیفہ باشد۔ ابوبکر دربارۂ مرتضیٰ علی دُعائے خیر بر زبان آورد ...... وجمعی کہ خلافتِ عمر را کارہ بودند۔ گفتند۔ اے خلیفۂ رسول خدا! دریں امر خطیر تامل بسزا فرمائی زیرا کہ در قیامت خلفا ر از حال رعایا وزیر دستان مسئول خواہند بود۔ علی گفت کہ اے طلحہ! ہیچ کس را بغیر از عمر اطاعت نمی کنم۔ بخدا سوگند اکہ تحمل ایں بارگراں جُز او را کسے نمی دانم۔ وشمہ از اوصاف او بیان کردہ بخدمتِ ابی بکر توجہ نمودہ گفت اے خلیفۂ رسولِ خدا! پسندیدۂ شما پسندیدہ ما است و رضائے ما مقرون برضائے شما است بر ہمگنان معلوم است کہ مدت

الحیات بروجہ احسن زیستی ۔ و پیوستہ بنظر مرحمت درحالِ امت نگریستی باری سبحانہ، وتعالیٰ ترا جزا ئے خیر دہاد و بعنایت و مغفرت خود مخصوص گرداند"

(تاریخ روضۃ الصفاج ۲ ص ۲۴۲ در ذکر خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطبوعہ نولکشور)

ترجمہ:۔ جناب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عثمان! اگر تو اپنا نام بھی لکھ دیتا تو کوئی حرج نہ تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اتفاقاً وہاں موجود تھے آپ نے فرمایا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی کے خلیفہ بننے کو پسند نہیں کریں گے۔ اس پر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے بھی دعائے خیر فرمائی ........ جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے سے ناخوش تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! اس خطرناک منصب کی ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہونے کی سزا کی طرف دھیان کر لیا ہوتا کیوں کہ قیامت کے دن خلفاء سے اس بات کی باز پرس ہوگی کہ تم نے اپنی رعایا اور اپنے ماتحتوں سے کیا سلوک کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے طلحہ! حضرت عمر کے سوا ہم کسی کی اطاعت نہیں کریں گے۔ خدا کی قسم! اس گراں بوجھ (خلافت) کو عمر کے بغیر کوئی بھی اٹھانے والا ہمیں نظر نہیں آتا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کچھ اوصاف بیان فرمائے۔ بعدازاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے رسولِ خدا کے خلیفہ! آپ کی پسند ہماری پسند ہے اور ہماری خوشی آپ کی خوشی سے وابستہ ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ

"تمام زندگی آپ نے بروجہ احسن بسر فرمائی اور ہمیشہ امت کی بھلائی اور خیر خواہی سوچی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے اور اپنی عنایت و بخشش سے مخصوص فرمائے۔"

**توضیح** "روضۃ الصفا" کی اس روایت نے مسئلہ زیر بحث (خلافت بلافصل) کی ایسی واضح تردید فرمائی اور وہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانِ اقدس سے کہ جس کا ان "مدعیانِ خلافت بلافصل" کے پاس کوئی جواب نہیں لیکن اس کے لیے نظر انصاف چاہیے اور اس دولت سے یہ لوگ محروم ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کس طرح صاف الفاظ میں فرمایا کہ ہم آپ کے بعد سوائے "عمر" کے کسی کی خلافت پسند نہیں کریں گے۔ اور پھر فرمایا کہ اس آڑے وقت میں امت کی کشتی کو بھنور سے نکالنا صرف "عمر بن خطاب" کا ہی کام ہے۔ اور انہی الفاظ میں وہ اپنے "خلیفہ بلافصل" ہونے کے شبہ کو رد فرما رہے ہیں۔ ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہ "عمر بن خطاب" کی پر زور تائید کرتے اور نہ ہی ان کے اوصاف کا تذکرہ فرماتے کیوں کہ اگر آپ خلیفہ بلافصل ہوتے تو پھر غیر کے خلیفہ بننے کو کیسے گوارا کرتے۔

اس روایت سے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہے کہ "خم غدیر" کے موقعہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی "خلافت بلافصل" کا اعلان محض دروغ گوئی ہے اور حضرت علی المرتضیٰ خود اس کی تردید فرما رہے ہیں۔

## جوابِ دہم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بننے کے لیے اپنے پر دوسرے کو ترجیح دینا:

"نہج البلاغہ" میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ایک خطبہ مذکور ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید کر دیے جانے کے بعد لوگوں کے اصرار پر ارشاد فرمایا۔

اس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں :

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عليه السلام لَمَّا أُرِيدَ عَلَى الْبَيْعَةِ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ دَعُونِي وَالْتَمِسُوا غَيْرِي فَإِنَّا مُسْتَقْبِلُونَ أَمْرًا لَهُ وُجُوهٌ وَأَلْوَانٌ لَا تَقُومُ لَهُ الْقُلُوبُ وَلَا تَثْبُتُ عَلَيْهِ الْعُقُولُ وَإِنَّ الْآفَاقَ قَدْ أَغَامَتْ وَالْحُجَّةَ قَدْ تَنَكَّرَتْ وَاعْلَمُوا أَنِّي إِنْ أَجَبْتُكُمْ رَكِبْتُ بِكُمْ مَا أَعْلَمُ وَلَمْ أُصْغِ إِلَى قَوْلِ الْقَائِلِ وَعَتْبِ الْعَاتِبِ وَإِنْ تَرَكْتُمُونِي فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ وَلَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ وَأَطْوَعُكُمْ لِمَنْ وَلَّيْتُمُوهُ أَمْرَكُمْ وَأَنَا لَكُمْ وَزِيرًا خَيْرٌ لَكُمْ مِنِّي أَمِيرًا -

(نہج البلاغہ ص ۱۳۶ خطبہ ۹۲ ،مطبوعہ بیروت دار الکتاب لبنانیہ)

ترجمہ : حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ایک خطبہ دیا جب کہ کچھ لوگوں نے آپ کی بیعت میں داخل ہونے کی درخواست کی۔ اس میں آپ نے فرمایا : مجھے چھوڑ دو۔ اس منصب کے لیے کسی اور کی تلاش کرو کیوں کہ ہم ایسے معاملہ میں پڑنے والے ہیں جس کے مختلف چہرے اور عجیب و غریب رنگ ہیں۔ دل ان کو برداشت کرنے سے قاصر اور عقل وہاں بے دست و پا ہیں۔ دنیا بادل میں گھر گئی اور راہ ہدایت دھندلا گیا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تم نے اس خلافت کے لیے مجھے چن لیا اور بیعت سے اس کی تائید کر دی تو میں تمہیں اپنی بساط کے مطابق اپنی معلومات کا سہارا لے کر اس طرف لے چلوں گا۔ جس کو میں ہی جانتا ہوں

اس وادی کے سفر میں نہ تو میں کسی قائل کے قول کی طرف متوجہ ہوں گا اور ناراض ہونے والوں کی ملامت اور سرزنش بھی مجھے اپنی طرف متوجہ نہ کر سکے گی اور اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا اور امرِ خلافت کے بارے میں مجھ پر اعتماد و اتفاق نہ کیا تو میں بھی تمہارا ساتھی ہوں گا۔ پھر جس کو تم خلیفہ چن لو گے میں اس کی فرماں برداری اور خدمت گزاری میں تم سب سے آگے ہوں گا۔ اور میرا وزیر بن جانا تمہارے لیے اس سے بہتر ہو گا کہ تم مجھے خلیفہ مقرر کرو۔

**توضیح** ذکر کردہ خطبہ میں سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے تین ارشادات ایسے ہیں جو آپ کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کی پر زور تردید کر رہے ہیں جس کا انکار کوئی بھی صاحبِ عقل و خرد نہیں کرے گا۔

**اوّل:**

"اِنْ تَرَكْتُمُوْنِيْ فَاَنَا كَاَحَدِكُمْ" یعنی اگر تم لوگوں نے امرِ خلافت مجھے نہ سونپا تو پھر میری حیثیت بھی ویسی ہی ہو گی جیسے تم میں سے کسی ایک کی فرض کر لی جائے ان الفاظ کا صاف صاف مقصد یہ ہے کہ آپ ان الفاظ کے ارشاد فرمانے سے قبل نہ خلیفہ تھے اور نہ لوگوں کو اس بارے میں کوئی علم تھا۔

**دوم:**

"لَعَلِّيْ اَسْمَعُكُمْ وَاَطْوَعُكُمْ" یعنی اگر کسی اور شخص کو خلافت کا بوجھ ڈال دیا جائے تو اس کی فرماں برداری اور خدمت گزاری کے اعتبار سے میں تم سب سے آگے ہوں گا۔ اس ارشاد سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ اگر "خم غدیر" کے موقعہ پر آپ کی "خلافت بلافصل" کا اعلان ہو چکا ہوتا تو پھر کسی دوسرے کی اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار چہ معنی دارد؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ "خمِ غدیر" کا واقعہ بے اصل و لغو ہے

**سوم:** "وَاَنَا لَكُمْ وَزِيْرًا خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنِّيْ اَمِيْرًا" یعنی میں

اپنے متعلق تمہارا وزیر بن جانا بہ نسبت خلیفہ کے تمہارے حق میں بہتر سمجھتا ہوں۔ اس ارشاد میں تو آپ "خلافت" جو چوتھے درجہ پر تھی اسے بھی پسند نہیں فرما رہے بلکہ اس کی بجائے وزیر بننے کو زیادہ اہمیت دے رہے ہیں۔ تو جب موقع ملا پھر بھی کنارہ کشی کریں۔ لیکن شیعہ لوگ ہیں کہ "خم غدیر" کے وقت ان کی "خلافت بلافصل" کو ثابت کرنے کے درپے ہیں

دوسرے ارشاد (لعلی اسمعکم الخ) کی "ابن میثم" نے ان الفاظ سے تشریح کی:

وان ترکتمونی الخ اَیْ کُنْتُ کَاَحَدِکُمْ فِی الطَّاعَۃِ لِاَمِیْرِکُمْ بَلْ لَعَلِّیْ اَکُوْنُ اَطْوَعُکُمْ لَہٗ اَیْ لِقُوَّۃِ عِلْمِہٖ بِوُجُوْبِ طَاعَۃِ الْاِمَامِ۔

ترجمہ: یعنی ہوں گا میں تمہاری مثل امیر کی اطاعت کرنے میں اور شاید کہ میں تم سے زیادہ اطاعت کروں کیونکہ امام کے وجوبِ اطاعت کے متعلق آپ کا علم قوی ہے

(زیر خطبہ ۹۱، شرح ابن میثم ج ۲ ص ۳۸۷، طبع جدید)

"ابن میثم" کی اس تشریح سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا یہ ارشاد کہ "میں تمہارے خلیفہ کی اطاعت اور وہ بھی تم سے زیادہ کروں گا" اس بات کا شاہد ہے کہ آپ اطاعت اسی وقت کریں گے جب اسے خلیفہ برحق سمجھتے ہوں گے کیونکہ آپ جیسی شخصیت کے بارے میں یہ گمان بھی کرنا غلط ہے کہ کسی باطل کی اطاعت کا آپ اظہار فرما رہے ہیں۔

ان تین ارشادات کا خلاصہ یہ ہوا کہ آپ اس خطبہ کے وقت تک نہ خلیفہ تھے اور نہ ہی خلافت کے دعویدار۔ جب یہ دونوں باتیں مفقود تھیں۔ تو "خلافت بلافصل" کا شوشہ کب جگہ پکڑتا دکھائی دے سکتا ہے۔ لہٰذا ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کی "خلافت بلافصل" کو "خم غدیر" کی حدیث سے ثابت کرنا خود آپ کے ارشادات کے خلاف ہے، اور اس سے بڑھ کر خود تمہارے خرافات بھی شکوک و اوہام کے بھنور میں موت و حیات

کی کشمکش میں ہیں جن سے کسی دلیل کو تقویت ملنا تو کجا ان کا صحیح ہونا بھی ناممکن ہے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ، فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَار

**اعتراض**

اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوِيَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نَقْرَءُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ اَنَّ عَلِيًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

(درمنثور جزء ثانی ص ۲۹۸، زیرِ آیت یایہا الرسول بلغ پارہ ۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابن مردویہ نے نقل کیا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یوں (آیتِ تبلیغ) پڑھا کرتے تھے۔ یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ اَنَّ عَلِيًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ لَّمْ الخ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو آپ کی طرف حضرت علی کے متعلق "مومنین کا مولیٰ" ہونے کا حکم نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیں اور بفرضِ محال اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو یوں سمجھیے کہ آپ نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے مامون و محفوظ رکھے گا۔

**طریقہ استدلال**

مذکورہ آیتِ تبلیغ کی روایت اہلِ سنت کے ہاں بھی قابلِ اعتماد ہے کیوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سنیوں کے نزدیک ایک ایسے راوی ہیں جن کی ثقاہت و عدالت میں کسی کو کوئی شک نہیں "درمنثور" امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر خود ان کی ذات کی طرح اہلِ سنت وجماعت کے نزدیک قابلِ اعتبار ہے۔

جب راوی بھی ثقہ اوران کی روایت جس تفسیر میں مذکور ہے وہ بھی معتبر تو پھر اس روایت کے مفہوم سے کون سنی انکار کر سکتا ہے۔ لہذا اس روایت کے الفاظ کے مطابق "ان علیا مولی المؤمنین" کے اضافی جملہ کا یہی مفہوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت شریفہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام مومنوں کے مولیٰ اور خلیفہ ہوں گے لہذا معلوم ہوا کہ:

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت "منصوص من اللہ" ہے۔

۲۔ یہ کہ وہ "خلافت بلافصل" ہے۔

## مذکورہ سوال کے چند جوابات

**جواب اوّل** سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ثقہ اور عادل ہونے میں واقعی کسی سنی کو ہرگز کوئی اختلاف نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ابن مردویہ جو اس حدیث کے "ابن مسعود" سے راوی ہیں۔ ان کی روایت کی سند کہاں تک معلوم اور واضح ہے "ابن مردویہ" حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ اصفہانی ہیں جن کی پانچویں صدی ہجری (۴۱۰ھ) میں رحلت ہوئی اور "عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ" سے بلاواسطہ ان کا سماع تو ہو نہیں سکتا لازماً دونوں حضرات کے درمیان اس روایت کے اور بھی راوی ہوں گے لیکن بسیار تلاش کے باوجود ان درمیانی رواۃ حدیث کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ نہ ان کے نام معلوم، نہ ان کی ثقاہت و عدالت وغیرہ اوصاف کا پتہ۔ تو جس روایت کے رواۃ میں سے بعض کا نام تک معلوم نہ ہو ان کی روایت کردہ حدیث کا معیار معلوم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہم اس حدیث کے موضوع، مرسل وغیرہ ہونے کا قطعاً فیصلہ نہیں کر پائے۔ ہاں میں یہ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ شیعہ لوگ اس روایت کی مکمل سند اور صحیح الاسناد ہونا ثابت کر دیں تو بیس ہزار ۲۰۰۰۰ روپیہ نقد انعام پائیں۔ انعام بھی پائیں اور دلیل و حجت بھی بنائیں۔ بصورت دیگر منہ کی کھائیں اور

شرماتے جائیں۔

**جواب دوم** کسی روایت کا "در منثور" میں ہونا اور بات ہے اور اس کا "صحیح" ہونا امر دیگر ہے کیوں کہ اس تفسیر میں رطب ویابس اور صحیح وسقیم بہت کچھ ہے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے جس غرض ومقصد کے لیے اپنی اس تفسیر میں ہر قسم کی روایات جمع فرمائیں۔ "حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ" اپنی تصنیف "قرۃ العین" میں اس کی توجیہہ فرماتے ہیں۔ ص ۲۸۳ پر مذکور ہے۔

"وسیوطی در در منثور جمع احادیث مناسبہ بقرآن نمود قطع نظر از صحت وسقم۔ تا محدثے آن را بمیزان علم خود بسنجد۔ ہر حدیثے را در محل خود کشی بگذارد"

ترجمہ: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "در منثور" میں جن احادیث کو جمع فرمایا وہ اس مقام کے مناسب تھیں لیکن ان کی صحت وسقم سے قطع نظر فرمائی رہی ان کی صحت وسقم کی بات تو یہ محدثین کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے ان کو پرکھیں اور ان کا معیار مقرر کریں اور جانچ پڑتال کے بعد ان کو اپنے اپنے مقامات پر رکھیں۔

تو معلوم ہوا کہ نہ تو سیدنا "عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ" غیر ثقہ اور غیر عادل راوی ہیں اور نہ ہی "علامہ سیوطی" کے مقتدائے اہل سنت ہونے سے کوئی انکار لیکن جب روایت کا سلسلہ ہی غیر معلوم ہو اور پتہ نہ چل سکے کہ کن واسطوں سے یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو اس پر کون اعتبار کرے گا۔ دوسرا یہ روایت اس کتاب کی پیش کی جارہی ہے جس میں مصنف نے روایات کی صحت وسقم کا لحاظ نہ فرمایا بلکہ ذخیرہ احادیث کو مطلوبہ آیت قرآنیہ کے تحت جمع فرمادیا اور ان روایات کی تخریج واسناد کے اعتبار سے درجہ بندی محدثین کرام پر چھوڑ دی تو میں پوچھتا ہوں کہ اس حدیث کو کس محدث نے قابل حجت واستدلال ٹھہرایا۔ ذرا نام تو بتائیے شاید ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل جائے۔

اور پھر آپ لوگ تو "خلافت بلافصل" کے "منصوص من اللہ" ہونے کے قائل ہیں۔ ذرا انصاف کیجیے کیا "منصوص من اللہ" اسی طرح ثابت ہوتی ہے جس طرح تم ثابت کر رہے ہو۔ حالاں کہ اس طرح کی مرویات تمہارے ہاں بھی قابلِ استدلال نہیں تو ایسی بے سند روایت سے اتنی عظیم بات جو "اصولِ دین" میں گردانتے ہو۔ ثابت کرنے کی جسارت کر رہے ہو

سے     چہ دلا ور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

**جواب سوم**

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (پ ۱۴، الحجر ع)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ قرآن کی ذمہ داری خود سنبھالی ہے اور اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار اس اللہ قادر قیوم نے ان الفاظ سے کیا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ اِنَّمَاۤ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ۔ اِنَّهٗ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ یقیناً اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس کا حکم تو اس طرح کا ہے کہ جب کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے بس کہہ دیتا ہے ہو جا۔ وہ فوراً ہو جاتا ہے جو چاہتا ہے۔ وہ کر گزرنے والا ہے۔

تو جس کلام کی حفاظت ایسی قدرت و حکومت والا اپنے ذمہ لے۔ اس سے یہ الفاظ "ان علیا مولی المؤمنین" کیسے کوئی نکال سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ "تفسیر درمنثور" میں جو یہ الفاظ حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب کیے گئے، موضوع ہیں۔ رہی یہ بات کہ اس جملہ کو کس نے گھڑا تو اس کے جواب میں گزارش ہے کہ اس کا گھڑنے والا وہی فرقہ ضالہ ہے جس نے قرآن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی "خلافت بلافصل" ثابت کرنے کی جسارت کی اور یہاں تک کہہ دیا کہ قرآن پاک میں (معاذ اللہ) تحریف ہو چکی ہے چنانچہ آیت زیر بحث میں لکھا ہے کہ اس کا نزول ان الفاظ کے ساتھ ہوا تھا،

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ فِیۡ عَلِیٍّ
فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ۔

یہی وجہ ہے کہ شیعہ لوگ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ "امامت و خلافت علی کے بارے میں دو ہزار سے زائد آیات قرآن میں موجود تھیں لیکن ان کو نکال دیا گیا۔ لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

# حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر شیعہ حضرات کی

# دلیل ثانی

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ پ۱۹، ع۱۵ کی تفسیر کرتے ہوئے "صاحب تفسیر خازن" اور "صاحب تفسیر معالم التنزیل" یوں فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے دنیا و آخرت کی دو بہترین چیزیں لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان کی طرف بلاؤں لہٰذا تم میں سے میرے امر میں کون وزیر بننا چاہے گا اور فرمایا

وَیَكُوْنُ اَخِیْ وَ وَصِیِّیْ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْكُمْ فَاَحْجَمَ الْقَوْمُ عَنْهَا جَمِیْعًا وَ اَنَا اَحْدَثُهُمْ سِنًّا فَقُلْتُ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكُوْنُ وَزِیْرَكَ فَاَخَذَ بِرَقَبَتِیْ ثُمَّ قَالَ هٰذَا اَخِیْ وَ وَصِیِّیْ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْكُمْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَ اَطِیْعُوْا فَقَامَ الْقَوْمُ یَضْحَكُوْنَ وَ یَقُوْلُوْنَ لِاَبِیْ طَالِبٍ قَدْ اَمَرَكَ اَنْ تَسْمَعَ لِعَلِیٍّ وَ تُطِیْعَهٗ۔ (تفسیر معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۸۴)

ترجمہ: وہ کون ہے جو تم میں میرا خلیفہ، وصی اور بھائی بنے؟ یہ سن کر سب حاضرین خاموش ہو گئے اور کسی نے اس بات کی ذمہ داری نہ لی اور میں (یعنی حضرت علی)

نے باوجود کم عمر ہونے کے عرض کی یارسول اللہ! میں آپ کا وزیر بنا چاہوں گا تو آپ نے یہ سن کر میری گردن پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: (لوگو!) یہ میرا بھائی ہے، وصی اور تمہارے اندر میرا خلیفہ ہے۔ لہٰذا اس کی بات پر عمل کرنا اور اس کی اطاعت کرنا (آپ کے اس ارشاد پر) کچھ لوگ ہنستے ہوئے کھڑے ہوئے اور وہ ابوطالب کو کہہ رہے تھے (اے ابوطالب!) تجھے بھی اللہ کے پیغمبر نے فرمایا کہ تو بھی اپنے بیٹے علی کی بات پر عمل کرنا اور اس کی فرماں برداری بجالانا۔

**طریقۂ استدلال** "صاحب معالم التنزیل" نے اس حدیث پاک کو مکمل سند کے ساتھ اپنی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے اور اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں صاف صاف ذکر فرمایا کہ "علی" ہی میرے بعد میرا وصی اور میرا خلیفہ ہوگا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم سب پر ان کی اطاعت اور ان کی باتوں پر عمل کرنا لازم ہوگا تو آپ کا یہ ارشاد اطاعت صرف "اہل بیت" کو ہی نہیں، بلکہ تمام لوگوں کے لیے خلیفہ ہونے اور ان کی اطاعت کرنے کا حکم ہے تو معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی زندگی میں ہی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا نام لے کر انہیں اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ اور ان کی اطاعت کو لازم قرار دیا تھا۔ لہٰذا آپ کی "خلافت بلافصل" اس حدیث سے صاف صراحت کے ساتھ ثابت ہوئی اور طرفہ یہ کہ اسے روایت بھی اہل سنت وجماعت کے مفسرین نے کیا۔

**جواب** زیر بحث حدیث "معالم التنزیل" میں واقعی مکمل سند کے ساتھ مذکور ہے اور وہ سند یہ ہے:

رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الْغَفَّارِ بْنِ قَاسِمٍ عَنْ مِنْهَالِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ۔ (زیر آیت وانذر عشیرتک الاقربین)

اس سند کے رواۃ (رجال) میں سے ایک راوی "عبدالغفار بن قاسم" ہے جس کے بارے میں "قانون الموضوعات" میں علامہ "الطاہر الفتنی الہندی" نے اس کے صفحہ ۲۸۰ پر لکھا ہے۔

عبد الغفار بن القاسم مَتْرُوْكٌ شَيْعِيٌّ يَضَعُ "یعنی عبدالغفار بن قاسم، مطعون ہے۔ اور طعن یہ ہے کہ اس کی روایات چھوڑ دی جاتی ہیں۔ وہ شیعہ تھا اور احادیث گھڑ بھی لیا کرتا تھا۔

اس کے علاوہ "موضوعات کبیر" میں جناب "ملا علی قاری" نے بھی ص ۹۴ پر اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ "ان هذا وصيي و خليفتي من بعدي" یہ عبارت من گھڑت ہے۔

لسان المیزان جلد چہارم ص ۴۲ پر "حرفِ عین" کے ضمن میں مذکور ہے "عبد الغفار بن القاسم هُوَ رَافِضِيٌّ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَيُقَالُ مِنْ رُءُوْسِ الشِّيْعَةِ"۔ یعنی عبدالغفار بن قاسم، رافضی ہے اور روایات میں ثقہ نہیں اور اسی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ سرخیلانِ شیعہ میں سے تھا۔

جہاں تک اس راوی کے رافضی شیعہ ہونے کا معاملہ ہے تو اس کی تائید خود شیعہ حضرات کی معتبر کتاب بھی کرتی ہے۔ چنانچہ "مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۰۳" پر اس کے مصنف "ملا نور اللہ شوستری" لکھتے ہیں کہ "طائفہ دوم" یعنی غیر بنو ہاشم میں جو حضرات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے شیعوں میں تھے۔ ان میں سے ایک شیعہ "عبدالغفار بن القاسم" بھی ہے جس کا ذکر نور اللہ شوستری نے فہرست میں پچاس نمبر پر ص ۲۶۴ میں کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

"در قسم مقبولان از کتاب خلاصہ مذکور است"۔ یعنی عبدالغفار بن قاسم کو "صاحب کتاب خلاصہ" نے از قسم مقبولان (شیعہ) شمار کیا ہے۔

**مقامِ غور** قارئین کرام ! ذرا توجہ فرمائیں اور غور سے دیکھیں کہ جس روایت کا راوی ایسا شخص ہو جس کی روایات کو ہی چھوڑ دیا گیا ہو اور اس پر مزید یہ کہ وہ ان راویوں میں شمار ہو جو منکر روایات بیان کرنے والے ہوں تو اس کی روایت پیش کرنا اور پھر اس سے استدلال لانا کس قدر ڈھٹائی ہے اور اس سے بڑھ کر اس کے شیعہ ہونے کی تصدیق خود شیعہ مجتہد " ملا نور اللہ شوستری " بھی کر دے تو انصاف فرمائیں کہ ایسے راوی کی روایت اہلِ سنت وجماعت کے ہاں کب حجت اور دلیل بن سکتی ہے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ شیعہ حضرات کے لیے لازم تھا کہ " خلافت بلافصل " کے متعلق ایسی حدیث پیش کرتے جو متواتر ہوتی کیوں کہ " خلافت بلافصل " ان کے ہاں " اصولِ دین " میں سے ہے اور اصولِ دین میں سے کوئی بھی اصل ایسا نہیں جو اس قسم کی متروک بلکہ موضوع حدیث سے ثابت ہو سکے۔

بفرضِ محال اس روایت کو ہم صحیح مان لیتے ہیں لیکن پھر ہم شیعہ حضرات سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ اس میں " خلافت بلافصل " کا ذکر کن الفاظ میں ہے۔ ہاں اگر لفظ " من بعدی " ہوتا تو بھی کچھ اشک دھونے کا سامان بن جاتا لیکن یہ الفاظ حضرت علی کے بارے میں اس روایت میں تو نہیں آئے بلکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق ان الفاظ کا ثبوت خود آپ کی کتابوں سے ملتا ہے:

## تفسیرِ قمی :

اَنَّ اَبَا بَکْرٍ یَلِیَ الْخِلَافَۃَ مِنْ بَعْدِیْ ثُمَّ بَعْدَہٗ اَبُوْکِ فَقَالَتْ مَنْ اَنْبَاَکَ ھٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ "

(تفسیرِ قمی سورہ تحریم ، زیرِ آیت واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا الخ )

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میرے دنیا سے پردہ کرنے

کے بعد خلافت کا والی وارث ابوبکر ہوگا۔ اس کے انتقال کے بعد تیرے والد عمر بن الخطاب ہوں گے تو جناب حفصہ نے عرض کی حضور! آپ کو یہ خبر کس نے دی فرمایا: اللہ علیم و خبیر نے مجھے یہ خبر دی ہے۔

اس روایت میں جب "من بعدی" کے الفاظ صاف صاف بیان کر رہے ہیں کہ "خلافت بلافصل" تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے شایانِ شان تھا (اور واقعۃً بھی ایسا ہی ہوا) تو شیعہ لوگوں کو چاہیے تھا کہ "خلافت بلافصل" کا منصب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے مانتے، نہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی "بلافصل خلافت" صرف ایک ہی شخص کو مل سکتی ہے۔ اور اگر اس لفظ سے مطلقاً بعد میں خلیفہ ہونا مفہوم ہو تو اس کا مصداق چاروں خلفائے کرام بنتے ہیں کیوں کہ ان میں سے کوئی بھی خلیفہ آپ کے ظاہری طور پر موجود ہوتے ہوئے ہرگز مسند خلافت پر نہ بیٹھا اور نہ ہی اس کی جرأت کی۔

**مقامِ تعجب**

ویسے تو "تفسیر خازن اور معالم التنزیل" کی مذکورہ روایت میں "من بعدی" کے الفاظ موجود نہیں۔ اور اگر کسی دوسری روایت میں اس مقام پر یہ الفاظ مذکور بھی ہوں تو ان روایات کی جمع کی شکل وہی ہو سکتی ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا "من بعدی بلافصل" اور "من بعدی بالفصل" کا مصداق بننا بالکل عیاں ہے کہ اول الذکر (من بعدی بلا فصل) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صفت قرار پائی۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "بلافصل خلافت" انہی کو ملی اور مؤخر الذکر (من بعدی بالفصل) بقیہ تین خلفاء کی صفت قرار پائی جن میں چوتھے خلیفہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہیں۔

لیکن ہٹ دھرمی دیکھیے کہ جو پیکرِ صدق و صفا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل خلیفہ بنے انہیں یہ لوگ "خلیفۂ رسول" ماننے کو تیار نہیں۔ اور جو شخصیت چوتھے درجہ پر اس منصب کی متحمل ہوئی۔ انہیں "خلیفہ بلافصل" کہتے ہیں۔ خوب ہے ؎

خدا جب عقل لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

اس بات (خلافت بلافصل) کو حضرت علیؓ کے لیے ثابت کرنے میں ایک تو روایات کو گھڑا۔ دوسرا آیاتِ ربانی کی غلط تاویل کی۔ تیسرا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو "تقیہ" کرنے والا اور بزدل ثابت کیا۔ چوتھا خلفاء ثلاثہ کو غاصب شمار کیا وغیرہ وغیرہ۔ والعیاذ باللہ! تو عقل کے کوروں کو یہ سب باتیں ماننا گوارا ہیں لیکن اپنا غلط اور فرضی عقیدہ چھوڑنا ہرگز گوارا نہیں۔ وللناس فیما یعشقون مذاھب۔

# حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر شیعہ حضرات کی

# دلیل ثالث

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(پ ۱۸ - ع ۱۳)

ترجمہ: ان سب لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو جانشین بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو جانشین بنایا تھا اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے ان کی خاطر سے پائیدار کر دے گا اور ضرور ان کے خوف کو امن سے

بدل دے گا۔ اس وقت وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس وہی نافرمان ہیں۔

(ترجمہ مقبول)

## طریقۂ استدلال

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے امت محمدیہ میں اسی طرح خلفاء بنانے کا وعدہ فرمایا جس طرح اس امت سے پہلے خلیفہ بنائے گئے۔ پہلے بنائے گئے خلفاء کا خود قرآن پاک میں ذکر ہے کہ وہ دو طریقوں سے مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تھے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خود خلیفہ بنایا اور دوسرا یہ کہ اللہ کے کسی پیغمبر نے کسی کو خلیفہ بنایا۔ دونوں طرح کی خلافت ان واقعات سے ظاہر ہے۔ آدم علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

انی جاعل فی الارض خلیفۃ (پ ۱ ع ۴) — میں یقیناً زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق بھی ارشاد ہوا:

یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض (پ ۲۳ ۔ ع ۱۱) — اے داؤد! یقیناً ہم نے ہی آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو فرمایا:

یا ھارون اخلفنی فی قومی — اے ہارون! میری قوم میں میرا خلیفہ ہو

مندرجہ بالا آیت میں استخلاف کے دو طریقوں میں سے اوّل الذکر طریقہ کا اشارہ ہے۔ کیوں کہ "لیستخلفنھم" میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور "کما استخلف" تشبیہ میں بھی فاعل وہی ذات باری تعالیٰ ہے۔ چوں کہ جن لوگوں کو خلفاء کے ساتھ تشبیہ دی گئی ان کو خلیفہ دو طریقوں سے بنایا گیا تھا جیسا کہ چند سطور پہلے ہم لکھ چکے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی خلیفہ انہی دو طریقوں سے ہو سکتا ہے اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ان الفاظ کے ساتھ فرمائی:

ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا "

یعنی ہم نے قرآن پاک کا وارث اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا جن کو ہم نے چُن لیا۔

چوں کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو نہ تو اللہ تعالیٰ نے خود چنا اور نہ ہی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلافت عطا کی بلکہ انہیں اگر خلافت ملی تو مجلسِ مشاورت کے ذریعہ ملی۔ لہٰذا گزشتہ دونوں آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حضرات نہ تو قرآن کے وارث ہو سکتے ہیں اور نہ ہی خلیفۂ برحق ہو سکتے ہیں بلکہ وارث کتاب اللہ اور خلیفۂ برحق وہی ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ خود یا اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم چنیں۔

بنابریں ہم یہ کہہ سکتے ہیں اور دعویٰ کر سکتے ہیں کہ "آیت استخلاف" میں اللہ تعالیٰ نے جس خلافت کا ذکر فرمایا اس کے مصداق حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی ہیں اور وہی "خلیفہ بلافصل" ہیں۔ اس کی تائید آیتِ کریمہ کے آخری حصہ سے ہوتی ہے۔ جس میں "خلیفۂ برحق" کی صفت بھی بیان فرمادی۔ "یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا" یعنی وہ آنے والے خلیفہ ایسے ہوں گے کہ جنہوں نے کبھی شرک و بت پرستی نہ کی ہو گی اور عبادت ان کا طرۂ امتیاز ہو گی۔ اور یہ صفت صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ہی پائی جاتی ہے کیوں کہ بقیہ خلفاء ثلاثہ میں بُت پرستی کا ثبوت ملتا ہے۔ لہٰذا بت پرستی سے ملوث حضرات اس آیت کا مصداق ہرگز نہیں بن سکتے

**جواب** شیعہ حضرات کے نزدیک جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی "خلافت بلافصل" توحید و رسالت کی طرح اصولِ دین میں سے ہے۔ تو ان مدعیانِ "خلافت بلافصل" پر لازم ہے کہ اس کا ثبوت اسی طرح صراحت اور وضاحت کے ساتھ پیش کریں جس طرح صراحۃً توحید" لا الٰہ الا اللہ "کے کلمات میں اور رسالت "محمد رسول اللہ" کے کلمات میں ہے اور یہ دونوں اصل قرآن پاک میں موجود ہیں۔ ہم اس سے بھی کم درجہ پہ

اترتے ہوئے ہمیں پیش کرتے ہیں کہ چلو قرآن پاک میں نہ سہی۔ اہل سنت وجماعت کی کتب حدیث میں سے کسی کتاب میں حدیث متواتر کے ساتھ ہی اس "اصل" کو ثابت کر دکھائیں تاکہ اس کو بطور حجت و دلیل پیش کر سکیں۔

میں اس بارے میں اعلانیہ کہتا ہوں کہ کوئی شیعہ اگر "خلافتِ علی بلافصل" کو قرآنی آیات میں واضح اور صریح طور پر پیش کر دے یا اہلِ سنت وجماعت کے ذخیرہ حدیث میں سے کوئی ایک متواتر حدیث اس بارے میں دکھا دے تو مبلغ بیس ہزار روپیہ بھی ادا کر دوں گا اور ان کا مذہب بھی اختیار کر لوں گا۔

رہی آیت مذکورہ سے "خلافت بلافصل" ثابت کرنا اور وہ بھی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لیے تو گزارش ہے کہ نہ تو اس آیتِ کریمہ میں حضرت علی کا صراحۃً نام گرامی مذکور ہوا اور نہ ہی "خلافت بلافصل" کا لفظ موجود۔ جب ان کے ہاں یہ مسئلہ اصولِ دین سے ٹھہرا تو ایسے مُدعا کے لیے یہ دلیل قطعاً مثبت اور مؤید نہیں بن سکتی۔

اس آیتِ کریمہ سے طریقۂ استدلال میں جو شیعہ حضرات نے یہ کہا کہ خلفائے ثلاثہ کا انتخاب مجلسِ مشاورت کے ذریعہ ہوا نہ کہ خدا اور اس کے رسول کا انتخاب تھا۔ لہٰذا وہ برحق خلیفہ نہیں ہو سکتے تو یہ ان شیعہ لوگوں کا اپنا مفروضہ اور خود ساختہ قانون ہے جس کا قرآن وحدیث سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ کیا یہ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت وتائید میں کوئی آیت یا حدیث پیش کر سکتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ خلیفہ اس وقت "برحق خلیفہ" ہوگا۔ جب اللہ یا اس کے رسول کی طرف سے اس کی خلافت کا اعلان ہو۔

اگر اسی معاملہ کو ذرا دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو صاحبِ بصیرت یہ جان لیگا کہ خلفائے ثلاثہ کا انتخاب اگرچہ ظاہری طور پر مجلسِ مشاورت کے ذریعہ ہوا اور ان کی خلافت کا سبب "شوریٰ" بنا۔ لیکن اس "سببِ ظاہری" میں جو قدرت اور حکمت کارفرما تھی وہ

رب تدبیر کی ہی تھی جس طرح تجارت اور کسی ذریعہ معاش سے کسی شخص کو اگر روزی میسر آ جائے تو وہ ذریعہ کوئی "رزاق" نہیں ہوتا بلکہ "رزاق" وہی ذات ہے جس نے "ھو الرزاق ذو القوۃ المتین" اپنے بارے میں فرمایا :

اور یہی حقیقت تھی جس کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ میں ذکر فرمایا :

نہج البلاغۃ اِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنْ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَسَمَّوْہُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِکَ لِلّٰہِ رِضًی

(نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت صفحہ ۳۶۷، مکتوب نمبر ۶)
(نوٹ : خطبات ختم ہونے کے بعد مکتوبات شروع ہوتے ہیں ۔)

ترجمہ : بے شک "شوریٰ" مہاجرین اور انصار کے شایان شان ہے ۔ تو یہ دونوں گروہ جس کسی کو متفقہ طور پر اپنا امام و خلیفہ بنانا منظور کریں تو وہ امام و خلیفہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہوگا ۔

نوٹ :۔ یہ خطبہ جس کے الفاظ اوپر درج ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے حق ہونے پر بطور حجت و دلیل ارشاد فرمایا جب کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس منصب کے لیے کوشاں تھے ۔)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے اس خطبہ سے معلوم ہوا کہ جب حضرت علی خود مہاجرین اور انصار کی مشاورت کو اپنی خلافت کی حجت بنا کر پیش کر رہے ہیں تو آپ کا انتخاب انہی حضرات کے باہمی متفقہ مشورہ سے ہوا ۔ کسی کے خلیفہ برحق ہونے کے لیے اس کا اللہ کی طرف سے منتخب ہونا کوئی شرط نہیں بلکہ مہاجرین و انصار کا انتخاب ہی دراصل اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسی مضمون کی واضح تائید بھی فرمائی "امرھم شوریٰ بینھم" مسلمانوں کے امور باہمی مشورت سے طے پاتے ہیں اور یہ ان کے اوصاف

حمیدہ میں سے ایک وصف ہے۔

طریقۂ استدلال میں شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ خلفائے ثلاثہ کی بت پرستی کے ثبوت میں کچھ تحریرات ملتی ہیں اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے بارے میں ایسی کوئی تحریر نہیں۔ لہٰذا "یعبدونني لا یشرکون بي شیئا" کا مصداق حضرت علی ہی بنتے ہیں۔ خلفائے ثلاثہ پر یہ مفہوم صادق نہیں آتا۔ تو یہ بھی ان کی جہالت اور ہٹ دھرمی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ "یعبدونني لا یشرکون بي شیئا" میں اللہ رب العزت نے جو افعال ذکر فرمائے ان کا زمانۂ ماضی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ حال واستقبال پر دلالت کرتے ہیں جس کی بنا پر ان کا معنیٰ بھی حال یا استقبال کا ہو گا "ترجمہ مقبول" میں ان افعال کا ترجمہ یہ کیا گیا

"اس وقت وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے"

تو ان افعال میں منصبِ خلافت ملنے کے بعد ان اوصاف کے ساتھ خلیفہ کا متصف ہونا بیان کیا گیا ہے نہ یہ کہ خلیفہ ایسا ہو گا کہ جس نے خلافت کا منصب پانے سے قبل کبھی شرک اور بت پرستی نہ کی ہو، وہی خلیفہ بنے گا ورنہ وہ نا اہل ہو گا۔ اگر زمانۂ گزشتہ میں ان اوصاف کا لحاظ منظور ہوتا تو آیتِ کریمہ کچھ اس طرح ہوتی "عبدونني ما اشرکوا یا لم یشرکوا بي شیئا" تو ان افعالِ ماضیہ کی بجائے افعالِ مضارع کا ذکر فرمانا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہم ان لوگوں کو خلیفہ بنائیں گے جو ہمارے کلام مذکور کے نازل ہونے کے وقت تک مسلمان ہو چکے ہوں گے اور اس کے بعد وہ شرک میں ہرگز ملوث نہیں ہوں گے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ صفت خلفائے راشدین میں بدرجۂ اتم پائی گئی جس کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَ مَاتَا عَلَیْہِ۔ (احقاق الحق ص ۱۵)

علاوہ ازیں آیت زیرِ بحث میں تشبیہ "کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ" سے جو مفہوم شیعہ حضرات نے بیان کیا (یعنی امم گزشتہ میں خلیفہ اللہ تعالیٰ خود مقرر فرماتا تھا

یا اس کا کوئی پیغمبر یہ فریضہ سرانجام دیتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی انہی دو طریقوں سے خلیفہ کا ہونا لازمی ہے) یہ بھی ان کا محض مفروضہ اور سراسر غلط مفہوم ہے۔ کیوں کہ " آیت استخلاف" میں تشبیہ " نفسِ خلافت" کے بارے میں ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں میں خلفاء مقرر فرمائے۔ اسی طرح اے امتِ محمدیہ ! تم میں بھی خلفاء مقرر فرمائیگا۔

چناں چہ بموجب عہد اللہ رب العزت نے اس امت میں انہیں خلافت عطا فرمائی جنہیں " خلفاء راشدین" کہا جاتا ہے اور تشبیہ میں اتنا ہی اعتبار کافی ہوتا ہے۔ امر تشبیہ میں یہ کوئی ضروری نہیں کہ جن دو چیزوں میں تشبیہ دی گئی ہو وہ تمام اوصاف و لوازمات میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں۔ مثال پر غور کیجیے۔ کسی بہادر آدمی کو " شیر" سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا جاتا ہے " فلان کالاسد" فلاں شیر جیسا ہے۔ اس میں صرف " وصفِ شجاعت" میں تشبیہ دی گئی ہے اور یہ ہرگز مراد نہیں کہ جو اوصاف و لوازمات شیر میں ہیں اس آدمی میں بھی وہ تمام چیزیں موجود ہیں۔

اور اگر تمام اوصاف و لوازمات کا لحاظ ہو تو پھر ان شیعہ لوگوں سے پوچھا جا سکتا ہے کہ اس خلافت میں جو حضرت علی کے لیے ثابت کرنا چاہتے ہو وہ تمام اوصاف موجود ماننا لازمی ہوگا جو ان لوگوں میں تھے جن کے ساتھ تشبیہ دی گئی ان میں انبیاء کرام بھی ہیں لہٰذا وصفِ نبوت بھی خلیفہ کیلئے لازمی ہوا اور یوں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ خلافت کے ساتھ نبوت سے بھی متصف ہوئے حالاں کہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا صاف ارشاد ہے:

**رجال کشی** " مَنْ قَالَ بِاَنَّنَا اَنْبِیَاءُ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَمَنْ شَكَّ فِیْ ذَالِكَ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ "

جس نے ہم اہل بیت نبی کے متعلق نبی ہونے کا قول کیا اس پر اللہ کی لعنت اور جس نے اس میں شک کیا اس پر خدا کی پھٹکار۔

(رجال الکشی ص ۲۵۵، تذکرہ ابو الخطاب، مطبوعہ کربلا)

شیعو! اگر تم حضرت علی کے خلیفہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی نبوت کے بھی قائل ہو تو امام باقر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق تم پر اللہ کی لعنت اور اس کی پھٹکار۔ اور اگر وصف نبوت نہیں مانتے تو پھر تشبیہ میں تمام اوصاف و لوازمات کا نہ پایا جانا تمہارے ہاں مسلم ہوا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔

**خلاصۂ جواب**

اس طویل جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ آیت استخلاف سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی "خلافت بلافصل" کو ثابت کرنے کے لیے جن تاویلات کا شیعہ لوگوں نے سہارا لیا وہ من گھڑت اور لوچ ہیں اور بفرضِ محال اگر انہیں درست بھی سمجھ لیا جائے تو بھی مقصد ثابت نہیں ہو سکتا کیوں کہ ان کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ کی "خلافت بلافصل" توحید و رسالت کی طرح اصولِ دین میں سے ہے۔ توحید و رسالت اور دیگر اصولِ دین ایسی قرآنی آیات سے معلوم ہوتے ہیں جو واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ مذکور ہوں لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی "خلافت بلافصل" صراحت اور وضاحت کے ساتھ نہ قرآن میں مذکور اور نہ ہی احادیثِ متواترہ میں اس کا تذکرہ۔ تو یہ تاویلات "بیتِ عنکبوت" سے بھی کمزور تر جو کسی مسئلہ کو کیا ثابت کر سکیں خود ان میں قیام و دوام نہیں۔ افلا تعقلون۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر شیعہ حضرات کی

## دلیل رابع

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ
نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ
وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا
وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ

وَ سُلَيْمَانَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ وَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔"

پارہ نمبر ۷ سورۃ انعام رکوع نمبر ۱۶

ترجمہ: اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم پر (غلبہ پانے کے لیے) عطا کی تھی۔ ہم جسے چاہتے ہیں بہت سے درجے بلند کر دیتے ہیں بیشک تمہارا رب صاحب حکمت و علم ہے اور ہم نے ان کو اسحٰق و یعقوب عطا کیے ہر ایک کو اپنا راستہ دکھایا اور نوح کو پہلے ہی راستہ دکھایا تھا اور ان کی اولاد میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف اور موسیٰ کو اور ہارون کو (راہ دکھائی) اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو (راہ دکھائی) ان میں سے ہر ایک صلحاء میں سے تھا اور اسمٰعیل کو اور الیسع کو اور یونس کو اور لوط کو (راہ دکھائی) اور ہر ایک کو تمام عالموں پر فضیلت دی اور ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور ان کے بھائیوں میں سے (جن کو مناسب سمجھا) ہم نے منتخب کر لیا اور راہِ راست کی ہدایت کر دی۔

(ترجمہ مقبول پ ۷ ع ۱۶)

**طریقہ استدلال** مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی اولاد اور ان کے بھائیوں کو ان کی جگہ چُنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا چناؤ

اس طرح ہوا تو لازم ہے کہ یہی طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جاری کیا جائے اور اس کے مطابق آپ کی خلافت، آپ کی اولاد یا آپ کے بھائیوں کے لیے ہی بنتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آپ کا بھائی کوئی نہ تھا تو آپ کی خلافت صرف اور صرف اولاد کی طرف منتقل ہوتی۔ اسی استحقاق کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو فرمایا۔

"میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے وہی مانگتا ہوں جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے لیے مانگا تھا"

آیت زیر بحث میں اس سوال کا ذکر ہے جو خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے سوال کیا تھا جسے پورا فرماتے ہوئے ان کے بیٹے ان کے قائم مقام اور خلیفہ ہوئے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت صرف حضرت علی کو زیب دیتی ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں اس امر کی بالکل وضاحت فرمادی۔

" انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ "۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۷)

اے علی! تیری مجھ سے نسبت اور تعلق ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

اس بارے میں سبھی متفق ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام جناب موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بلافصل ہونا ضروری ہے ورنہ "انت منی الخ" ارشاد کا مفہوم غلط ہو جائے گا۔

**جواب اوّل**

استدلال مذکور کے جواب میں پہلی بات تو وہی ہے جو ہم اس سے پچھلی آیت کریمہ کے استدلال کے جواب میں کہہ چکے ہیں یعنی اس آیت کی طرح اس آیت میں بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام تک موجود نہیں تو اس صورت میں ان کیلیے

"خلافت بلافصل" کا ثبوت کہاں سے معلوم ہوگا کیونکہ یہ مسئلہ جب اصولِ دین سے ٹھہرا تو اس کیلیے صراحتِ تام اور وضاحتِ وصف لازمی تھی دوسری بات یہ ہے کہ اس آیتِ مبارکہ میں جن حضرات کا ذکر فرمایا گیا وہ سب کے سب نبی اور پیغمبر تھے چاہے ان کا باہمی رشتہ باپ بیٹے کا ہو یا بھائی بھائی ہوں۔ نبی اور پیغمبر تو اللہ رب العزت کے خلیفہ ہیں۔ ہماری گفتگو "اللہ کے خلیفہ" ہونے میں نہیں بلکہ اس کے پیغمبر کی خلافت کس کو ملنی چاہیے، اس میں ہے اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کا "خلیفہ بلافصل" ہونا زیرِ بحث ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول و نبی نہ تھے۔ لہٰذا خلافتِ باری تعالیٰ جو رسل کرام اور انبیاء عظام کو ملی اس کے بارے میں نازل شدہ آیت مبارکہ سے "خلافت بلافصل" جو حضرت علی کو ملی ثابت کرنا چاہتے ہو تو یہ جہالت اور نادانی کے سوا کونسا نام پا سکتی ہے۔

تیسری بات یہ کہ اگر تم صرف رشتہ نسبی کو لے کر خلافت کی دلیل بناتے ہو اور تمہارا کہنا یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اولاد ان کے قائم مقام نبی اور خلافت انہیں ملی۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم مقامی اور خلافت بھی ان کی اولاد کو ہی ملنی چاہیے۔

**جواب دوم** اس کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ جس طرح خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں داخل نہیں۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں۔ لہٰذا اس آیت مبارکہ سے اولاد کی طرف خلافت کے انتقال سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی "خلافت بلافصل" ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت علی اولادِ پیغمبر نہیں۔

اور اگر اس کا مطلب یہ ملحوظ ہو کہ حضرت علی اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں داخل ہیں تو اولادِ ابراہیم علیہ السلام ہونے کے حوالہ سے خلافت انہیں ہی ملنی چاہیے تو اس شک وشبہ کا جواب بالکل آسان ہے

کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اولادِ ابراہیم علیہ السلام ہیں اسی طرح خلفاءِ ثلاثہ بھی تو اولادِ ابراہیم میں سے ہیں کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تینوں خلفاء آٹھویں پشت میں مل جاتے ہیں تو پھر ان خلفاءِ ثلاثہ کے خلیفہ بننے کے استحقاق کو ٹھکرا کر حضرت علی المرتضیٰ کے "خلیفہ بلافصل" بننے کے لیے کیا ترجیح ہوگی۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

چوتھی بات یہ کہ " انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ " حدیث کے الفاظ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی "خلافت بلافصل" کو ثابت کرنا جب کہ نہ حضرت علی کا اسم گرامی اس میں مذکور اور نہ ہی "خلافت بلافصل" کا لفظ موجود۔ محض جہل مرکب نہیں تو اور کیا ہے اور اس سے بڑھ کر جو اس روایت میں خیانت کو اپنایا گیا وہ بھی تمہارا ہی وطیرہ ہے۔ الفاظِ حدیث سیاق و سباق کے ساتھ ذرا ملاحظہ فرمائیں:

البدایہ | قَالَ اَبُوْ دَاؤدُ الطَّيَالِسِىْ فِىْ مُسْنَدِهٖ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَلَّفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَتُخَلِّفُنِىْ فِى النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّىْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى غَيْرَ اَنَّهٗ لَا نَبِىَّ بَعْدِىْ۔

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم ص ۷)

ترجمہ: ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں کہا۔ ہمیں شعبہ نے الحکم سے اور الحکم نے مصعب بن سعد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علی المرتضیٰ کو "غزوہ تبوک" کے وقت گھر پر ہی ٹھہرنے کو کہا تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی یارسول اللہ! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑیں گے (جو بوجہ بچے

اور عورتیں ہونے کے جہاد سے مستثنیٰ ہیں) یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کیا تو یہ پسند نہیں کرتا کہ تیری حیثیت میرے نزدیک ویسی ہی ہو جیسے ہارون کی موسیٰ کے ساتھ تھی (وہ جب انہیں طور پر جاتے وقت اپنی قوم میں نگہبانی اور وعظ و نصیحت کے لیے چھوڑ گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام بحیثیت پیغمبر پیچھے چھوڑے گئے تھے) لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (یعنی نبوت مجھ پر مکمل اور ختم کر دی گئی)

الفاظِ حدیث کو سیاق و سباق کے ساتھ پڑھ لینے کے بعد کوئی بھی ذی ہوش یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال شریف کے بعد حضرت علی کی خلافت بلافصل کا اعلان فرمایا ہے بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ غزوۂ تبوک میں جاتے وقت بچوں اور مستورات کی حفاظت اور ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو گھر میں چھوڑ دیا۔ اگر اس ارشاد اور اندازِ کلام میں "خلافت بلافصل" کا اشارہ ہوتا۔ تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا جواب یہ نہ ہوتا کہ "آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں" اس عرض کا مقصد یہ تھا کہ گھر میں رہنا تو ان افراد کا کام ہے جو جہاد نہ کر سکتے ہوں لیکن جو جہاد کی صلاحیت رکھتے ہیں انہیں میدانِ جہاد میں ہی جانا چاہیے تاکہ اس پر جو درجات و مراتب اللہ کی طرف سے معہود ہیں۔ ان کے حصول کی کوشش کی جائے تو میں بفضلہٖ تعالیٰ امرِ جہاد کی کافی صلاحیت رکھتا ہوں لہٰذا مجھے آپ جہاد میں شرکت کی بجائے گھر میں رہنے کی تلقین فرما رہے ہیں اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا گھبراؤ نہیں اور تمہیں اس امر پر راضی ہو جانا چاہیے کہ تمہارا معاملہ اس سلسلہ میں کچھ ایسا ہی ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر اللہ سے ہمکلامی کے لیے جاتے وقت اپنے گھر بار اور اہل و عیال کی حفاظت کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ جس امر میں دی گئی اُسے آپ سمجھ چکے ہوں گے۔ اگر بعد حضرات اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے اس تشبیہ میں یہ تاویل کریں اور اس سے مراد یہ لیں کہ یہاں "تشبیہ من کل الوجوہ" ہے۔ تو ہم پوچھ سکتے ہیں کہ کیا حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح حضرت علی کو بھی "نبی" مانتے ہو یا نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہو تو گزشتہ اوراق میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا وہ قول یاد کرو جس میں انہوں نے ایسا عقیدہ رکھنے والے پر اللہ کی پھٹکار کہی تھی اور اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ اس تشبیہ میں صرف اس قدر مشابہت ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد "بلافصل خلیفہ" جناب ہارون علیہ السلام تھے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "بلافصل خلیفہ" جناب علی المرتضیٰ ہیں۔ تو ہم عرض کریں گے کہ یہ بھی لغو اور باطل تاویل ہے۔ کیوں کہ حضرت ہارون علیہ السلام تو جناب موسیٰ کلیم اللہ کی حیاتِ مقدسہ میں ہی اس دار فانی سے رحلت فرما گئے تھے۔ لہٰذا ان کا "خلیفۂ موسیٰ" اور وہ بھی "بلافصل" کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔ کیا "خلیفہ" وہی ہوتا ہے جو دنیا سے پہلے رخصت ہو اور جو خلیفہ بنانے والا ہو وہ بقیدِ حیات ہو کچھ عقل کے ناخن لو۔ ایسی بے تکی بات تو بچہ بھی نہیں کرتا۔

اگر اللہ عقل دیتا تو اس موضوع پر اپنی تفسیر "فرات الکوفی" مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف کا ہی مطالعہ کر لیتے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی "خلافت" کس کو ملی؟ اسے صاف صاف الفاظ میں لکھا کہ وہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

"حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں اور میرے والد گرامی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے جب کہ ان کے پاس حضرت کعب بھی موجود تھے جو تورات اور کتبِ انبیاء کے عالم تھے ان سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے کعب! بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کے بعد سب سے بڑا عالم کون تھا؟ تو انہوں نے فرمایا:

**الفرات** كَانَ اَعْلَمَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ بَعْدَ مُوْسٰى (ع) يُوْشَعَ بْنَ نُوْن وَكَانَ وَصِيَّ مُوْسٰى مِنْ بَعْدِهٖ ۔

(تفسیر فرات الکوفی مطبوعہ نجف اشرف صفحہ ۶۵، سورۂ ہود)

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں سب سے بڑے عالم جناب "یوشع بن نون" تھے اور یہی موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے "وصی" تھے۔"

تھوڑا سا آگے چل کر اسی تفسیر میں یوں مرقوم ہے:

"فَاِنَّ مُوْسٰى لَمَّا تَوَفّٰى اَوْصٰى اِلٰى يُوْشَعَ بْنِ نُوْنَ علیہ السلام" یعنی جب موسیٰ علیہ السلام اس دارِ فانی سے رحلت فرمانے لگے تو انہوں نے جناب یوشع بن نون علیہ السلام کو اپنا وصی مقرر فرمایا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اس حدیث پاک سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بعد نہ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا "خلیفہ بلافصل" بنانا مقصود تھا اور نہ ہی اس حدیث پاک سے حضرت علی المرتضیٰ نے وہ مفہوم سمجھا جو شیعہ لوگ ان کے بارے میں قائم کیے ہوئے ہیں کیوں کہ حقیقت یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذریعہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صرف دنیوی امور کے لیے اہل وعیال پر نگران مقرر کرنے کا ذکر فرمایا۔ غزوۂ تبوک میں شمولیت کے بعد دنیوی امور کے لیے ان کی بجائے "حضرت عبداللہ بن مکتوم" رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا اور نماز پنجگانہ کی جماعت انہی کے سپرد ہوئی تھی نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو اہل وعیال کی حفاظت و نگرانی اور وہ بھی صرف چار یوم کے لیے حضرت علی المرتضیٰ کو سپرد کی گئی۔ کہاں چار دن کے لیے اہل وعیال کی نگرانی اور کہاں آپ کے وصال کے بعد "خلافتِ بلافصل" کا ثبوت؟

رہا شیعہ حضرات کا استدلال اس بات سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں دعا فرمائی تو عرض ہے کہ اس دعا سے حضرت علی کی "خلافت بلافصل" کا کیا تعلق ہے۔ اس میں امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل اور مناقب کا بیان ملتا ہے۔ دعا حسنین رضی اللہ عنہما کے لیے ہو اور "خلافت بلافصل" حضرت علی المرتضیٰ کی ثابت ہو۔ کیا صغریٰ، کبریٰ اور کیا بدیہی نتیجہ ہے۔ اگر اس دلیل واستنباط کو ارسطا طالیس اور بوعلی سینا بھی سنتے تو شاگردی قبول کر لیتے۔ ع

برایں عقل و دانش بباید گریست

# حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر شیعہ حضرات کی

# دلیل خامس

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رَاكِعُوْنَ ۔ (پ ۶ - ع ۱۲)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں ہے کہ حاکم تمہارا اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں

(ترجمہ مقبول)

**طریقہ استدلال** اس آیت کریمہ میں خاص کر چار امور ایسے ہیں جن میں مجموعی طور پر اس امر کی نشاندہی ہے کہ اس سے مراد حضرت علی المرتضیٰ ہیں اور وہی "خلافت بلافصل" کے اہل ہیں۔

۱۔ شیعہ اور سنی تمام مفسرین کرام بالاتفاق اس امر کے قائل ہیں کہ یہ آیت کریمہ جناب علی المرتضیٰ کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ نماز کی حالت میں زکوٰۃ ادا کرنے والے

صرف حضرت علی ہی تھے۔ اسی لیے "وھم راکعون" کو زکوٰۃ ادا کرنے کی حالت کے طور پر بیان کیا گیا۔

۲۔ لفظ "انما" علم معانی میں "حصر" کے لیے مستعمل ہوتا ہے جس سے مفہوم میں خصوصیت پیدا ہوتی ہے اور یہاں "ولایت" صرف اور صرف اللہ، اس کے رسول اور وہ مؤمنین جو حالتِ نماز میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں کے لیے ثابت ہے۔

۳۔ معطوف اور معطوف علیہ کا حکم ایک ہی ہوتا ہے۔

۴۔ "وَلِیُّ" کا معنی حاکم اور متصرف بالامور ہے۔

لہٰذا ان چار باتوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ حاکم اور متصرف بالامور صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول اور وہ مؤمنین ہیں جو حالتِ نماز میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام امتِ محمدیہ کے لیے حاکم اور متصرف ہونا کوئی بھی اس کا انکاری نہیں تو ماننا پڑے گا کہ ان دونوں کے سوا تیسرا وہی ہو سکتا ہے جو حالتِ نماز میں زکوٰۃ ادا کرنے والا ہو اور وہ باتفاقِ تمام مفسرین حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے رسول کے بعد "خلافت بلافصل" اسی صفت والے کا حق ہے اور جو اس صفت سے موصوف نہ تھے وہ ولایت و خلافت پر زبردستی قابض رہے۔

**جواب** اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے شیعہ حضرات نے شانِ نزول کے متعلق شیعہ سنی تمام مفسرین کا اتفاق ذکر کیا کہ یہ حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں اتری حالانکہ اس میں تمام مفسرین اہل سنت وجماعت متفق نہیں۔ سردست ہم پانچ تفاسیر کی نشاندہی کرتے ہیں جس میں اس کا شانِ نزول کچھ اور بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ تفسیر ابن جریر جلد چہارم مطبوعہ بیروت ص ۱۸۶ پر اسی آیت کریمہ کے تحت یہ روایت ذکر کی گئی ہے کہ جب "بنی قینقاع" نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائی ہوئی۔ تو

"بنی قینقاع" کے حلیف "بنی خزرج" سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں "بنی قینقاع" کی دوستی اور حلف کو چھوڑتا ہوں۔

**تفسیر ابن جریر** وَقَالَ اَتَوَلَّى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَبْرَأُ مِنْ حِلْفِ الْكُفَّارِ وَوِلَايَتِهِمْ فَفِيْهِ نَزَلَتْ "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ" لِقَوْلِ عُبَادَةَ اَتَوَلَّى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَبَرُّئِهٖ مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ وَوِلَايَتِهِمْ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا کہ میں اللہ، اللہ کے رسول اور مومنین کو دوست رکھتا ہوں اور کفار کی دوستی اور حلف سے دست بردار ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جو انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا سے لے کر فان حزب اللہ ھم الغالبون تک ہے۔

۲۔ روح المعانی جلد ۶ ص ۱۷۶ میں اسی آیت کے تحت ایک اور روایت مذکور ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب "حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ" مشرف باسلام ہوئے۔ اور ان کے ساتھ چند اور بھی لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو ان کی قوم اور رشتہ داروں نے ان کے ساتھ کھانا پینا، لین دین، رشتہ وغیرہ سب امور یکسر ختم کر دیے۔ جب "حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ" کو اس کی خبر ہوئی تو کچھ پریشان ہوئے جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ"

۳۔ روح المعانی کی یہی روایت بعینہٖ "تفسیر مجمع البیان" میں بھی موجود ہے مگر دونوں روایتوں

کی سند میں اختلاف ہے" صاحب روح المعانی" نے " ابن مردویہ" سے روایت فرمائی جب کہ شیعہ حضرات کی معتبر" تفسیر مجمع البیان" میں یوں منقول ہے:

مجمع البیان | قَدْ رَوَاهُ لَنَا السَّیِّدُ اَبُو الْحَمْدِ عَنْ اَبِی الْقَاسِمِ الْحَسْقَانِی بِالْاَسْنَادِ الْمُتَّصِلِ الْمَرْفُوْعِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

(مجمع البیان جلد دوم ص ۲۱۰، جزء ۳)

"صاحب تفسیر مجمع البیان" نے اس آیتِ کریمہ کو "حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ" کے بارے میں متصل سند کے ساتھ نازل ہونا ذکر فرمایا ہے۔"

۴۔ اسی تفسیر" مجمع البیان" میں ایک اور روایت بھی منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

وَقَالَ الْکَلْبِیُّ نَزَلَتْ فِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ السَّلَامِ وَ اَصْحَابِہٖ لَمَّا اَسْلَمُوْا فَقَطَعَتِ الْیَہُوْدُ مُوَالَاتَہُمْ

(مجمع البیان جلد دوم ص ۲۱۰) جزء ۳

ترجمہ: کلبی نے کہا کہ" انما ولیکم اللہ الآخر" آیت کریمہ" حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں" کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب وہ مشرف باسلام ہوئے اور اسلام لانے کے بعد یہودیوں نے ان سے دوستی ختم کر دی تھی

۵۔ صاحب مجمع البیان نے اسی آیتِ کریمہ کے تحت ایک اور روایت بھی ذکر فرمائی:

وَفِیْ حَدِیْثِ اِبْرَاہِیْمَ بْنِ الْحَکَمِ بْنِ زُہَیْرٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ سَلَامٍ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ رَہْطٍ مِنْ قَوْمِہٖ یَشْکُوْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَقُوْا مِنْ قَوْمِہِمْ بَیْنَہُمْ یَشْکُوْنَ اِذْ نَزَلَتْ ہٰذِہِ الْاٰیَۃُ۔

(۔مجمع البیان جلد دوم ص ۲۱۱، جزء ۳)

ترجمہ: ابراہیم بن حکم بن زہیر کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو اپنی قوم سے ملنے والی تکالیف کی شکایت کرنے لگے۔ دوران شکایت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ (انما ولیکم اللہ الخ) نازل فرمائی۔

مذکورہ بالا پانچ حوالہ جات سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اس آیت کے شان نزول میں سب مفسرین متفق نہیں وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما کی اس وقت دلجوئی اور تسکین قلب فرمائی۔ جب وہ اپنی قوم اور کفار کی دوستی اور حلف سے دست بردار ہوتے کے میدان کی تکالیف کا نشانہ بنے تھے اس اختلاف روایات سے یہ بھی واضح ہوا کہ لفظ "ولی" کو اس مقام پر حاکم اور متصرف بالامور کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ یہاں اس ظاہری کمی کو جو کفار و یہود کی دوستی سے متوقع تھی کا ازالہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی، اپنے پیغمبر کی دوستی اور جمیع مؤمنین کی دوستی کا مژدہ سنایا جس سے واضح ہوا کہ لفظ "ولی" اس مقام پر "دوست" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اس مفہوم کے متعین ہونے کے بعد پھر معطوف اور معطوف علیہ کا ایک ہی حکم ہونا تمہیں کہاں مفید؟ اور حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کا ثبوت اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا بطلان کہاں سے ظاہر؟ لفظ "اِنَّمَا" کے حصر کے پیش نظر اور پچھلی تحریر کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مومنین ہی تمہارے دوست اور خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔ دوستی اور خیر خواہی کفار و یہود سے قطعاً ناقابل اعتبار اور یقینی طور پر بے سود ہے۔ لہٰذا تمہیں صرف اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو ہی دوست بنانا اور رکھنا چاہیے۔

علاوہ ازیں "وھم راکعون" کو ماقبل سے حال بنانا بھی محلِ نظر ہے کیوں کہ اگر اسے حال بنایا جائے تو بوجہ مقامِ مدح ہونے کے اس سے یہ معلوم ہوگا کہ حالتِ نماز میں زکوٰۃ ادا کرنا خارج از نماز زکوٰۃ ادا کرنے سے زیادہ بہتر ہے لیکن یہ بات عقلاً و نقلاً درست نہیں۔ نقلاً اس لیے کہ خود شیعہ حضرات کے ہاں حالتِ رکوع میں زکوٰۃ ادا کرنا افضل نہیں اور عقلاً اس کی عدمِ افضلیت کے بارے میں "اصول کافی" کی روایت ملاحظہ ہو۔

**اُصول کافی** كَانَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَ قَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَ هُوَ رَاكِعٌ وَ عَلَيْهِ حُلَّةٌ قِيْمَتُهَا اَلْفُ دِيْنَارٍ وَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَسَاهُ اِيَّاهَا وَ كَانَ النَّجَاشِيُّ اَهْدَاهَا فَجَاءَ سَائِلٌ فَقَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللهِ وَ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ تَصَدَّقْ عَلٰى مِسْكِيْنٍ فَطَرَحَ الْحُلَّةَ اِلَيْهِ وَ اَوْمٰى بِيَدِهٖ اَنِ احْمِلْهَا فَاَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ۔

(اصول کافی کتاب الحجۃ ص ۲۸۹ باب ما نص اللہ و رسولہ علی الائمۃ (طبع جدید)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نمازِ ظہر ادا کر رہے تھے دو رکعتیں پڑھی تھیں رکوع میں تھے اور آپ نے قیمتی شال اوڑھ رکھی تھی جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجاشی نے بطور ہدیہ بھیجی تھی اور آپ نے وہ شال حضرت علی کو عنایت فرما دی تھی۔ اس دوران ایک سائل آیا اور عرض کیا یا ولی اللہ! السلام علیک۔ آپ مومنین کے نہایت غمگسار ہیں مجھ سائل کو کچھ عطا فرمائیے تو آپ نے وہ شال حالتِ نماز میں اس کی طرف پھینکی

فرما دیا کہ اسے اٹھا لو اس پر مذکورہ آیت (انما ولیکم اللہ و رسولہ الخ) نازل ہوئی۔

روایت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہزار دینار (دس ہزار روپیہ یا کم و بیش) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذمہ بشکل ادائے زکوٰۃ ادا کرنا واجب تھا جس کو آپ نے حالتِ رکوع میں ادا فرمایا کیوں کہ قرآن مجید میں لفظ "زکوٰۃ" جب لفظ "صلوٰۃ" کے ساتھ اکٹھا استعمال ہوا وہاں اس سے "زکوٰۃ فرضی" ہی مراد ہے۔ جب زکوٰۃ ایک ہزار دینار بنی تو کل مال اس کا چالیس گنا یعنی چالیس ہزار دینار آپ کی اس وقت ملکیت تھا۔ تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس وقت ایک کثیر مال کے مالک تھے اور یہ بات عقل گوارا نہیں کرتی کیونکہ خود آپ کا اپنی مالی حالت کے بیان کے ضمن میں ایک شعر اس قدر کثرتِ مال کی نفی کرتا ہے

شعر

رضیت قسمۃ الجبار فینا

لنا علم و للجہال مال

ترجمہ: ہمارے لیے اللہ جبار و قہار نے جو قسمت میں لکھ دیا۔ میں اس سے خوش ہوں۔ ہماری قسمت میں علم اور جاہل لوگوں کو مال دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی طرف توجہ دلائی تو اس وقت جو حضرت علی کی مالی کیفیت تھی۔ اُسے "صاحب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ" جناب علی بن عیسیٰ" نے یوں نقل کیا ہے:

کشف الغمہ

قَالَ فَتَغَرْغَرَتْ عَيْنَا عَلِيٍّ عليه السلام بِالدُّمُوْعِ وَ قَالَ يَآ اَبَا بَكْرٍ لَقَدْ هَيَّجْتَ مِنِّىْ سَاكِنًا وَاَيْقَظْتَنِىْ لِاَمْرٍ كُنْتُ عَنْهُ غَافِلًا وَ اللهِ اِنَّ فَاطِمَةَ لَمَوْضَعُ رَغْبَةٍ وَ مَا مِثْلِىْ قَعَدَ عَنْ مِثْلِهَا غَيْرَ اَنَّهٗ يَمْنَعُنِىْ مِنْ ذَالِكَ قِلَّةُ ذَاتِ الْيَدِ۔ فَقَالَ

اَبُوْبَکْرٍ لَا تَقُلْ ھٰذَا یَا اَبَا الْحَسَنِ فَاِنَّ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْھَا عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ عِنْدَ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَھَبَاءٍ مَنْثُوْرٍ۔

۱۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۳۵۴ باب تزویجہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

۲۔ بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۳۹ طبع قدیم

۳۔ جلاء العیون جلد ۱ ص ۱۷۰ طبع ایران جدید

ترجمہ: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھیں اشک آور ہوگئیں اور کہا اے ابوبکر! تو نے مجھے میری خاموشی سے جگا دیا اور جس امر سے میں غافل تھا اس پہ آمادہ کیا اور خدا کی قسم! "فاطمہ" میری تمنا ہے اور ایسی باکمال عورت سے شادی نہ کرنے میں صرف میری مالی حالت رکاوٹ ہے کیوں کہ میں تنگدست ہوں۔ یہ سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوالحسن! یوں نہ کہیے کیوں کہ دنیا اور اس کی متاع اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک پرکاہ کے مساوی بھی نہیں۔

یعنی تنگدستی کی بنا پر اگر آپ کو یہ خیال آئے کہ حق مہر اور نان نفقہ کے اخراجات کہاں سے پورے ہوں گے تو دل جمع رکھیں۔ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وکرم سے یہ ذمہ داری اٹھالیں گے۔ اسی صفحہ ۳۵۴ پر چند سطور پہلے تحریر ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ چلو حضرت علی المرتضیٰ سے سیدہ فاطمہ کی شادی کے بارے میں عرض کریں کہ یہ معاملہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر کریں۔

کشف الغمہ: فَاِنْ مَنَعَہٗ قِلَّۃُ ذَاتِ الْیَدِ وَاسَیْنَاہُ وَ اَسْعَفْنَاہُ فَقَالَ لَہٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ وَفَّقَ اللّٰہُ یَا اَبَا بَکْرٍ فَمَا زِلْتَ

مُوَفَّقًا۔

ترجمہ: اگر سیدہ فاطمہ سے شادی کے معاملہ میں تنگدستی اور جہیز نہ ہونے کی شکایت کریں تو ہم ان کی اس میں ضرور مدد کریں گے۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ انہی جیسے کاموں کی توفیق دے رکھی ہے۔

"کشف الغمہ" کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حالتِ رکوع میں ایک ہزار دینار کی مثال بطورِ زکوٰۃ دینا ایک موضوع اور من گھڑت روایت ہے کیوں کہ آپ کی مالی حالت اس قدر کب مستحکم تھی کہ آپ پر ایک ہزار دینار بطور زکوٰۃ واجب الادا ہوتے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

## خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ پر قرآن مجید اور کتبِ شیعہ سے دلائل

### آیت استخلاف اپنی شرائط کیساتھ خلفائے ثلاثہ کی خلافتِ حقہ پر واضح دلیل ہے

**دلیل اوّل**

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْــٴًـا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (پ۱۸۔ ع۱۳)

ترجمہ، تم میں سے مومنین اور اعمالِ صالحہ کرنیوالوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ وعدہ فرمایا کہ وہ انہیں لازمی طور پر زمین میں جانشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان کے پیشروؤں کو جانشینی عطا فرمائی تھی اور اس نے جو ان کے لیے دین پسند فرمایا۔ اسے ضرور مضبوط اور پائیدار کرے گا اور ان کے خوف کو یقیناً امن میں تبدیل کرے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری اور کفرانِ نعمت کریں گے سو وہی نافرمان ہیں۔

ترجمہ مقبول :

ان سب لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے۔ اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو اس زمین میں جانشین بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو جانشین بنایا تھا اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے۔ ان کی خاطر سے پائیدار کرے گا اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اس وقت وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس نافرمان وہی ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل امور صراحۃً ذکر فرمائے ہیں،

۱۔ "وعد اللہ الذین امنوا منکم" سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ ان حضرات۔ سے فرمایا ہے جو بوقتِ نزولِ آیت مشرف بایمان ہو چکے تھے۔

۲۔ "وعملوا الصّٰلحٰت" سے ثابت ہوا کہ نزولِ آیت کے وقت جو "اعمالِ صالحہ" والے تھے وہی خلیفہ بنائے جائیں گے۔

۳ - "لیستخلفنهم فی الارض" کے تاکیدی الفاظ سے معلوم و ثابت ہوا کہ جن کو خلافت عطا کی جانے والی ہے وہ اللہ کی تقدیر میں مقدر ہو چکے ہیں اور ان کی خلافت کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے لہذا وہ ضرور خلیفہ بنیں گے۔

۴ - "کما استخلف الذین من قبلهم" سے ثابت ہوا کہ ان کی خلافت "علی منہاج النبوت" ہوگی۔ یعنی جس طرح انبیاء سابقین میں خلیفہ برحق تھے اسی طرح ان کی خلافت بھی "خلافت حقہ" ہوگی۔

۵ - "ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم" سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ حسب وعدہ ان کے زمانے میں ان کے پسندیدہ دین کو ان کے لیے مضبوط کر دے گا۔

۶ - "ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا" سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں خوف کو امن سے بدل دے گا

۷ - "یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا" سے ثابت ہوا کہ خلفاء صفاتِ مذکورہ کے حامل ہونے کے بعد کبھی بھی شرک کی طرف مائل نہیں ہوں گے یعنی مرتد نہ ہوں گے

۸ - آیت مذکورہ میں "کم اور ھم" سب جگہ جمع مذکر کی ضمائر ہیں اور جمع کے لیے کم از کم تین افراد ہونے ضروری ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مخاطبین میں سے کم از کم تین کو ضرور خلافت عطا کرے گا۔

۹ - "ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون" سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں پر جس قدر انعامات کا ذکر فرمایا۔ ان انعامات کے مستحق ہو جانے کے بعد یعنی مذکورہ صفات سے موصوف خلفاء کے مسندِ خلافت پر فائز ہو جانے کے بعد جو بھی ان کی خلافت کا انکار کرے گا۔ وہ فاسق و فاجر ہوگا۔

**نوٹ:** میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ "آیتِ استخلاف" کے مصداق خلفاء راشدین

ہی ہیں کیوں کہ جو اوصاف اور امور اس میں بطور نقل بیان ہوئے۔ وہ کسی دوسرے پر صادق آ ہی نہیں سکتے۔ اور اگر کوئی اس بات کو تسلیم نہیں کرتا تو میرا اس سے سوال ہے کہ بتا دان حضرات کے علاوہ دوسری اور کونسی شخصیت ہے جو ان امور منصوصہ کی حامل ہو اور وہ بھی بوقت نزول آیت استخلاف موجود مخاطبین میں سے اور کم از کم تین بھی ہوں جنہیں "تمکین فی الارض" بھی حاصل ہوئی ہو اور ان کے زمانے میں خوف و خطر کو امن و سکون سے تبدیل کر دیا ہو اور ان کے دین کا بول بالا بھی ہوا ہو؟

اس لیے اس آیت کا مصداق خلفائے راشدین ہی بنتے ہیں۔ بصورت دیگر اللہ تعالیٰ کے وعدے کی سچائی کا مصداق کون ہوگا؟

## کتب شیعہ سے آیتِ استخلاف کی وضاحت پر حوالہ جات

**تنبیہ** آیتِ استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے مومنین مخاطبین سے جو خلافت کا وعدہ فرمایا ہے اسے تھوڑے ہی عرصہ میں پورا فرما دیا۔ کیوں کہ "لا یخلف المیعاد" اس کی شان ہے یعنی وہ اللہ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا۔ یاد رہے کہ وعدہ کی مخالفت کے تین ہی وجوہ ہو سکتے ہیں:

۱: وعدہ کرنے والا وعدہ کو بھول جائے۔ اللہ تعالیٰ سے اس قسم کی وعدہ کی مخالفت محال ہے "لا یضل ربی ولا ینسیٰ" میرا رب نہ بھٹکتا ہے نہ ہی بھولتا اس کی شایانِ شان ہے۔

۲: وعدہ کرنے والے نے جس سے وعدہ کیا گیا ہے اس سے سچی بات نہ کہی ہو بلکہ ٹالنے کے لیے صرف زبانی ہی بات کر دی ہو۔ یہ بھی اس اللہ کے لیے باطل ہے۔ فرماتا ہے "ومن اصدق من اللہ قیلا" اللہ ہی سب سے زیادہ سچا ہے۔

۳ : وعدہ کرنے والا وعدہ پورا کرنے کی قدرت نہ رکھے۔ یہ بھی باطل ہے کیوں کہ "ان اللہ علی کل شیء قدیر" اس کی شان ہے۔ یعنی وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

توجب وعدہ کی مخالفت کی تمام صورتیں اس کے لیے باطل ٹھہریں تو پھر اس کی ضد پر (یعنی وہ وعدہ کا ایفا کرنے والا ہے۔) ایمان لانا لازم ہوا۔ جب اللہ نے یہ وعدہ فرمایا تو خلفائے راشدین جو ان تمام صفات مذکورہ کے متصف تھے۔ اپنے وعدے کے مطابق انہیں خلافت عطا فرما کر اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق سمجھتے ہوئے قرآن مجید کی پیشین گوئی کو ان کے حق میں ثابت کرنا :

**حوالہ نمبر ۱**

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَام لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَ قَدِ اسْتَشَارَهُ فِيْ غَزْوِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهٖ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا خِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَّ لَا قِلَّةٍ وَهُوَ دِيْنُ اللّٰهِ الَّذِيْ اَظْهَرَهُ وَجُنْدُهُ الَّذِيْ اَعَدَّهُ وَ اَمَدَّهُ حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَ طَلَعَ حَيْثُمَا طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُوْدٍ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدِهٖ وَنَاصِرُ جُنْدِهٖ وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْاَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهُ وَ يَضُمُّهُ فَاِذَا انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَ ذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيْرِهٖ اَبَدًا۔ وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَ اِنْ كَانُوْا قَلِيْلًا فَهُمْ كَثِيْرُوْنَ بِالْاِسْلَامِ عَزِيْزُوْنَ بِالْاِجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَ اسْتَدِرِ الرَّحَا بِالْعَرَبِ وَ اَصْلِهِمْ دُوْنَكَ

نَارُ الْحَرْبِ فَاِنَّكَ اِنْ شَخَصْتَ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ اَطْرَافِهَا وَ اَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ مَا تَدَعُ وَرَائَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ اَهَمَّ اِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ ۔

(نہج البلاغۃ خطبہ ۱۴۶، ص ۲۰۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: جب خلیفہ ثانی نے عجمی سپاہ کے مقابلہ میں بنفسِ خود جانا چاہا اور اس امر میں حضرت سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر منحصر نہیں۔ یہ اسلام اس خدا کا دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے اور سپاہِ اسلام اس خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ مدد اور اعانت کی۔ اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچایا۔ ان کا آفتاب وہاں طالع ہو گیا جہاں ہونا لازم تھا۔ ہم لوگ اس وعدۂ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ ثابت ہیں جو اس نے غلبۂ اسلام کے بارے میں فرمایا۔ بے شک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ دینِ اسلام کے بزرگ اور صاحبِ اختیار کا مرتبہ رشتۂ مروارید کی مانند ہے جو موتی کے دانوں کو ایک جگہ جمع کر کے باہم پیوست کر دیتا ہے اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے۔ تو تمام دانے متفرق ہو کر اِدھر اُدھر بکھر جائیں گے پھر اجتماعِ کامل نصیب نہ ہوگا۔ آج کے روز اہل عرب اگرچہ قلیل ہیں لیکن اسلام کی شوکت انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہوں گے۔ اب تو ان کے لیے قطب آسیا بن جا اور آسیائے جنگ کو گروہ عرب کے ساتھ گردش دے اور اپنے سوا کسی دوسرے شخص کو ماتحت بنا کر انہیں لڑائی کی آنچ سے گرم کر کیوں کہ اگر تو مدینہ سے باہر

چلا گیا تو عرب کے تمام قبیلے اطراف و اکناف سے ٹوٹ پڑیں گے اس وقت پیچھے رہ جانے والی عورات سپاہ کی حفاظت تجھ پر اس شے سے مقدم ہو جائے گی جو تیرے سامنے (جنگ فارس) موجود ہے۔

(ترجمہ نیرنگ وضاحت مصنفہ ذاکر حسین شیعی۔ ص ۲۰۰ تا ۲۰۱)

مذکورہ خطبہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوگئے:

۱: حضرت علی کرم اللہ وجہہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خاص مشیر اور قابل اعتماد شخص تھے۔ اسی لیے اس خطبہ کی شرح میں "ابن میثم" نے اپنی مشہور "شرح نہج البلاغۃ جلد سوم ص ۱۹۵" پر یوں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دوسرے صحابہ کرام نے بھی اچھے اچھے مشورے دیئے یہاں تک کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا مشورہ پیش کیا مگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسی پر عمل نہ کیا بلکہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر ہی اعتماد کرتے ہوئے "سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ" کو مسلمانوں کا امیر بنا کر "جنگ فارس" کے لیے روانہ کیا۔

۲- حضرت علی کرم اللہ وجہہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو "لشکر اسلام" سمجھتے تھے اور ان کے دین کو اللہ کا دین سمجھتے تھے۔ اس لیے آپ نے اس خطبے میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تین القاب سے نوازا ہے۔ ۱، قیّم ، ۲، نظام ، ۳، قطب لغت عربی کی مشہور کتاب "القاموس جلد سوم ص ۹۲" پر قیّم الامر" کا معنی یہ لکھا ہے

المصلح له و القرآن و النبی و الخلیفة"

گویا کہ آپ نے فرمایا کہ اے خلیفۂ وقت! تم بمنزلہ نظام کے ہو یعنی ایسی لڑی ہو جس میں موتی پروئے جاتے ہیں اور اس وقت بقیہ تمام مسلمان اس لڑی کے موتی ہیں جس کی وجہ سے وہ منتشر نہیں تو یہ الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ برحق سمجھتے تھے اور تمام مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ جانتے تھے

بھی سمجھتے تھے اسی لیے انہیں لشکر اسلام کی چکی کے قطب (کیلی) بننے کو کہا۔
تو اب حیرت کی بات ہے کہ جس شخص کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اللہ کے لشکر کا قطب (کیلی) کہیں وہ لشکر تو اسلام کا لشکر ہو مگر اس کا قطب اور محور (کیلی) معاذ اللہ کافر اور منافق ہو۔

شیعو! خدارا انصاف کرو۔ الیس منکم رجل رشید ؟

۳ : حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ فاروق اعظم ایسے خلیفہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ گویا "موعود من اللہ" سمجھتے تھے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا "و نحن علی موعود من اللہ و اللہ منجز وعدہ و ناصر جندہ" ہم اللہ تعالیٰ کے سچے وعدہ پر یقین رکھتے ہیں فلھذا اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ سچا کرے گا اور اپنے لشکر کی مدد کرے گا۔

اب قابل وضاحت یہ بات ہے کہ "موعود من اللہ" سے یہاں انہوں نے کیا مراد لی۔ آئیے اس کی وضاحت آپ کے ایک مجتہد سے سنیے۔ ابن میثم البحرانی" لکھتا ہے :

شرح ابن میثم

ثُمَّ وَعَدَنَا بِموعُودٍ وَ هُوَ النَّصْرُ وَ الْغَلَبَةُ وَ الْإِسْتِخْلَافُ فِي الْأَرْضِ كَمَا قَالَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الاٰية وَ كُلُّ وَعْدٍ مِنَ اللّٰهِ فَهُوَ مُنْجَزٌ لِعَدَمِ الْخُلْفِ فِي خَبَرِهِ۔

۱ - شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد سوم ص ۱۹۶، طبع جدید

۲۔ ترجمہ و شرح نہج البلاغۃ فیض الاسلام مطبوعہ تہران طبع جدید صـ ۴۴۵

ترجمہ: پھر اس نے ہم سے اپنی تقدیر میں مقدر وعدہ کا اعلان فرمایا اور وہ مدد اور غلبہ اور زمین میں خلیفہ بنانا ہے جیسا کہ اس نے اپنے کلام پاک میں فرمایا "وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور اچھے عمل کیے البتہ ان کو ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا زمین میں جیسے اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا الخ اور اللہ کا وعدہ بہر صورت پورا ہونے والا ہے کیوں کہ اس کی خبر جھوٹی نہیں ہو سکتی۔

ابن میثم البحرانی شیعی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد فرمودہ خطبہ میں "موعود من اللہ" سے مراد "آیتِ استخلاف" ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب فاروقِ اعظم کے بارے میں یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اس زمین میں خلافت عطا فرمانی ہے اور خلیفہ کی مدد کرنی اور ان کے دین کو غلبہ دینا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرنے کا وعدہ فرمایا وہ یقیناً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی لیے حضرت علی نے فاروقِ اعظم کے لشکر کو اللہ کا لشکر فرمایا اور تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لشکر کی مدد فرمائیگا کیوں کہ اس کا یہ وعدہ ہے

**حوالہ نمبر۲** لیستخلفنھم فی الارض" کی تفسیر میں "صاحب مجمع البیان" یوں لکھتا ہے:

والمعنی لیُورِثَنَّھُمْ ارضَ الْکُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ وَ الْعَجَمِ فَیَجْعَلُھُمْ سُکَّانَھَا وَ مُلُوْکَھَا۔

(مجمع البیان جلد چہارم جزء ہفتم ص ۱۵۲)

"یستخلفنھم فی الارض" کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرب وعجم کے کفار کی زمین کا انہیں وارث بنا لے گا۔ وہ مسلمان وہاں سکونت پذیر ہوں گے اور بادشاہ بنیں گے۔

اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ تمام ممالک فتح ہوئے اور آپ بموجب وعدۂ الٰہی عرب و عجم کی سرزمین اور اس کے باسیوں کے بادشاہ بنے۔

**حوالہ نمبر ۳** "لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" کے تحت "ملا فتح اللہ کاشانی شیعی" یوں رقمطراز ہے۔

و دراندک وقتی حق تعالیٰ بوعدہ مومنان وفا نمودہ جزائر عرب و دیارِ کسریٰ و بلادِ روم بایشاں ارزانی داشت۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم ص ۲۱۲)

ترجمہ: قلیل مدت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو مسلمانوں کے حق میں پورا فرمادیا عرب کے جزیرے اور کسریٰ کے شہر اور روم کے علاقے انہیں عطا فرما دیے۔

نوٹ: "ملا فتح اللہ کاشانی" کے مطابق اللہ کا وعدہ پورا ہوچکا ہے لہٰذا اس آیت کی اب یہ تاویل کرنا کہ اس وعدہ کی ایفاء حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوگی بالکل باطل اور لغو ہے۔

قیصر و کسریٰ کے شہروں کا مسلمانوں کے زیرِ تسلط آنا۔ اسے شیعہ سنی سب متفقہ طور پر مانتے ہیں کہ ان فتوحات کا سہرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سر ہے اور آپ کے دورِ خلافت میں ہی یہ فتوحات ہوئیں۔ لہٰذا مذکورہ حوالہ "منہج الصادقین" کے مطابق خلفاء راشدین ہی آیتِ استخلاف کے مصداق بنتے ہیں۔ اس کے باوجود بعض بداندیش ان فتوحات کو غلبۂ اسلام نہیں سمجھتے بلکہ مرتدین کی حکومت گردانتے ہیں۔ (معاذ اللہ) لیکن ان کی یہ بات خلافِ قرآن اور خلافِ حدیث ہے یہاں تک کہ شیعہ لوگوں کی بعض کتب بھی اس کی تردید کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو حوالہ ۴۔ ۵۔

**حوالہ نمبر ۴** شیعہ حضرات کی معتبر کتاب "حملہ حیدری" میں ان حقائق کو منظوم بیان کیا گیا ہے۔

بنام خدائے جہاں آفریں — بزد تیشہ را سیّد المرسلین
کہ یک گوشہ سنگ درہم شکست — درآں وقت برقی ازاں سنگ جست
بفرمود تکبیر بار دویم — بزد پس براں سنگ ضربت سیم
درایں بار ہم جست برقی چناں — نبی شد بتکبیر رطب اللساں
شد ایں بارہ آں سنگ زیر و زبر — نماند احتیاجش بضرب دگر
درآندم بدو گفت سلماں چنیں — کہ اے خاک راہت سپہر بریں
ندیدم ہرگز کہ گردد پدید — بدیں گونہ برقی ز سنگ حدید
چہ بود ایں وچہ بود تعبیر آں — بتکبیر چوں برکشادی زباں
بپاسخ چنیں گفت خیر البشر — کہ چوں ست برق نخست از حجر
نمودند ایوانِ کسرٰی بمن! — دویم قیصر روم وسیم ازیمن
سبب را چنیں گفت روح الامین — کہ بعد از من اعوان و انصارِ دین
برآں مملکت ہا مسلط شوند — بآئینِ من اہلِ ملت شوند
بدیں مژدہ شکر و لطف خدا — بہر بار تکبیر کردم ادا
شنیدند ایں مژدہ چوں مومناں — کشیدند تکبیر شادی کناں

(حملہ حیدری مصنفہ مرزا محمد رفیع مشہدی شیعی مطبوعہ تہران
تذکرہ فرستادن ابوسفیان حی ابن اخطب صفحہ ۹۰)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لے کر اس پتھر پر تیشہ مارا تو اس وقت اس پتھر کا ایک حصہ ٹوٹا اور اس سے چمک نمودار ہوئی۔ دوسری مرتبہ تکبیر کہتے ہوئے آپ نے پھر اس پر تیشہ مارا تو اس سے پھر روشنی نکلی اور وہ پتھر مزید

ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ تیسری مرتبہ آپ نے تکبیر کہتے ہوئے جب اس پر ضرب لگائی تو وہ ریزہ ریزہ ہوگیا اور پہلے کی طرح روشنی بھی نمودار ہوئی۔ اس وقت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی کہ اے ہمارے آقا! آسمان آپ کی راہ خاک ہے۔ میں نے کبھی سخت پتھر سے اس قسم کی چمک اور روشنی نمودار ہوتے نہیں دیکھی۔ یہ سب کچھ کیا تھا اور آپ کا ہر مرتبہ تکبیر کہتے ہوئے ضرب لگانا یہ معاملہ کچھ ہمیں سمجھائیں۔ چند لمحوں بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ پتھر سے چمک اور روشنی نکلی تو مجھے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے کسریٰ کے محلات دکھائے اور جب دوسری اور تیسری مرتبہ ضرب سے روشنی نمودار ہوئی تو روم ویمن کے محلات دکھلائی دیے۔ اس دکھانے کی حکمت جبریل امین نے یہ بتائی کہ آپ کے غلام آپ کے بعد ان ممالک کے فاتح بن کر ان کے حکمران ہوں گے اور آپ کے دین وشریعت سے سب مل کر ایک ملت بن جائیں گے۔ اس خوشخبری اور مہربانی پر میں نے شکر ادا کرتے ہوئے تکبیر کہی۔ جب آپ کی زبان اقدس سے مسلمان صحابہ نے یہ خوشخبری سنی تو مارے خوشی کے سب نے اللہ کی تکبیر بلند کی

**حوالہ نمبر ۵**

پس کلنگ را گرفت وضربتی بر آں سنگ زد کہ از آں برق ساطع شد۔ ودر آں برق قصرہائے شام را دیدم پس بار دیگر کلنگ را زد وبرقی ساطع شد کہ قصرہائے مدائن را دیدیم۔ پس بار دیگر کلنگ را زد۔ وبرقی لامع شد کہ قصرہائے یمن را دیدیم۔ پس فرمود کہ ایں مواضع را کہ برق بر آنہا تابید شما فتح خواہید کرد مسلمان از استماع ایں بشارات شاد شدند و خدا را حمد کردند ومنافقاں گفتند کہ وعدہ ملک قیصر وکسریٰ می دہد واز ترس بر دور خود خندق میکند۔ پس حق تعالیٰ آیۃ "قل اللّٰھم مالک الملک الخ"

برائے تکذیب و تادیب منافقاں فرستاد، و ابن بابویہ روایت کردہ است کہ چوں کلنگ اوّل را زد سنگ لا شکست و فرمود کہ اللہ اکبر کلید ہائے شام را خدا بمن داد و بخدا سوگند کہ قصر ہائے سرخ آنرا می بینم۔ پس کلنگ دیگر زد۔ و ثلث دیگر شکست و گفت اللہ اکبر خدا کلید ہائے ملک فارس را بمن داد و بخدا سوگند کہ الحال قصر سفید مدائن را می بینم و چوں کلنگ سوم را زد باقی سنگ جدا شد۔ گفت اللہ اکبر کلید ہائے یمن را بمن دادند و بخدا سوگند کہ دروازہ ہائے صنعا را می بینم۔

(حیاۃ القلوب جلد دوم صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ نولکشور باب سی و پنجم در بیان جنگ خندق)

ترجمہ: پس آپ نے ہتھوڑا پکڑا اور اس سے ایک ضرب اس پتھر پر ماری اس پتھر سے چمک نکلی اور اس چمک میں میں نے شام کے محلات دیکھے۔ پھر دوسری مرتبہ ہتھوڑا مارا اس وقت جو چمک پیدا ہوئی تو اس میں مدائن کے محلات میں نے دیکھے۔ تیسری مرتبہ جب ہتھوڑا مارا تو اس میں محلات یمن میں نے دیکھے۔ پھر فرمایا کہ ان تین مرتبہ چمکنے میں جو مقامات و محلات مجھے دکھائے گئے تم انہیں ضرور فتح کرو گے اس خوشخبری سے تمام مسلمان بے حد خوش تھے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی ادھر منافقوں نے کہا عجیب خوشخبری ہے۔ ایک طرف روم و ایران کے مفتوح ہونے کی بشارت اور دوسری طرف اپنے گھروں کے پاس کفار کے ڈر سے خندق کھودی تو منافقین کے اس خیال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے "قل اللھم مالک الملک الخ" آیت نازل فرمائی اور اس آیت کے نزول کے ذریعہ منافقین کی گوشمالی بھی کی گئی اور ان کو جھٹلایا بھی گیا۔

"ابن بابویہ" کی روایت میں یہی واقعہ اسی طرح آیا ہے کہ جب آپ نے پہلی مرتبہ ہتھوڑا مارا تو تھوڑا سا پتھر ٹوٹا اور آپ نے اللہ اکبر فرماتے ہوئے فرمایا اللہ کی قسم! خداوند قدوس نے شام کی کنجیاں مجھے عنایت فرما دیں۔ میں اس کے سُرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں دوسری مرتبہ ہتھوڑا مارا جس سے اس پتھر کا دو تہائی حصہ ٹوٹ گیا اور آپ نے فرمایا "اللہ اکبر" خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایران کی کنجیاں عنایت فرمائیں اور میں "مدائن" کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں۔ تیسری مرتبہ ہتھوڑا چلاتے ہوئے اللہ اکبر کہا اور پتھر مکمل طور پر ٹوٹ گیا اور فرمایا اللہ کی قسم! یمن کی کنجیاں مجھے دے دیں اور "صنعا" کے دروازے میں دیکھ رہا ہوں۔

"حملہ حیدری" کی مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل امور صراحۃً ثابت ہوئے:

۱۔ ہتھوڑا کی ضرب سے پتھر سے روشنی نکلنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روم و شام اور یمن کے محلات دیکھنا آپ کا معجزہ تھا جو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں پورا ہوا۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غیب کی خبر دینا جس طرح آپ کے نبی برحق ہونے کی دلیل ہے اسی طرح "آیتِ استخلاف" کی تفسیر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ" کی بھی دلیل ہے۔

**مجمع البیان**

وَفِي الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى صِحَّةِ نُبُوَّةِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جِهَةِ الْاِخْبَارِ عَنْ غَيْبٍ لَا يُعْلَمُ اِلَّا بِوَحْيٍ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

(تفسیر مجمع البیان جزء ۷، جلد ۴ صفحہ ۱۵۲)

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحتِ نبوت کی دلیل ہے کیوں کہ آپ نے غیب کی خبریں دیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتیں۔

۳ ، "بعد از من اعوان و انصار دین الخ" ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت ... ق اعظم اور آپ کے لشکر کو دین اسلام کا مددگار اور معاون فرمایا ہے ۔

۴ : "سبب را چنیں گفت روح الامین" کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ جبریل امین اللہ کی طرف سے وحی لے کر آئے اور آپ کو پیغامِ خداوندی پہنچایا جس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ نے باواز بلند تین مرتبہ اللہ اکبر کہا جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیتِ استخلاف میں آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کے متعلق جو وعدہ فرمایا تھا اس کو پورا کر دینے کی خوشی میں آپ نے تکبیر کہی تھی جس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ فتوحاتِ فاروقی کو آپ من جانب اللہ سمجھتے تھے ۔

آج اگر کوئی اس سے خوش ہو یا ناراض اس سے فاروقِ اعظم کی شان میں کیا فرق پڑ سکتا ہے اور اس سے آپ کے کارناموں کو کب بدلا جا سکتا ہے ۔ ہنڈیا اگر جوش مارے تو اس سے اس کے اپنے ہی کنارے جلتے ہیں ۔

حیات القلوب کی مذکورہ عبارت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں ۔

۱ ۔ بذریعہ وحی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے صحابہ کرام کو جو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی فتوحات کی خوشخبری سنائی گئی تو اس پر سب نے "اللہ اکبر" کہا لیکن منافقین نے اسے مذاق سمجھا اور اس کا اظہار بھی کیا جس پر ان کی تکذیب اور سرزنش کرنے کے لیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلی ہوئی خوش خبری کو صادق وثابت فرمانے کے لیے "قل اللھم مالک الملک" آیتِ کریمہ نازل فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ فاروقِ اعظم کی خلافت اور عظمت وعزت "من جانب اللہ" ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ جنہوں نے کبھی حق کو نہ چھوڑا فاروقِ اعظم کے مشیر اور معتمد خاص تھے ۔

۲: کلیدہائے شام (روم، یمن) بمن داد،، ان الفاظ میں روم، شام اور یمن کے محلات کی کنجیاں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ملیں لیکن ان ممالک کو نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس فتح فرمایا اور نہ ہی ظاہری طور پر ان کی کنجیاں آپ کو ملیں۔ لہذا اس "غیب کی خبر" کا مفہوم واضح ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فتوحات کو آپ نے اپنی فتوحات فرمایا اور ان کے ہاتھوں میں کنجیاں آنا، اپنے ہاتھوں میں آنا شمار فرمایا۔ لیکن اس صاف صاف مفہوم کے بعد بھی کوئی بد باطن یہ کہے (معاذ اللہ) کہ فاروق اعظم کی خلافت مرتدوں کی خلافت تھی تو میں پوچھ سکتا ہوں کہ کیا ایسا شخص ان منافقین کے گروہ میں شامل نہیں؟ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پر یقین نہ آیا اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو مرتدوں کے ہاتھ قرار دینے والا جہنمی اور لعنتی نہیں؟

**حوالہ نمبر ۲**

فَقَالَ سَلْمَانُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللهِ مَا هٰذَا الَّذِیْ اَرٰی فَقَالَ اَمَّا الْاُوْلٰی فَاِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فَتَحَ عَلَیَّ بِهَا الْیَمَنَ وَ اَمَّا الثَّانِیَةُ فَاِنَّ اللهَ فَتَحَ عَلَیَّ بِهَا الشَّامَ وَ الْمَغْرِبَ وَ اَمَّا الثَّالِثَةُ فَاِنَّ اللهَ فَتَحَ عَلَیَّ بِهَا الْمَشْرِقَ فَاسْتَبْشَرَ الْمُسْلِمُوْنَ بِذٰلِكَ وَ قَالُوْا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَوْعِدٌ صَادِقٌ قَالَ وَ طَلَعَتِ الْاَحْزَابُ فَقَالَ الْمُؤْمِنُوْنَ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللهُ وَ رَسُوْلُهٗ۔

۱۔ تفسیر مجمع البیان جلد ۴ جزء ۸ ص ۳۴۱

۲۔ حیات القلوب جلد ۲ مطبوعہ نولکشور باب سی و پنجم در بیان جنگ خندق ص ۱۱۷)

ترجمہ: پتھر سے ہر ضرب پر روشنی نکلتے دیکھ کر اور اللہ اکبر کہتے سن کر حضرت سلمان

فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ قربان! یہ سب کچھ کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا پہلی مرتبہ اللہ عزوجل نے مجھے فتح یمن کی خبر دی۔ دوسری مرتبہ شام اور مغرب کو زیرِ نگین کیا اور تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مشرق کو مفتوح کر دیا اس پر تمام مسلمان بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا "الحمد للہ" اللہ کا یہ وعدہ بالکل سچا ہے۔ راوی فرماتے ہیں پھر جب مسلمانوں کے گروہ ان مقامات میں داخل ہو گئے تو سب نے پھر کہا یہ وہ وعدہ پورا ہوا جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا۔

**نوٹ:** "فروع کافی کتاب الروضہ ص ۲۱۶ مطبوعہ تہران" اسی واقعۂ خندق والی حدیث کے حاشیے پر "علی اکبر غفاری شیعی" یوں تحریر کرتا ہے۔ "چٹان والی حدیث، حدیثِ متواترات، میں سے ہے اور اسے خاص و عام علماء نے مختلف اسناد سے ذکر کیا اور "براء بن عازب" کی روایت سے "شیخ صدوق" نے بھی اس واقعہ کو ذکر کیا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ "خلفائے راشدین" کی خلافت حقہ قرآن مجید اور حدیثِ متواتر سے ثابت ہے کیوں کہ اس حدیث چٹان میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیَّ "یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فتح عطا کی اور ان فتوحات کو حضرت علی المرتضیٰ نے "آیتِ استخلاف" کا مصداق بنایا ہے جیسا کہ "شرح نہج البلاغہ" کے حوالہ سے ثابت ہو چکا ہے تو ان مقدمات سے نتیجہ یہ نکلا کہ خلفائے راشدین کی خلافتِ حق ہے اور قرآن مجید و کتبِ شیعہ سے ثابت ہے۔

**حوالہ نمبر ۷**

"وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ الآیۃ"

کی تفسیر میں "صاحب تفسیر صافی" یوں رقمطراز ہے:

"لَيَجْعَلَنَّهُمْ خُلَفَاءَ بَعْدَ نَبِيِّكُمْ"

(تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران ص ،،، اطبع جدید)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یقیناً ان صحابہ کرام کو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد خلیفہ بنائے گا۔

بعض اہل تشیع یہاں چند ایسے احتمالات بیان کرتے ہیں جن کا تفسیر صافی میں صاف صاف رد موجود ہے ان کا ایک احتمال یہ ہے کہ آیت استخلاف (لیستخلفنھم) سے مراد صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ دوسرا احتمال یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کا مصداق امام مہدی رضی اللہ عنہ ہیں۔ "تفسیر صافی" میں ان کا رد "لیجعلنھم خلفاء" کے الفاظ میں لفظ "خلفاء" کو جمع لانے سے صاف عیاں ہے کیونکہ "خلفاء" خلیفہ کی جمع اور جمع سے کم از کم تین افراد مراد ہوتے ہیں۔ لہذا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً تین یا اس سے زائد خلیفہ بنائے گا نہ یہ کہ صرف حضرت علی المرتضیٰ یا امام مہدی ہی خلیفہ ہوں گے۔ اسی طرح "بعد نبیکم" کے الفاظ صاف صاف بتاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلیفہ بنیں گے جو اس امت کا آپ کے قائم مقام ہو کر نظام چلائیں گے تو ایسے خلیفہ خلفائے اربعہ ہی ہیں نہ کہ امام مہدی کیونکہ ان کی آمد تو قریب قیامت ہوگی۔ اگر امام مہدی ہی آیت استخلاف سے مراد ہوتے تو لازم آتا کہ ان کی آمد تک امت گمراہی میں بھٹکتی رہتی۔

**اعتراض** تم نے اس آیتِ استخلاف کے مصداق وہ لوگ بتائے ہیں جو اس وقت مخاطب اور مومن تھے اور وہ بھی ثابت کیا کہ کم از کم تین ہونے چاہییں۔ تو کیا ان تینوں سے ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضوان اللہ علیہم مراد ہیں اور کیا وجہ ہے کہ وہ تین حضرت علی، حسن اور حسین نہ ہوں۔ ان تین پر ان تین کو ترجیح کس بنا پر تم نے دی ہے حالانکہ مخاطب مومنین میں یہ تین بھی شامل ہیں اور آیتِ استخلاف کی شرائط ان میں بھی موجود ہیں؟

## جواب اور وعدۂ الٰہی خوف کو امن سے بدل دینے کی بحث

ہم نے جو مخاطبین اور مومنین اور وہ بھی تین ہونا کہا ہے اس بنا پر کہا ہے کہ آیت مذکورہ میں صیغے جمع کے اور مخاطب کے مذکور ہوئے اور لغت میں جمع تین سے کم پر نہیں بولی جاتی ہاں اس سے زیادہ کی حد نہیں لہذا اس کے معنی یہ نہیں کہ ہماری مراد صرف ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم ہی ہیں بلکہ یہ تین حضرات بھی اور ان کے ساتھ حضرت علی اور حسن رضی اللہ عنہما کا دورِ خلافت بھی شامل ہے لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر اول الذکر تین خلفاء کی خلافت کو اس سے نکال دیا جائے تو آیتِ استخلاف میں کیے گئے وعدے کی تکذیب لازم آتی ہے یہی وجہ ہے کہ سوال مذکور کی تردید خود شیعہ کتب میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے "تفسیر صافی" میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے:

تفسیر قمی۔ ا قَالَ الْقُمِّيُّ نَزَلَتْ فِي الْقَآئِمِ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَقُوْلُ تَبْدِيْلُ خَوْفِهِمْ بِالْاَمْنِ يَكُوْنُ بِالْقَائِمِ

(تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران ص ۱۷۸ طبع جدید)

یعنی "قمی" نے کہا کہ آیت استخلاف امام قائم آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ (یہی صحیح ہے) کیونکہ مسلمانوں کا خوف سے امن میں ہو جانا امام قائم کے زمانہ میں ہی ہوگا۔

۲۔ "صاحب تفسیر مجمع البیان" نے اس آیت کے تحت یہ لکھا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ مُجَاهِدٍ وَ الْمَرْوِيّ عَنْ اَهْلِ الْبَيْتِ اِنَّهَا فِي الْمَهْدِيِّ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

(تفسیر مجمع البیان مطبوعہ تہران جلد ۴ ص ۱۵۲)

یعنی حضرت ابن عباس، مجاہد اور اہلِ بیت سے روایت ہے کہ آیت

استخلاف امام مہدی کے متعلق اتری جو آلِ محمد میں سے ہیں۔

مذکورہ دونوں حوالوں سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہوئی کہ شیعہ مفسرین کے نزدیک اس آیت کا نزول حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام حسنین کریمین کے بارے میں نہیں ہوا کیوں کہ ان دونوں تفسیروں میں اس آیت کا مصداق صراحۃً امام قائم آلِ محمد (امام مہدی) کو کہا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس آیت میں وعدہ فرمایا وہ انہی کے زمانہ میں پورا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امام مہدی کے زمانہ تک "تقیہ" واجب ہے "صاحب تفسیر صافی" اس بات کی تردید بھی کر رہا ہے کہ حضرت علی اور خلفائے ثلاثہ کے دورِ خلافت میں خوف امن میں تبدیل ہوگیا تھا کیوں کہ (ان کے نزدیک) خلفائے ثلاثہ کے (معاذ اللہ) دل ہی صحیح نہیں تھے۔

**تفسیر صافی:** وَ فِیْ عَهْدِ عَلِیٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ اِرْتِدَادِ مُسْلِمِیْنَ وَالْفِتَنِ الَّتِیْ كَانَتْ تَثُوْرُ فِیْ اَيَّامِهِمْ وَ الْحُرُوْبِ الَّتِیْ كَانَتْ تَنْشِبُ بَيْنَ الْكُفَّارِ وَ بَيْنَهُمْ۔

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۱۷۸ طبع جدید)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بہت سے مسلمان مرتد ہوگئے اور ان کی خلافت کا تمام تر وقت مسلمانوں اور کفار کی باہمی لڑائیوں اور فتنوں کی نذر ہوگیا۔

ان مذکورہ الفاظ کو غور سے پڑھیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "صاحب تفسیر صافی" نے آیتِ استخلاف کو حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں نازل ہونے کی نفی کر دی ہے کیونکہ اس آیت کے مطابق ان کے دورِ خلافت میں خوف بدستور رہا اور امن نہ ہو سکا بلکہ ان کے بعد حضرت امام حسن کے زمانہ میں بھی خوف کے بادل چھائے رہے اور اسی وجہ سے امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی اور اپنے اہل و عیال اور اپنے شیعہ حضرات کی جانی و مالی حفاظت

کے پیشِ نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس حفاظت کا عہد لینے کے بعد ان کے ہاتھ پر بیعت کی جس کی وضاحت "علی بن عیسیٰ اردبیلی" نے اپنی مشہور تصنیف کشف الغمہ فی معرفت الائمہ" میں ان الفاظ کے ساتھ کی :

**کشف الغمہ**: وَ لَيْسَ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ اَنْ يَعْهَدَ اِلٰى اَحَدٍ مِنْ بَعْدِهٖ عَهْدًا بَلْ يَكُوْنُ الْاَمْرُ مِنْ بَعْدِهٖ شُوْرٰى بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ عَلٰى اَنَّ النَّاسَ اٰمِنُوْنَ حَيْثُ كَانُوْا مِنْ اَرْضِ اللّٰهِ شَامِهِمْ وَ عِرَاقِهِمْ وَ حِجَازِهِمْ وَ يَمَنِهِمْ وَ عَلٰى اَنَّ اَصْحَابَ عَلِيٍّ وَ شِيْعَتَهٗ اٰمِنُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ وَ نِسَآءِهِمْ وَ اَوْلَادِهِمْ ۔

۱۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اوّل ص ۵۷۰ مطبوعہ تبریز فی کلامہ و مواعظہ علیہ السلام

۲۔ شرح نہج البلاغۃ لابن حدید مطبوعہ بیروت جلد ۴ طبع جدید ص ۸ فی خدعات الحسین علیہ السلام

ترجمہ : امیر معاویہ بن ابو سفیان کو یہ حق نہ ہوگا کہ اپنے بعد کسی جانشین کا تقرر کریں بلکہ یہ کام مسلمانوں کی مجلسِ شوریٰ کرے گی اللہ کی زمین پر بسنے والوں کی حفاظت خواہ وہ شامی ہوں یا عراقی حجازی ہوں یا یمنی امیر معاویہ کی ذمہ داری اصحابِ علی اور ان کے شیعوں کو جان و مال کی حفاظت اور ان کی عورتوں اور بچوں کو امن دینا ہو گی ۔

اس عبارت سے صاف واضح ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی خوف بدستور رہا ۔ لہٰذا اس کی وجہ سے ان کی خلافت کا زمانہ آیتِ استخلاف کا مصداق نہ بنا ضمناً یہ بات ثابت کرنا کہ حسنین کریمین نے امیر معاویہ کے ہاتھوں پر بیعت کی یا نہیں تو اس کا فیصلہ "صاحبِ رجال کشی" نے خود کر دیا ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔

# حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ کی بیعت کی

رجال کشی

اِنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ اِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَوٰةُ اللهِ عَلَيْهِمَا اَنْ اَقْدِمْ اَنْتَ وَ الْحُسَيْنُ وَ اَصْحَابُ عَلِيٍّ فَخَرَجَ مَعَهُمْ قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ الْاَنْصَارِىُّ فَقَدِمُوا الشَّامَ فَاَذِنَ لَهُمْ مُعَاوِيَةُ وَ اَعَدَّ لَهُمُ الْخُطَبَاءَ فَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ يَا قَيْسُ قُمْ فَبَايِعْ فَالْتَفَتَ اِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُهُ مَا يَاْمُرُهُ فَقَالَ يَا قَيْسُ اَنَّهُ اِمَامِىْ يَعْنِى الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(رجال کشی ص ۱۰۲ تذکرہ قیس بن سعد بن عبادۃ)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو لکھ بھیجا کہ آپ خود، امام حسین اور دیگر اصحاب علی تشریف لائیں۔ اس پیغام کے ملنے پر وہ چلے اور ان کے ساتھ ہی قیس بن سعد بن عبادہ بھی تھے شام پہنچے پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خطیب مقرر فرمایا جس نے امام حسن کو کہا اُٹھیے اور بیعت کیجیے۔ وہ اُٹھے اور بیعت کی پھر امام حسین کو بھی یونہی کہا گیا یہ بھی اُٹھے اور بیعت کی پھر جب قیس بن سعد بن وقاص کو کہا گیا تو انہوں نے امام حسین کی طرف دیکھا اور ان کے حکم کے منتظر تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ امام حسن میرے امام ہیں جب انہوں نے بیعت کرلی تو تجھے اس پر کیا اعتراض؟ یعنی تجھے بیعت کر لینی چاہیے۔

الغرض ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں جو خوف کو امن میں تبدیل کر دینے کا وعدہ فرمایا تھا اور زمین پر قدرت اور غلبہ دینے کو کہا تھا۔ وہ وعدہ خلفائے راشدین کے دورِ خلافت میں پورا ہوا لہذا ان کی خلافت بھی حقہ اور من اللہ تھی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نوٹ

## امام قائم آیہ استخلاف کا مصداق نہیں بن سکتا

اس حدیث پاک پر اہل سنت اور اہل تشیع کا اتفاق ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ الارشاد للشیخ المفید ص ۱۲ اور کشف الغمہ جلد اوّل ص ۶۳ پر یہ حدیث موجود ہے اور مذکورہ تیس سال کا دور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دستبردار ہونے پر مکمل ہوا جس کا مطلب یہ ہوا کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن کی دستبرداری تک کا زمانہ "خلافتِ حقہ" کا زمانہ تھا لیکن ان کور باطنوں نے حسد وبغض کی وجہ سے خلفائے ثلاثہ کو خلیفہ برحق ماننے سے انکار کیا اور انکار کے بعد جب آیت استخلاف میں مذکور وعدے دیکھے تو انہیں اس ضمن میں دکھائی دیا کہ وہ وعدے نہ تو خلافتِ علی کے دور میں پورے ہوئے اور نہ ہی امام حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری تک نظر آئے تو ظالموں نے ان دونوں کو بھی آیتِ استخلاف کا مصداق نہ بنایا اور اگر مصداق نظر آیا تو وہ امام قائم کی شکل میں جو عقلاً و نقلاً محال ہے۔ نقلاً محال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آیتِ استخلاف میں تمام صیغے جمع مذکر مخاطب کے مذکور ہیں تو اکیلے امام مہدی (امام قائم) ان کا مخاطب کس طرح بن سکتے ہیں اور عقلاً محال بایں وجہ کہ امام قائم شیعہ حضرات کے نزدیک دراصل امام مہدی اور امام غائب کا ہی نام ہے جن کے بارے میں ان لوگوں کا خیال ہے کہ ۲۵۰ھ یا ۲۵۶ھ میں "سُرّمن" شہر میں پیدا ہوئے اور ۹ سال کی عمر میں غار میں چھپ گئے اور آج تک اس غار سے باہر تشریف نہیں لائے (تاریخ ائمہ ص ۳۸۰)

(تذکرۂ صاحب العصر والزمان علیہ السلام)

قرب قیامت یہ غار سے نکل کر حکومت کریں گے۔ سب سے پہلے ان کی بیعت کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی ہوں گے اس کے بعد ابوبکر صدیق، سیدہ عائشہ اور عمر فاروق کو زندہ کریں گے اور ان کو سخت سزا دیں گے۔ "حق الیقین" میں ملا باقر مجلسی نے اس مقام پر لکھا ہے:

حق الیقین: از امام باقر علیہ السلام کہ چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیروں آید خدا اورا یاری کند بملائکہ واول کسی کہ باو بیعت کند محمد صلی اللہ علیہ وسلم باشد وبعد ازاں علی علیہ السلام وشیخ طوسی ونعمانی از امام رضا علیہ السلام آنست کہ بدن برہنہ در پیش قرص آفتاب ظاہر خواہد شد ومناوی ندا خواہد کرد کہ ایں امیر المؤمنین است برگشتہ است کہ ظالماں را ہلاک کند۔

(حق الیقین، دربیان اثبات رجعت باب پنجم ص ۲۱۹)

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب قائم آلِ محمد ظاہر ہوں گے فرشتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا۔ سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بیعت کریں گے اور اس کے بعد حضرت علی۔ شیخ طوسی اور نعمانی حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قائم علیہ السلام کے ظاہر ہونے کی علامت یہ ہے کہ ننگے جسم سورج کی ٹکیہ کے سامنے آئیں گے اور منادی کرنے والا منادی کرے گا کہ یہ امیر المؤمنین ہیں اور نافرمان کو ہلاک کریں گے۔

اس کے بعد اسی صفحہ پر لکھا ہے:

از امام باقر علیہ السلام کہ چوں قائم ما ظاہر شود عائشہ را زندہ کند تا برا وحد بزند و انتقام فاطمہ را بکشد۔

ترجمہ: حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہمارے "قائم" ظاہر ہوں گے۔ عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو زندہ کریں گے تاکہ ان پر حضرت فاطمہ کا انتقام لیں اور ان پر حد جاری کریں۔

آگے چل کر اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۶ میں مذکور ہے:

یعنی ابوبکر وعمر و لشکر ہائی ایشاں کہ غصب حق آلِ محمد کردند منہم یعنی از آلِ محمد آنچہ غصب کردند از کشتن وعذاب۔

ترجمہ: ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور ان کے ساتھیوں کو کہ جنہوں نے آلِ محمد کے حقوق چھینے ان کو سخت ترین عذاب دیں گے اور قتل کریں گے۔

## خلاصہ روایاتِ مذکورہ:

مذکورہ روایات میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور امام مہدی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جس قدر توہین کی گئی ناظرین سے مخفی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء اور تمام رسولوں کے رسول اور اللہ کی کائنات کے والی و مختار ہیں۔ ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا کون ہو سکتا ہے۔ جس کے ہاتھ پر آپ بیعت کریں اور حضرت عائشہ صدیقہ تمام مؤمنین کی ماں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہیں ان کو کس جرم کی "حد" لگائی جائے گی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ کے سردار کہ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر فی الجنۃ، عمر فی الجنۃ" تو ان سے آلِ محمد کے حقوق کا غصب کس طرح ممکن ہے اور حقیقی امام مہدی تو وہ ہوں گے جو ساری انسانیت کے امام ہوں گے اور شریعتِ مصطفویہ کو زندہ کریں گے۔

غور فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو گنبدِ خضراء سے نکال کر سزا دینا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا پر "حد" جاری کرتا اور امام مہدی رضی اللہ عنہ کا برہنہ برآمد ہونا کیا عند الشرع ممکن ہے جس امام قائم آلِ محمد کا تصور یہ شیعہ لوگ پیش کرتے ہیں اس کا ظہور محال ہے تو جس کا ظہور محال ٹھہرا۔ وہ آیتِ استخلاف کا مصداق کیسے بنے گا ؛ لہٰذا معلوم ہوا یہ باتیں فرضی ہیں اور حقیقت سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں اور آیت استخلاف کا مصداق وہی ہے جو ہم گزشتہ اوراق میں تحریر کر چکے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

## خلفائے راشدین کی خلافتِ حقّہ پر دلیل دوم

### مرتدین کی سرکوبی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب اور خلیفہ برحق ثابت ہوئے

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۔ (پارہ ششم، رکوع ۱۲)

ترجمہ : اے ایمان لانے والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے (تو خدا کا کچھ نقصان نہیں) خدا عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہے اور اس کو وہ دوست رکھتے ہیں۔ مومنوں کے لیے وہ رحمدل ہیں (اور) کافروں کے لیے سخت راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ فضل خدا ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اور خدا تعالیٰ صاحب وسعت وعلم ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنین مخلصین اور بظاہر مومنین (منافقین) کے متعلق ایک پیش گوئی فرمائی کہ تم میں سے جو مرتد ہو گئے ان مرتدین کے ساتھ وہ لوگ جہاد کریں گے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کا محبوب ہو گا اور وہ مجاہد مسلمانوں کے لیے نہایت رحم دل، کفار کے لیے انتہائی سخت ہوں گے۔ انہیں جہاد سے روکنے کیلیے کسی کی ملامت اور خوف قطعاً موثر نہیں ہوں گے۔ ان مذکورہ صفات کے حامل مجاہدین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئے جس کی تصدیق خود کتب شیعہ بھی کرتی ہیں۔

مجمع البیان: لَمَّا بَيَّنَ تَعَالٰى حَالَ الْمُنَافِقِيْنَ وَ اَنَّهُمْ يَتَرَبَّصُوْنَ الدَّوَائِرَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَ عَلِمَ اَنَّ قَوْمًا مِنْهُمْ يَرْتَدُّوْنَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ اَعْلَمَ اَنَّ ذَالِكَ كَائِنٌ وَ اَنَّهُمْ لَا يَنَالُوْنَ اَمَانِيَّهُمْ وَ اللّٰهُ يَنْصُرُ دِيْنَهٗ بِقَوْمٍ لَهُمْ صِفَاتٌ مَخْصُوْصَةٌ تَمَيَّزُوْا بِهَا مِنْ بَيْنِ الْعَالَمِيْنَ فَقَالَ (يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ) اَيْ مَنْ يَرْجِعْ مِنْكُمْ اَيْ مِنْ جُمْلَتِكُمْ اِلَى الْكُفْرِ بَعْدَ اِظْهَارِ الْاِيْمَانِ فَلَنْ يَضُرَّ دِيْنَ اللّٰهِ شَيْئًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِيْ دِيْنَهٗ مِنْ اَنْصَارٍ يَحْمُوْنَهٗ (فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ) اَيْ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ وَ يُحِبُّوْنَ اللّٰهَ (اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ) اَيْ رُحَمَاءُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ غِلَاظٌ شِدَادٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ هُوَ مِنَ الذُّلِّ الَّذِيْ هُوَ اللِّيْنُ لَا مِنَ الذُّلِّ الَّذِيْ هُوَ الْهَوَانُ قَالَ ابْنُ

عَبَّاسٍ تَرَاهُمْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ كَالْوَلَدِ لِوَالِدِهٖ وَ كَالْعَبْدِ لِسَيِّدِهٖ وَ هُمْ فِي الْغِلْظَةِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ كَالسَّبُعِ عَلٰى فَرِيْسَتِهٖ (يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) بِالْقِتَالِ لِاِعْلَاءِ كَلِمَةِ اللّٰهِ وَ اِعْزَازِ دِيْنِهٖ (وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ) فِيْمَا يَأْتُوْنَ مِنَ الْجِهَادِ وَ الطَّاعَاتِ وَ اخْتُلِفَ فِيْ مَنْ وُصِفَ بِهٰذِهِ الْاَوْصَافِ مِنْهُمْ فَقِيْلَ هُمْ اَبُوْبَكْرٍ وَ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْا اَهْلَ الرِّدَّةِ۔

(تفسیر مجمع البیان مطبوعہ تہران جلد ۲، جزء ۳ ص ۲۰۸)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے پچھلی آیات میں منافقین کی حالت بیان فرماتے ہوئے کہا کہ وہ مومنوں کے گھیرے میں بیسے جانے کا انتظار کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی تبلا دیا کہ ان میں سے ایک قوم آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو جائے گی اور یہ بھی جتلا دیا کہ ایسا ہو کر رہیگا لیکن وہ اپنی خواہشات پوری ہوتی نہ دیکھ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے خلاف اپنے دین کی حفاظت ایسی قوم سے فرمائے گا جو اپنی مخصوص صفات کی وجہ سے تمام انسانوں سے ممتاز ہوں گے تو فرمایا: (یاایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ) یعنی تم سب میں سے اے مومنو! جو ایمان کے ظہور کے بعد کفر کی طرف لوٹ جائے گا تو وہ اپنے اس فعل سے اللہ کے دین کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو کبھی اس طرح نہ چھوڑے گا ——— کہ اس کا کوئی معاون اور حامی نہ ہو۔ (فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ) یعنی جلد ہی ان کے ارتداد کے بعد اللہ تعالیٰ ایسی قوم لے آئے گا جو اللہ کو

دوست رکھتی ہو اور اللہ اس کو محبوب سمجھتا ہو (اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین) یعنی مومنوں کے لیے وہ لوگ نہایت رحم دل ہوں گے اور کفار کے لیے سخت ومضبوط۔ لفظ "الذل" کا معنی نرم ہے۔ ذلت سے نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو انہیں مومنین کے لیے اس طرح پائے گا جس طرح باپ اپنی اولاد کے لیے رحمدل ہوتا ہے اور جس طرح آقا اپنے غلام کے حق میں نرم خو ہوتا ہے اور وہ کفار کے لیے اس طرح سخت ہوں گے جس طرح شیر اپنے شکار کے لیے۔

(یجاھدون فی سبیل اللہ) اللہ کے راستہ میں اس کے دین کو بلند و بالا کرنے کے لیے اور اس کے کلمات کو غالب کرنے کے لیے جہاد کریں گے (ولا یخافون لومۃ لائم) جہاد اور بندگی کے مختلف طریقوں میں جو لوگ انہیں ملامت کریں گے اس کی انہیں پرواہ تک نہ ہو گی۔

ان مخاطبین میں سے کون شخص تھا جو ان اوصاف کا حامل ہوا اس میں اختلاف ہے لیکن کہا گیا ہے کہ یہ خوش قسمت جماعت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی تھی جنہوں نے مرتدین کے خلاف جہاد کیا۔

مذکورہ آیت کی اس تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱ : وہ مجاہدین اپنی مخصوص صفاتِ حسنہ کی بنا پر سب سے ممتاز ہوں گے۔

۲ : وہ اللہ کے محبوب اور اللہ ان کا محبوب ہو گا۔

۳ : وہ مسلمانوں کے لیے ایسے ہوں گے جس طرح باپ اپنی اولاد کے لیے اور آقا اپنے غلام کے حق میں مہربان ہوتے ہیں اور کفار کے لیے اس قدر ہیبت والے جس طرح شیر اپنے شکار پر ہوتا ہے۔

۴ : ان کا جہاد صرف "اعلاءِ کلمۃ اللہ" اور "عزتِ دین" کے لیے ہو گا۔ اس میں ذاتی

اغراض و مقاصد قطعاً نہیں ہوں گے۔

۵۔ جہاد اور بندگیٔ رب میں انہیں کسی قسم کی ملامت کی پروانہ ہوگی۔

۶۔ اللہ تعالیٰ اپنے وسیع علم سے ان کے ظاہر و باطن کو جانتے ہوئے ان پر لطف وکرم فرمائے گا۔

**لمحۂ فکریہ** آیت زیرِ بحث میں اللہ تعالیٰ نے جو پیش گوئی فرمائی اس کا پورا ہونا صاحب مجمع البیان سے بھی واضح ہوگیا۔ اور پوری بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے جہاد کرنے سے ہوئی تو جس سے اللہ تعالیٰ نے یہ پیش گوئی پوری فرمائی وہ ان اوصافِ مخصوصہ کا یقیناً حامل ہوا۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت عطا فرما کر اپنی پیش گوئی پوری فرما دی اور انہیں خلافتِ حقہ عطا کی جو اللہ کو محبوب تھی۔ اب اتنی صراحت کے بعد خلافت صدیقی کو باطل قرار دینا (معاذ اللہ) دراصل اللہ کی پیش گوئی کو باطل ٹھہرانا ہے۔ اور وہ باطل ہو نہیں سکتی۔

تو ثابت ہوا کہ خلافتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حق ہے اور اللہ کی پیش گوئی بھی یقیناً حق ہوئی۔

**اعتراض** آپ (اہلِ سنت وجماعت) نے مذکورہ آیت کی پیش گوئی کو جب حق ثابت کر دیا تو اس سے لازم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد صحابہ کرام (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے۔ دلیل پیش ہو رہی تھی خلافتِ صدیقی کے حق ہونے پر اور الٹا ہمارا (اہلِ تشیع کا) مدعا ثابت ہوگیا۔ کسی نے سچ کہا "جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے"۔ اگر واقعی یہ آیت کریمہ ان کے مرتد ہونے کی دلیل نہیں تو پھر دوسرے کون لوگ تھے جو مرتد ہوئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کیا لیکن یہ سب باتیں بحوالہ قرآن مجید اور کتبِ شیعہ ہونی چاہییں۔ پھر تو ہم بھی تمہاری بات مان لیں

ورنہ لکم دینکم و لنا دیننا۔

**جواب** مندرجہ بالا سوال میں دو باتیں پیش کی گئی ہیں :

۱۔ آیتِ کریمہ سے بطورِ دلیل مذہبِ شیعہ کی تائید ہوتی ہے نہ کہ اہلسنت وجماعت کی۔ وہ اس طرح کہ اس سے صحابہ کرام کا (معاذ اللہ) مرتد ہونا ثابت ہوا اور یہی ہمارا دعویٰ ہے۔

۲۔ اگر واقعی ابوبکر صدیق وغیرہ مرتد نہیں تو پھر مرتدین کون تھے جن سے جہاد کیا گیا۔

آیئے ان دونوں باتوں کا ترتیب وار جواب سنیئے :

آیتِ کریمہ میں لفظ "مومنین" سے مراد صحابہ کرام عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ منافقین ہیں جو بظاہر ایمان دار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اسی لیے "ملا کاشانی شیعی" نے اس کی تفسیر یوں کی ہے :

تسمیۂ اہلِ نفاق بامومنین بر سبیل توسع وتجوز است" یعنی اس آیت کریمہ میں منافقوں کو جو مومن کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ یہ مجازاً ہے ادر حقیقتہً وہ مومن نہ تھے اور یہی ظاہراً مومن کہلانے والے ہی مرتد ہوئے۔ لہٰذا شیعہ لوگوں کا یہ کہنا کہ تین افراد کو چھوڑ باقی سب صحابہ کرام (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے۔ بالکل باطل اور لغو ہے۔ تم خود ہی بتلاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں شریک تمام صحابہ کرام کو قطعی جنتی فرمایا اور "صلح حدیبیہ" کے وقت بیعت کرنے والے ۱۵۲۵ صحابہ کرام کو آپ نے جنتی کہا۔ کیا ان میں سے حضور کی وفات کے بعد کوئی بھی باقی نہ تھا۔ صرف وہی تین تھے جنہیں تم مومن کہتے ہو ؟

تفسیر منہج الصادقین میں صلح حدیبیہ کی بیعت کے متعلق تحریر ملاحظہ ہو :

"وتسمیہ ایں عقد بہ بیعت بسبب آں است کہ انعقاد آں بر انفس ایشاں بود بدخول روضہ جناں"

یعنی اس عقد کا نام "بیعت" اس وجہ سے رکھا گیا کہ انہوں نے جنت کے دخول

کے بدلہ میں اپنی جانوں کو بیچ ڈالا تھا۔

(منہج الصادقین جلد ۸ صفحہ ۳۵۹ زیر آیت ان الذین یبایعونک الخ)

پھر اسی تفسیر میں جلد ۸ ص ۳۶۵ پر مذکور ہے:

"حضرت فرمود اَنْتُمُ الْیَوْمَ خَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِ۔ شما امروز بہترین اہل زمین اید و از جابر مرویست کہ رسولِ خدا فرمود کہ یک کس بدوزخ نہ رود از آں مومناں کہ در زیر درخت ثمرہ بیعت کردند۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "بیعتِ رضوان" میں شریک تمام صحابہ کرام کو فرمایا تم اس وقت زمین پر سب سے افضل ہو اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان مومنوں میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی

اگر بفرض محال شیعہ لوگوں کی یہ بات مان لی جائے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تمام صحابہ کرام مرتد ہو گئے تھے تو لازم آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتدین کے لیے جنتی ہونے کا اعلان فرمایا اور اگر اس غلط بات کو درست تسلیم کر لیا جائے تو نہ قرآن باقی نہ ایمان، خدارا انصاف کرو۔ الیس منکم رجل رشید۔

سوال کی شق ۲ کا جواب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے صحابہ مہاجرین کی شان بہت سی آیات مبارکہ میں بیان فرمائی اور ان کے ایمان کی پختگی کا تذکرہ بھی فرمایا مثلاً:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔

مہاجرین میں سے خاص کر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سعادتِ ہجرت عطا فرمائی تو ایسی شخصیت کے ایمان میں شک لانا اور ان کا مرتدین کے خلاف جہاد کرنے کے بارے میں دلیل مانگنا کتنی حماقت ہے۔

چلیے ہماری نہ سہی تم اپنے مجتہد "ملا فتح اللہ کاشانی شیعی" کی تفسیر میں مذکور بات ہی مان لو۔ وہ رقمطراز ہیں:

منہج الصادقین: در تواریخ مذکور است کہ سیزدہ قبیلہ از اسلام مرتد شدند۔ سہ در آخر عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آنہا:

۱۔ بنو مدیح بودند۔ کہ رئیس ایشاں ذوالخمار اسود عیسٰی است کہ مردے کاہن و مشعبد بود بیمن رفت و دعویٰ نبوت کرد۔ و قبل از او رسول صلی اللہ علیہ وسلم باذان را بریمن و ولایت آں والی ساختہ بود۔ و اوّل کسی بود از ملوک عجم کہ ایمان بآں حضرت آوردہ بود و چوں فرمان یافت پسرش فہر بن باذان را بریمن والی گردانید چوں بدایۃ کار اسود بود فہر در ولایت او در ولایت خود استیلائے تمام داشت۔ اما چوں اسود قوت گرفت و اتباع ایشاں زیادہ شدند۔ عاملانِ رسول را از یمن اخراج کردند۔ رسول نامہ نوشت بہ معاذ بن جبل و سائر مسلمانانی کہ آنجا بودند و ایشاں را استمالت دادہ از اضلال و اغوای اسود تحذیر فرمود۔ و جمعی از اشرافِ یمن را بآں کارزار فرماں داد۔ و ایشاں رفتند و اسود را بگرفتند و فیروز دیلمی او را بکشت و قتل او در شبی واقع شد کہ در صبح آں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجوارِ رحمت ایزدی پیوست۔ و قبیلہ دوم:

۲: بنی حنیفہ بودند در یمامہ اصحاب مسیلمہ کذاب کہ دعویٰ نبوت کرد و گفت کہ من شریک محمدم صلی اللہ علیہ و آلہ و نامہ نوشت بآں حضرت کہ من مسیلمہ

رسول اللہ الی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اما بعد فان الارض نصفہا لی و نصفہا لک وآں نامہ رابدہ مرد از اشراف داد و فرستاد چوں رسولاں بیآمدند، وآں نامہ را بآنحضرت دادند۔ فرمود کہ بمسیلمہ ایمان آورید۔ گفتند آری فرمود کہ اگر نہ آں بودی کہ عادت جاری گشتہ برآنکہ رسولاں رانکشد می فرمودم تا ہمہ شمارا بکشتند پس فرمود کہ درجواب نامہ نوشتند کہ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی مسیلمہ الکذاب اما بعد فان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ و العاقبۃ للمتقین وبعد ازاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیمار شد وبجوار ایزدی پیوست وکار مسیلمہ قوت گرفت وابوبکر چوں بخلافت بنشست خالد بن ولید را باجماعتی بجانب خیبر فرستاد تا اورا مقہور کردند وبردست وحشی قاتل حمزہ کشتہ شد و وحشی بعد از قتل او میگفت کہ دوکس بردستِ من کشتہ شدند یکے بہترین مرداں درزمانہ جاہلیت و دیگرے بدترین خلق خدا درزمانِ اسلام وگرویدن من بمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ اول حمزہ بود، دوم مسیلمہ کذاب، قبیلہ سوم (۳) بنواسد قبیلہ طلیحہ بن خویلد کہ مرتد شدہ دعوٰی نبوت کرد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ خالد را باجمعی بآں نصوب فرستادہ وبعد از کارزار بسیار وکشتہ شدن قومی بے شمار از فجار طلیحہ فرار نمود وبجانب بنی حنیفہ رفت از ولایتِ شام وآنجا اسلام آورد و عقیدۂ خود را نیکو گردانید و در عہد ابی بکر ہفت قبیلہ مرتد گشتند یکے فزارہ قوم عیینہ ابن حصین، دوم عطفان قوم مرۃ بن سلمۃ، سوم بنی سلیم قوم فجاع بن عبد یالیل، چہارم بنی یربوع قوم مالک بن نویرہ، پنجم بعضی از قبیلہ بنی تمیم قوم سجاح بن منذر کہ زوجہ مسیلمہ بود و دعوٰی نبوت کرد، ششم کندہ قوم اشعث بن قیس، ہفتم بنو بکر بن وائل بود در بحرین کہ قوم حطیم بودند حق تعالی

شر ایشاں را کفایت کرد بر دست مسلماناں بقتل آمدند و در زمان عمر غسان قوم جبلہ بن ایہم نصرانی شدہ بشام گریختند،

(تفسیر منہج الصادقین جلد سوم مطبوعہ تہران ص ۲۵۷ - ۲۵۸)

ترجمہ: کتب تاریخ کے مطابق تیرہ قبیلے ایسے تھے جو اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے۔ ان میں سے تین تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں اسلام سے پھر گئے۔ ان تین میں سے پہلا قبیلہ "بنو مدیح" کا تھا جس کا سردار "ذوالخمار اسود عیسیٰ" ایک بہت بڑا نجومی اور شعبدہ باز تھا۔ یہ یمن گیا اور وہاں نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا۔ اس سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "باذان" کو یمن کا والی مقرر کیا تھا۔ یہ وہ شخص تھا کہ عجمی بادشاہوں میں سے سب سے پہلے اس نے اسلام قبول کیا تھا۔ جب "باذان" کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یمن کی ولایت کا پیغام ملا تو اس نے اپنے بیٹے "فہر بن باذان" کو والیٔ یمن مقرر کر دیا۔ شروع شروع میں "اسود" کے خلاف "فہر بن باذان" غالب رہا۔ لیکن جب "اسود" مضبوط ہوا اور اس کے کاسہ لیسوں کی تعداد اچھی خاصی ہو گئی۔ تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ "عاملین" کو یمن سے نکال باہر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کی طرف ایک پیغام لکھا اور ان تمام مسلمانوں کو جو وہاں بستے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ "اسود" کے گمراہ کرنے اور دین اسلام کو اغوار کرنے سے تمہیں چوکنا رہنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ایک مسلمانوں کی جماعت کو جو یمن کی سرکردہ شخصیات پر مشتمل تھی۔ اس کے خلاف نبرد آزما ہونے کا حکم بھی صادر فرمایا۔ آپ کے حکم کے مطابق انہوں نے "اسود" کو گرفتار کر لیا۔ اور "فیروز دیلمی" نے اسے قتل کر دیا۔ اس کا قتل اس رات ہوا جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے جوار رحمت

میں تشریف لے گئے۔

دوسرا مرتد ہونے والا قبیلہ "بنو حنیفہ" کا تھا۔ "یمامہ" میں یہ لوگ قیام پذیر تھے۔ ان کے ایک سرپھرے نے دعویٰ نبوت کیا جس کا نام "مسیلمہ کذاب" تھا اور کہنے لگا کہ میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ شریک نبوت ہوں۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک رقعہ بھیجا جس کے الفاظ یہ تھے: مِنْ مُسَیْلَمَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ واٰلہ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ نِصْفُھَا لِیْ وَ نِصْفُھَا لَکَ" یعنی یہ رقعہ مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف ہے۔ بعد ازیں! بیشک زمین آدھی تمہاری اور آدھی میری ہے۔ اس رقعہ کو دس معزز آدمیوں کے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ جب اس کے نمائندے آپ کے پاس پہنچے اور وہ رقعہ آپ کو دیا تو آپ نے رقعہ لانے والوں سے پوچھا کیا تم مسیلمہ پر ایمان لا چکے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر قاصدوں کے متعلق یہ عادت نہ ہوتی کہ ان کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم سب کے قتل کا حکم دے دیتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے رقعہ کا جواب لکھو۔ اس کے الفاظ یہ ہوں "مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ واٰلہ اِلٰی مُسَیْلَمَۃَ الْکَذَّابِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ" (یہ رقعہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف ہے۔ بعد ازیں! زمین بیشک سب اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام بخیر صرف پرہیزگاروں کے لیے ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور اس دنیا سے رحلت

فرما کر جوارِ ایزدی میں پہنچ گئے۔ ادھر "مسیلمہ کذاب" کا بازار خوب گرم ہو گیا۔ جب صدیقِ اکبر خلیفہ بنے۔ تو انہوں نے "خالد بن ولید" کو ایک جماعت کے ساتھ خیبر کی طرف اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا بالآخر حضرت حمزہ کے قاتل "وحشی" کے ہاتھوں یہ نامراد مارا گیا۔ اس کے قتل کرنے کے بعد "وحشی" کہا کرتے تھے کہ میرے ہاتھوں زمانہ جاہلیت میں ایک عظیم الشان قتل ہوا (حضرت حمزہ) اور میرے اسلام لانے کے بعد ایک بدترین شخص کو میں نے کیفرِ کردار تک پہنچایا (مسیلمہ کذاب)

تیسرا قبیلہ (مرتدین کا) "طلیحہ بن خویلد" کی قوم "بنی اسد" تھا۔ اس (طلیحہ) نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت خالد کے ساتھیوں نے اچھی خاصی جنگ کے بعد اس کے کچھ ساتھیوں کو تہ تیغ کیا لیکن یہ بدبخت فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اور شام میں "بنی حنیفہ" کے پاس چلا گیا لیکن وہاں جا کر اسلام لے آیا اور اپنے عقائد کو درست کر لیا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران سات قبیلے اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے۔ ایک "فزارہ قوم عیینہ بن حصین، دوسرا غطفان قوم مرہ بن سلمۃ، تیسرا بنی سلیم قوم فجاع بن عبد یالیل، چوتھا بنی یربوع قوم مالک بن نویرہ، پانچواں بنی تمیم کے کچھ لوگ سجاح بن منذر کی قوم جو کہ مسیلمہ کی بیوی تھی اور نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ چھٹا کندہ قوم اشعث بن قیس، ساتواں بنو بکر بن وائل تھا۔ جو بحرین میں رہائش رکھتا تھا جو قوم حطیم سے تعلق رکھتا تھا اللہ تعالیٰ نے ان تمام کے شر سے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور مسلمانوں کے ہاتھوں یہ سب مارے گئے۔ حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ خلافت

میں "غسان قوم جبلہ بن ایہم" یہودی ہو کر ملک شام بھاگ گئے ۔

ہم نے جن دو باتوں کے ثابت کرنے کا دعویٰ کیا تھا بفضلہٖ تعالیٰ "منہج الصادقین" کی اس عبارت سے بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے :

۱ ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات آخری عمر میں تین قبائل مرتد ہوئے جن میں سے صرف ایک قبیلہ (بنی مدیح) کے ساتھ آپ کا عہد نبوی میں جہاد ہوا جس کا سرغنہ اسی رات مارا گیا جس رات آپ نے انتقال فرمایا ۔

۲ ۔ ابوبکر صدیق کے دورِ خلافت میں سات قبائل مرتد ہوئے اور صرف ایک قبیلہ فاروقِ اعظم کے دور میں مرتد ہوا ۔ اس طرح کل گیارہ قبائل مرتد ہوئے ۔ ایک کے ساتھ جہاد عہدِ نبوی میں اور ۹ کے ساتھ جہاد ابوبکر صدیق کی خلافت میں ہوا اور ایک کے ساتھ دورِ فاروقی میں ۔

اس سے ثابت ہوا کہ صدیقِ اکبر نے جن کے خلاف جہاد کیا وہ مرتدین تھے اور ان کی تعداد ۹ قبائل پر مشتمل تھی ۔ تو جس نے مرتدین سے جہاد کیا وہ از روئے آیت قرآنی اللہ کا محبوب اور خلیفہ برحق بھی ہوا ۔

لہٰذا اے شیعو! تمہیں اب حق کو تسلیم کر لینا چاہیے اور ابوبکر صدیق و فاروقِ اعظم کی غلامی قبول کر لینی چاہیے ۔ سچے دل سے توبہ کر کے اہل سنت وجماعت میں داخل ہو جاؤ ۔

## خلفاء راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل سوم

### امام باقر نے فرمایا غلبہ روم کی قرآنی پیش گوئی عہدِ فاروقی میں پوری ہوئی :

الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۔ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ

اللّٰهِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ وَعْدَ اللّٰهِ
لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ

بہت قریب کے ملک میں رومی نصاریٰ، اہلِ فارس آتش پرستوں سے ہار گئے مگر یہ لوگ عنقریب ہی اپنے ہار جانے کے بعد چند سالوں میں پھر اہلِ فارس پر غالب آجائیں گے کیوں کہ ہر امر کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے اور اس دن ایماندار لوگ اللہ تعالیٰ کی مدد سے خوش ہو جائیں گے اور وہ جس کو چاہتا ہے مدد کرتا ہے یہ خدا کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (ترجمہ فرمان علی شیعہ)

**نوٹ:** اس آیت کریمہ کی تفسیر کتبِ شیعہ میں دو طرح سے وارد ہوئی ہے:
۱۔ غیر اہلِ بیت سے، ۲۔ اہلِ بیت سے

ان دونوں طریقوں میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ سیرت اور ان کی خلافت حق ہونے پر شہادت ملتی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

## تفسیر اوّل از غیر اہل بیت

### روایت اوّل:

**مجمع البیان** | عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ کَانَ الْمُشْرِکُوْنَ یُجَادِلُوْنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَهُمْ بِمَکَّةَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ الرُّوْمَ اَهْلُ کِتَابٍ وَقَدْ غَلَبَهُمُ الْفُرْسُ وَ اَنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اِنَّکُمْ سَتَغْلِبُوْنَ بِالْکِتَابِ الَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ عَلٰی نَبِیِّکُمْ فَسَنَغْلِبُکُمْ کَمَا غَلَبَتْ فَارِسُ الرُّوْمَ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی الٓمّٓ غُلِبَتِ

الرُّوْمُ اِلٰی قَوْلِہٖ بِضْعِ سِنِیْنَ ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جُزء ۸ ص ۲۹۵)

ترجمہ: زہری سے روایت ہے کہ مکہ میں مشرکین مسلمانوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرتے رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ رومیوں کے اہل کتاب ہونے کے باوجود ان پر ایرانی غالب آ گئے اور مسلمانو! تم گمان کیے بیٹھے ہو کہ اس قرآن کی وجہ سے تمہیں غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ جو قرآن تمہارے پیغمبر پر نازل کیا گیا۔ (لیکن ایسا نہیں ہوگا بلکہ) عنقریب جس طرح ایرانی رومیوں پر غالب آئے ہم بھی تم پر غالب آئیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے "سورہ روم" کی ابتدائی آیات "بضع سنین" تک نازل فرمائیں۔

## روایت ثانی:

منہج الصادقین | ابوبکر اہل شرک را گفت شما بایں شاد شدہ اید چشم شمار روشن مباد، بخدا کہ اہل روم بر مردم فارس غالب خواہند شد۔ در بضع سنین گفتند ایں را از کجا میگوئی گفت از رسولِ خدا۔ ابی ابن خلف گفت کَذَبْتَ یَا اَبَا الْفَضْلِ ابوبکر گفت کَذَبْتَ اَنْتَ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ۔ ابی گفت اگر راست گوئی وقتے معین کن تا گرو بندیم اگر آں وقت منقضی شود۔ چناں باشد کہ تو گفتی من گرو بدہم و اگر نہ تو گرو ادا کنی۔ پس گرو بستند بسہ سال بدہ شتر چوں ابوبکر رسول را ازایں صورت اخبار نمود آں حضرت فرمود کہ خطا کردی زیراں کہ بضع سنین ثلثہ و تسعہ است۔ برو و در مال و مدت بیفزائی۔ ابوبکر بازگشت و تا مدت نہ سال بر صد شتر مراہنہ کردند و ایں صورت قبل ازاں بود کہ گرو حرام شود و چوں ابوبکر بیخواست کہ از مکہ بیروں آید۔ ابی گفت ترا رہا نہ کنم تا کہ ضامنی بدھی۔

پسرش عبداللہ ضامن پدر شد و چوں ابی قصد کرد کہ بجنگ احد رود عبداللہ بن ابی بکر گفت ترا نگذارم تا ضامنی برائے خود تعیین کنی۔ ابی ضامن بداشت، و بجنگ احد میرفت و بعد از واقعہ احد مجروح بمکہ آمد و در آں جراحت بمرد۔ ابو سعید خدری روایت کردہ کہ در بدر چوں مسلماناں ظفر یافتند بر مشرکاں و در ہماں روز خبر آمد کہ رومیاں غلبہ کردند بر فارسیاں مسلماناں شاد شدند و ابوبکر نزد ورثۂ ابی خلف رفتہ مال و ضمانت از ایشاں بستند و نزد رسول آورد آنحضرت فرمود ایں را تصدق کن ابوبکر ہماں را تصدق نمود۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۷، ص ۱۵۸)

ترجمہ: ابوبکر صدیق نے مشرکوں کو کہا کہ تم ایرانیوں کی فتح سے بہت خوش ہوئے ہو تمہاری مراد کبھی پوری نہ ہو۔ اللہ کی قسم! رومی ایک وقت آئے گا کہ ایرانیوں کو شکست دیں گے۔ چند سال انتظار کرو۔ مشرکین نے ابوبکر سے پوچھا تم یہ بات کس بھروسہ پر کہہ رہے ہو تو ابوبکر نے جواب دیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں اس کا علم ہوا۔ یہ سن کر "ابی بن خلف" نے کہا اے ابوالفضل! تو نے جھوٹ کہا ہے۔ ابوبکر صدیق نے اس کے جواب میں کہا اے اللہ کے دشمن! جھوٹ تمہارا شیوہ ہے۔ پھر "ابی بن خلف" کہنے لگا اگر واقعی تم سچے ہو تو اس کے لیے کوئی وقت مقرر کر دو اور پھر باہمی شرط لگائیں اگر وقت مقررہ تک تمہارے کہنے کے مطابق ہو گیا تو میں شرط دوں گا اور اگر وقت گزر گیا اور تمہاری بات پوری نہ ہوئی تو تمہیں اپنی باندھی ہوئی شرط ادا کرنا ہو گی تو طے یہ پایا کہ تین سال کا عرصہ ہو گا اور دس دس اونٹ شرط ہوں گے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت حال سے باخبر کیا تو آپ نے فرمایا تم غلطی کر بیٹھے ہو اس لیے کہ لفظ "بضع" تین

سے نو سال تک کے عرصہ کے لیے بولا جاتا ہے۔ جاؤ اور جا کر اپنے مقابل سے دوبارہ بات چیت کر کے وقت بھی بڑھاؤ اور مال بھی زیادہ باندھو چنانچہ ابوبکر گئے اور دونوں میں طے یہ پایا کہ مدت ۹ سال اور اونٹ سو سو ہوں گے۔ یہ شرط اس وقت باندھی گئی تھی جب شرط باندھنا ابھی حرام نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد جب ایک مرتبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکہ سے باہر کہیں جانے کا ارادہ کیا تو ابی کہنے لگا کہ بغیر ضامن دیے میں تمہیں باہر نہیں جانے دوں گا۔ اس پر ابوبکر صدیق کے بیٹے "عبداللہ" ضامن بنے۔ پھر جب ابی نے جنگِ احد میں شرکت کرنا چاہی "عبداللہ بن ابوبکر" نے کہا کہ اب میں بھی تمہیں بغیر ضامن دیے باہر نہ جانے دوں گا۔ ابی نے ضامن دیا۔ اور جنگِ احد میں شرکت کے لیے چل نکلا۔ اس جنگ میں زخمی ہو کر جب واپس مکہ آیا تو اسی زخم سے مر گیا۔

جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت فرمائی ہے کہ مقام بدر میں جب مسلمانوں کو کامیابی ہوئی اور مشرکین نے ہزیمت اٹھائی تو اسی دن خبر آئی کہ رومیوں نے ایرانیوں کو پچھاڑ دیا ہے۔ یہ سُن کر مسلمان بہت خوش ہوئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ابی کے ورثاء کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے شرط والا مال وصول پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس تمام مال کو خیرات کر دو۔ ابوبکر صدیق نے وہ سارا مال صدقہ کر دیا۔

## روایت ثالث :

مجمع البیان | وَقَالَ الشَّعْبِی لَمْ یَقْضِ تِلْکَ الْمُدَّۃُ الَّتِیْ عَقَدَھَا

اَبُوْبَكْرٍ مَعَ اُبَيِّ بْنِ اَبِيْ خَلَفٍ حَتّٰى غَلَبَتِ الرُّوْمُ فَارِسًا وَرَبَطُوْا خُيُوْلَهُمْ بِالْمَدَائِنِ وَبَنَوُا الرُّوْمِيَّةَ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ الْخَطَرَ مِنْ وَرَثَتِهٖ وَجَآءَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَصَدَّقَ بِهٖ ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۴ جزء ۸ ص ۲۹۵)

ترجمہ: امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو مدت ابو بکر صدیق نے ابی بن ابی خلف کے ساتھ (بطور شرط) مقرر کی تھی۔ ابھی نہ گزرنے پائی تھی کہ رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور اپنے گھوڑوں کو مدائن میں باندھ دیا اور "رومیہ" شہر آباد کیا۔ ابو بکر صدیق نے ابی کے وارثوں سے وہ شرط وصول کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئے۔ آپ نے اسے صدقہ کر دیا۔

مذکورہ روایات سے خاص کر تین امور کی طرف ہم نشاندہی کرتے ہیں۔ اول یہ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "بضع سنین" کے لفظ قرآنی پر اتنا یقین تھا کہ جس کی بنا پر سو اونٹ تک شرط لگانے میں کوئی پس و پیش نہ کیا۔ دوم یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سال سے بڑھا کر ۹ سال تک کرنے کا ارشاد فرمایا تاکہ "بضع سنین" کے احتمال کی وجہ سے "صداقتِ صدیقی" پر حرف نہ آسکے۔ اگرچہ یہ غلبہ تین سال سے پہلے ہی ہو گیا جو کہ ابتداً ابو بکر صدیق نے شرط میں میعاد مقرر کی تھی۔ سوم یہ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط جیتنے کے بعد جب سو اونٹ ابی کے ورثاء سے لیے تو سیدھے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے تاکہ ان کا استعمال آپ کے ارشاد کے مطابق ہو اور جب آپ نے یہ گراں قدر (سو اونٹ) مال صدقہ کر دینے کو کہا تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فوراً انہیں صدقہ میں دے دیا۔

لمحۂ فکریہ: امورِ مذکورہ کی روشنی میں میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ صدیقِ اکبر کی صداقت کا فیصلہ ازل سے ہی ہو چکا تھا اور اللہ نے آپ کو مخصوص صفات

سے نوازا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت بچپن سے آخر تک آپ کو میسر رہی۔ اس قرب خاص کے ساتھ ساتھ جانی و مالی قربانی بھی آپ کا طرۂ امتیاز رہی۔ اس جگہ تو سو اونٹ قربان کرنے کا واقعہ ملتا ہے۔ ادھر غارِ ثور میں جان بھی واری جا رہی ہے۔ انہی اعمالِ صالحہ ممتازہ کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں اپنے مصلی پر انہیں کھڑا کر کے نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا تھا اور "آیتِ استخلاف" میں مذکورہ مواعید کا مصداق بھی آپ ہی کو بنایا گیا۔

## تفسیرِ ثانی از اہلِ بیت :

**فروع کافی**

عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ فَقَالَ اِنَّ لِهٰذَا تَاْوِیْلًا لَا یَعْلَمُهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَهِیَ الشَّامَاتُ وَمَا حَوْلَهَا وَهُمْ یَعْنِیْ فَارِسَ بَعْدَ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ یَعْنِیْ یَغْلِبُهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ فَلَمَّا غَزَا الْمُسْلِمُوْنَ فَارِسَ وَفَتَحُوْهَا فَرِحَ الْمُسْلِمُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ اَلَیْسَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ وَقَدْ مَضٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ سِنُوْنَ کَثِیْرَةٌ مَعَ رَسُوْلٍ وَفِیْ اِمَارَةِ اَبِیْ بَکْرٍ وَاِنَّمَا غَلَبَ الْمُؤْمِنُوْنَ فَارِسَ فِیْ اِمَارَةِ عُمَرَ فَقَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَکُمْ اِنَّ لِهٰذَا تَاْوِیْلًا وَتَفْسِیْرًا لِلّٰهِ الْمَشِیَّةُ فِی الْقَوْلِ اَنْ یُّؤَخِّرَ مَا قَدَّمَ وَیُقَدِّمَ مَا اَخَّرَ فِی الْقَوْلِ اِلٰی یَوْمٍ یَحْتِمُ الْقَضَآءَ بِنُزُوْلِهٖ

اَلنَّصۡرَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۔

(فروع کافی کتاب الروضہ ص ۲۶۹ تا ص ۲۷۰ طبع جدید ۔ تذکرہ حدیث نوح علیہ السلام یوم القیامۃ ۔ طبع قدیم نولکشور ص ۱۲۶)

ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جعفر جناب امام باقر رضی اللہ عنہ سے "الٓمٓ غلبت الروم" کی بابت سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی تاویل اللہ اور آلِ محمد کے راسخین فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اہل ایران غلبہ کے وقت عنقریب چند سالوں کے اندر اندر مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب ہو جائیں گے۔ پہلے اور بعد ہر وقت حکم اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ اس دن مسلمان اللہ کی مدد سے بہت خوش ہوں گے اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے۔ پھر جب مسلمانوں نے ایران سے جنگ کی اور اسے فتح کر لیا تو اللہ کی مدد سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ میں نے پھر سوال کیا۔ کیا اللہ عزوجل نے "بضع سنین" نہیں فرمایا (یعنی چند سالوں میں فتح ہو گی) حالانکہ بہت سے سال گزر گئے کچھ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اور کچھ خلافتِ صدیقی میں لیکن مسلمانوں کو ایرانیوں پر غلبہ اتنے سالوں بعد عمر بن الخطاب کے دورِ خلافت میں ہوا تو امام باقر رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کیا میں تمہیں یہ نہیں کہہ چکا ہوں کہ اس لفظ کی تاویل و تفسیر میں اللہ کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔ قبل اور بعد اس کی مشیت سے بعد اور قبل بن جاتے ہیں تو ہمیں اس کا علم اس وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ قضاء کو مکمل فرماتے ہیں اور اپنی مدد سے مسلمانوں کو نواز کر غلبہ عطا فرما دیتے ہیں۔

نوٹ: امام باقر رضی اللہ عنہ کی مذکور تفسیر سے ایک ایسی تاویل و تشریح سامنے آتی ہے جس کے بارے میں خود انہی کی زبانی دعویٰ ہے کہ اس کو اللہ اور اہل بیت سے

راسخین فی العلم ہی جانتے تھے اور وہ یہ تھی کہ "یومئذ یفرح المؤمنون" سے مراد "فتح فارس" کی خوشی تھی کیوں کہ یہ کامیابی مسلمانوں کو حاصل ہوئی تھی۔ لہٰذا اس سے حقیقۃً مسلمانوں کو خوشی ہوئی برخلاف ایرانیوں کے رومیوں پر غالب آجانے کی خوشی کوئی حقیقی خوشی نہ تھی کیوں کہ رومی بھی کافر ہی تھے۔ دیکھیے "مجمع البیان" میں اسی مقام پر مذکور ہے:

مجمع البیان | یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰہِ وَیَوْمَ یَغْلِبُ الرُّوْمُ فَارِسًا یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِدَفْعِ الرُّوْمِ فَارِسًا عَنْ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ لَا بِغَلَبِ الرُّوْمِ عَلٰی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ فَاِنَّہُمْ کُفَّارٌ۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ۴ ج ۸ ص ۲۹۵)

ترجمہ: جس روز مسلمان اہلِ فارس پر غالب آئیں گے تو مسلمانوں کو خوشی اس وجہ سے ہو گی کہ رومیوں نے اہلِ فارس کو بیت المقدس سے نکال باہر کیا اس لیے نہیں کہ رومی بیت المقدس پر غالب آ گئے کیوں کہ رومی بھی تو کافر ہی ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق "یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ" میں ایک مستقل پیش گوئی فرمائی گئی ہے جس کے سمجھنے کی خاطر سائل نے وضاحت چاہی اور امام مذکور نے اس کی وضاحت بھی فرمائی۔

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اگرچہ ان آیات میں عام روایات کے مطابق اہلِ ایران پر رومیوں کے غلبہ کی پیش گوئی تھی جو کہ عہدِ نبوی میں "فتح بدر" کو پوری ہوئی۔ لیکن امام باقر رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق اس سے مراد وہ فتح اور غلبہ ہے جو عہدِ فاروقی میں "فتح فارس" کی صورت میں مسلمانوں کو حاصل ہوا۔ لہٰذا نظرِ انصاف سے کام لیتے ہوئے شیعہ حضرات کو یہ بات مان لینی چاہیے کہ یہ پیش گوئی حق ہوئی اور جس خلافت میں پوری ہوئی وہ بھی "خلافتِ حقہ" تھی اور اس وقت کا خلیفہ بھی "خلیفۂ برحق" تھا کیوں کہ دیگر روایات کے مقابلہ میں ان کے نزدیک امام باقر کی روایت زیادہ اہمیت رکھتی ہے تو تعصب چھوڑ دو اور غلط عقائد سے توبہ

کر کے حضرت عمر بن الخطاب کے "برحق خلیفہ" ہونے کو مان لو اور "اہل سنت وجماعت" کا مذہب اختیار کر کے "سنی" بن جاؤ۔

## خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل چہارم

### نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانِ الٰہی کے مطابق اپنے بعد خلافتِ شیخین کی پیش گوئی فرمائی

**تفسیر صافی**

فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ہ اَلْقُمِّیْ کَانَ سَبَبُ نُزُوْلِهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ کَانَ فِیْ بَعْضِ بُیُوْتِ نِسَآئِهٖ وَ کَانَتْ مَارِیَةُ الْقِبْطِیَّةُ تَکُوْنُ مَعَهٗ تَخْدِمُهٗ وَکَانَ ذَاتَ یَوْمٍ فِیْ بَیْتِ حَفْصَةَ فَذَهَبَتْ حَفْصَةُ فِیْ حَاجَةٍ لَهَا فَتَنَاوَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ مَارِیَةَ فَعَلِمَتْ حَفْصَةُ بِذَالِكَ فَغَضِبَتْ وَاَقْبَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِیْ یَوْمِیْ وَفِیْ دَارِیْ وَعَلٰی فِرَاشِیْ فَاسْتَحْیٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ فَقَالَ کُفِّیْ فَقَدْ حَرَّمْتُ مَارِیَةَ عَلٰی نَفْسِیْ وَلَا اَطَاُهَا بَعْدَ هٰذَا اَبَدًا وَاَنَا اُفْضِیْ اِلَیْكِ سِرًّا اِنْ اَنْتِ اَخْبَرْتِ بِهٖ فَعَلَیْكِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ فَقَالَتْ نَعَمْ مَا هُوَ فَقَالَ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ یَلِی الْخِلَافَةَ بَعْدِیْ ثُمَّ بَعْدَهٗ اَبُوْكِ فَقَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۔

(تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران ص ۷۱۶)

ترجمہ: "القمی" نے مندرجہ آیت کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک کے گھر جلوہ فرما تھے اور "ماریہ قبطیہ" خدمت کے لیے موجود تھیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر رونق افروز تھے۔ حضرت حفصہ کسی کام کی غرض سے گھر سے باہر تشریف لے گئیں تو ان کی عدم موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "ماریہ قبطیہ" سے ہمبستری فرمائی۔ جب "حفصہ" کو اس کا علم ہوا تو انہیں بڑا افسوس ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور! میری باری، میرے گھر اور میرے بچھونے پر؛ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شرما گئے اور فرمایا۔ تم اب خاموش ہو جاؤ۔ آج سے "ماریہ قبطیہ" کو میں نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور آئندہ ہمیشہ کے لیے اس سے ہم بستری نہیں کروں گا۔ ہاں سنو! میں تمہیں ایک راز کی بات بتانے لگا ہوں اگر تم نے کسی کو اس پر مطلع کیا تو اللہ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت تم پر ہو گی۔ کہنے لگیں حضور ٹھیک ہے فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ میرے (وصال کے) بعد خلافت ابوبکر کو ملے گی اور اس کے بعد تمہارے والد خلیفہ بنیں گے۔ جناب حفصہ نے عرض کی۔ یہ بات آپ کو کس نے بتلائی؟ فرمایا اللہ علیم وخبیر نے۔

اس تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خوشنودی اتنی اہم تھی کہ ان کی رضاجوئی کی خاطر "ماریہ قبطیہ" کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔

۲۔ آپ کی پیش گوئی تھی کہ میرے وصال کے بعد خلیفہ بلافصل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے اور ان کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

۲ "مَنْ اَنْبَاَکَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ" کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کی "خلافت بلافصل" اور ان کے بعد عمر بن الخطاب کی خلافت کی پیش گوئی اللہ علیم وخبیر نے آپ کو دی تھی۔

ان امور سے ثابت ہوا کہ جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت "من جانب اللہ" تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ شریفہ میں ہی تمام صحابہ کرام اور اہلبیت کی موجودگی میں ابوبکر صدیق کو مصلیٰ امامت پر کھڑا ہو کر نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ بعد میں خلافتِ صدیقی کے استحقاق کے لیے اسی امامت کو بطور دلیل پیش کیا گیا اور ابوبکر خلیفہ منتخب ہو گئے۔

انصار و مہاجرین نے جن کی اپنا خلیفہ بنانا پسند کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان الفاظ سے اس کی رضامندی کا اظہار فرمایا۔

فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَّسَمَّوْہُ اِمَامًا کَانَ ذَالِکَ لِلّٰہِ رِضًی۔ (نہج البلاغہ خط ۶ ص ۳۶۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خطوط "نہج البلاغۃ" میں درج ہیں ان میں ایک خط آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ارسال فرمایا تھا جس میں تحریر تھا کہ مہاجرین وانصار اگر کسی شخص کو امامت کے لیے بالاتفاق چن لیتے ہیں تو وہ اللہ کا پسندیدہ ہوگا۔

**لمحۂ فکریہ:** جن کی خلافت کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اظہار فرمائیں اور اپنی زندگی میں مصلیٰ امامت پر انہیں متمکن فرمائیں تمام صحابہ کرام اور اہلِ بیت ان کی امامت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی اقتداء کریں اور کسی قسم کی کوئی شکایت ان کے خلاف نہ کریں اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسی خلافت کو اللہ کی رضا سمجھیں تو ایسی خلافت کا انکار اور اسے خلافتِ مغصوبہ کہنا پرلے درجے کی بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے کیوں کہ اس انکار سے اللہ کی خبر میں کذب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب غلط اور حضرت علی کی تائید فضول لازم آتی ہے۔ یہ تمام باتیں لازم تب

آئیں جب خلافت صدیقی کو نہ مانا گیا اس لیے ایمان کا تقاضا بھی ہے کہ اپنی ہٹ دھرمی چھوڑ دو اور بے باکی سے منہ موڑو۔

## اعتراض :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو راز کی بات کے اظہار پر لعنت کا مستحق گردانا تھا اس کے باوجود انہوں نے اس راز کو راز نہ رہنے دیا بلکہ دیگر حضرات کو اطلاع کر دی۔ تو کیا اس طرح حضرت حفصہ اس لعنت کی مستحق نہ ٹھہریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائی تھی۔

## جواب :

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہماری بحث خلافت کے بارے میں چل رہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر درست اور سچی ہوئی یا نہیں۔ جب یہ بات مسلمہ ہے کہ اللہ کی خبر صادق ہوتی ہے تو لازم آیا کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی خلافت بھی حق ہو۔ لہٰذا اس راز کو ظاہر کرتیں یا نہ کرتیں اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔

لیکن مسئلہ لعنت کے متعلق بھی سن لیجیے اور وہ یہ ہے کہ اس کا ذکر صرف تمہاری تفسیر صافی نے ہی کیا ہے۔ اور یہ الفاظ اسی تفسیر کے مصنف کے تراشیدہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کے الفاظ نہیں۔ اعتبار نہ آئے تو تفسیر "مجمع البیان" جلد پنجم جزء دہم ص ۳۱۴ مطبوعہ تہران اٹھا کر دیکھ لیں۔

**مجمع البیان:** وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا یَعْنِیْ حَفْصَۃَ عَنِ الزَّجَّاجِ قَالَ وَلَمَّا اَحْرَمَ مَارِیَۃَ قِبْطِیَّۃَ اَخْبَرَ حَفْصَۃَ اَنَّہٗ یَمْلِکُ مِنْ بَعْدِہٖ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ۔

ترجمہ: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی حضرت حفصہ سے پوشیدہ بات

کی۔ "زجاج" سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب "ماریہ قبطیہ" کو اپنے لیے حرام کر لیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے بتلایا کہ میرے بعد ابوبکر اور ان کے بعد عمر مملکتِ اسلامیہ کے مالک ہوں گے۔

ایک اور روایت ملاحظہ ہو:

منہج الصادقین: مروی است کہ چوں پیغمبر ماریہ را برخود حرام ساخت و در اخفائی آں امر فرمود حفصہ را فرمود کہ مرا با تو سرے دیگر ہست باید کہ آرا نیز بہ ہیچکس نگوئی۔ و در گمان آں خیانت نہ کنی یعنی افشا ئے آں نمائی و آں اینست کہ بعد من ابوبکر و پدر تو مالک ایں امت شوند۔ و پادشاہی کنند و بعد از ایشاں عثمان متصدی حکومت گردد۔ (تفسیر منہج الصادقین جلد ۹ ص ۳۳۰ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: روایت ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "ماریہ قبطیہ" کو اپنے لیے حرام کر دیا تو سیدہ حفصہ کو اس بات کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ اس کے علاوہ ایک اور بات بطور راز تمہیں بتانا چاہتا ہوں وہ کسی کو مت بتانا اور اس میں خیانت نہ کرنا یعنی کسی پر ظاہر نہ کرنا وہ یہ ہے کہ میرے بعد ابوبکر اور اس کے بعد تیرا باپ عمر رضی اللہ عنہما اس اُمت کے مالک اور بادشاہ ہوں گے اور ان کی اتباع میں عثمان غنی خلیفہ ہوں گے۔

## لمحہ فکریہ:

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ "القمی" سے جو روایت "تفسیر صافی" نے نقل کی وہی روایت ملا فتح اللہ کاشانی شیعہ" اپنی معتبر تفسیر "منہج الصادقین" اور اسی روایت کو علامہ طبرسی شیعہ" مشہور تفسیر مجمع البیان" میں نقل کر رہے ہیں جن میں لفظ "لعنت" موجود نہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان الفاظ کا ایجاد کنندہ خود صاحب تفسیر صافی ہے جس کے ذریعہ اس نے اپنی روحانی ماں

کا انکار کرتے ہوئے اپنے لعنتی اور حرامی ہونے کا اظہار کیا ہے۔

ملعون ہونا اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے کہ جب کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے تو جس پر لعنت کی گئی اگر وہ مستحق نہ تھا تو لعنت واپس لعنت کرنے والے پر آتی ہے لہٰذا ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف "لعنت" کی نسبت کرنے والا ان کا تو کچھ نہ بگاڑ سکا اپنا خانہ خراب کر گیا۔

بے اصل اور حرامی ہونا بایں طرح کہ اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو من جملہ اور اوصاف کے تین وصف ایسے عطا فرمائے جن کی بنا پر وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

۱۔ مطلقاً عورتوں کے لیے ارشاد ہے ھن لباس لکم و انتم لباس لھن" عورتیں مردوں کے لیے بمنزلہ ان کے لباس اور مرد عورتوں کے لیے بمنزلہ ان کے لباس کے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک وجہ سے لباس نبوی ہوئیں اور دوسری وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم "لباس ازواج" ہو گئے۔ اس طرح لباسِ مصطفیٰ (ازواج النبی) کی طرف لعنت کی نسبت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت اور اس جرأت سے خود نسبت کرنے والا اوّل درجہ کا لعنتی۔

۲۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ " اے نبی کی بیبیو! تم اس نسبت زوجیت میں اپنی مثال آپ ہو۔ دنیا کی کوئی عورت تمہاری مثل نہیں۔

۳۔ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں جب یہ پاک وطاہر شخصیات کائنات میں تمام عورتوں سے ممتاز اور تمام مومنین کی مائیں ٹھہریں تو ان روحانی ماؤں کی طرف "لعنت" کی (معاذ اللہ) نسبت کرنے والا بے اصل نہ ہوا تو کیا ہوا؟ پھر اس سے مزید یہ کہ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کو ایذا رپہنچانا ہے کیوں کہ آپ کی کسی زوجہ کو ایذا رپہنچانا گویا آپ کو رنجیدہ کرنا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ (پ۲۲ ع۴) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ۔ ان پر دنیا میں بھی لعنت اور آخرت میں بھی لعنت ہو گی ۔ لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ "صاحب تفسیر صافی" اور "القمی" تمام دنیا میں بہت بڑے ملعون اور بالکل بے اصل ہیں ۔

## خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل پنجم

حضرت علی نے حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کو اپنے پر لازم قرار دیا :

اَلذَّلِیْلُ عِنْدِیْ عَزِیْزٌ حَتّٰی اٰخُذَ الْحَقَّ لَہٗ وَ الْقَوِیُّ عِنْدِیْ ضَعِیْفٌ حَتّٰی اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْہُ رَضِیْنَا عَنِ اللّٰہِ قَضَاءَہٗ وَ سَلَّمْنَا لِلّٰہِ اَمْرَہٗ اَتَرَانِیْ اَکْذِبُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَہٗ فَلَا اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ کَذَبَ عَلَیْہِ فَنَظَرْتُ فِیْ اَمْرِیْ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ وَاِذِا الْمِیْثَاقُ فِیْ عُنُقِیْ لِغَیْرِیْ ۔ (نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت خطبہ ۳۷، ص ۸۱)

ترجمہ : ہر ذلیل میرے نزدیک با عزت ہے جب تک اس کا دوسرے سے حق نہ لے لوں اور قوی میرے لیے کمزور ہے یہاں تک کہ میں مستحق کا حق اس سے دلا دوں ۔ ہم اللہ کی قضا پر راضی ہوئے اور اس کے امر کو اسی کے سپرد کیا تو سمجھتا ہے کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھوں گا خدا کی قسم ! میں نے ہی سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے

کریں ہی سب سے پہلا جھٹلانے والا ہوں۔ میں نے اپنے معاملہ میں غور و فکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرا ابوبکر کی اطاعت کرنا اور ان کی بیعت میں داخل ہونا اپنے لیے بیعت لینے سے بہتر ہے اور میری گردن میں غیر کی بیعت کرنے کا عہد بندھا ہوا ہے۔

اس روایت کے کچھ الفاظ کی "ابن میثم" اس طرح شرح کرتا ہے:

**شرح ابن میثم**

فَقَوْلُهُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا طَاعَتِيْ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِيْ أَيْ طَاعَتِيْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا أَمَرَنِيْ بِهٖ مِنْ تَرْكِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِيْ لِلْقَوْمِ فَلَا سَبِيْلَ إِلَى الْاِمْتِنَاعِ مِنْهَا وَقَوْلُهُ وَإِذَا الْمِيْثَاقُ فِيْ عُنُقِيْ لِغَيْرِيْ أَيْ مِيْثَاقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَهْدُهٗ إِلَيَّ بِعَدَمِ الْمُشَاقَّةِ وَقِيْلَ الْمِيْثَاقُ مَا لَزِمَهٗ مِنْ بَيْعَةِ أَبِيْ بَكْرٍ بَعْدَ إِيْقَاعِهَا أَيْ فَإِذْ مِيْثَاقُ الْقَوْمِ قَدْ لَزِمَنِيْ فَلَمْ يُمْكِنِّي الْمُخَالَفَةُ بَعْدَهٗ۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد دوم مطبوعہ تہران ص ۹۷ طبع جدید)

ترجمہ: پس میں نے غور و فکر کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ میرا اطاعت کرنا بیعت لینے سے سبقت لے گیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو ترک قتال کا حکم دیا تھا وہ اس بات پر سبقت لے گیا کہ میں قوم سے بیعت لوں" فاذا المیثاق فی عنقی لغیری" سے مراد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ سے عہد لینا۔ مجھے اس کا پابند رہنا لازم ہے جب لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں تو میں بھی بیعت کر لوں۔ پس جب قوم کا وعدہ مجھ پر لازم ہوا یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت مجھ پر لازم ہوئی تو اس کے

بعد میرے لیے ناممکن تھا کہ میں اس کی مخالفت کرتا۔

مذکورہ خطبہ اور اس کی شرح سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اپنے فرمان کے مطابق آپ کے نزدیک قوی اور ضعیف برابر تھے کیوں کہ آپ ہر قوی سے قوی ہیں۔ اس لیے کسی کمزور کا حق اسے دلا سکتے ہیں

۲۔ جب اللہ نے قضاء کے مطابق صدیق اکبر کی خلافت کا فیصلہ کر دیا تو ہم نے اسے تسلیم کرتے ہوئے اسے اللہ کے سپرد کر دیا۔

۳۔ جب ایمان لانے میں مجھے سب سے اولیت حاصل ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ میں (تقیہ کی آڑ لے کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولوں۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ میرے بعد مسئلہ خلافت میں کسی سے لڑائی نہ کرنا۔

۵۔ مسئلہ خلافت میں غور وفکر سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرے لیے ابوبکر کی بیعت کر لینا اپنی بیعت لینے سے زیادہ راجح ہے۔

۶۔ میری گردن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عہد بندھا ہوا ہے کہ جب لوگ ابوبکر صدیق کی بیعت کر لیں تو میں بھی بیعت کر لوں۔

۷۔ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد ابوبکر صدیق کی بیعت کرنے کا میرے ذمہ لازم ہے تو کیسے ممکن ہے کہ میں آپ کا عہد توڑ دوں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے منہ موڑ لوں۔

ان تمام امور بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی طرح بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے اعراض نہ کر سکتے تھے کیوں کہ اللہ کی رضا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی سے عہد اور خود حضرت علی کا فیصلہ ابوبکر صدیق کے خلیفہ برحق ہونے کا بین ثبوت ہیں تو اس امر بیعت کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس قدر اہم سمجھتے تھے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے اتنی جلدی کی کہ پورا لباس بھی زیب تن نہ کر

سکے "صاحب روضۃ الصفا" نے اس کو یوں نقل کیا ہے۔

روضۃ الصفا | امیر المؤمنین علی چوں استماع نمود کہ مسلماناں بر بیعت ابوبکر اتفاق نمودند بتعجیل از خانہ بیروں آمد چنانچہ ہیچ در بر نداشت بغیر از پیرہن نہ ازار و نہ ردا بہمچناں نزد صدیق رفتہ با دبیعت نمود بعد ازاں فرستادند تا جامۂ بمجلس آوردند۔ و در بعضی روایات وارد شدہ کہ ابوسفیان پیش از بیعت با امیر المؤمنین علی گفت کہ تو راضی میشوی کہ شخصی از بنی تیم متصدی کاری حکومت شود بخدا سوگند کہ اگر تو خواہی ایں وادی را پر از سوار و پیادہ گردانم علی گفت اے ابوسفیان تو ہمیشہ در ایام جاہلیت فتنہ می انگیختی و حالا نیز می خواہی کہ فتنہ در اسلام احداث کنی۔ ابوبکر را شائستہ ایں کار میدانم۔

(روضۃ الصفا، جلد دوم صفحہ ۲۴۲ ذکر بیعت امیر المؤمنین)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب سُنا کہ تمام مسلمانوں نے ابوبکر صدیق کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے تو اس قدر جلدی درِ دولت سے باہر تشریف لائے کہ چادر اور تہبند بھی نہ اوڑھ سکے۔ صرف پیرہن میں ملبوس تھے۔ اسی صورت میں ابوبکر صدیق کے ہاں پہنچے اور بیعت کی۔ بیعت سے فراغت کے بعد چند آدمی کپڑے لینے کے لیے بھیجے تا کہ مجلس میں کپڑے لے آئیں۔ بعض روایات میں اس طرح مذکور ہے کہ ابوسفیان نے بیعت سے قبل حضرت علی کو کہا کہ اے علی! کیا تو بنو تیم کے ایک آدمی کو حکومت کا والی بنانے پر راضی ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو میں اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔ یہ سُن کر حضرت علی نے کہا اے ابوسفیان! دورِ جاہلیت میں بھی تو فتنہ پرداز رہا ہے اور اب بھی چاہتا ہے کہ اسلام میں فتنہ بپا کرے۔ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کاروبارِ حکومت کے لیے نہایت

مناسب آدمی سمجھتا ہوں۔

**نوٹ:** واذا المیثاق فی عنقی لغیری" جملہ کی تشریح "ابن میثم" اور اس کے بعد" روضتہ الصفا" سے آپ پڑھ چکے ہیں۔ ان دونوں شیعوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس جملہ کی جو شرح کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بخوشی اور بسرعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے چل پڑے، کوئی مجبوری نہ تھے اور نہ زبردستی بیعت کرتے پر ان کو آمادہ کیا گیا۔ اگر خوشی ورضا نہ تھی تو ابوسفیان کی فرمائش بڑی برمحل تھی اسے نہ ٹھکراتے خود بھی قوی تھے اور ابوسفیان کی طرف سے سواروں اور پیادوں سے میدان بھر دینا۔ ایسے میں مجبوری کب ٹھہر سکتی تھی، کتنے بیوقوف وہ لوگ ہیں جو حضرت علی کی اس بیعت کو "بیعت مکرہ" کا نام دیتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ بعد میں آئے گی۔

## خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل ششم

**حضرت علی نے عمر فاروق کو آیت استخلاف کا مصداق اور خلیفہ برحق سمجھا:**

وَمِنْ كَلَامِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ شَاوَرَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الْخُرُوْجِ إِلٰى غَزْوَةِ الرُّوْمِ وَقَدْ تَوَكَّلَ اللّٰهُ لِاَهْلِ هٰذَا الدِّيْنِ بِاِعْزَازِ الْحَوْزَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ وَالَّذِيْ نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِيْلٌ لَا يَنْتَصِرُوْنَ وَمَنَعَهُمْ وَهُمْ قَلِيْلٌ لَا يَمْتَنِعُوْنَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔

اِنَّكَ مَتٰى تَسِرْ اِلٰى هٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ فَتُنْكَبْ لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِيْنَ كَانِفَةٌ دُوْنَ اَقْصٰى بِلَادِهِمْ لَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُوْنَ اِلَيْهِ فَابْعَثْ اِلَيْهِمْ رَجُلًا مُحْرِبًا وَاحْفِزْ مَعَهٗ اَهْلَ الْبَلَاءِ وَ

نہج البلاغہ | النَّصِيحَةِ فَإِنْ أَظْهَرَ اللّٰهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرٰى كُنْتَ رِدْءًا لِلنَّاسِ وَ مَثَابَةً لِلْمُسْلِمِيْنَ ۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۳۴ ص ۱۹۲ - ۱۹۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: جب خلیفہ ثانی نے روم پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور آپ سے بھی مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔ نواحی اسلام کو غلبہ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ ہی ضامن اور کفیل ہے وہ ایسا خدا ہے جس نے انہیں اس وقت فتح دی ہے جب ان کی تعداد نہایت قلیل تھی اور کسی طرح فتح نہیں پا سکتے تھے۔ انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے بچایا ہے۔ جب یہ کسی طرح روکے نہ جا سکتے تھے اور وہ خداوند عالم حی لایموت ہے (جیسے اس وقت موجود تھا ویسے ہی اب بھی قائم ہے) اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ کرے اور منکوب و مخذول ہو جائے تو یہ سمجھ لے کہ مسلمانوں کو ان کے اقصائے بلاد تک پناہ نہ ملے گی اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ لہٰذا تو دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیج جو آزمودہ کار ہو اور اس کے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کر جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ اب اگر خدا نے غلبہ نصیب کیا تب تو یہ وہی چیز ہے جسے تو دوست رکھتا ہے اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو بن ہی جائے گا۔

(ترجمہ نیرنگ فصاحت ص ۱۹۰)

**نوٹ:**

اس خطبہ کی شرح کرتے ہوئے "علامہ البحرانی" نے "وقد توکل علی اللہ سے لے کر حی لا یموت" تک یوں لکھا ہے:

ابن میثم: صَدَرَ لِهٰذِهِ النَّصِيحَةِ وَالرَّأْيِ نَبَّهَ فِيهِ عَلٰى وُجُوهِ التَّوَكُّلِ عَلَى اللّٰهِ وَ الْاِسْتِنَادِ اِلَيْهِ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ وَ خُلَاصَتُهَا اَنَّهٗ ضَمِنَ اِقَامَةَ هٰذَا الدِّيْنِ وَاِعْزَازَ حَوْزَةِ اَهْلِهٖ وَ كَنّٰى بِالْعَوْرَةِ عَنْ هَتْكِ السَّتْرِ فِي النِّسَاءِ وَ يَحْتَمِلُ اَنْ تَكُوْنَ اِسْتِعَارَةً لِمَا يَظْهَرُ عَلَيْهِمْ مِنَ الذُّلِّ وَ الْقَهْرِ لَوْ اُصِيْبُوْا فَضَمِنَ سُبْحَانَهٗ سَتْرَ ذَالِكَ بِاِضْمَا فَةِ النَّصْرِ عَلَيْهِمْ وَ هٰذَا الْحُكْمُ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد سوم ص ۱۶۲، طبع سوم)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس خطبہ کو اس نصیحت اور رائے کے بیے ارشاد فرمایا جس میں توکل کے مختلف طریقوں سے آگاہی فرمائی اور یہ بھی تنبیہ فرمائی کہ مسئلہ جہاد کو اللہ کے سپرد کیا جائے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو قائم رکھنے اور اس کے اہل کو عزت دینے کی ذمہ داری اٹھائی ہے اور لفظ "عورۃ" سے حضرت علی نے عورتوں کی بے ستری کی طرف کنایہ کیا ہو اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد ان پر قہر و غضب ہو۔ اگر قتل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد نازل فرما کر اس کی پردہ پوشی کی ضمانت عطا فرمائی ہو (مدد کی ضمانت اٹھانا) یہ وہ حکم ہے جو آیتِ استخلاف سے ماخوذ ہے (آیتِ استخلاف کا ترجمہ:۔ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے تم میں سے

مومنین اور نیک اعمال والوں کے ساتھ کہ انہیں زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرنے والوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لیے ان کے دین کو مضبوط فرمائے گا جو دین اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند فرمایا اور یقیناً ان کے خوف کو امن میں تبدیل فرمائے گا۔

خطبہ اور اس کی شرح سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فاروقِ اعظم کے لشکر کو لشکرِ اسلام سے تعبیر فرمایا۔

۲۔ اس اسلامی لشکر کی فتح و شکست کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر چھوڑا۔

۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فاروقِ اعظم کی زندگی اتنی عزیز تھی کہ انہیں بذاتِ خود جنگ میں جانے سے منع فرمایا۔

۴۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو آپ نے "امیر المومنین" فرما کر تمام مسلمانوں کا مرجع اور ملجا بھی قرار دیا اور فرمایا کہ تمہارے ساتھ جانے سے اگر فتح ہوئی تو مقصود ملا اور اگر خدانخواستہ شکست ہوئی تو پھر مسلمانوں کی کوئی جائے پناہ نہ ہوگی لہٰذا آپ پیچھے رہیں اور ان کی جائے پناہ بنیں۔

۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لشکرِ اسلام کی فتح کو ضمانتِ خداوندی دیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ فاروقِ اعظم کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے اور خلیفہ برحق کے لیے آیتِ استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے جتنے وعدے فرمائے۔ ان کا مصداق فاروقِ اعظم کو ہی سمجھتے تھے

## خلاصۂ کلام:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ میں اس بات کو واضح فرما دیا کہ آپ کو فاروقِ اعظم سے قطعاً کوئی ناراضگی نہ تھی بلکہ انہیں وہ سب سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے اس کی واضح علامت یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اقدس سے

پیدا شدہ اپنی لختِ جگر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی فاروقِ اعظم سے کی تھی۔

اس عزت و عظمت کے ساتھ ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ان وعدوں کا مصداق بھی سمجھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آیتِ استخلاف میں فرمائے ہیں اسی لیے بنفسِ نفیس جنگ میں جانے سے منع فرمایا۔

## خلفاءِ راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل ہفتم

ارشادِ علی مرتضیٰ سب سے زیادہ کامل الایمان رسول کا خلیفہ (صدیقِ اکبر) اور خلیفہ کا خلیفہ (عمر فاروق) ہیں۔

**واقعہ صفین** حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خط لکھا تھا جس کو "نصر ابن مزاحم" نے اپنی کتاب "واقعہ صفین" میں یوں نقل کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ اِلٰى عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ سَلَامٌ عَلَيْكَ وَاِنِّيْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مُحَمَّدًا بِعِلْمِهٖ وَ جَعَلَهُ الْاَمِيْنَ عَلٰى وَحْيِهٖ وَ الرَّسُوْلَ اِلٰى خَلْقِهٖ وَاجْتَبٰى لَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَعْوَانًا اَيَّدَهُ اللّٰهُ بِهِمْ فَكَانُوْا فِيْ مَنَازِلِهِمْ عِنْدَهٗ عَلٰى قَدْرِ فَضَائِلِهِمْ فِي الْاِسْلَامِ فَكَانَ اَفْضَلُهُمْ فِيْ اِسْلَامِهٖ وَاَنْصَحُهُمْ لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهِ الْخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِهٖ وَخَلِيْفَةَ خَلِيْفَتِهٖ وَالثَّالِثَ الْخَلِيْفَةَ الْمَظْلُوْمَ عُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ حَسَدْتَ وَعَلٰى كُلِّهِمْ بَغَيْتَ۔ (واقعہ صفین ص ۹۱-۹۲ مطبوعہ مطبع حجاسیر بیروت طبع قدیم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (یہ خط) معاویہ بن سفیان کی طرف سے علی بن ابی طالب کی طرف (لکھا جارہا ہے) آپ پر سلامتی ہو۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ اس کے بعد اللہ رب العزت نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے علم کی بنا پر سب سے چن لیا اور انہیں اپنی وحی کا امین بنایا اور اپنی مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور مسلمانوں میں سے ان کے مددگار اور معاون بنائے جن کی وجہ سے اللہ نے آپ کی تائید فرمائی تو وہ آپ کے نزدیک اپنا مرتبہ اسلام میں فضیلت کی بنا پر رکھتے تھے۔ اسلام میں سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر زیادہ دھیان رکھنے والے خلیفہ اول تھے اور ان کے بعد ان کے خلیفہ اور تیسرے خلیفہ جناب عثمان جو مظلوم تھے۔
تم نے ان سب خلفاء سے حسد کیا اور ہر ایک سے بغاوت کی۔

اس خط کے جواب میں جو کچھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تحریر فرمایا وہ مختلف روایات کے اعتبار سے مختلف مضامین پر مشتمل ہے لہٰذا ہم انہیں جواب اول، دوم اور سوم کے عنوان سے تحریر کریں گے۔ ملاحظہ ہو:

## جواب اول:

### حضرت علی نے شیخین کے مقام کو عظیم سمجھتے ہوئے ان کے لیے دُعاءِ خیر کی

واقعہ صفین

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِیٍّ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی مُعَاوِیَةَ بْنِ سُفْیَانَ اَمَّا بَعْدُ۔ ..... وَذَکَرْتَ اَنَّ اللّٰهَ اجْتَبٰی لَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَعْوَانًا اَیَّدَهُ اللّٰهُ بِهِمْ فَکَانُوْا فِیْ مَنَازِلِهِمْ عِنْدَهٗ عَلٰی قَدْرِ فَضَائِلِهِمْ فِی الْاِسْلَامِ فَکَانَ اَفْضَلُهُمْ زَعَمْتَ فِی الْاِسْلَامِ وَاَنْصَحُهُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ الْخَلِیْفَةَ وَخَلِیْفَةَ الْخَلِیْفَةِ وَلَعَمْرِیْ

اَنَّ مَكَانَهُمَا فِى الْاِسْلَامِ شَدِيْدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَ جَزَاهُمَا بِاَحْسَنِ الْجَزَاءِ وَ ذَكَرْتَ اَنَّ عُثْمَانَ كَانَ فِى الْفَضْلِ ثَالِثًا فَاِنْ يَكُنْ عُثْمَانُ مُحْسِنًا فَسَيَجْزِيْهِ اللّٰهُ بِاِحْسَانِهٖ وَ اِنْ يَكُ مُسِيْئًا فَسَيَلْقَى اللّٰهَ رَبًّا غَفُوْرًا ۔ (واقعہ صفین ص ۶۳)

ترجمہ: (یہ خط) عبداللہ علی امیر المومنین کی طرف سے جناب معاویہ بن سفیان کو لکھا جا رہا ہے) اما بعد! آپ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسلمانوں میں سے ایک معاون اور مددگار جماعت منتخب فرمائی تھی اور ان معاونین کے آپ کے نزدیک ایسے ہی درجات تھے جیسے اسلام میں ان کی افضلیت تھی ان سب میں سے اللہ اور اس کے رسول کے زیادہ خیر خواہ خلیفہ اول ابوبکر تھے پھر ان کے خلیفہ فاروق اعظم مجھے اپنی عمر کی قسم! ان دونوں حضرات کا اسلام میں بہت اونچا مقام ہے اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے اور انہیں اچھی جزا سے نوازے اور تم نے حضرت عثمان کا ذکر کیا کہ وہ فضیلت میں تیسرے درجے پر تھے تو اگر عثمان نیکوکار تھے تو اللہ ان کی نیکی کی بہت جلد جزا عطا فرمائیگا اور اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہوئی تو عنقریب اس اللہ سے ملنے والے ہیں جو رب غفور ہے

## جواب دوم: حضرت علی کے نزدیک شیخین عادل اور برحق خلیفہ تھے اور ان کے وصال سے اسلام کو سخت نقصان پہنچا:

واقعہ صفین: ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ: فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ فَانْقَذَ بِهٖ مِنَ الضَّلَالَةِ وَ اِنْعَشَ بِهٖ مِنَ الْهَلَكَةِ وَ جَمَعَ بِهٖ بَعْدَ الْفُرْقَةِ ثُمَّ قَبَضَهُ

اللّٰہُ اِلَیْہِ وَ قَدْ اَدّٰی مَا عَلَیْہِ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ النَّاسُ
اَبَا بَکْرٍ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ اَبُوْ بَکْرٍ عُمَرَ وَ اَحْسَنَا السِّیْرَۃَ
وَعَدَلَا فِی الْاُمَّۃِ وَ قَدْ وَجَدْنَا عَلَیْھِمَا اَنْ تَوَلَّیَا
الْاَمْرَ دُوْنَنَا وَ نَحْنُ اٰلُ رَسُوْلٍ وَ اَحَقُّ بِالْاَمْرِ فَغَفَرْنَا
ذَالِكَ لَهُمَا ۔

(واقعہ صفین ص ۱۴۹)

ترجمہ: اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر لوگوں کو گمراہی اور ہلاکت سے آپ کی وجہ سے بچایا اور منتشر لوگوں کو آپ کی بدولت جمع فرمایا پھر آپ اللہ کو پیارے ہو گئے آپ نے اپنی ذمہ داری کا صحیح نباہ فرمایا پھر لوگوں نے آپ کے بعد ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور ابوبکر نے اپنے بعد عمر کو خلافت سونپی۔ یہ دونوں اچھی سیرت کے مالک تھے اور انہوں نے لوگوں میں خوب انصاف کیا اور ہمیں افسوس تھا کہ ہم آلِ رسول کے ہوتے ہوئے وہ امرِ خلافت کے والی بن گئے حالانکہ اس کے ہم زیادہ حق دار تھے۔ سو ہم نے انہیں معاف کر دیا (کیوں کہ عدل و انصاف اور اچھی سیرت کے حامل تھے)

## جواب سوم:

ابن میثم

وَ ذَكَرْتَ اَنَّ اللّٰهَ اَجْتَبٰى لَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَعْوَانًا اَيَّدَهُمْ
بِهٖ فَكَانُوْا فِیْ مَنَازِلِهِمْ عِنْدَهٗ عَلٰى قَدْرِ فَضَائِلِهِمْ فِی
الْاِسْلَامِ وَكَانَ اَفْضَلُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ كَمَا زَعَمْتَ وَ
اَنْصَحُهُمْ لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ الْخَلِيْفَةَ الصِّدِّيْقَ وَخَلِيْفَةَ

اَلْخَلِيْفَةِ الْفَارُوْقَ وَ لَعَمْرِيْ اِنَّ مَكَانَهُمَا فِي الْاِسْلَامِ لَعَظِيْمٌ وَ اِنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجَرْحٌ فِي الْاِسْلَامِ شَدِيْدٌ يَرْحَمُهُمَا اللهُ وَ جَزَاهُمَا بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا ۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد ۴ ص ۴۶۲ مطبوعہ تہران، طبع جدید زیر خط نمبر ۹)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسلمانوں میں بہت سے معاون اور مددگار منتخب فرمائے جن کے ذریعہ آپ کی تائید فرمائی۔ ان حضرات کی آپ کی بارگاہ میں اس ترتیب سے قدر و منزلت تھی جو انہیں اسلام میں فضیلت کے اعتبار سے تھی اور اسلام میں ان سب سے افضل جیسا کہ تمہارا بھی خیال ہے۔ خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق ہیں اور یہی ان تمام میں سے زیادہ خیر خواہ تھے۔ پھر ان کے بعد ان کے خلیفہ "فاروق اعظم" کا مرتبہ ہے۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! اسلام میں ان دونوں کا مقام یقیناً عظیم ہے ان کی رحلت سے اسلام میں بہت سے مصائب پیدا ہو گئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کے اعمال کی جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت علی سے مروی ان جوابات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے۔

۱۔ ابوبکر صدیق اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کو جو مرتبہ خلافت ملا اور حضور کی بارگاہ میں وقعت نصیب ہوئی تو یہ سب کچھ ان کے اسلام میں فضائل کے مطابق ہوا۔

۲۔ ان دونوں کی رحلت سے اسلام کو بہت نقصان پہنچا۔

۳۔ اسلام میں سب سے افضل ابوبکر صدیق اور ان کے بعد فاروقِ اعظم ہیں۔

۴۔ حضرت علی نے جب دونوں کے عدل و انصاف اور سیرت کا ملاحظہ فرمایا جو خود حضرت علی کا اپنے لیے خلافت سے مقصود تھا۔ تو ان پر راضی ہو گئے اور ان کا مشیر بنا پسند

کرلیا۔

۵۔ حضرت علی نے قسمیہ کہا کہ ان دونوں حضرات کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔

ان پانچ امور کے ذکر کرنے کے بعد میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ شیخین عادل تھے یا فاسق و فاجر؟ ۲۔ حضرت علی کے معاف کر دینے سے انہیں معافی ملی یا نہیں؟ ۳۔ حضرت علی نے ان کی تعریف و توصیف میں جو کچھ فرمایا وہ سچ تھا یا جھوٹ؟ اگر آپ کو تم لوگ سچا جانتے ہو تو پھر چشم ما روشن دلِ ما شاد اور اگر اسے جھوٹ گردانتے ہو تو حضرت علی کے بارے میں تمہارا کیا فتویٰ ہے؟ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں ہدایت و عقل عطا فرمائے۔ اور جو عقیدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شیخین کے بارے میں تھا۔ وہی عقیدہ تمہیں بھی عطا کرے۔

## خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل ہشتم

نہج البلاغۃ | وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ

اِنَّهٗ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَ عُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَّخْتَارَ وَ لَا لِلْغَائِبِ اَنْ يَّرُدَّ وَ اِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَّ سَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى فَاِنْ خَرَجَ عَنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبٰى قَاتَلُوْهُ عَلَى اتِّبَاعِهٖ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ وَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى ۔

(نہج البلاغۃ خط ۶ ص ۳۶۶ – ۳۶۷ مطبوعہ بیروت، الاخبار الطوال مصنفہ احمد ابن داؤد الدینوری مطبوعہ بغداد طبع جدید ص ۱۴۰)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خطوط میں سے ایک خط جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا:

بات یہ ہے کہ میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے حضرت ابوبکر عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی کی تھی اور مقصدِ بیعت بھی وہی تھا جو ان سے تھا لہذا موجود حضرات میں سے کسی کو علیحدگی کا اختیار نہیں اور نہ غائب لوگوں کو اس کی تردید کی اجازت ہے۔ مشورہ مہاجرین اور انصار کو ہی شایان شان ہے تو اگر یہ سب کسی شخص کے خلیفہ بنانے پر متفق ہو جائیں تو یہ اللہ کی رضا ہو گی اور اگر ان کے حکم سے کسی نے بوجہ طعن یا بدعت کے خروج کیا تو اسے واپس لوٹا دو اور اگر واپسی سے انکار کرے تو اس سے قتال کرو کیوں کہ اس صورت میں وہ مسلمانوں کے اجتماعی فیصلہ کو ٹھکرانے والا ہے اور اللہ نے اسے متوجہ کر دیا جدھر وہ خود جانا چاہتا ہے۔

اس خط سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہو گئے:

۱۔ جن لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کی تھی۔ ان ہی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

۲۔ ان تمام کا کسی کے ہاتھ بیعت کر لینا اتنا اہم ہے کہ اس کے بعد حاضرین یا غائبین لوگوں میں سے کسی کو اس کے خلاف کا اختیار نہیں رہ جاتا۔

۳۔ شوریٰ کا استحقاق مہاجرین اور انصار کو ہی تھا۔

۴۔ مہاجرین اور انصار کا باہمی مشورہ سے کسی کو امام یا خلیفہ پسند کر لینا دراصل خوشنودی خدا ہوتا ہے۔

۵۔ ان کے متفقہ طور پر کسی کو منتخب کر لینے کے بعد اگر کوئی بوجہ طعن بیعت نہ کرنے کی کوشش کرے تو اسے زبردستی واپس لایا جائے اور اگر پھر بھی انکار پر ڈٹا رہے

تو اس سے قتال کیا جائے کیوں کہ اس طرح وہ جمیع مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر علیحدگی اختیار کرتا ہے۔

## لمحہ فکریہ :

ناظرین کرام ذرا غور فرمائیں کہ اس خط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ کو کتنا صاف اور واضح الفاظ میں ذکر فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت فرمادی کہ خلیفہ کا انتخاب بطور شخصیت منصوص من اللہ ہونا ضروری نہیں کیوں کہ مہاجرین وانصار کی مشاورت سے کسی کا بطور خلیفہ نامزد اور منتخب ہونا دراصل رضائے الٰہی ہوتا ہے اور وہ خلیفہ برحق ہوتا ہے۔

شارح ابن میثم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس کلام کو علم منطق کے ذریعہ ان کی خلافت حقہ کے لیے جو ترتیب دی ہے وہ بطریق اختصار یوں ہے :

**صغریٰ :** میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی۔

**کبریٰ :** جس آدمی کی وہی لوگ بیعت کرلیں تو اس کے بعد کسی غائب یا حاضر کو بیعت نہ کرنے یا اس کے رد کا اختیار نہیں۔

**نتیجہ :** چوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی انہی لوگوں نے کرلی ہے۔ لہٰذا کسی کو اس کے رد کا اختیار نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو یہ ارشاد فرمایا : انما الشوریٰ للمهاجرین والانصار، تو اس کی تفسیر ابن میثم نے ان الفاظ سے کی۔

وَحَصَرَ لِلشُّوْرٰی وَالْاِجْمَاعَ فِی الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ لِاَنَّهُمْ اَهْلُ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا اتَّفَقَتْ كَلِمَتُهُمْ عَلٰى حُكْمٍ مِّنَ الْاَحْكَامِ كَاجْتِمَاعِهِمْ عَلٰى بَيْعَتِهٖ وَ تَسْمِيَتِهٖ اِمَامًا كَانَ ذَالِكَ اِجْمَاعًا حَقًّا هُوَ رَضَى اللّٰهِ اَىْ مَرْضِيٌّ لَهٗ وَ سَبِيْلُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْ يَجِبُ اِتِّبَاعُهٗ ۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد چہارم ص ۳۵۳-۳۵۴ طبع جدید

زیر خط نمبر ۲ بالفاظ مختلفہ اخبار طوال مصنفہ دینوری

ص ۱۴۶)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شوریٰ کو صرف مہاجرین اور انصار کے لیے مخصوص فرمایا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اہل حل وعقد (ارباب بست وکشاد) وہی ہیں اور جب وہ کسی معاملہ پر متفق ہو جائیں جس طرح حضرت علی کی امامت وبیعت پر متفق ہوئے تو ان کا یہ اجماع واتفاق "حق" ہوگا اور وہ اجماع اللہ کا پسندیدہ ہوگا اور مومنین کا ایسا راستہ ہوگا جس کی اتباع واجب ہے

ابن میثم کے کلام کا خلاصہ:

اجماع حقہ وہی ہے جو مہاجرین وانصار کا اجماع ہو (کیوں کہ ان دونوں میں اکثریت ان حضرات کی ہے جو غزوۂ بدر اور بیعت رضوان میں شامل تھے جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت فرمائی) اور ان کا اجماع اللہ کا پسندیدہ ہے لہٰذا ہر ایک کے لیے واجب الاتباع ٹھہرا۔

تو معلوم ہوا کہ ان کا اجماع جنتیوں کا اجتماع ہے اور یہ ناممکن ہے کہ یہ سب کسی دوزخی کے لیے متفق ہوئے ہوں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ مہاجرین وانصار کی اجتماعی مشاورت سے جو لوگ منتخب ہوئے وہ جنتی ہیں۔ اور خلفاء ثلاثہ کا انتخاب انہی کے اتفاق کا نتیجہ ہے جس طرح تا دمِ آخر یہ قائم رہے۔ لہٰذا خلفائے ثلاثہ بھی لازمی جنتی ٹھہرے فاعتبروا یااولی الابصار

## خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل نہم

کتب شیعہ میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت بغیر جبر واکراہ کے بطریق رضا کی ہے جیسا کہ شیعوں کے امام الاکبر محمد الحسینی آل کاشف الغطاء نے اپنی مشہور کتاب اصل الشیعہ واصولہا میں اس طرح تصدیق اور توثیق کی ہے ؛

### اصل الشیعہ واصولہا :

وَحِيْنَ رَاٰى اَنَّ الْمُتَخَلِّفِيْنَ اَعْنِى الْخَلِيْفَةَ الْاَوَّلَ وَالثَّانِىْ بَذَلَا اَقْصَى الْجُهْدِ فِىْ نَشْرِ كَلِمَةِ التَّوْحِيْدِ وَتَجْهِيْزِ الْجُنُوْدِ وَتَوْضِيْحِ الْفُتُوْحِ وَلَمْ يَسْتَاْثِرُوْا وَلَمْ يَسْتَبِدُّوْا بَايَعَ وَسَالَمَ وَاَغْضٰى عَمَّا يَرَاهُ حَقًّا لَّهٗ مُحَافَظَةً عَلَى الْاِسْلَامِ اَنْ تَصَدَّعَ وَحْدَتُهٗ وَتَتَفَرَّقَ كَلِمَتُهٗ وَيَعُوْدَ النَّاسُ اِلٰى جَاهِلِيَّتِهِمِ الْاُوْلٰى وَبَقِىَ شِيْعَتُهٗ مُنْضَوِيْنَ تَحْتَ جَنَاحِهٖ وَمُسْتَنِيْرِيْنَ بِمِصْبَاحِهٖ وَلَمْ يَكُنْ لِّلشِّيْعَةِ وَالتَّشَيُّعِ يَوْمَئِذٍ مَجَالٌ لِّلظُّهُوْرِ لِاَنَّ الْاِسْلَامَ كَانَ يَجْرِىْ عَلٰى مَنَاهِجِهِ الْقَوِيْمَةِ حَتّٰى اِذَا تَمَيَّزَ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ وَتَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ وَامْتَنَعَ مُعَاوِيَةُ عَنِ الْبَيْعَةِ لِعَلِىٍّ وَحَارَبَهٗ فِىْ (صِفِّيْنَ) اِنْضَمَّ بَقِيَّةُ الصَّحَابَةِ

اِلٰی عَلِیٍّ حَتّٰی قُتِلَ اَکْثَرُهُمْ تَحْتَ رَایَتِهٖ وَکَانَ مَعَهٗ مِنْ عُظَمَاءِ اَصْحٰبِ النَّبِیِّ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا، کُلُّهُمْ بَدْرِیٌّ عُقْبِیٌّ کَعَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ وَخُزَیْمَةَ ذِی الشَّهَادَتَیْنِ وَاَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ وَنُظَرَائِهِمْ ثُمَّ لَمَّا قُتِلَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاسْتَتَبَّ الْاَمْرُ لِمُعَاوِیَةَ وَانْقَضٰی دَوْرُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ سَارَ مُعَاوِیَةُ بِسِیْرَةِ الْجَبَابِرَةِ فِی الْمُسْلِمِیْنَ

(اصل الشیعۃ واصولہا صفحہ ۱۱۵ تذکرہ صرف القوم الخلافۃ عن علی مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

ترجمہ: جب دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق نے کلمہ توحید کی نشرواشاعت میں اور لشکروں کی تیاری میں پوری پوری کوشش کی اور انہوں نے اپنی ذات کو کسی معاملے میں ترجیح نہ دی اور نہ ہی کسی پر زیادتی کی تو حضرت علی نے ان سے مصالحت کرتے ہوئے ان کی بیعت کرلی اور اپنے حق سے چشم پوشی کی کیوں کہ اس میں اسلام کے متفرق ہونے سے حفاظت تھی تاکہ لوگ پہلی جہالت کی طرف نہ لوٹ جائیں اور باقی شیعہ کمزوری کی وجہ سے آپ کے زیردست رہے اور آپ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتے رہے اور شیعہ اور ان کے مذہب کے لیے ان ایام میں ظہور کی مجال نہیں تھی کیوں کہ اسلام مضبوط طریقے پر چل رہا تھا یہاں تک حق باطل سے اور ہدایت گمراہی سے جدا ہو چکی تھی اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کی بیعت سے انکار کیا اور مکارم صفین میں ان سے جنگ کی تو اس وقت جتنے صحابہ کرام موجود تھے انہوں نے حضرت علی

کا ساتھ دیا حتیٰ کہ حضرت علی کے جھنڈے کے نیچے اکثر صحابہ کرام شہید ہوئے اور آپ کے ساتھ جلیل القدر صحابہ کرام میں سے اسّی ذہی صحابہ تھے جو کل کے کل بدری تھے مثل عمار یاسر اور حضرت خزیمہ جن کی شہادت دو شہادتوں کے برابر تھی اور ایوب انصاری اور اسی مدینے کے اور صحابہ اور پھر جب حضرت علی شہید ہوئے اور امرِ خلافت امیر معاویہ کی طرف لوٹا تو اس کے ساتھ خلفاء راشدین کا دور ختم ہوا اور امیر معاویہ نے مسلمانوں میں جابرین کی سیرت کو اپنایا۔

مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل امور صراحتاً ثابت ہوئے:

۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصود خلافت حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ کلمہ توحید کی نشر و اشاعت اور لشکروں کی تیاری کے ساتھ فتوحات میں توسیع دینا تھا۔ اسی لیے جب انہوں نے دیکھا کہ جو اسلام کے مقاصد تھے وہ سب کے سب شیخین نے پورے کر دیے تو حضرت علی نے رضامندی کے ساتھ یکے بعد دیگرے ان کی بیعت کر لی۔

۲۔ شیخین کے زمانہ میں شیعہ اور ان کے مذہب کا اس لیے ظہور نہیں ہوا کہ اسلام اپنے صحیح اور مضبوط طریقے پر چل رہا تھا یہاں تک کہ حق باطل سے اور ہدایت گمراہی سے جدا ہو چکی تھی۔

۳۔ جنگِ صفین کے زمانہ تک بدری صحابی موجود تھے جو اسّی کی تعداد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوئے۔

۴۔ خلفاء ثلاثہ، خلفاء راشدین تھے نہ کہ ظالم فاسق اور فاجر۔

۵۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صحابہ کرام کے ارتداد کا مسئلہ (معاذ اللہ) شیعہ حضرات کا خود ساختہ ہے کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک بدری صحابہ

موجود رہے جو کہ قطعی جنتی تھے اور جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

## الحاصل:

مذکورہ امور نے واضح کر دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اس قسم کے افسانے جو گھڑے گئے کہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچتے ہوئے لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور جان سے مار دینے کی دھمکی دی تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو زاری کرتے ہوئے ندا دی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی یعنی اے میرے بھائی لوگوں نے مجھے کمزور کر دیا اور قریب ہے کہ مجھے قتل کر دیں۔ یہ فریاد کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور اسی قسم کے اور بہت سے افسانے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منقولات پر شیعہ حضرات نے گھڑے ہیں وہ سب کے سب باطل ہوئے کیونکہ مذکورہ عبارت نے واضح کر دیا ہے کہ نہ حضرت علی خلافت کے طالب تھے اور نہ ہی آپ کو خلافت سے رغبت تھی بلکہ آپ کا مقصد اسلام کی بلندی اور اس کی مضبوطی تھی۔ جب شیخین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس مقصد کو پورا کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی خوشی اور رضامندی کے ساتھ یکے بعد دیگرے شیخین کی بیعت کی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیخین کریمین کے دورِ خلافت میں کبھی ان کی مخالفت نہیں کی بلکہ ان کے مشیر اور وزیر اور قاضی رہے جیسا کہ نہج البلاغہ اور تاریخ یعقوبی میں موجود ہے۔ اور دوسرا اس عبارت نے یہ بھی واضح کر دیا کہ شیعہ حضرات کا یہ الزام بھی سراسر غلط اور باطل ہے کہ شیخین کے دورِ خلافت میں ظلم و تشدد جاری رہا کیونکہ مذکورہ عبارت نے واضح کر دیا کہ شیخین کے زمانے میں طریقِ مستقیم پہ چلنے کی وجہ سے اسلام عروج پر رہا ہے اور اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات

کا یہ عقیدہ بھی سراسر غلط اور باطل ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد سب صحابی مرتد ہو گئے سوائے چار کے کیوں کہ مذکورہ عبارت میں موجود ہے کہ جلیل القدر صحابہ کرام اور وہ بدری صحابہ کرام کہ جن کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی پیشگوئی فرمائی وہ سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے تو جن صحابہ کرام کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی پیش گوئی فرمائی ہے وہ مرتد کیسے ہو سکتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا زمانہ صفین تک یہ لوگ موجود تھے کہ جن سے ارتداد ناممکن اور محال ہے اور اس کے علاوہ شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ بھی باطل ہوا کہ جو یہ کہتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ ظالم اور غاصب تھے کیوں کہ مذکورہ عبارت نے واضح کر دیا کہ وہ غاصب ظالم اور فاسق نہیں تھے بلکہ وہ خلفاء راشدین تھے۔ اسی لیے اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۱ پر یوں مذکور ہے:

اعنی یوم خلافۃ معاویۃ ویزید انفصلت السلطۃ المدنیہ عن الدینیہ و کانت مجتمعۃ فی الخلفاء الاولین۔

ترجمہ: یزید اور امیر معاویہ کے خلافت کے ایام میں بادشاہت اور حکومت دین سے جدا ہو چکی تھی حالاں کہ پہلے خلفاء کے زمانہ میں دین اور حکومت یکجا جمع رہے۔

جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ، دین دار اور پکے اور سچے مومن تھے جس کی بناء پر ان کی حکومت اسلام کے عین مطابق رہی اسی لیے ان کو خلفائے راشدین کہا جاتا ہے جیسا کہ شیعی کاشفی نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے خلفاء ثلاثہ کے دور کو خلفائے راشدین کا دور کہا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِي الْاَبْصَارِ

# خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل دہم

## فرمانِ علی رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کے لیے بہترین شخص کا انتخاب فرمایا۔

## تلخیص الشافی:

اِنَّ فِی الْخَبَرِ الْمَرْوِیِّ عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا قِیْلَ لَہٗ اَلَا تُوْصِیْ فَقَالَ مَا اَوْصٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاُوْصِیْ وَلٰکِنْ اِنْ اَرَادَ اللّٰہُ بِالنَّاسِ خَیْرًا اِسْتَجْمَعَہُمْ عَلٰی خَیْرِہِمْ کَمَا جَمَعَہُمْ بَعْدَ نَبِیِّہِمْ عَلٰی خَیْرِہِمْ فَتَضَمَّنَ لِمَا یَکَادُ یُعْلَمُ بُطْلَانُہٗ ضَرُوْرَۃً لِاَنَّ فِیْہِ التَّصْرِیْحُ الْقَوِیُّ بِفَضْلِ اَبِیْ بَکْرٍ عَلَیْہِ وَاِنَّہٗ خَیْرٌ مِّنْہُ وَالظَّاہِرُ مِنْ اَحْوَالِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَالْمَشْہُوْرُ مِنْ اَقْوَالِہٖ وَاَحْوَالِہٖ جُمْلَۃً وَتَفْصِیْلًا یَقْتَضِیْ اِنَّہٗ کَانَ یُقَدِّمُ نَفْسَہٗ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَغَیْرَہٗ

(تلخیص الشافی تالیف شیخ الطائفہ ابی جعفر طوسی جلد دوم ص ۲۳۶ دلیل آخر علی امامتہ علیہ السلام مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ: امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ سے کہا گیا کہ آپ وصیت کیوں نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی؟ کہ میں وصیت کروں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو ان کو ان میں سے بہترین شخص پر جمع کرے گا جیسا کہ اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہیں بہترین شخص پہ جمع کیا۔ یہ اس چیز کو متضمن ہے کہ قریب ہے کہ اس کا بطلان بداہۃً معلوم ہو جائے کیوں کہ اس میں ابو بکر صدیق کی فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تصریح قوی ہے اور یہ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت علی سے بہتر ہیں۔ لیکن امیر المؤمنین کے احوال اور ان کے اقوال و احوال سے اجمالاً اور تفصیلاً جو ظاہر اور مشہور ہے۔ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ پر مقدم جانتے ہیں۔

## الحاصل:

مذکورہ عبارت سے دو اہم مسائل ثابت ہوئے:

۱: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو وصی نہیں بنایا۔

۲: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے امت کے سب سے بہترین شخص کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا جیسا کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد امت کے بہترین شخص حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو امت کے لیے منتخب فرمایا۔

جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ اجماعِ امت نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا مگر حقیقت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ہی خلیفہ منتخب فرمایا کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ شیعہ حضرات کا میرے لیے وصیِ رسول ہونے

کا مسئلہ گھڑ لینا سراسر غلط اور مجھ پر بہتان ہے کیوں کہ حق یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو وصی نہیں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے سب سے بہترین شخص کا انتخاب فرمایا اور اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بہترین امت نہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھ پر نہ بیعت کرتے اور نہ ہی ان کو اپنی نمازوں کے لیے امام بناتے۔

## تنبیہہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس صریح حدیث کے بعد طوسی کی ہٹ دھرمی اور غلط تاویلیں بے معنی ہیں، کیوں کہ طوسی کا یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث باطل ہے اس کے بے معنی ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب کہ اپنے بعد خلیفہ کے سب سے افضل ہونے کے لیے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تشبیہ دی تو اگر مشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی کے مطابق یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل اور خلیفہ برحق ہیں تو صدیق اکبر کے تمام امت سے افضل اور خلیفہ برحق ہونے میں کیسے شبہ کیا جا سکتا ہے اور اسکے علاوہ طوسی کا حضرت علی کے فرمان کو باطل کرنے کیلیے اپنی طرف سے بلا دلیل قطعی کے یہ کہہ دینا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کو کیسے باطل کیا جا سکتا ہے جب کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ عورتوں میں سب سے زیادہ مجھے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محبوب ہیں اور مردوں میں ان کے باپ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

(تاریخ روضۃ الصفا ص ۲۸۰ جلد دوم ذکر احوال خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نولکشور، طبع قدیم)

# خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل یازدہم

## نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے بعد خلیفہ اور جنتی ہونے کی پیشین گوئی فرمائی۔

### تلخیص الشافی :

رُوِیَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهٗ عِنْدَ اِقْبَالِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنْ یُّبَشِّرَهٗ بِالْجَنَّةِ وَ بِالْخِلَافَةِ بَعْدَهٗ وَ اَنْ یُّبَشِّرَ عُمَرَ بِالْجَنَّةِ وَ بِالْخِلَافَةِ بَعْدَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ رُوِیَ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ اِمْرَاَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ فَکَلَّمَتْهُ فِیْ شَیْءٍ فَاَمَرَ بِهَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَیْهِ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ رَجَعْتُ فَلَمْ اَجِدْكَ (تَعْنِی الْمَوْتَ) قَالَ اِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَاْتِ اَبَا بَکْرٍ۔

(تلخیص الشافی جلد سوم ص ۳۹ فصل فی ابطال قول من خالف فی امامۃ امیر المؤمنین بعد النبی علیہما السلام بلا فصل مطبوعہ قم، طبع جدید)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مجلس میں آنے کے وقت ارشاد فرمایا کہ انہیں،

(ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو جنت اور میرے بعد خلافت کی خوشخبری سنا دو اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جنت اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی بشارت دو اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں ایک عورت آئی اور کسی معاملہ میں آپ سے بات چیت کی۔ حضور نے اسے حکم دیا کہ پھر میرے پاس آنا۔ عورت نے عرض کی کہ اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ (یعنی اس وقت تک اگر آپ وصال کر جائیں تو پھر کیا کروں؟) آپ نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا (اور ان سے اپنا مسئلہ حل کروالینا)

## الحاصل:

مذکورہ دونوں حدیثوں سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۂ برحق ہیں اور ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرا یہ جنتی بھی ہیں اور یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ عورت کو اسی لیے اپنے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت فرمائی کیوں کہ آپ من جانب اللہ جانتے تھے کہ میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے

## تنبیہ :- طوسی شیعی کی بے معنی قلق :

مذکورہ دونوں حدیثوں پر شیعی طوسی نے جو جرح کی ہے وہ حقیقت سے بے تعلق بے معنی اور لغو ہے کیوں کہ اس نے آگے چل کر مذکورہ حدیثوں پر یوں جرح کی ہے کہ یہ اخبار احاد ہیں ان سے خلافت ثابت نہیں ہوتی اور دوسری جرح یوں کی پہلی حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک ہیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل چھپانے میں مشہور ہیں اور اس کے

علاوہ یہ کہ وہ عادل نہیں ہیں۔ اور تیسری جرح یوں کی کہ دوسری حدیث کے الفاظ میں کچھ اپنی طرف سے مداخلت کی گئی ہے کیوں کہ اِنْ لَمْ تَجِدِیْنِیْ فَاْتِ اَبَا بَکْرٍ کا یہ معنی کرنا کہ اگر تو آئے اور میں وصال کر جاؤں تو تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ جانا تو یہ زیادتی علی الحدیث ہے کیوں کہ حدیث کا معنی یہ ہے،

مَتٰی لَمْ تَجِدْهُ فِی الْمَوْضِعِ الَّذِیْ کَانَ فِیْهِ اَنْ تَلْقٰی اَبَا بَکْرٍ لِتُصِیْبَ مِنْهُ حَاجَتَهَا لِاَنَّهٗ کَانَ تَقَدَّمَ اِلَیْهِ فِیْ مَعْنَاهَا بِمَا یَحْتَاجُ اِلَیْهِ۔

ترجمہ، جب کہ نہ پائے وہ عورت آپ کو اس جگہ کہ جس جگہ آپ تشریف فرما تھے تو وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملے تاکہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر سکے کیوں کہ جس حاجت میں وہ عورت تھی اس کے پورا کرنے میں ابو بکر صدیق، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھے۔

## پہلی جرح کا جواب:

طوسی کا یہ کہنا کہ خبر احاد سے خلافت ثابت نہیں ہوتی۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ طوسی نے بھی مانا اس خبر واحد میں زمانۂ ماضی کی حکایت نہیں کی گئی بلکہ زمانۂ آئندہ میں پیش گوئی دی گئی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ پیش گوئی پوری بھی ہوئی کہ نہیں اور جب یہ بات مسلمہ ہے کہ یہ پیشین گوئی اسی طرح پوری ہوئی جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تو پھر اس پیشین گوئی حق کے سچ ہونے میں کیا شک رہا؟ اور اب اس پر واویلا کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا یہ طوسی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بن جانے سے معزول کر سکتا ہے یا اپنے دل کی قلق کو پورا کر سکتا ہے، یہ قلق طوسی اور طوسی چیلے چانٹوں کو قیامت تک رہے گی۔ لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق بن گئے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیش گوئی

فرمائی ہے۔

## دوسری جرح کا جواب :

طوسی کا یہ کہنا کہ انس بن مالک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل کو چھپانے میں مشہور تھے اور دوسرا ان کی عدالت بھی ساقط تھی یعنی یہ کہ وہ عادل نہیں تھے۔ طوسی کی یہ قلق بھی طوسی اور طوسی کے پیروکاروں تک محدود ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں کیوں کہ قرآن نے فرمایا ہے کہ،

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِہِمْ مِّنْ غِلٍّ — ہم نے صحابہ کرام کے دلوں سے حسد و بغض کو کھینچ لیا۔

کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بدری ہیں اور بدریوں کے بارے میں اس سے پہلے کئی دفعہ کتب شیعہ کے حوالہ سے میں تحریر کر چکا ہوں کہ وہ سب جنتی ہیں اور جنتیوں کے سینوں سے اللہ تعالیٰ نے حسد و بغض اور کینہ کو نکال دیا ہے جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق حسد و بغض نہیں ہو سکتا کہ آپ ان کے فضائل چھپاتے رہے۔ اور دوسرا اس حدیث میں جبکہ فضائل علی رضی اللہ عنہ کی بات ہی نہیں ہو رہی تو پھر آپ کے فضائل کو چھپانے کا کیا معنی؟

اور اس کے علاوہ طوسی کا یہ کہنا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ عادل نہیں ہیں۔ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پر ایک بہتانِ عظیم ہے اور پھر طوسی کہ جس کا عقیدہ ہی یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام معاذاللہ مرتد ہو گئے تو ایسے بدعقیدہ آدمی کے کہنے سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عدالت کیسے ساقط ہو سکتی ہے جبکہ اسماء الرجال کی بہت بڑی معتبر کتاب تہذیب التہذیب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق یوں لکھا ہے :

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں یوں دعا کی ،

اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَ اَدْخِلْهُ فِى الْجَنَّةِ
قَالَ لِاَنَسٍ شَهِدْتَ بَدْرًا قَالَ لَا اُمَّ لَكَ وَ اَيْنَ
اَغِيْبُ عَنْ بَدْرٍ ..... قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ مَا رَاَيْتُ
اَحَدًا اَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ مِنِ ابْنِ اُمِّ سُلَيْمٍ ..... فَقَامَ اَنَسٌ فَتَوَضَّأَ
وَخَرَجَ اِلَى الْبَرِّيَّةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ عَادَ
فَرَاَيْتُ السَّحَابَ يَلْتَئِمُ قَالَ ثُمَّ مَطَرَتْ حَتّٰى
مَلَئَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔

(تہذیب التہذیب جلد اوّل صفحہ ۳۷۷، تذکرہ انس بن مالک)

اے اللہ انس بن مالک کے مال اور اولاد کو زیادہ کر دے اور اس کو جنت میں داخل کر دے ..... انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے غلام نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ بدر کی لڑائی میں شامل ہوئے۔ آپ نے فرمایا تیری ماں گم ہو میں بدر میں کہاں غائب ہوا تھا (یعنی میں بدر میں موجود تھا)۔۔ .... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ______ ______ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی آدمی کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا ... ..... (قحط سالی کے زمانہ میں جب لوگوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے خشک سالی کی شکایت کی) تو آپ نے وضو فرمایا اور جنگل میں تشریف لے آئے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے بادل کو جمع ہوتے دیکھا اور خوب بارش ہوئی حتیٰ کہ ہر شے سیراب ہو گئی۔

ناظرین کرام ذرا غور فرمائیں کہ جس آدمی کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں

داخل ہونے کی دعا فرمائیں اور پھر وہ بدری بھی ہیں کہ جنت واجب ہے جن پر، اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھنے والا ہو اور اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں دعا کرے تو آسمان پر فوراً بادل جمع ہوں اور زمین کو سیراب کر دیں تو ایسے آدمی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ عادل نہیں ہے یہ چاند پر تھوکنے کی مانند ہے اور اسی مقام میں تہذیب التہذیب میں یہاں تک موجود ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن فرمایا کہ :

ذَهَبَ الْيَوْمَ نِصْفُ الْعِلْمِ — آج کے دن آدھا علم دنیا سے روانہ ہو گیا۔

تو جس آدمی سے امت کو نصف علم ملا ہے اگر وہی معاذ اللہ حاسد اور کینہ ور ہو اور غیر عادل ہو تو پھر اس کے وصال سے علم کے اٹھ جانے کا کیا معنیٰ ؟

اللہ تعالیٰ ان شیعوں کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے

## تیسری جرح کا جواب :

طوسی شیعی نے جو یہ جرح کی ہے کہ اِنْ لَّمْ تَجِدْنِیْ کا معنیٰ جو وفات لیا گیا ہے اور اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ثابت کیا گیا ہے یہ صحیح نہیں کیوں کہ اس کا معنیٰ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر تو اس جگہ مجھے نہ پائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنا یہ معنیٰ ہے طوسی کی عقل پر مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جب یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی مبارک کے آخری دن پیر وار کا ہے تو پھر اس سے وفات کے علاوہ دوسری تاویل کرنا کونسی عقلمندی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ طوسی یہ بات بھی تسلیم کر رہا ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس عورت کی حاجت روائی کے لیے سب سے زیادہ آپ کے قریب تھے تو پھر یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے

یہ معلوم کرتے ہوئے کہ میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ لہٰذا میرے بعد تمام مسائل کا حل ان کے ذمہ ہوگا۔ اس لیے آپ نے اس عورت کو فرمایا کہ اگر تیرے آنے تک میں رحلت کر جاؤں تو تُو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ جرحیں طوسی شیعہ کی صرف اور صرف بغض صحابہ کرام کی وجہ سے ہے، ورنہ حقیقتِ امر یہی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے پیشین گوئی فرمائی یا حکم دیا من وعن اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کر دیا جس سے صاف ثابت ہوا کہ شیخین خلیفہ برحق اور جنتی ہیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بلا فصل ہیں۔

## خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل دوازدہم

**خلافتِ حقہ کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن رضی اللہ عنہ تک پورا ہوا۔**

**مروج الذہب:**

وَوَجَدْتُ فِیْ بَعْضِ کُتُبِ التَّوَارِیْخِ فِیْ اَخْبَارِ الْحَسَنِ وَ مُعَاوِیَةَ اَنَّ بِخِلَافَةِ الْحَسَنِ صَحَّ الْخَبَرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً لِاَنَّ اَبَا بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تَقَلَّدَھَا سَنَتَیْنِ وَ ثَلَاثَةَ اَشْھُرٍ وَّ ثَمَانِیَةَ اَیَّامٍ وَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَشْرَ سِنِیْنَ وَ سِتَّةَ اَشْھُرٍ وَّ اَرْبَعَ لَیَالٍ

وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اِحْدٰى عَشْرَةَ سِنَةً وَ اَحَدَ عَشَرَ شَهْرًا وَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَرْبَعَ سِنِيْنَ وَ سَبْعَةَ اَشْهُرٍ اِلَّا يَوْمًا وَالْحَسَنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثَمَانِيَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرَةَ اَيَّامٍ فَذٰلِكَ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً۔

(مروج الذہب للمسعودی شیعی جلد دوم صفحہ ۴۲۹ ذکر خلافت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

تاریخ کی بعض تحریروں میں امام حسن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے حالات میں میں نے یہ بات دیکھی ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مروی ہے کہ "میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی"، کیوں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو سال تین ماہ اور آٹھ دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دس سال چھ ماہ اور چار راتیں، عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے گیارہ سال گیارہ ماہ اور تیرہ دن، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چار سال ایک دن کم سات ماہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے آٹھ ماہ اور دس دن خلافت کی۔ یہ کل مدت تیس سال ہوئی۔

## الحاصل:

مذکورہ عبارت میں شیعی مؤرخ علامہ مسعودی نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ پر اس خبر صحیح کو بطور دلیل پیش کیا یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد تیس سال خلافت حقہ ہوگی تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت تک

ہی تیس سال پورے ہوتے ہیں تو اس سے دو چیزیں واضح طور پر ثابت ہوتی ہیں

۱ : یہ تیس سال خلافت حقہ کی روایت شیعہ مورخ کے نزدیک صحیح ہے۔

۲ : اگر خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو خلافت حقہ نہ مانا جائے تو حضرت علی اور امام حسن رضی اللہ عنہما کا زمانۂ خلافت تو صرف پانچ سال تین ماہ اور دس دن ہی بنتا ہے اور خبر صحیح میں زمانہ خلافت کا عرصہ کل تیس سال مذکور ہے جس میں سے اگر پانچ سال تین ماہ اور دس دن کی خلافت کو خلافتِ حقہ مانا جائے تو لامحالہ باقی پونے پچیس برس کی خلافت کو خلافتِ حقہ ماننا پڑے گا (کیوں کہ حدیث میں اس بات کی تصریح ہرگز نہیں کہ پانچ سال تو خلافت حقہ ہوگی اور باقی پچیس سال خلافت غاصبانہ ہو گی) اور شیعہ مورخ نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ پونے پچیس برس کا عرصہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت حضرت علی اور امام حسن رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرح خلافتِ حقہ تھی اور اس کو خلافتِ غاصبانہ کہنا شیعہ حضرات کی اپنی اختراع ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

## خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل سیزدہم

### فرق الشیعہ :

ذَكَرُوْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ اَمَرَهٗ فِيْ لَيْلَةِ الَّتِيْ تُوُفِّيَ فِيْهَا بِالصَّلٰوةِ بِاَصْحَابِهٖ فَجَعَلُوْا ذٰلِكَ الدَّلِيْلَ عَلٰى اِسْتِحْقَاقِهٖ اِيَّاهُ

وَقَالُوْا رَضِيَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لِاَمْرِ دِيْنِنَا وَرَضِيْنَا لِاَمْرِ دُنْيَانَا وَاَوْجَبُوْا الْخِلَافَةَ بِذٰلِكَ.......... اِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ الْاِمَامَةُ لَا تَصْلُحُ اِلَّا فِيْ قُرَيْشٍ فَرَجَعَتْ فِرْقَةُ الْاَنْصَارِ وَمَنْ تَابَعَهُمْ اِلٰى اَمْرِ اَبِيْ بَكْرٍ غَيْرَ نَفَرٍ يَسِيْرٍ.......... فَصَارَ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ السَّوَادُ الْاَعْظَمُ وَالْجُمْهُوْرُ الْاَكْثَرُ فَلَبِثُوْا مَعَهٗ وَمَعَ عُمَرَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلَيْهِمَا رَاضِيْنَ بِهِمَا۔

(فرق الشیعۃ مصنفہ ابی محمد الحسن شیعی ص ۳ تا ۴ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

(جن صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کی بیعت کی۔ انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کے مستحق ہونے پر یہ دلیل پیش کی کہ) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس رات کو امامت کا حکم دیا جس رات آپ کا وصال ہوا۔ اور انہوں نے کہا جب کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہمارے امور دین کے لیے راضی ہوئے اور ہم راضی ہوئے اپنے امور دنیا کے لیے میں نے اسی وجہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کو واجب سمجھا...

......(اس کے بعد نوبختی صاحب کتاب نے یوں لکھا ہے کہ مہاجرین وانصار

میں جب خلافت کے بارے اختلاف ہوا تو مہاجرین نے یہ بات کہی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام و خلیفے قریش سے ہوں گے اور بعض نے کہا کہ امامت سوائے قریش کے ہو ہی نہیں سکتی۔ تو انصار اور ان کے متبعین نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف مراجعت فرمائی سوائے چند آدمیوں کے ...
..... پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ سوادِ اعظم (بڑی جماعت) اور جمہور اور اکثریت وابستہ ہو گئی اور ان تمام نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے رضامند ہونے پر اجماع کر لیا۔

**لمحہ فکریہ** علامہ نوبختی نے اپنی اس عبارت میں اس مسئلہ کو واضح کر دیا کہ سوادِ اعظم اور جمہور صحابہ کرام نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب خلیفہ منتخب کر لیا تو انہوں نے آپ کی خلافت پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو دلیل بنایا ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ امامت کو اپنے آخری وقت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا ہے تو ہم پر ضروری ہے کہ ہم مسئلہ خلافت کو بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کو واجب قرار دیا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ (یعنی تم پر اکثریت کا ساتھ دینا ضروری ہے) اور اس بات کو شیعہ مورخ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سوادِ اعظم (اکثریت) نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافتِ حقہ سمجھا ہے۔
لہٰذا اس کے بعد کسی کو بھی حق حاصل نہیں کہ وہ آپ کی خلافت کو خلافتِ حقہ نہ سمجھے۔
جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی بیعت کرتے ہوئے سوادِ اعظم کی مخالفت نہیں کی اب جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے حقیقت میں فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل علی رضی اللہ عنہ کا منکر ہے اور گستاخ ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے گستاخوں اور بے ادبوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

# خلفاء راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل چہاردھم

## خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو برحق نہ سمجھنے والا حضرت علی کے نزدیک لعنتی ہے

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ مَنْ لَّمْ یَقُلْ اِنِّیْ رَابِعُ الْخُلَفَآءِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ۔

(مناقب علامہ ابن شہر آشوب جلد سوم ص ۶۳)

ترجمہ: حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو مجھے "رابع الخلفاء" نہ کہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

(مجمع الفضائل ترجمہ مناقب ابن شہر آشوب جلد دوم ص ۲۷۶ مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس کراچی)

### وضاحت:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے اس کلام میں صاف صاف فیصلہ فرمایا کہ میں چوتھے نمبر پر خلیفہ ہوں اور جس کو یہ عقیدہ درست معلوم نہ ہو اس پر اللہ کی پھٹکار تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہمیں دو باتیں حاصل ہوئیں۔

۱۔ آپ کو "خلیفہ بلافصل" کہنا باطل ہے اور ایسا کہنے والے پر لعنت ہے۔

۲۔ آپ خلفائے اربعہ میں سے چوتھے نمبر پر خلیفہ ہیں اور یہی عقیدہ ضروری بھی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس کلام پر عمل کرنا اور اسے درست تسلیم کرنا اس وقت تک محال ہوگا جب تک "خلیفہ بلافصل" حضرت ابوبکر صدیق کو نہ مانا جائے دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب اور تیسرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو تسلیم نہ کر لیا جائے۔ ان تینوں کے بعد حضرت علی کی خلافت کو مانا جائے ورنہ اس کے بغیر "اللہ کی لعنت" سے بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ بچنا محال ہو جائے گا۔

## سوال :

"مناقب ابن شہر آشوب" کے مذکورہ حوالہ سے "رابع الخلفاء" کا مطلب وہ نہیں جو تم لیتے ہو یہ کہ ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب اور عثمان غنی کے بعد چوتھے خلیفہ حضرت علی ہیں نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ خلیفہ اوّل حضرت آدم تھے "انی جاعل فی الارض خلیفہ" ان کے بارے میں آیا ہے اور دوسرا خلیفہ "یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض" کے الفاظ سے حضرت داؤد علیہ السلام ہوئے اور "یا ھارون اخلفنی فی قومی" کے الفاظ سے تیسرے خلیفہ حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر کیا گیا۔ ان تینوں کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ چوتھے خلیفہ قرار پائے لہٰذا آپ کا چوتھے نمبر پر ہونا اس طرح ہے جس طرح ہم نے ابھی ثابت کیا۔ تمہاری ترتیب کے مطابق نہیں۔

## جواب :

یاد رہے کہ شیعہ سنی کا اختلاف "خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے بارے میں ہے نہ کہ خلیفۃ اللہ کے متعلق۔ کیونکہ اگر مراد "خلیفۃ اللہ" ہو تو خلیفۃ اللہ کا منصب پیغمبروں کو ہی ملا اسی طرح حضرت علی کا نبی ہونا لازم آتا ہے حالانکہ خود امام باقر رضی اللہ عنہ کی تحریر سے حضرت علی کو نبی ماننے والے پر لعنت آئی ہے۔ ملاحظہ ہو رجال کشی کی عبارت :

**حدیث : رجال کشی**

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ قَالَ بِاَنَّنَا اَنْبِیَاءُ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَمَنْ شَكَّ فِیْ ذَالِكَ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ ۔

(رجال کشی ص ۲۵۵ مطبوعہ کربلا، تذکرہ ابوالخطاب)

ترجمہ : حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص ہمیں نبی کہے اس پر اللہ کی لعنت اور

بنا اس پر شک لائے وہ بھی اللہ کی لعنت کا مستحق ہے۔

## خلاصۂ جواب :

اگر آپ حضرت علی کے قول "رابع الخلفاء" اور امام باقر کے ارشاد "علیہ لعنۃ اللہ" کے مضمون کو سامنے رکھیں تو پھر شیعہ حضرات کو لعنت سے بچنے کی ایک صورت نظر آئے گی وہ یہ کہ شیعیت چھوڑیں، سنیت اختیار کرلیں۔ اگر "چوتھا خلیفۃ الرسول" نہیں مانتے تو حضرت علی کی زبان سے لعنت اور اگر "خلیفۃ اللہ" میں شامل کرکے چوتھا مانیں تو امام باقر کے نزدیک لعنتی ٹھہرے ؎

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن

## لطیفہ :

شیعہ لوگوں کی بیوقوفی کی بھی حد نہیں۔ جن حضرات انبیاء کا "خلیفۃ اللہ" ہونا قرآن سے پیش کیا۔ ان کے تو اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ صراحت کے ساتھ اسماء گرامی ذکر فرمائے لیکن جس شخصیت کو ان انبیاء کے بعد اللہ نے اپنا چوتھا خلیفہ مقرر فرمایا ان کا پورے قرآن مجید میں نام تک نہیں۔ اگر واقعی ایسا تھا تو کسی نہ کسی مقام پر اس قسم کے الفاظ تو ضرور ہوتے، "یَا عَلِیُّ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِیْفَۃً بَعْدَ رَسُوْلِنَا مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) بِلَا فَصْلٍ"

عجیب بات ہے کہ قرآن بھی امت کی رشد و ہدایت اور نظام حکومت کے لیے اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا لیکن "خلیفۂ رسول" کا اس میں نام تک ذکر نہ فرمایا اور پھر دعویٰ یہ بھی کہ حضرت علی کی خلافت "منصوص من اللہ" ہے۔

اگر کوئی شیعہ پورے قرآن پاک میں سے ایک آیت ایسی دکھا دے جس میں بطور نص اللہ نے حضرت علی کی "خلافت بلا فصل" کا ذکر کیا ہے تو منہ مانگا انعام پائے۔ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ

وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ ۔

## خلفاء راشدین کی خلافتِ حقّہ پر دلیل پانزدھم

درہ نجفیہ | فَلَمَّا اشْتَدَّ بِهِ الْمَرَضُ اَمَرَ اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ وَ قَدِ اخْتُلِفَ فِیْ صَلٰوتِهٖ بِهِمْ فَالشِّيْعَةُ تَزْعَمُ اَنَّهٗ لَمْ يُصَلِّ بِهِمْ اِلَّا صَلٰوةً وَاحِدَةً وَ هِیَ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْهَا يَتَهَادٰى بَيْنَ عَلِیٍّ وَ الْفَضْلِ فَقَامَ فِی الْمِحْرَابِ مَقَامَهٗ وَ تَاَخَّرَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ الصَّحِيْحُ عِنْدِیْ وَ هُوَ الْاَكْثَرُ الْاَشْهَرُ اَنَّهَا لَمْ تَكُنْ اٰخِرَ الصَّلٰوةِ فِیْ حَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ بِالنَّاسِ جَمَاعَةً وَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ صَلّٰى بِالنَّاسِ بَعْدَ ذٰلِكَ يَوْمَيْنِ ثُمَّ مَاتَ ۔

(درہ نجفیہ شرح نہج البلاغۃ ص ۲۲۵)

ترجمہ: جب آپ کا مرض بہت شدت اختیار کر گیا تو آپ نے صدیق اکبر کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اس میں اختلاف کیا گیا کہ ابو بکر نے لوگوں کو کتنی نمازیں پڑھائیں۔

شیعہ حضرات کا گمان ہے کہ صرف ایک نماز پڑھائی اور یہ وہی نماز تھی جس کی ادائیگی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اور فضل بن عباس کے سہارے مسجد میں جلوہ فرما ہوئے تھے۔ آپ نے محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور ابو بکر وہاں سے پیچھے ہٹ آئے۔ میرے نزدیک صحیح یہ ہے اور یہی مشہور اور اکثر کا قول ہے کہ یہ نماز جو آپ نے پڑھائی آپ کی حیات مقدسہ کی آخری نماز نہ تھی۔ ابو بکر صدیق نے اس کے بعد دو دن متواتر نمازیں پڑھائیں

دو دنوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے۔

## توضیح :

"درہ نجفیہ" کی اس عبارت نے واضح کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ایام میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلی پر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

# کتب شیعہ میں اہمیت نماز

نماز ایک ایسا اہم رکن دین ہے جس کے ترک پر خود شیعہ کتب میں بڑی بڑی وعیدیں آئی ہیں۔

**وعید اوّل**

بے نماز کی ایک لقمہ سے مدد کرنیوالا ابعہ نبی علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کے ستّر انبیاء کا قاتل ہے

**جامع الاخبار** قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ اَعَانَ عَلٰی تَارِكِ الصَّلٰوۃِ بِلُقْمَۃٍ اَوْ كِسْوَۃٍ كَاَنَّمَا قَتَلَ سَبْعِیْنَ نَبِیًّا اَوَّلُهُمْ اٰدَمُ وَ اٰخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص ۸۴ فصل نمبر ۳۵)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی تارک نماز کی ایک لقمہ یا لباس کی شکل میں مدد کی۔ گویا اس نے ستر پیغمبروں کو شہید کیا جن میں پہلے آدم اور آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

**وعید دوم** تارک الصلوۃ کتے اور خنزیر سے بُرا ہے لہذا اسے غسل کفن نہ دینا چاہیے اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے

**جامع الاخبار** قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوۃَ ثَلَاثَۃً

اَیَّامٍ فَاِذَا مَاتَ لَا یُغَسَّلُ وَ لَا یُکَفَّنُ وَ لَا یُدْفَنُ فِیْ قُبُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ الْکَلْبُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ کَلْبًا وَ لَمْ یَخْلُقْنِیْ خِنْزِیْرًا وَ یَقُوْلُ الْخِنْزِیْرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ خِنْزِیْرًا وَ لَمْ یَخْلُقْنِیْ کَافِرًا وَ یَقُوْلُ الْکَافِرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ کَافِرًا وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ مُنَافِقًا وَ الْمُنَافِقُ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ مُنَافِقًا وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ تَارِکَ الصَّلٰوۃِ۔

(جامع الاخبار ص ۸۴ الفصل الخامس والثلاثون فی فضائل صلوٰۃ اللیل)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تین دن کی نماز نہ پڑھی اور مر گیا تو اسے نہ غسل دیا جائے اور نہ کفن اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں اسے دفنایا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتا اپنے کتا پیدا ہونے پر اللہ کا شکر کرتا ہے اور کہتا ہے اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے خنزیر نہیں بنایا۔ خنزیر شکر کرتا ہے کہ اللہ نے مجھے خنزیر بنایا کافر نہیں۔ کافر شکر ادا کرتا ہے کہ اللہ نے مجھے کافر بنایا منافق نہیں۔ اور منافق شکر کرتا ہے کہ اللہ نے مجھے منافق بنایا بے نماز نہیں بنایا۔

**وعید سوم** بے نماز کے چہرے کو دیکھ کر خوش ہونیوالا ستر انبیاء کے قتل کرنے اور حقیقی ماں سے ستر دفعہ زنا کرنے والے سے زیادہ بُرا ہے:

انوار نعمانیہ

وَ قَدْ وَرَدَ فِی الْاَخْبَارِ اَنَّ مَنْ تَبَسَّمَ فِیْ وَجْہِ تَارِکِ الصَّلٰوۃِ فَکَاَنَّمَا ھَدَمَ الْبَیْتَ الْمَعْمُوْرَ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَ کَاَنَّمَا قَتَلَ اَلْفَ مَلَکٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ

الْمُقَرَّبِيْنَ وَ الْاَنْبِيَآءِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ وَ لَا حَظَّ فِي الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ وَ مَنْ اَحْرَقَ سَبْعِيْنَ مُصْحَفًا اَوْ قَتَلَ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا وَ زَنٰى مَعَ اُمِّهٖ سَبْعِيْنَ مَرَّةً وَ افْتَضَّ سَبْعِيْنَ بِكْرًا بِطَرِيْقِ الزِّنَا فَهُوَ اَقْرَبُ اِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ مِنْ تَارِكِ الصَّلٰوةِ مُتَعَمِّدًا وَ مَنْ اَعَانَ تَارِكَ الصَّلٰوةِ بِلُقْمَةٍ اَوْ كِسْوَةٍ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا وَمَنْ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا اَوْ تَرَكَهَا حُبِسَ عَلَى الصِّرَاطِ ثَمَانِيْنَ حُقْبًا كُلَّ حُقْبٍ ثَلٰثُمِائَةٍ وَ سِتُّوْنَ يَوْمًا كُلَّ يَوْمٍ كَعُمُرِ الدُّنْيَا فَمَنْ اَقَامَهَا اَقَامَ الدِّيْنَ وَ مَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّيْنَ ۔

(انوار نعمانیہ ص ۲۲۱ طبع قدیم تذکرہ تہدید تارک الصلوٰۃ، طبع جدید جلد ۲ ص ۲۱۔)

ترجمہ: احادیث میں آیا ہے کہ جو بے نماز کے سامنے ہنسے گویا اس نے ستر مرتبہ بیت المعمور کو گرایا اور گویا اس نے ایک ہزار مقرب فرشتوں اور انبیاء مرسلین کو قتل کیا۔ بے نماز کا نہ ایمان اور نہ ہی اسلام میں اس کا کچھ حصہ ہے جس نے ستر قرآن جلائے، یا ستر پیغمبر قتل کیے اور اپنی ماں سے ستر مرتبہ زنا کیا اور ستر کنواری عورتوں کو زنا سے داغدار کیا تو اتنا بڑا مجرم اللہ کی رحمت سے بہ نسبت بے نماز کے زیادہ قریب ہے۔ جس نے کسی بے نماز کو لقمہ دیا یا کپڑے کے ذریعہ مدد کی تو گویا اس نے ستر پیغمبروں کو شہید کیا اور جس نے نماز کو وقت پر ادا نہ کیا یا بالکل ترک کر دیا۔ پلصراط پر اسے اسی حقبہ قید کیا جائیگا ہر حقبہ ۳۶۰ دن کا اور ہر ایک دن دنیا کی بقدر لمبا ہوگا اور جس نے نماز قائم کی

اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز چھوڑ دی اس نے دین کی عمارت منہدم کر دی۔

## دو اہم چیزیں :

مذکورہ روایات سے دو اہم چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تمام کام حتیٰ کہ ماتم بھی چھوڑ کر نماز ادا کرنا چاہیے ورنہ تارک نماز کے لیے جو وعیدیں آئیں ان کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ نماز جب دین کا دارومدار ہوئی تو اس شان والی بندگی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی، حضرت عباس اور دیگر حضرات صحابہ کرام میں سے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلی پر کھڑے ہو کر اس کی ادائیگی کا حکم دینا گویا "دین محمدی" کا پیشوا ہونا ثابت کرتا ہے۔ "تقیفہ بنی ساعدہ" میں خلافت کے معاملہ میں ابوبکر صدیق کے حق میں اسی لیے اس امامت کو بطور استدلال پیش کیا گیا تو جس شخصیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری ایام میں امت کا امام بنا دیا۔ ان کی امامت اور خلافت پر ہمیں بھی اتفاق کر لینا چاہیے اور راضی ہو جانا چاہیے۔

## غور طلب امر :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امور دینیہ میں " وما ینطق الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ " کے مطابق کبھی اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرمایا بلکہ وہ آیت کے مطابق امر الٰہی ہوتا ہے اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ نبی کسی کے خوف و لالچ سے اللہ کے حکم کو ہرگز نہ تبدیل کرتا ہے اور نہ ہی اس کو چھپاتا ہے۔ " یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ " اس امر کی شاہد ہے۔ ان دونوں باتوں

کے ذہن نشین ہونے کے بعد اگر کوئی شخص غور کرے تو معلوم ہو گا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اہلبیت اور صحابہ کرام کی موجودگی میں امامت کے لیے حضور کا منتخب فرمانا نہ کسی خواہش کی تکمیل تھا اور نہ ہی کسی قسم کا خوف ولالچ اس میں کارفرما تھا بلکہ اللہ کا حکم تھا اور اس کے مطابق آپ نے اس پر عملدرآمد فرمایا۔

## خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل ششم

### بقول حضرت علی نبی علیہ السلام نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود خلیفہ بنایا

عَنِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَ النَّاسُ مُجْتَمِعُوْنَ بِصَوْتٍ عَالٍ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ يَا اَبَا الْحَسَنِ لِمَ قُلْتَ مَا قُلْتَ قَالَ قَرَأْتُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ لَقَدْ قُلْتَهُ لِاَمْرٍ قَالَ نَعَمْ اِنَّ اللهَ يَقُوْلُ فِيْ كِتَابِهِ وَ مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا فَنَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ اَنَّهُ اسْتَخْلَفَ اَبَا بَكْرٍ قَالَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ اَوْصٰى اِلَّا اِلَيْكَ قَالَ فَهَلَّا بَايَعْتَنِيْ قَالَ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَكُنْتُ مِنْهُمْ۔

۱۔ تفسیر صافی جلد دوم سورۃ محمد ص ۵۶۲ مطبوعہ تہران،

۲۔ تفسیر قمی ص ۶۲۴۔

ترجمہ: حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں مسجد کے اندر بلند آواز سے الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالھم پڑھا جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا ان کے نیک اعمال ضائع ہو گئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے ابوالحسن! جو کچھ آپ نے پڑھا کیوں پڑھا؟ حضرت علی نے فرمایا: میں نے تو قرآن پاک سے یہ آیت پڑھی ہے۔ ابن عباس نے پھر عرض کی۔ آپ نے یقیناً کسی خاص مقصد کے پیش نظر سے تلاوت فرمایا تو حضرت علی نے فرمایا ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ "رسول اللہ" جو کچھ تمہیں دیں اسے لے لیا کرو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جایا کرو تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے "ابوبکر" کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ ابن عباس نے عرض کی میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف آپ کے "وصی" ہونے کا ہی سنا ہے تو آپ نے فرمایا (اگر یہی درست تھا) تو تو نے ابوبکر کی بیعت کیوں کی؟ ابن عباس نے جواباً کہا سب لوگ تو ابوبکر کی بیعت پر متفق ہو گئے تھے اس لیے میں نے بھی ان کا ساتھ دیا اور ابوبکر کی بیعت کر لی۔

## دو باتیں:

اس روایت سے ایک بات تو یہ صراحۃً ثابت ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیتِ کریمہ کی تلاوت کے بعد اپنا مقصد "فنشھد الخ" سے بیان فرمایا جس میں بطورِ شہادت حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کا ثبوت اور وہ بھی حضور سے ذکر فرمایا۔ دوسری بات یہ کہ حضرت ابن عباس نے اگرچہ حضرت علی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے "وصی" کے الفاظ سنے تھے لیکن اتفاق و اجماع صحابہ کو دیکھتے ہوئے اسے مرجح قرار دیا اور خلافتِ صدیق کے حق ہونے کی بیعت کی۔

## سوال :

تفسیر صافی اور تفسیر قمی کی جو مذکورہ روایت تم نے ذکر کی ہے اس کی پوری عبارت نقل نہ کر کے خیانت سے کام لیا۔ اگر پوری عبارت نقل کرتے تو تمہارے مقصد کی اس میں تردید نظر آتی اس کی پوری عبارت ملاحظہ ہو :

تفسیر قمی | فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَمَا اجْتَمَعَ اَهْلُ الْعِجْلِ عَلَی الْعِجْلِ هٰهُنَا فَتَنْتُمْ وَ مَثَلُکُمْ کَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَکَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۔

ترجمہ : (ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جواب دیتے ہوئے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا : جس طرح اکٹھے ہو گئے بچھڑا پوجنے والے بچھڑے کے ارد گرد تو تم اس وقت فتنہ میں پڑ گئے اور تمہاری کہاوت اس جیسی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب اس کا ارد گرد آگ نے روشن کر دیا۔ اللہ نے ان کی روشنی ختم کر دی اور ان پر تہ اندھیروں میں انہیں چھوڑ دیا انہیں کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ وہ اندھے بہرے اور گونگے ہیں پس وہ نہیں لوٹیں گے۔

ثابت ہوا۔ اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جناب ابن عباس کو بتانا چاہتے ہیں کہ جس اتفاق و اجتماع کو تو نے قابلِ ترجیح جانا وہ اجتماع تو بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کے اجتماع جیسا تھا جو باطل پر تھا اس لیے تم اس کو ترجیح دے کر فتنہ میں پڑ گئے کیونکہ جس طرح بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کا اجتماع وقتی تھا اور اس کے بعد وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں گمراہی کے اندر بھٹکتے رہے۔ اسی طرح تمہیں بھی وقتی طور پر کچھ تسلی ہو سکتی ہے

اس کے بعد افسوس اور ندامت ہی باقی رہ جائے گی تو ثابت ہوا کہ ان الفاظ کے ذریعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو ابن عباس کے فیصلہ کو غلط قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا اس سے "ابوبکر صدیق" کی خلافت تم نے کیسے حق ہونا سمجھی ؟

## جواب اوّل :

"ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا" آیت کریمہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اللہ کا قانون بتاتے ہوئے فرمایا کہ اس قانون کے تحت میں گواہی دیتا ہوں۔ اس اندازِ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ ہم اس خلافت عطا کیے جانے اور حق ہونے کی شہادت دیتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے قانونِ بالا کے مطابق ہمیں چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اتباع کریں لیکن سوال کے ضمن میں جو عبارت پیش کی گئی وہ حضرت علی کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی جس کی ایک وجہ تو صاف بیان ہوئی کہ حضرت علی تو آیتِ کریمہ کی روشنی میں حضور کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھنے کی گواہی دیں اور سوال میں مذکور الفاظ صاف اس کی تردید کریں۔ دوسری وجہ یہ کہ "صم بکم عمی فھم لا یرجعون" اللہ رب العزت نے تو منافقین کے بارے میں نازل فرمائی اور اگر اس سے وہی مراد لی جائے جو تم لے رہے ہو تو تمام صحابہ کرام کا (معاذ اللہ) مرتد ہونا ثابت ہوتا ہے جو نہ حضرت علی کا عقیدہ تھا اور نہ ہی کسی مقام پر آپ سے کوئی ایسی روایت پائی گئی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ الفاظ "صاحب قمی وصافی" کے وضع کردہ ہیں اور ان کے خبث باطن کے مشعر ہیں۔

"صم بکم عمی الخ" کے متعلق خود اسی کور باطن (صاحب قمی) نے اس کے شانِ نزول کے متعلق لکھا ہے :

تفسیر قمی | فَاِنَّمَا نُزِلَتْ فِیْ قَوْمِ الْمُنَافِقِیْنَ اَظْهَرُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ

الْاِسْلَامَ فَكَانُوْا اِذَا رَاَوُا الْكُفَّارَ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ وَاِذَا لَقُوا الْمُؤْمِنِيْنَ قَالُوْا نَحْنُ مُؤْمِنُوْنَ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ لِلْكُفَّارِ اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۔

(تفسیر قمی ص ۳۰)

ترجمہ: صم بکم الخ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسلام کا اظہار کرتے اور جب کفار نظر پڑتے تو انہیں کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جب مؤمنین سے ملاقات ہوتی تو انہیں کہتے ہم مومن ہیں اور کفار کو کہا کرتے تھے کہ ہم واقعی تمہارے ساتھ ہیں۔ مسلمانوں سے تو ہم مذاق کرتے ہیں۔

اسی طرح "صاحب مجمع البیان" نے بھی اس کا نزول منافقین کے بارے میں لکھا ہے:

نَزَلَتْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ وَهُمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ اُبَيٍّ سَلُوْلَ وَجَدُّ بْنُ قَيْسٍ وَمُعَتِّبُ بْنُ قُشَيْرٍ وَاَصْحَابُهُمْ وَاَكْثَرُهُمْ مِنَ الْيَهُوْدِ ۔

(تفسیر مجمع البیان جزء اول جلد اول صفحہ ۴۶ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل کی گئی اور وہ منافقین عبد اللہ بن ابی سلول، جد بن قیس، معتب بن قشیر اور ان کے ساتھی تھے جن کی اکثریت یہودی تھی

## جواب دوم ۲

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف جو اجماع صحابہ کے رد اور ان کے کفر کو منسوب کیا گیا ہے حاشا ثم حاشا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جو خطبات "نہج البلاغہ" میں درج کیے گئے ان کو ذرا دیکھ لیا ہوتا۔ آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں: فان اجتمعوا علی رجل وسموہ

امامًا كان ذالك على الله رضا ۔ (اگر مہاجرین وانصار متفقہ طور پر کسی کو امامت وخلافت کے لیے مقرر کرلیں۔ تو یہ اللہ کی رضا ہوگی۔ کتنے صاف الفاظ میں اجماع صحابہ کی تعریف اور عنداللہ خوشنودی بیان فرمارہے ہیں اور اس پر مزید یہ کہ جن حضرات کو خلیفہ بنایا گیا۔ ان کے بارے میں بھی آپ نے فرمایا:

ابن میثم | وَلَعَمْرِیْ اِنَّ مَکَانَهُمَا فِی الْاِسْلَامِ لَعَظِیْمٌ وَ اِنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجَرْحٌ فِی الْاِسْلَامِ شَدِیْدٌ یَرْحَمُهُمَا اللّٰهُ وَ جَزَاهُمَا بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا ۔

(شرح ابن میثم جلد ۴ ص ۳۶۲ طبع جدید زیر مکتوب نمبر ۹)

ترجمہ: مجھے اپنی عمر کی قسم! ان دونوں (ابوبکر صدیق، عمر فاروق) کا اسلام میں بہت بڑا مقام ہے اور ان کی رحلت سے اسلام کو شدید دھچکا لگا۔ اللہ ان پر رحم کرے اور ان کے اعمال حسنہ کی انہیں اچھی جزا عطا فرمائے۔

ان دونوں عبارتوں کو بار بار پڑھیں اور "تفسیر قمی، صافی" کے الفاظ بے ہودہ کو بھی سامنے رکھیں پھر انصاف کرتے ہوئے بتائیں کہ کیا وہ الفاظ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے ہوسکتے ہیں؟ ع

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

فاعتبروا یا اولی الابصار!

## خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل ہفدھم

### علی مرتضیٰ کا ارشاد:

"میں نے صحابہ ثلاثہ کی بیعت کی اور ان کا وفادار رہا۔

امالی طوسی | اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قُبِضَ وَ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِهٖ وَ بِالنَّاسِ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ فَبَايَعْتُمْ اَبَا بَكْرٍ وَ عَدَلْتُمْ عَنِّىْ فَبَايَعْتُ اَبَا بَكْرٍ كَمَا بَايَعْتُمُوْهُ وَ كَرِهْتُ اَنْ اَشُقَّ عَصَا الْمُسْلِمِيْنَ وَ اَنْ اُفَرِّقَ بَيْنَ جَمَاعَتِهِمْ ثُمَّ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ جَعَلَهَا لِعُمَرَ مِنْ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّىْ اَوْلَى النَّاسِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ بِالنَّاسِ مِنْ بَعْدِهٖ فَبَايَعْتُ عُمَرَ كَمَا بَايَعْتُمُوْهُ فَوَفَيْتُ لَهٗ بِبَيْعَتِهٖ حَتّٰى لَمَّا قُتِلَ جَعَلَنِىْ سَادِسَ سِتَّةٍ فَدَخَلْتُ حَيْثُ اَدْخَلَنِىْ وَ كَرِهْتُ اَنْ اُفَرِّقَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اَشُقَّ عَصَاهُمْ فَبَايَعْتُمْ عُثْمَانَ فَبَايَعْتُهٗ۔

(امالی شیخ طوسی جلد دوم ص ۱۲۱ الجزء الثامن عشر

طبع ایران)

ترجمہ: میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اٹھا لیے گئے اور میں آپ کے نزدیک اور تمام لوگوں کے نزدیک سب سے بہتر تھا۔ لوگوں نے کہا ہاں سب سے بہتر تھے۔ پھر فرمایا۔ تم نے مجھے چھوڑ کر ابوبکر کی بیعت کر لی تو میں نے تمہاری طرح ان کی بیعت کر لی اور مسلمانوں کی وحدت کو توڑنا اور ان کی جمعیت کو پاش پاش کرنا میں نے اچھا نہ سمجھا۔ پھر ابوبکر صدیق نے اپنے بعد خلافت حضرت عمر کے سپرد کر دی حالاں کہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام لوگوں کے نزدیک میں سب سے بہتر

تھا۔ تو تمہاری طرح میں نے بھی حضرت عمر کی بیعت کر لی اور اپنی بیعت کی پاسداری کرتے ہوئے اسے برقرار رکھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر قتل ہو گئے مجھے حضرت عمر نے مجلس مشاورت میں چھٹے درجہ پر رکھا تو میں مجلس میں اسی طرح داخل ہوا جس طرح حضرت عمر نے مجھے داخل کیا تھا اور مسلمانوں کی جماعت کو توڑنا اور ان کی وحدت اور مضبوطی کو ختم کرنا میں نے بُرا جانا۔ لہٰذا میں نے تمہاری طرح حضرت عثمان کی بیعت کر لی۔

## حاصل کلام:

مذکورہ حدیث سے یہ بات بالکل وضاحت سے ثابت ہو گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی اور جو لوگ اس وضاحت کے ہوتے ہوئے بھر حضرت علی کے بیعت کرنے کا انکار کرتے ہوئے ان کا انکار یا تو از روئے جہالت ہے یا پرلے درجے کا کذب ہے۔

کیوں کہ شیعوں کے صحاح اربعہ کے مصنفین میں سے "شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی" نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقرار کو صاف صاف الفاظ میں نقل کیا ہے وہ یہ کہ حضرت علی نے "جنگِ جمل" کے موقعہ پر اپنے ساتھیوں سے یوں خطاب فرمایا:

"میں نے ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی کی بیعت کی اور پھر ان کی بیعت کی مکمل وفاداری اور پاسداری کی۔ یعنی نہ تو اسے توڑا اور نہ ہی ان کی مخالفت کی کیوں کہ ان کے دورِ خلافت میں، میں نے ان کی اقتدار میں نمازیں پڑھیں۔"

"تفسیر قمی" کے الفاظ پر ذرا نظر فرمائیں۔

ثُمَّ قَامَ وَ تَهَيَّا لِلصَّلٰوةِ وَ حَضَرَ الْمَسْجِدَ وَ صَلّٰى

خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ (قمی ص ۵۰۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ وضو کر کے اٹھے اور نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا۔ پھر مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر صدیق کے پیچھے (ان کی اقتدا میں) نماز پڑھی

"اور جہاد میں ان کے ساتھ شریک رہا اور ہر مشکل میں ان کو مشورہ دیتا رہا جیسا کہ "نہج البلاغہ" کے خطبات میں موجود ہے۔

"جنگِ فارس و روم کی تیاری کر کے جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بذاتِ خود اس جنگ میں جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ کے اس اقدام کے متعلق صحابہ کرام نے مختلف مشورے دیے لیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے تمام کے مشوروں کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو قابلِ عمل سمجھ کر اسے قبول کیا۔

(خطبہ نمبر ۱۳۴ و ۱۳۵)

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی وہ انہیں خلیفہ برحق مان کر بیعت کی تھی ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باطل کے ہاتھ پر بیعت کی جو کہ شانِ علی اور شجاعتِ علی کے بالکل منافی ہے۔ پھر آپ خود ہی اس بیعت کے حق ہونے کی صراحت اس طرح فرما رہے ہیں کہ میں نے ان کی بیعت کر کے پھر اس کی وفاداری اور پاسداری کی اور ان کی قطعاً مخالفت نہ کی۔ ایسی باتیں وہی شخص کہہ سکتا ہے جو بیعت کو "بیعتِ حقہ" سمجھے۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ

# خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل ہشتدہم

ارشاد القلوب وَلَوْ وَجَدْتُ اَنَا یَوْمَ بُوْیِعَ اَبُوْبَکْرٍ بِالْخِلَافَۃِ اَرْبَعِیْنَ رَجُلًا یُطِیْعُوْنَنِیْ وَیَنْصُرُوْنَنِیْ لَمَا قَعَدْتُ عَنِ الْقِتَالِ اَمَّا یَوْمَ عُمَرُ وَعُثْمَانَ فَلَا نَنِیْ کُنْتُ قَدْ بَایَعْتُ وَمِثْلِیْ لَا یَنْکُثُ بَیْعَتَہٗ ۔

(ارشاد القلوب مصنفہ شیخ ابی محمد الحسن بن محمد الدیلمی ص ۲۹۶ طبع بیروت)

ترجمہ: جس دن ابوبکر صدیق کی خلافت کے معاملہ میں بیعت کی گئی، اگر مجھے چالیس مرد ایسے مل جاتے جو میرا کہا مانتے اور میری مدد کرتے تو میں لڑائی سے ہرگز نہ ہٹتا لیکن حضرت عمر فاروق و عثمان غنی کی بیعت کے وقت چونکہ میں (اس سے پہلے ابوبکر صدیق کی) بیعت کر چکا تھا۔ اور مجھ جیسا حق گو اور حق پرست بیعت کر کے توڑا نہیں کرتا۔

## حاصل کلام:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تینوں خلفاء کی بیعت کی تھی اور اس بیعت کو توڑا نہیں تھا بلکہ صاف صاف فرما دیا کہ میں بیعت کرنے سے پہلے سوچ لیتا ہوں اور میرا فیصلہ جلد بازی کا نہیں ہوتا کہ بعد میں مجھے پچھتانا پڑے۔ اس لیے مسئلہ بیعت خوب سمجھ کر اور سوچ کر اس پر عمل کیا تھا لہٰذا مجھ جیسے دور اندیش، حق گو اور حق پرست سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ بیعت کر کے پھر توڑ دوں گا۔

میں شیعوں سے پوچھتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت

ان کو برحق خلیفہ سمجھ کر کی تھی تو ہمارا مقصد حاصل۔ اور حق و صداقت بھی یہی ہے اور اگر خلافت کو باطل سمجھ کر بیعت کی تو پھر کہنا پڑے گا کہ "باطل کی وفاداری" کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا شعار بنایا حالاں کہ آپ کی تمام زندگی اور زندگی کے آخری لمحات میں حسنین کریمین کو جو آپ نے وصیت فرمائی، اس سے صاف عیاں ہے کہ آپ نے "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھنا اور حسنین کریمین کو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو تم نے ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسے حاکم مسلط کر دے گا جو ظالم ہوں گے اور پھر اللہ سے مانگی ہوئی دعائیں شرفِ قبولیت سے بہرہ ور نہ ہوں گی۔

(بحوالہ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۷ ص ۴۲)

جب آپ آخری لمحات میں اپنی اولاد کو نیکی کے حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا ارشاد فرما رہے ہیں تو یہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے کہ آپ کا اپنا عمل اس وصیت کے خلاف ہو یعنی آپ باطل کے سامنے جھک گئے ہوں اور پھر یہ جھکاؤ وقتی نہ ہو بلکہ پوری زندگی اسی طرح اس کی وفا میں گزار دیں کیا جس نورِ نظر نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خاطر اپنا گھر بار قربان کر دیا لیکن باطل کی بیعت قبول نہ کی۔ اس شخصیت کے والد گرامی "اسد اللہ" کے لقب والے اپنی تمام زندگی باطل کے سامنے جھک کر بسر کر دیں یہ کب ممکن ہے؟ ؎

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

فاعتبروا یا اولی الابصار!

# دلیل نہم برخلافتِ خلفائے راشدین

## ارشادِ علی مرتضیٰ :

### خلافتِ صحابہ ثلاثہ کے دور تک میری خلافت کا وقت نہ آیا تھا

وَسُئِلَ الشَّيْخُ الْمُفِيْدُ عَبَّاسِيُّ بِمَحْضَرِ اَجِلَّتِهِمْ : مَنْ كَانَ الْاِمَامُ بَعْدَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ : مَنْ دَعَاهُ الْعَبَّاسُ اَنْ يَمُدَّ يَدَهٗ لِبَيْعَتِهٖ عَلٰى حَرْبِ مَنْ حَارَبَ وَ سَلْمِ مَنْ سَالَمَ قَالَ وَمَنْ هٰذَا قَالَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ حَيْثُ قَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ اَهْلُ النَّقْلِ : اُبْسُطْ يَدَكَ يَا ابْنَ اَخِيْ اُبَايِعُكَ فَيَقُوْلُ النَّاسُ عَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ بَايَعَ ابْنَ عَمِّهٖ فَلَا يَخْتَلِفُ عَلَيْكَ اِثْنَانِ، قَالَ كَانَ الْجَوَابُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَيَّ اَنْ لَا اَدْعُوَ اَحَدًا حَتّٰى يَاْتُوْنِيْ وَلَا اُجَرِّدَ سَيْفًا حَتّٰى يُبَايِعُوْنِيْ فَاِنَّمَا اَنَا كَالْكَعْبَةِ اُقْصَدُ وَلَا اَقْصِدُ وَمَعَ هٰذَا فَلِيْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ شُغْلٌ فَقَالَ الْعَبَّاسِيُّ كَانَ الْعَبَّاسُ اِذًا عَلٰى خَطَاءٍ فِيْ دُعَائِهٖ اِلَى الْبَيْعَةِ قَالَ : لَمْ يُخْطِئِ الْعَبَّاسُ فِيْمَا قَصَدَ لِاَنَّهٗ عَمِلَ عَلَى الظَّاهِرِ وَكَانَ عَمَلُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْبَاطِنِ وَ كِلَاهُمَا اَصَابَا الْحَقَّ

(مناقب ابن شہر آشوب جلد اوّل ص ۲۶۲ فی احتجاج الامامۃ طبع جدید)

ترجمہ: شیخ مفید سے بڑے علماء کی موجودگی میں عباسی نے سوال کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امام کون تھا۔ شیخ مفید نے جواب دیا۔ امام وہ آدمی تھا جس کو حضرت عباس نے فرمایا کہ میری طرف ہاتھ بڑھائیں کہ میں آپ کی بیعت کروں اس بات پر کہ جو تم سے جنگ کرے میں اس سے جنگ کروں اور جو تم سے صلح کرے میں بھی اس سے صلح کروں۔ عباسی نے پوچھا وہ کون ہے۔ شیخ مفید نے کہا وہ علی ابن ابی طالب ہے جسے حضرت عباس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے روز کہا (جیسے سب نے متفقاً ذکر کیا ہے) اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاؤ کہ میں تمہاری بیعت کروں تاکہ لوگ یہ کہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے تمہاری بیعت کرلی اس لیے امر خلافت میں اس کے بعد تم پر دو آدمی بھی اختلاف نہ کرسکیں گے۔ عباسی نے کہا۔ پھر علی نے اس کا جواب کیا دیا۔ شیخ مفید نے کہا علی نے کہا نبی کریم نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں اپنی خلافت کے لیے کسی کو بھی نہیں بلاؤں گا تاوقتیکہ لوگ خود میرے پاس نہ آئیں اور نہ ہی میں تلوار کو نیام سے نکالوں گا تاوقتیکہ لوگ میری بیعت نہ کرلیں۔ میں کعبہ کی مثل ہوں اس لیے میں کسی کا قصد نہیں کرتا بلکہ میرا قصد کیا جاتا ہے (یعنی میں کسی کے پاس خلافت کے لیے نہیں جاؤں گا بلکہ جب لوگ خود مجھے خلیفہ بنانے کے لیے میرے پاس آئیں گے تو میں خلیفہ بن جاؤں گا۔ علاوہ ازیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں مشغول بھی ہوں۔ عباسی کہنے لگا معلوم ہوا حضرت عباس نے حضرت علی کو بیعت لینے کی جو دعوت دی تھی اس میں وہ غلطی پر تھے۔ شیخ مفید نے جواب دیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کوئی غلطی نہیں کی کیوں کہ ان کا عمل ظاہر پر تھا اور حضرت علی کا عمل باطن پر تھا۔ لہٰذا دونوں ہی حق پر تھے۔

## حاصل کلام:

یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی زبان درفشاں سے واضح کر دیا کہ آپ کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد و پیمان ہو چکا تھا کہ آپ حصولِ خلافت کے لیے لوگوں کو خود دعوت نہیں دیں گے حتیٰ کہ اگر لوگ بنفسِ نفیس آپ کے پاس آئیں اور آپ کی بیعت کر لیں تو پھر آپ مسلّم خلیفہ ہیں لیکن جو کچھ مقدر ہو چکا تھا وہی ہوا کہ خلفائے ثلاثہ یکے بعد دیگرے مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بحسبِ وعدۂ نبوی اس مدتِ خلافت میں نہ کسی کو حصولِ خلافت کے لیے بلایا اور نہ ہی کوئی آپ کی بیعت کو آیا یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفۃ المسلمین بننے کا وقت نہ آیا تھا۔ اور جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بحسبِ منشائے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت آپہنچا جب خود بخود لوگ آپ کی بیعت کو ٹوٹ پڑے اور باجماعِ مسلمین آپ خلیفہ چن لیے گئے تو آپ احکامِ شرع کے نفاذ میں خلفائے ثلاثہ کی نہج پر چلے اور ابطالِ باطل کے لیے آپ کی شمشیر حیدری اعداء کے سر پر کوندی اور دشمنانِ اسلام سے جہاد کیا اور ان کی خوب قلعی کھولی تو لوگوں نے جان لیا کہ یہی آپ کے اس قول کا عملی جامہ ہے جو آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنی خلافت سے قبل اپنی تلوار بے نیام نہیں کروں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے زمانۂ خلافت میں اس عمل سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ خلفائے ثلاثہ کا زمانہ خلافتِ حقہ کا زمانہ تھا اور آپ کی خلافت کا زمانہ وہی تھا جس میں آپ احیائے دین اور اہلِ باطل کی سرکوبی کے لیے خلفائے ثلاثہ کی جیتی جاگتی تصویر بن گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی یوں پوری ہوئی کہ آپ نے فرمایا خلافتِ راشدہ تیس برس رہے گی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نورِ باطن سے جان لیا تھا کہ میری خلافت کا حصہ آخری پانچ برس ہیں اس لیے آپ بشوق و اشتیاق اس وقت کے منتظر رہے اور خلفائے

ثلاثہ کے زمانہ میں برضا و تسلیم ان کے ممد و مشیر رہے ۔ مذکورہ بالا شیعی روایت میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس کشفِ باطنی روحانی علم کو شیخ مفید نے اپنے لفظوں میں یوں بیان کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا عمل ظاہر حال کے مطابق تھا اور حیدر کرار رضی اللہ عنہ باطن پر عمل پیرا تھے ۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ اگر میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لوں تو لوگ یہ سمجھ کر کہ عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کر لی ہے دھڑا دھڑ بیعتِ مرتضوی پر اُمڈ آئیں گے لیکن یہ معاملہ کچھ مثل واقعہ موسیٰ وخضر علیہما السلام تھا کہ خضر علیہ السلام کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ علم لدنی کے ذریعے جانتے تھے کہ میری خلافت کا زمانہ خلافتِ راشدہ کے آخری پانچ برس ہیں لہٰذا آپ اس عظیم حکمت کے پیشِ نظر ہاتھوں پہ ہاتھ دھرے آنے والے وقت کے منتظر تھے اور خلفائے ثلاثہ کے سرگرم معاون اور مشیر تھے ۔ اس لیے ان کے خلاف جہاد کرنے اور خلافت مغصوبہ واپس لینے کا شیعی خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کے حقیقی خیر خواہ اور مخلص رفیق کی طرح رہے اور انکو مفید مشوروں، نیک دعاؤں اور پرخلوص ہمدردیوں سے خوش و خرم رکھا جس پر تائید شیعہ کتب سے مثل ان الفاظ کے ملتی ہے :

احقاق الحق | هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

(احقاق الحق ص ۷)

وہ (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) عادل اور منصف خلیفہ تھے ہمیشہ حق پر رہے اور حق پر ہی جان دی ۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان پر اپنی رحمتِ کاملہ نازل فرمائے ۔ آمین!

فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِي الْاَبْصَارِ

# دلیل سنت بر خلفائے راشدین

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو الوداعی خطبہ میں خلفائے راشدین کی سُنّت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔

ارشاد القلوب | وَ قَالَ الْعِرْبَاضُ بْنُ سَارِيَةَ وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ بِهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذِهٖ لَمَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَا تَعْهَدُ اِلَيْنَا ؟ قَالَ لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْحُجَّةِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يُزِيْغُ بَعْدَهَا اِلَّا هَالِكٌ وَمَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِمَا عَرَفْتُمْ مِنْ سُنَّتِيْ بَعْدِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَعَضُّوْا عَلَيْهِمْ بِالنَّوَاجِذِ وَاَطِيْعُوا الْحَقَّ وَلَوْ كَانَ صَاحِبُهٗ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَاِنَّ الْمُؤْمِنَ كَالْجَمَلِ الْاَلُوْفِ حَيْثُ مَا قِيْدَ اِسْتَقَادَ۔

(ارشاد القلوب جلد اوّل ص ۳۷ مصنفہ الشیخ ابی محمد الحسن دیلمی فی التخویف والترھیب، مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: عرباض بن ساریہ نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آخری وعظ یوں سنایا کہ جس سے دل ڈر گئے اور آنکھیں پُرنم ہوگئیں۔ ہم نے عرض کی یا رسول

اللہ! آپ نے کسی الوداع ہونے والے کی طرح وعظ فرمایا ہے لہذا اس وعظ کے ذریعے آپ ہم سے کسی چیز کا عہد لینا چاہتے ہیں۔ فرمایا میں تمہیں ایک ایسی روشن دلیل پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات اس کے دن کی مثل ہے اس سے وہی شخص انحراف کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے جو تم میں سے زندہ رہا اس پر لازم ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدین (ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، حیدر کرار رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی سنت کو میرے بعد مضبوطی کے ساتھ تھام لے اور حق کی پیروی کرے اگرچہ صاحب حق حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ بیشک مومن مثل شتر ناک کے ہے کہ جہاں باندھا جائے وہاں سے اٹھایا جاتا ہے۔

**تنبیہ:**

مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ کا لفظ شیعی مصنف کی اپنی اختراع ہے کیوں کہ اس کا سیاق و سباق سے کوئی ربط نہیں کیوں کہ اس کے ماقبل لفظ "راشدین" ہے جو کہ جمع مذکر کا صیغہ ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ان لوگوں سے ہے جو زمانہ نبوی میں بقید حیات تھے اور انہوں نے ایسے خلفائے راشدین کا زمانہ نہیں پایا جو سب کے سب اہل بیت سے ہوں اور نہ ہی اس کا تعلق مابعد کی کلام سے ہے کیوں کہ مابعد کی کلام کا مفہوم یہ ہے کہ تم حق کی اتباع کرو اگرچہ صاحب حق ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور غلام حبشی کا بھی نسبی طور پر اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں لہذا ثابت ہوا کہ "من اهل بيتى" کا اضافہ مصنف نے اپنے حسد و بغض کی بنا پر کر دیا ہے تاکہ خلفائے ثلاثہ اس سے نکل جائیں حالاں کہ خلفائے ثلاثہ کو اگر خلفائے راشدین سے نکالا جائے تو اس حدیث کا کوئی مفہوم اور معنی نہیں بنتا اور اس کے علاوہ اس مصنف کی اس زیادتی کی تردید خود کتب شیعہ میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی کلام سے موجود ہے جیسا کہ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں علی بن عیسٰی اربلی شیعی نے امام حسن رضی اللہ عنہ

کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کا ذکر کرتے ہوئے امام حسن رضی اللہ عنہ کے پیش کردہ شرائط صلح میں سے ایک شرط کو یوں بیان کیا ہے:

کشف الغمہ | عَلٰی اَنْ یَّعْمَلَ فِیْهِمْ بِکِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسِیْرَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۷۰ فی کلامہ وھو اعظہ علیہ السلام مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ: (یہ صلح نامہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس شرط پر لیا ہے) کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرتِ خلفائے راشدین کے مطابق عمل کریں گے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی اس شرط میں سوائے خلفائے ثلاثہ کے اور کوئی مراد نہیں ہو سکتا نیز آپ نے خلفائے ثلاثہ کو خلفائے راشدین قرار دیتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ان کے طریقہ کی پیروی کو لازمی قرار دیا لہذا ثابت ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں جو خلفائے راشدین کا لفظ آیا ہے اس سے مراد خلفائے ثلاثہ مع حضرت علی ہی ہو سکتے ہیں کیوں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی انہی خلفائے ثلاثہ کی سنت کو واجب العمل قرار دیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث نے واضح کر دیا کہ میرے بعد جو فتنے اٹھیں گے (مثل مسیلمہ کذاب وغیرہ کے) تو ان میں میری اور میرے خلفائے راشدین (ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، حیدر کرار رضی اللہ عنہم) کی سنت کو تم مضبوطی سے پکڑ لینا تاکہ تم ان فتنوں سے محفوظ رہو۔

لہذا اس حدیث سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ خلفائے ثلاثہ خلفائے راشدین ہیں اور ان کی خلافت خلافتِ حقہ اور منہاج نبوت ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان خلفائے ثلاثہ کی اقتداء میں ہمیشہ نماز پڑھتے رہے اور ان کے ہر مسئلہ میں مشیر و معاون

رہے اور کبھی ان کی مخالفت مول نہیں لی اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے ۔ اَلْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ وَ عَلِیٌّ مَّعَ الْحَقِّ ۔ یعنی حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ تو اگر خلفائے ثلاثہ، خلفائے حقہ نہ ہوتے تو آپ کبھی ان کا ساتھ نہ دیتے اور جب آپ نے ان کا ساتھ دیا ہے تو اب کسی آدمی کو جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شیعہ ہے اس کو خلفائے ثلاثہ کی مخالفت کرنا ہرگز جائز نہیں ورنہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبین اور متبعین میں شمار نہیں کیا جائے گا ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار :

## خلفائے راشدین کی خلافت پر دلیل یک و ستم

**امالی صدوق** عَنْ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (ص) اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ ثَلٰثًا قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ مَنْ خُلَفَاءُکَ قَالَ الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ حَدِیْثِیْ وَ سُنَّتِیْ ثُمَّ یُعَلِّمُوْنَھَا اُمَّتِیْ ۔

(امالی شیخ صدوق ص ۱۰۹ المجلس الرابع و الثلاثون مطبوعہ قم، طبع قدیم)

ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا اے اللہ ! میرے خلفاء پر رحم کر تو عرض کی گئی کہ آپ کے خلفاء کون ہیں ؟ فرمایا کہ وہ لوگ جو میری حدیث اور سنت کی تبلیغ کریں گے اور پھر میری امت کو سکھلائیں گے ۔

**شرح حدیث از قول علی رضی اللہ عنہ :**

لِلّٰہِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَ دَاوَی الْعَمَدَ وَ اَقَامَ السُّنَّۃَ (نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۸، ص ۳۵۰، مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: اللہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شہروں کو برکت دے کیوں کہ انہوں نے ٹیڑھی کو سیدھا کیا۔ مرض کا علاج کیا اور سنت کو قائم کیا۔

## حاصل کلام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس شرح سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ جن خلفاء کے لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اپیل کی وہ یہی خلفائے راشدین ہیں کیوں کہ آپ نے ان خلفاء کی یہ علامت بیان کی کہ وہ سنت کی تبلیغ کریں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زبانِ اقدس سے اس بات کی تصدیق کر دی کہ عمر فاروق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے خلیفے ہیں جنہوں نے سنت کو قائم کیا۔

## خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر دلیل دودوستم

اگر صحابہ ثلاثہ کی خلافت غاصبانہ تھی تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کیوں نہ کیا؟

تینوں خلفاء یعنی سیدنا صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم جب اہلِ تشیع کے نزدیک باطل خلیفہ تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ "خلیفہ بلافصل" تھے تو فوراً ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان خلفائے ثلاثہ کے خلاف جہاد کیوں نہ کیا اور حق کی خاطر میدان میں کیوں نہ اترے؟

اس سوال کے جواب میں شیعہ حضرات کے چند من گھڑت بہانہ جات ملاحظہ ہوں:

✣ ✣ ✣

## بہانہ اوّل :

### حضرت علی نے خلفائے ثلاثہ کیساتھ صرف مددگار نہ ملنے کیوجہ سے جہاد نہ کیا :

جب آپ نے مہاجرین وانصار کو اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش ناکام ہوتے دیکھی اور وہ چالیس آدمی بھی جن کو آپ نے سرمنڈوا کر اور مسلح ہو کر آنے کو کہا تھا پیٹھ پھیر گئے صرف چار آدمی حامی مل سکے تو آپ نے خاموشی سے وقت بسر کرنا قبول کر لیا۔

احتجاج طبرسی | لَمَّا رَاٰی عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ غَدْرَھُمْ وَ قِلَّۃَ وَفَائِھِمْ لَزِمَ بَیْتَہٗ -

(احتجاج طبرسی ص ۵۲ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم - طبع جدید جلد اوّل مطبوعہ قم ص ۱۰۷)

ترجمہ : جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی بے وفائی اور دھوکہ بازی کا علم ہو گیا تو آپ نے گھر میں بیٹھے رہنا اختیار کر لیا۔

## بہانہ دوم :

### لوگوں کے مرتد ہونیکے خوف سے حضرت علی نے اپنی خلافت کا اعلان نہ کیا :

انوارِ نعمانیہ | رُوِیَ عَنْ زُرَارَۃَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا مَنَعَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یَّدْعُوَا النَّاسَ اِلٰی نَفْسِہٖ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَوْفًا اَنْ یَّرْتَدُّوْا -

(انوار نعمانیہ ص ۳۳)

ترجمہ : زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ کونسی رکاوٹیں پیش آئیں جن کی وجہ سے وہ لوگوں کو اپنی طرف سے دعوت نہ دے سکے (یعنی اپنی خلافت کے لیے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر جہاد کرتے) تو حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کے مرتد

ہونے کے خطرہ کے پیش نظر ایسا نہ کیا۔

## بہانہ سوم:

## حضرت علی نے نبی علیہ السلام کے ارشاد کے پیش نظر ابوبکر سے لڑائی چھوڑ کر انکی بیعت کر لی

علامہ بحرانی نے لکھا:

ابن میثم

فَنَظَرْتُ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ: اَیْ طَاعَتِیْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا اَمَرَنِیْ بِہٖ مِنْ تَرْکِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ لِلْقَوْمِ فَلَا سَبِیْلَ اِلَی الْاِمْتِنَاعِ مِنْہَا۔

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد دوم ص ۹۷)

ترجمہ: میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے غور وفکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرا اطاعت کرنا ہی بہتر ہے اور لوگوں سے اپنی بیعت لینا کچھ زیبا نہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مجھے لڑائی سے باز رہنے کا حکم فرمایا تھا میں آپ کے اس حکم کی اطاعت کرنے کو اولیت دیتا ہوں اور اسے چھوڑ کر قوم کو اپنی بیعت لینے کا کہوں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آگے بڑھنا ہے لہذا قوم کی اتباع کرتے ہوئے میں نے بیعت صدیق کر لی ہے اور جہاد نہیں کیا۔

مقولہ ہے "دروغ گو را حافظہ نباشد" یعنی جھوٹا شخص یادداشت سے محروم ہوتا ہے۔ اسے اپنا جھوٹ ثابت کرنے کے لیے کئی اور جھوٹ بولنا پڑتے ہیں اور کذب بیانی میں اتنا غرق ہوتا ہے کہ وہ اپنے پہلے کلام کے متعلق یادداشت نہ رہنے کی بنا پر اس کی تردید بھی کر دیتا ہے اور اسے اس بات کی خبر تک نہیں ہوتی۔ یہی حال ان بہانہ سازوں اور منتریان قوم کا ہے بس ایک دھن سوار ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلفائے ثلاثہ کی بیعت کر لینا دھونس اور مجبوری کے ساتھ با دلِ نخواستہ ہوا تھا لیکن اس ثبوت میں

اگر کلہاڑی اپنے پاؤں پر پڑ رہی ہو تو اس کی طرف خیال تک نہیں جاتا۔ اب ہم ان کے بہانوں سے خود ان کی تردید اور افسانہ طرازی ثابت کرتے ہیں۔ ؎

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینہ کے داغ سے — اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

## بہانہ اوّل و بہانہ سوم کی تردید

بہانہ اوّل یہ تھا کہ:

حضرت علی کو دو مرتبہ مہاجرین و انصار سے رابطہ قائم کرنے کے بعد صرف چار آدمی باوفا ملے۔ اور اس قلیل تعداد کے پیشِ نظر آپ اپنے ارادۂ جہاد کو ملتوی کر کے گھر بیٹھ گئے تھے۔

لَمَّا رَاٰی عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ غَدْرَھُمْ وَ قِلَّۃَ وَفَائِھِمْ لَزِمَ بَیْتَہٗ ۔ (احتجاج طبرسی ص ۵۲ طبع قدیم، طبع جدید جلد اوّل ص ۱۰۷)

تیسرا بہانہ یہ بنایا کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ضرور خلفائے ثلاثہ کے ساتھ جہاد کرتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے پیشِ نظر لڑائی چھوڑ کر بیعت کر لی۔

فَنَظَرْتُ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ الخ

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم ج ۲ ص ۹۷ زیر خطبہ ۳۶)

اب ان دونوں بہانوں کے مضمون میں غور فرمائیں۔ ایک طرف خلافت کے حق کو حاصل کرنے کے لیے سیدہ بنت رسول اور حسنین کریمین کو مہاجرین و انصار کے ایک ایک گھر پھرا کر انہیں اپنا ہمنوا بنانے کا خیال فرمایا اور جب ناامیدی ہوئی تو ان کی غداری اور بے وفائی سے مایوس ہو کر گھر بیٹھ گئے ورنہ ضرور جہاد کرتے اور اپنا حق کسی کو نہ دیتے۔ دوسری طرف سرے سے ہی جھگڑا ختم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو منع کر دیا تھا

اور آپ کے ارشاد کے مطابق جہاد سے دستبرداری کر کے بیعت کر لی۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ لڑائی نہیں کرنی تو مہاجرین و انصار کے پاس بنت رسول کو گھوڑے پر سوار کر کے کیوں لے گئے اور اگر انہیں معاون وہم نوا بنانے کے لیے تگ و دو کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کیوں پس پشت ڈالا؟ گویا پہلا بہانہ اس بنیاد پر تھا کہ غمخوار نہ ملے ورنہ سب کچھ کر گزرتے اور تیسرا بہانہ یہ کہ حامی تو بہت تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہاتھ نہ اٹھایا۔ ذرا انصاف فرمائیں۔ ان دونوں بہانوں میں کتنی مخالفت ہے

## بہانہ دوم کی تردید

اب دوسرا بہانہ دیکھیے کہ:

زرارہ کے پوچھنے پر امام باقر رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دستبرداری کے متعلق یہ موقف بیان کرتے ہیں:

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَوْفًا اَنْ يَرْتَدُّوْا۔

(انوار نعمانیہ ص ۳۲ طبع قدیم، طبع جدید جلد اول ص ۴۰۔ ا تذکرہ نور علی)

یہاں آپ نے لوگوں کے مرتد ہو جانے کے خطرہ کے پیش نظر اپنے لیے خلافت کی فضا ہموار نہ کی بلکہ خلافت سے دستبرداری قبول فرمائی لیکن مسلمانوں کا مرتد ہونا پسند نہ فرمایا ادھر خود شیعہ کتب یہ ثابت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صرف تین یا چار اشخاص مسلمان رہ گئے تھے۔ باقی سب مرتد ہو گئے تو جس خطرہ کے پیش نظر حضرت علی نے دستبرداری کی۔ وہ تو حقیقت بن گیا تو پھر اس خطرہ کا خطرہ کیا؟ اسے کہتے ہیں۔ جھوٹ بھی اور سینہ زوری بھی۔

آئیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عظیم شخصیت سے خود پوچھیں۔ کیا اس قسم کے بہانے انہوں نے کیے یا ان کی نسبت آپ کی طرف ہو سکتی ہے۔ آپ کا کلام ہے:

وَاللّٰهِ مَا كَانَتْ لِيْ فِي الْخِلَافَةِ رَغْبَةٌ وَّ لَا فِي

اَلْوِلَایَۃِ اِرْبَۃٌ وَّلٰکِنَّکُمْ دَعَوْتُمُوْنِیْ اِلَیْھَا وَحَمَلْتُمُوْنِیْ عَلَیْھَا۔ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۰۵ ص ۳۲۲)

ترجمہ: خدا کی قسم! نہ تو مجھے خلافت کی کبھی خواہش تھی اور نہ ولایت کی حاجت لیکن تم لوگوں نے مجھے اس کی طرف بلایا اور یہ بوجھ مجھ پر لاد دیا۔

**نہج البلاغہ** وَاِنْ تَرَکْتُمُوْنِیْ فَاَنَا کَاَحَدِکُمْ وَلَعَلِّیْ اَسْمَعُکُمْ وَاَطْوَعُکُمْ لِمَنْ وَلَّیْتُمُوْہُ اَمْرَکُمْ وَاَنَا لَکُمْ وَزِیْرًا خَیْرًا لَّکُمْ اَمِیْرًا۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۹۲ ص ۱۳۶)

ترجمہ: اور اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں بھی خلیفۂ وقت کی اطاعت اور بات قبول کرنے میں تمہاری طرح ہوں گا بلکہ میری اطاعت اور سمع تم سے بڑھ کر ہو گی اور میں اپنے لیے تمہارا وزیر بننا اس بات سے بہتر سمجھتا ہوں کہ تمہارا امیر بنوں۔

"نہج البلاغۃ" سے مذکورہ ان دو خطبوں کے الفاظ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانِ اقدس سے ان کے ارادوں اور خیالات کی ترجمانی کر رہے ہیں وہ یہ کہ نہ تو آپ خلافت کے خواہش مند تھے اور نہ ہی آپ نے اس کے لیے جوڑ توڑ کیا بلکہ عوام (صحابہ کرام) کو صاف صاف فرمایا کہ تمہارا اور میرا فائدہ اسی میں ہے کہ مجھے وزیر بنا لو۔ خلیفہ نہیں۔ اور ایسا فرمانا کوئی "تقیہ" نہ تھا کیوں کہ آپ خلفائے ثلاثہ کے قابلِ اعتماد اور مخلص مشیر رہے اور اس سلسلہ میں آپ نے بڑے خلوص کا ثبوت دیا جس کی شہادت نہج البلاغہ میں جگہ جگہ ملتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے ان کے دورِ خلافت کے بارے میں سوال کیا کہ اے خلیفۂ وقت! وہ فتوحات جو آپ کے پیش رو خلفاء کے زمانہ میں ہوئیں رک کیوں گئیں؟ فرمایا ان کے مشیر ہم جیسے مخلص لوگ تھے اور میرے مشیر تم ہو لہٰذا فتوحات کیسے جاری رہ سکتی ہیں۔ جب خلوص ہی اٹھ گیا۔

تو معلوم ہوا کہ آپ خود اپنے بارے میں خلفائے ثلاثہ کا مخلص مشیر ہونا ذکر فرما رہے ہیں۔ اگر یہ سب "تقیہ" کی نیت سے ہوتا تو پھر مشورہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے تھا جس میں ان خلفائے ثلاثہ کی ناکامی ہوتی اور خود حضرت علی کے لیے خلیفہ بننے کی فضا ساز گار ہوتی لیکن تاریخ بتاتی ہے یہ سب حضرات رحماء بینہم کا مصداق تھے اور ایک دوسرے کے غم گسار اور سچے ہمدرد تھے۔

"لکن المنافقین لا یفقھون"

## بہانہ چہارم :

حلیۃ الابرار

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِنَّمَا اَشَارَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْكَفِّ عَنْ عَدُوِّهٖ مِنْ اَجْلِ شِيْعَتِنَا لِاَنَّهٗ كَانَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ سَيَظْهَرُ عَلَيْهِمْ بَعْدَهٗ فَاَحَبَّ اَنْ يَقْتَدِىَ بِهٖ مَنْ جَاءَ بَعْدِيْ لِيَسِيْرَ فِيْهِمْ بِسِيْرَتِهٖ وَيَقْتَدِىْ بِالْكَفِّ عَنْهُمْ بَعْدَهٗ

(حلیۃ الابرار مصنفہ سید ہاشم البحرانی جلد نمبر ۱ ص ۴۱۸ باب التاسع والعشرون)

ترجمہ: زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ کہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑنے سے ہاتھ کھینچا وہ دراصل ہمارے شیعوں کے بھلے کی خاطر کیا تھا اس لیے کہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ عنقریب ان پر ان کے دشمن غالب آجائیں گے۔ لہذا آپ نے یہ پسند فرمایا کہ بعد میں آنے والے اس معاملہ میں آپ کی اقتدا کریں اور جس راستے آپ چلے۔ اسی راستہ پر چلیں۔ اور

ان سے ہاتھ روکے رکھیں یعنی ان سے نہ لڑیں جیسے آپ نہیں لڑے ۔

## تردید بہانہ چہارم :

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بہانہ کی تردید اپنے خطبہ میں ارشاد فرمائی ۔ آپ نے فرمایا میں دو آدمیوں سے جنگ ضرور کروں گا ۔ ایک وہ شخص جو خلافت کا مدعی ہو لیکن اس کا اہل نہ ہو ۔ دوسرا وہ شخص جو اس چیز سے اپنے نفس کو منع کرے جو اس کے لیے واجب و لازم ہو ۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۲۴۹)

۲ : یاایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین (الایۃ پ۲۸ ع۱۵) اس آیت کے تحت علامہ کاشانی شیعی نے اپنی معتبر تفسیر "صافی" میں یوں لکھا ہے :

تفسیر قمی

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ فَجَاهَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُفَّارَ وَجَاهَدَ عَلِيٌّ جِهَادَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

۱ - تفسیر قمی طبع جدید ص ۶۸۸ سورۃ تحریم ۲۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۱۴۷، ۱۵۷ مطبوعہ تہران طبع جدید )

ترجمہ : امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت یاایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین الخ اسی طرح نازل کی گئی (یعنی اس میں تحریف نہیں ہوئی) تو اس حکم پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے جہاد کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا جہاد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی منافقین کے ساتھ کیا ۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے خلفائے ثلاثہ کے ساتھ جنگ کرنے کا یہ بہانہ باطل ہو گیا (یعنی آپ نے بایں وجہ خلفائے ثلاثہ کے ساتھ جنگ نہ کی کہ کہیں بعد میں آنے والے شیعہ اس سے رہنمائی حاصل کر کے جنگ جاری رکھیں اور وہ ایسا کر کے (باطل کے خلاف جہاد کر کے) ہلاک نہ ہو جائیں۔ اس بہانہ کے بطلان کی وجہ یل بنی کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے ارشاد سے یہ بات واضح کر دی کہ قرآن پاک کے حکم "یا یھا النبی جاھد الکفار" پر عمل فرماتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منافقین سے جنگ لڑی اور اگر آپ منافقین سے جنگ نہ کرتے تو آیت کے کچھ حصہ پر عمل نامکمل ہوتا۔ وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے جنگ لڑ کر "جاہد الکفار" پر عمل کیا اور "منافقین" کے ساتھ جہاد کی نوبت نہ آسکی۔ لہٰذا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی منافقین سے جنگ نہ فرماتے "والمنافقین" کے الفاظ پر عمل کس طرح اور کون کرتا؟

باقی رہا کہ وہ منافقین کون تھے جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نبرد آزما ہوئے تو وہ کوئی بھی ہو سکتے ہیں۔ شیعہ لوگ چاہے ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما ہی کیوں نہ مراد لیں لیکن ان حضرات کے ساتھ جنگ کرنا بھی چونکہ شیعوں کے نزدیک "منافقین کے ساتھ لڑنے" میں شامل ہے۔ اس لیے "جہاد بالمنافقین" پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل ہو گیا۔ لہٰذا یہ بہانہ تراشنا کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ سے صرف اس وجہ سے جنگ نہ لڑی کہ کہیں آئندہ آنے والے شیعہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ محض غلط اور بے بنیاد بہانہ ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

۴: اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف اس وجہ سے خلفائے ثلاثہ کے مقابلہ میں میدانِ جنگ میں نہ اُترے کہ کہیں بعد میں آنے والے شیعہ اسی

طریقہ جہاد پر عمل کرکے تباہ و برباد نہ ہو جائیں تو ان بہانہ سازوں سے میں پوچھوں گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل کی اتباع کیا سب سے پہلے ان کی اولاد پر لازم نہ تھی۔

مگر ہم دیکھتے ہیں امام عالی مقام نے جامِ شہادت نوش فرما لیا لیکن باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا بلکہ مجاہدانہ جیے اور مجاہدانہ ہی دنیا سے رخصت ہوئے اور عزیز و اقارب کو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ طرزِ عمل نہ بتلایا حتیٰ کہ وہ بھی ایک ایک کرکے شہادت پا گئے۔

لہذا معلوم ہوا کہ یہ بہانہ تراشا گیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس کو من گھڑت طور پر منسوب کیا گیا ہے اگر اس میں حقیقت ہوتی تو میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جامِ شہادت نوش نہ فرماتے بلکہ اپنے والدِ گرامی کے عمل کو بروئے کار لاتے ہوئے خود بھی اور اپنے دیگر ستر بہتر ساتھیوں کو راہِ حق میں قربان نہ کرتے لیکن آپ نے خود اور اپنے اعزہ و اقارب کو اس شہادت کے مرتبہ سے فیضیاب کیا اس لیے پتہ چلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلفائے ثلاثہ کے ساتھ نہ لڑنا اس وجہ سے نہ تھا جو شیعوں نے گھڑی ہے بلکہ وجہ یہ تھی کہ آپ ان خلفاء کی خلافت کو حق سمجھتے تھے اس لیے کہ حق کے خلاف آواز نہ بلند کرنا شانِ علی کے خلاف ہے بلکہ آپ تو ان خلفاء کو اپنے بہترین اور قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے کیا کوئی اپنے دشمن کو مفید مشورے دیا کرتا ہے اور اس کے پیچھے نمازیں ادا کرتا ہے اور ان کے ہاتھوں پر بیعت کرتا ہے؟

## بہانہ پنجم:

حلیۃ الابرار| عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ

(۵) قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ عَمِّهِ ابْنِ اَبِیْ عُمَرَ عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُلْتُ لَهُ مَا بَالُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يُقَاتِلْ فُلَانَ وَفُلَانَ وَ فُلَانَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاٰيَةٍ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ " لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا " قَالَ قُلْتُ وَمَا يَعْنِیْ بِتَزَايُلِهِمْ قَالَ وِدَائِعُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِیْ اَصْلَابِ قَوْمٍ كَافِرِيْنَ وَكَذَالِكَ الْقَائِمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَنْ يَظْهَرَ اَبَدًا حَتّٰى يَخْرُجَ وِدَائِعُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاِذَا خَرَجَتْ ظَهَرَ عَلٰى مَنْ ظَهَرَ اَعْدَاۗءَ اللّٰهِ فَقَتَلَهُمْ ۔

۱۔ حلیۃ الابرار جلد اوّل ص ۴۱۹ باب التاسع والثلاثون

۲۔ کتاب علل الشرائع مصنفہ شیخ صدوق ص ۱۴۷ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ: ابن بابویہ سے روایت ہے کہ ہمیں حفص نے محمد بن مسروق سے بیان کیا کہ حسن ابن محمد عامر اپنے چچا ابن عمیر سے (ان روایات میں سے جو وہ ابی عبداللہ امام جعفر سے روایت کرتا ہے) بیان کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر سے پوچھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فلاں فلاں فلاں یعنی ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی کے ساتھ لڑائی کیوں نہ کی اس کی کیا وجہ تھی؟ تو حضرت امام جعفر نے جواباً فرمایا کہ اس کی وجہ قرآن کی یہ آیت تھی "لو تزیلوا لعذبنا الخ" (یعنی اگر مسلمان الگ ہو جائیں تو ہم کفار کو سخت عذاب دیں گے) راوی

کہنا ہے کہ میں نے امام جعفر سے پوچھا۔ اس آیت میں "الگ ہوتے" کا کیا مطلب ہے؟ تو امام جعفر نے اس کا یہ معنی بتایا کہ اس سے مراد کافروں کی پشتوں میں جو مومنوں کی روحیں امانت رکھی گئی ہیں، وہ ہیں (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی پشت میں اگر مومن روحیں نہ ہوتیں تو آپ یقیناً اپنے دشمنوں سے لڑتے) اسی طرح امام قائم بھی اس وقت تک ظاہر نہ ہوں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے جو یہ روحیں ودیعت رکھی ہیں سب کی سب نہ نکل آئیں گی۔ اور جب یہ روحیں نکل آئیں گی تو پھر امام قائم ظاہر ہوں گے اور تمام کفار کو تہ تیغ کر دیں گے۔

## تردید بہانہ پنجم:

دیگر بہانوں کی طرح یہ بہانہ بھی بالکل بے بنیاد اور جھوٹ کا پلندہ ہے کیوں کہ اس میں ذکر یہ کیا گیا ہے کہ جب تک مومنین کی تمام ارواح کفار کی پشتوں سے نہ نکل آئیں گی اس وقت تک امام قائم کا ظہور نہیں ہوگا۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ کفار کے قتل ہو جانے سے پھر ان روحوں کا آنا ختم ہو جائے گا لہذا وہ روحیں نکلیں گی اور امام قائم ان کی مدد کے ساتھ کفار سے جنگ لڑیں گے۔

اس بہانہ کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ امام قائم کے ظہور تک کافروں کی پشت میں مومنوں کی ارواح رہیں گی۔ لہذا اس سے قبل کفار کے خلاف جہاد نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس حقیقت سے ہر شخص آگاہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا زمانہ امام قائم کے ظہور سے بہت پہلے کا زمانہ تھا۔ صدیوں کا فاصلہ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تو اس سے بھی پہلے کے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے جو باطل کے خلاف جنگ لڑی اور جہاد کیا وہ باطل تھا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ باطل کی خاطر لڑے اور جان دے گئے تو ایسی موت کو شہادت کہنا کس طرح درست ہوگا یعنی اپنی ان بہانہ سازیوں سے شیعوں نے "شہادت امام حسین" کا بھی انکار کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ شہادت امام حسین برحق تھی اور آپ کی ذات نے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر

سب کچھ قربان کیا اور اس کے مقابلہ میں شیعوں کا جنگ نہ کرنے کا بہانہ محض افسانہ ہے اور من گھڑت بات ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

## بہانہ ششم :

حلیۃ الابرار حَدَّثَنَا الْهَیْثَمُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرُّمَّانِیُّ قَالَ سَئَلْتُ عَلِیَّ ابْنَ مُوْسَی الرِّضَا عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ لَهٗ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَخْبِرْنِیْ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ لِمَ لَمْ یُجَاهِدْ اَعْدَآءَهٗ خَمْسَ عِشْرِیْنَ سَنَةً بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ ثُمَّ جَاهَدَ فِیْ اَیَّامِ وِلَایَتِهٖ فَقَالَ لِاَنَّهٗ اقْتَدٰی بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ تَرْکِ جِهَادِ الْمُشْرِکِیْنَ بِمَکَّةَ ثَلَاثَ عَشَرَ سَنَةً بَعْدَ النُّبُوَّةِ وَ بِالْمَدِیْنَةِ تِسْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَ ذَالِكَ لِقِلَّةِ اَعْوَانِهٖ عَلَیْهِمْ کَذَالِكَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ تَرَکَ مُجَاهَدَةَ اَعْدَائِهٖ لِقِلَّةِ اَعْوَانِهٖ عَلَیْهِمْ فَلَمَّا لَمْ تَبْطُلْ نُبُوَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ تَرْکِهِ الْجِهَادَ ثَلَاثَ عَشَرَ سَنَةً وَ تِسْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا کَذَالِكَ لَمْ تَبْطُلْ اَمَامَةُ عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَعَ تَرْکِهِ الْجِهَادَ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ سَنَةً اِذَا کَانَتِ الْعِلَّةُ لَهُمَا مِنَ الْجِهَادِ وَاحِدًا۔

(۱۔ حلیۃ الابرار جلد ۱ ص ۴۲۰ باب التاسع والعشرون

(۲ - بالفاظ مختلفہ ارشاد القلوب مصنفہ حسن ابن محمد دیلمی

مطبوعہ بیروت جلد دوم ص ۲۹۵ تذکرہ علۃ قعودہ

عن القتال)

ترجمہ: راوی "الہیثم" کہتا ہے کہ میں نے علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے آپ مجھے یہ بتلائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد پچیس سال تک متواتر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد کیوں نہیں کیا؟ اور جب اپنی ولایت کا زمانہ آیا تو جہاد کیا تو امام رضا نے اس کا جواب دیا کہ جس طرح مکہ میں رہتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ سے اعلانِ نبوت کے بعد تیرہ سال تک اور مدینہ میں رہتے ہوئے انیس ماہ تک بوجہ قلتِ اعوان جہاد نہ کیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بوجہ تھوڑے ہونے معاونین کے اپنے مخالفین کے ساتھ جہاد نہ کیا تو جس طرح تیرہ سال اور انیس ماہ جہاد نہ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت باطل نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح پچیس سال اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد نہ کرنے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت باطل نہیں ہوئی کیوں کہ دونوں کے جہاد کرنے کی علت ایک ہی ہے۔

## تردید بہانہ ششم:

گزشتہ بہانوں کی طرح اس بہانہ میں بھی صداقت نام تک کی نہیں۔ اس بہانہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاونین کی قلت کی بناء پر خلفائے ثلاثہ سے جہاد نہ کیا اور یہ بہانہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے باطل ہے کیوں کہ "نہج البلاغہ" کے حوالہ سے ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ مذکور ہوا کہ آپ نے فرمایا میں دو آدمیوں کے ساتھ

ضرور جنگ کروں گا۔ ایک مدعی خلافت۔ کے خلاف جو خلافت کا اہل نہ ہو اور دوسرا اس شخص کے خلاف جو اپنے اوپر واجب حکم کو منع کرتا ہو۔ (نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۲۴۹ مطبع یوسفی دہلی) اس کے علاوہ اسی کتاب میں ایک اور مقام پر موجود ہے:

نہج البلاغہ | وَاللّٰهِ لَوْ تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰى قِتَالِيْ لَمَا وَلَّيْتُ عَنْهَا وَلَوْ أَمْكَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِقَابِهَا لَسَارَعْتُ إِلَيْهَا۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۵ ص ۴۱۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید چھوٹا سائز)

ترجمہ: قسم خدا کی اگر تمام عرب بھی مجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو جائے تو میں کبھی پشت نہ دکھاؤں گا جب تک بھی مجھے ان کی گردنیں اتارنے سے فرصت ممکن ہو۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۲۳۴)

لہذا معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام دھرنا کہ قلت معاونین کی بنا پر آپ نے خلفائے ثلاثہ کے ساتھ جنگ نہ کی۔ اس الزام میں کوئی حقیقت نہیں اور سراسر جھوٹ ہے۔ جس شخص کے مقابل پورا عرب آجائے تو ان کی گردنیں اتارنے میں سستی نہ دکھائے۔ اس سے ایسی بات کب صادر ہو سکتی ہے کہ وہ کسی کے خلاف جہاد کرنے کے لیے ممد و معاون ڈھونڈتا پھرے تو ان تمام باتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلافت ابوبکر، عمر اور عثمان کے خلاف جہاد نہ کرنا اس خلافت کو "خلافت حقہ" سمجھنے کی وجہ سے تھا۔ آپ ان کو خلفائے راشدین سمجھتے تھے اور ان کی معیت کو غنیمت گردانتے تھے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

احقاق الحق | إِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(احقاق الحق مصنفہ نور اللہ ص ۱۶)

ترجمہ: وہ دونوں (ابوبکر صدیق و عمر فاروق) عادل اور انصاف کرنے والے امام تھے

جب تک زندہ رہے۔ حق پر رہے اور دونوں کی موت بھی حق پر ہی ہوئی۔ اللہ کی ان دونوں پر تا قیامت رحمتیں نازل ہوں۔

## بہانہ ہفتم :

حلیۃ الابرار: عَنْ فُضَیْلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَوْ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) حِیْنَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ کَانَ الْاَمْرُ مِنْ بَعْدِهٖ فَقَالَ لَنَا اَهْلَ الْبَیْتِ قُلْتُ فَکَیْفَ صَارَ فِیْ غَیْرِکُمْ قَالَ اِنَّکَ قَدْ سَئَلْتَ فَافْهَمِ الْجَوَابَ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا عَلِمَ اَنْ یُّفْسِدَ فِی الْاَرْضِ (۱) وَ تُنْکَحَ الْفُرُوْجُ الْحَرَامُ وَ یُحْکَمَ بِغَیْرِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی اَرَادَ اَنْ یَّلِیَ ذَالِکَ غَیْرُنَا۔

(حلیۃ الابرار جلد اوّل ص ۲۰۲ باب التاسع والعشرون)

ترجمہ: فضیل بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے امام باقر یا امام جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے تو آپ کے بعد ولایت کس کا حق تھا؟ کہنے لگے ہم اہل بیت کا حق تھا۔ میں نے پھر پوچھا تو یہ حق تمہارے غیر لوگوں میں کیوں کر چلا گیا، کہنے لگے۔ تو سوال کر ہی بیٹھا ہے تو پھر اس کا جواب بھی سن لے۔ اللہ تعالیٰ نے جب جان لیا کہ زمین میں فساد ہو گا اور حرام شرمگاہوں میں وطی کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف فیصلہ ہونے لگے گا تو اللہ نے اسے (امر ولایت کو) ہمارے غیروں میں رکھنا چاہا (جو انہیں مل گیا)۔

## تردید بہانہ ہفتم :

یہ بہانہ مسلک شیعہ کے لیے زہرِ قاتل سے کم نہیں کیوں کہ اس میں سید ہاشم بحرانی شیعی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امرِ خلافت بلافصل، کو ابتدا میں اہلِ بیت کا حق بنایا تھا مگر اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زمین میں برائی پھیل جائے گی ۔ اس میں بدکاریاں ہوں گی ۔ قرآن کی علی الاعلان مخالفت ہو گی ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت میں اہلِ بیت کی خلافت کو نامناسب سمجھتے ہوئے اسے غیروں کے حوالہ کر دیا ۔

اس بہانہ سے دو اہم امر صراحۃً ثابت ہوتے ہیں ۔ ملاحظہ فرمایئے :

۱۔ شیعہ عقائد میں اللہ تعالیٰ کو (معاذ اللہ) جاہل ثابت کیا گیا ہے ۔ جہالت تو معمولی بات ہے ان لوگوں نے تو عقیدۂ "بدار" کو حق جاننا اور اسے تمام اعمال سے افضل جاننا بھی تسلیم کیا ہے ۔ اس کی بحث "شیعہ حضرات کی گستاخیوں" کے ضمن میں گزر چکی ہے

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد "خلافت بلافصل" اہلبیت کے لیے مناسب ہی نہ تھی ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے ابوبکر صدیق ، عمر فاروق اور عثمان غنی کو خلافت عطا فرمائی ۔

## تنبیہ :

سید ہاشم بحرانی اور شیخ صدوق نے جب یہ تسلیم کر لیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد "خلافت بلافصل" اللہ تعالیٰ کے علم میں اہلِ بیت کے لیے نامناسب تھی اسی لیے وہ غیروں کو دے دی گئی ۔ یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو "خلیفہ بلافصل" بنا دیا گیا ۔ ناظرینِ کرام ! آپ ذرا غور فرمائیں کہ شیعہ لوگوں کا "غصبِ خلافت" کا واویلا کس قدر غلط

اور بے معنی ہے بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس اللہ نے حضرت علی کے لیے "خلافت بلافصل" کا اعلان کروایا تھا۔ وہی اللہ حالات کے مطابق خلفائے ثلاثہ کو خلافت سے نواز رہا ہے کیوں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حالات اس قدر دگرگوں تھے جن کا مقابلہ خلفائے ثلاثہ ہی کر سکتے تھے۔ اسی لیے حضرت علی نے خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے

نہج البلاغہ | لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَ اَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَفَ الْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَهَا وَ سَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰى اِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهٗ وَ اتَّقَاهُ بِحَقِّهٖ۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۲۸ ص ۳۵۰ مطبوعہ جدید بیروت چھوٹا سائز)

اس خطبہ کا فارسی ترجمہ و شرح فیض الاسلام شیعی نے ان الفاظ کے ساتھ کیا۔

فیض الاسلام | خدا شہرہائے فلاں (عمر بن الخطاب) را برکت دہد ونگاہدارد کہ کجی را راست نمود دگمراہان را براہ آورد) وبیماری را معالجہ کرد (مردم شہرہائے را بدین، اسلام گرداند) وسنت را برپا داشت (احکام پیغمبر را اجرا نمود) وتباہ کاری را پشت سر انداخت (درزمانِ او فتنہ رو نداد) پاک جامہ وکم عیب از دنیا رفت نکوئی خلافت را دریافت واز شر آن پیشی گرفت (تا بود امر خلافت منظم بود واختلالی در آں راہ نیافت) طاعتِ خدا را بجا آوردہ از نافرمانی او پرہیز کردہ حقش را ادا نمودہ۔

(فیض الاسلام شرح نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۱۹ ص ۲۱، طبع جدید مطبوعہ تہران)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہروں کو برکت دے اور انہیں محفوظ رکھے وہ عمر جس نے کجی کو دور کیا۔ گمراہوں کو ہدایت دی، بیماری کا علاج کیا۔

شہر کے رہنے والوں کو مسلمان کیا۔ سنت کو قائم کیا۔ احکام پیغمبر کو جاری کیا۔
فتنہ اور فساد کے امور کو پس پشت ڈال دیا۔ ان کے دورِ خلافت میں فتنہ نہ
اٹھا۔ پاکدامن اور کم عیب ہو کر دنیا سے گیا۔ خلافت کی خوبیوں کو پایا اور اس
کی شر سے پہلے چلا گیا۔ امرِ خلافت کو منظم طور پر چلایا۔ اس میں کوئی خرابی نہ آنے
دی۔ اللہ کی بندگی بجا لایا۔ اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا اس کے حق کو
ادا کیا۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک اور خطبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلام کی تصویر یوں کھینچی ہے۔

بلاغہ | وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ كَلَامٍ لَهٗ وَوَلِيَهُمْ وَالٍ فَاَقَامَ وَ اسْتَقَامَ حَتّٰى ضَرَبَ الدِّيْنُ بِجِرَانِهٖ۔

(نہج البلاغہ فرمودہ نمبر ۴۵۹)

امام علیہ السلام در سخنی (درباره عمر بن خطاب) فرموده است۔ و (بعد از ابوبکر) فرماں روا شد بر مردم فرماندہی (عمر بمقام خلافت نشست) پس (امرِ خلافت را) بر پا داشت و ایستادگی نمود (بر ہمہ تسلط یافت) تا آنکہ دین قرار گرفت، (ہم چنانکہ شتر ہنگام استراحت پیش گردنِ خود را بر زمین نہاد اشارہ بانیکہ اسلام پس از فتنہ و ہیاہوی بسیار از او تمکین نمودہ زیر بارش رفتند)

(شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام ص ۱۳۰۰ مطبع تہران طبع جدید)

ترجمہ: امام علی رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے کلام میں کہا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں پر ایک ایسا حاکم مسندِ خلافت پر متمکن ہوا۔ جس نے امرِ خلافت کو قائم کیا اور ثابت قدمی دکھائی یعنی تمام پر تسلط حاصل کیا حتیٰ کہ دین مضبوط ہو گیا جیسا کہ اونٹ استراحت کے لیے اپنی گردن زمین پر رکھ

دیتا ہے اور اطمینان سے زمین پر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح مضبوطی کے ساتھ دینِ اسلام زمین پر متمکن ہو گیا گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اہلِ اسلام کئی سارے فتنوں اور یورشوں کے بعد سکون پذیر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زیرِ احسان ہو گئے

## حاصل کلام :

حضرت علی نے ان دو خطبوں میں واضح فرمادیا کہ حضور کے انتقال کے بعد اسلام فتنوں کی آماجگاہ بن گیا لیکن حضرت عمر کی دوراندیشی اور تدبیر نے ان کو تہس نہس کر دیا اور دینِ اسلام کی بنیادیں مضبوط کر دیں۔ اللہ ان کے شہروں کو برکت عطا فرمائے۔ حضرت علی کے ان خطبوں کو پڑھنے کے بعد بھی اگر کوئی شخص مذکورہ بہانہ کی رٹ لگائے تو اس سے بڑھ کر کون ہٹ دھرم ہو گا اور حضرت علی کا اس سے بڑھ کر کون نافرمان ہو گا۔

# باب دوم

اس باب میں دو فصلیں ہیں۔

فصل اوّل میں بیعت مکرہ یعنی جبراً بیعت کی حقیقت بیان کی جائے گی اور فصل دوم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قوت اور شان بیان کی جائے گی۔

ان دونوں فصلوں کے پڑھنے کے بعد قارئین کرام پر واضح ہو جائے گا کہ بیعت مکرہ ایک من گھڑت افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

## فصل اوّل
## بیعت مکرہ (جبراً بیعت) کی حقیقت

من جملہ اور عقائد باطلہ کے شیعہ حضرات کا ایک یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رضامندی کے ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی تھی بلکہ جبراً اور مجبوراً تھی۔ دراصل انہیں "خلیفہ بلافصل" ثابت کرنے کے جوش نے اس طرف سے اندھا کر دیا کہ مجبوری کی بیعت ثابت کرتے کرتے انہوں نے حضرت علی اور ان کے اہلِ بیت کی کس قدر توہین کی۔ ان کو یہ بھی نہ سوجھی کہ ان افسانوں کے پڑھنے کے بعد پڑھنے والا شیعہ مذہب پہ کس قدر ماتم کرے گا۔

لہٰذا میں نے ان افسانوں کو ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کی ہے تاکہ وہ خود اندازہ کر سکیں کہ شیعہ مذہب کیسا عجیب و غریب مذہب ہے۔ دعویٰ حبِ علی اور حبِ اہلِ بیت لیکن عقیدہ اس کے بالکل خلاف۔

اس ضمن میں کتب شیعہ سے چند روایات ملاحظہ ہوں:

## روایت اوّل :

نفس الرحمٰن | قَالَ سَلْمَانُ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ حَمَلَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ عَلٰى حِمَارٍ وَّ اَخَذَ بِيَدَيْ اِبْنَيْهِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ فَلَمْ يَدَعْ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ بَدْرٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ لَا مِنَ الْاَنْصَارِ اِلَّا اَتَاهُ فِيْ مَنْزِلِهٖ وَ ذَكَرَ حَقَّهٗ وَدَعَاهُ اِلٰى نُصْرَتِهٖ فَمَا اسْتَجَابَ لَهٗ مِنْ جَمِيْعِهِمْ اِلَّا اَرْبَعَةٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا فَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّصْبِحُوْا مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَهُمْ مَعَ سَلَاحِهِمْ عَلٰى اَنْ يُّبَايِعُوْا عَلَى الْمَوْتِ فَاَصْبَحَ وَ لَمْ يُوَافِقْهُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةٌ فَقُلْتُ لِسَلْمَانَ مَنِ الْاَرْبَعَةُ ؟ قَالَ اَنَا وَ اَبُوْ ذَرٍّ وَ مِقْدَادٌ وَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ ثُمَّ عَاوَدَهُمْ لَيْلًا فَنَاشَدَهُمْ فَقَالُوْا نُصْبِحُكَ بُكْرَةً فَمَا اَتٰى اَحَدٌ مِّنْهُمْ غَيْرُنَا فَلَمَّا رَاٰى عَلِيٌّ غَدْرَهُمْ وَ قِلَّةَ وَفَائِهِمْ لَزِمَ بَيْتَهٗ وَ اَقْبَلَ عَلَى الْقُرْاٰنِ يُؤَلِّفُهٗ وَ يَجْمَعُهٗ فَلَمْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتٍ حَتّٰى جَمَعَهٗ وَ كَانَ فِي الصُّحُفِ وَ الْاَسْيَارِ وَ الرِّقَاعِ فَلَمَّا جَمَعَهٗ كُلَّهٗ وَ كَتَبَهٗ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ وَ تَاْوِيْلِهٖ وَ النَّاسِخِ وَ الْمَنْسُوْخِ بَعَثَ اِلَيْهِ اَبُوْ بَكْرٍ اَنْ اُخْرُجْ فَبَايِعْ فَبَعَثَ اِلَيْهِ عَلِيٌّ اِنِّيْ مَشْغُوْلٌ وَ قَدْ اٰلَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ يَمِيْنًا اِلَّا اَرْتَدِيْ بِرِدَاءٍ اِلَّا

لِلصَّلٰوۃِ حَتّٰی اُؤَلِّفَ الْقُرْاٰنَ فَاَجْمَعُہٗ فَجَمَعَہٗ فِیْ ثَوْبٍ وَّ خَتَمَہٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی النَّاسِ وَ ھُمْ مُجْتَمِعُوْنَ مَعَ اَبِیْ بَکْرٍ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ لَمْ اَزَلْ مُنْذُ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَشْغُوْلاً بِغُسْلِہٖ ثُمَّ بِالْقُرْاٰنِ حَتّٰی جَمَعْتُہٗ کُلَّہٗ فِیْ ھٰذَا الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلَمْ یُنْزِلِ اللّٰہُ تَعَالٰی اٰیَۃً مِّنْہُ اِلاَّ وَ قَدْ جَمَعْتُھَا وَ لَیْسَتْ مِنْہُ اٰیَۃٌ اِلاَّ وَ قَدْ اَقْرَاَنِیْھَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ عَلَّمَنِیْ تَاْوِیْلَھَا فَقَالَ لَھُمْ ھٰذَا کِتَابُ اللّٰہِ کَمَا اُنْزِلَ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا حَاجَۃَ لَنَا اِلَیْکَ وَ لَا اِلٰی قُرْاٰنِکَ عِنْدَنَا قُرْاٰنٌ جَمَعَہٗ وَ کَتَبَہٗ عُثْمَانُ فَقَالَ لَنْ تَرَوْہُ بَعْدَ الْیَوْمِ وَ لَا یَرَاہُ اَحَدٌ حَتّٰی یَظْھَرَ وَلَدِیَ الْمَھْدِیُّ وَ فِیْ ذَالِکَ الْقُرْاٰنِ زِیَادَاتٌ کَثِیْرَۃٌ وَ ھُوَ خَالٍ عَنِ التَّحْرِیْفِ ۔

فَسَبَقُوْہُ اِلَیْہِ فَتَنَاوَلَ بَعْضَ سُیُوْفِھِمْ فَکَثَرُوْا عَلَیْہِ فَضَبَطُوْہُ وَ اَلْقَوْا فِیْ عُنُقِہٖ حَبْلاً اَسْوَدَ ثُمَّ نَادٰی قَبْلَ اَنْ یُّبَایِعَ وَ الْحَبْلُ فِیْ عُنُقِہٖ یَابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ کَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ثُمَّ تَنَاوَلَ یَدَ اَبِیْ بَکْرٍ فَبَایَعَہٗ ۔

۱ ـ نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان باب ۱۱ ۲ ـ ازار نعمانیہ ص ۳۴۴ طبع قدیم، طبع جدید جلد اوّل ص ۳۴۰

۳ ـ احتجاج طبرسی ص ۵۲ طبع قدیم طبع جدید ص ۱۰۷ بروایت سلیم بن قیس ہلالی فی

طلب علی علیہ السلام لبیعۃ ابی بکر)

**نوٹ:** مذکورہ روایت بہت طویل ہے جو نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان باب ۱۱ انوار نعمانیہ ص ۲۴۴ اور احتجاج ص ۳۵ پر مسطور ہے ہم نے اختصاراً ذکر کر دی ہے۔

ترجمہ: حضرت سلمان نے کہا کہ جب رات ہوئی تو حضرت علی نے جنابہ فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا اور اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین کے ہاتھ پکڑ لیے۔ پھر آپ نے مہاجرین اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا کر انہیں اپنا حق بتایا اور مدد کے لیے پکارا۔ ان میں سے چوالیس مردوں کے بغیر کسی نے بات نہ مانی۔ انہیں حضرت علی نے فرمایا کہ صبح تم سب کے سب سر منڈوا کر مسلح ہو کر آنا اور مرنے پر بیعت کرنا تو صبح ان میں سے صرف چار رہ گئے۔ میں نے سلمان سے پوچھا وہ چار کون کون تھے۔ کہنے لگے۔ میں (سلمان) ابوذر، مقداد اور زبیر بن عوام۔ دوبارہ رات کو حضرت علی مہاجرین و انصار کے گھروں میں گئے۔ انہیں قسم دلائی جس پر انہوں نے صبح سویرے آنے کو کہا لیکن صبح کو وہی چار جو پہلے تھے آگئے جب حضرت علیؓ نے ان کی بے وفائی اور بد عہدی دیکھی۔ آپ نے گھر میں ہی ٹھہرنے کی ٹھانی اور قرآن پاک کی تالیف و جمع کی طرف متوجہ ہو گئے۔

آپ اس وقت تک گھر سے نہ نکلے جب تک قرآن جمع نہ کر لیا۔ قرآن، صحیفوں، تسموں اور پارچہ جات پر جمع کیا تھا۔ پھر جب آپ نے مکمل جمع کر لیا اور اسے نازل شدہ ترتیب پر لکھا اور تاویل و ناسخ اور منسوخ ظاہر کر دیے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ آکر میری بیعت کرو تو اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا کہ میں فارغ نہیں ہوں اور میں نے قسم اٹھائی ہے کہ نماز کے بغیر کسی کام کے لیے چادر نہ اوڑھوں گا اور یہ حالت اس وقت تک ہو گی جب تک قرآن

جمع نہ کر لوں تو آپ نے اسے جمع کیا اور اس کپڑے پہ مہر لگا دی جس پر وہ قرآن جمع کیا تھا۔ پھر باہر لوگوں کے پاس تشریف لائے لوگ اس وقت مسجد نبوی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارد گرد جمع تھے تو مجمع میں پہنچنے کے وقت حضرت علی نے بلند آواز سے یہ کلمات کہے " لوگو ! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ کے غسل دینے اور اس کے بعد جمعِ قرآن میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ میں نے قرآن جمع کر لیا ہے اور وہ مکمل اس کپڑے میں موجود ہے۔ اللہ کی ہر نازل کردہ آیت کو میں نے اس میں جمع کر دیا ہے اور اس کی ایک ایک آیت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی آپ نے مجھے اس کی تاویل بتائی تو حضرت علی نے فرمایا یہ اللہ کی کتاب اسی طرح ہے جس طرح اس نے نازل فرمائی حضرت عمر بن الخطاب نے کہا ہمیں نہ تیری ضرورت ہے اور نہ تیرے قرآن پڑھنے کی۔ ہمارے پاس قرآن مکمل جمع شدہ موجود ہے جسے حضرت عثمان نے جمع بھی کیا اور کتابت بھی کی۔ یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا اچھا آج کے بعد تم اسے نہیں دیکھو گے اور میرے بیٹے مہدی کے ظہور تک یہ واپس نہیں آئے گا۔ اس قرآن میں (جو حضرت علی نے جمع کیا) زیادہ آیات تھیں اور تغیر و تبدل سے بالکل خالی تھا۔

(یہ سن کر) لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جھپٹے تو آپ نے ان میں سے کسی کی تلوار کو پکڑ لیا۔ لوگ بیک وقت ان پر ٹوٹ پڑے انہیں قابو کر لیا اور سیاہ رسی ان کے گلے میں انہوں نے ڈال دی۔ پھر حضرت علی نے بیعت کرنے سے قبل بلند آواز سے کہا اور رسی ان کی گردن میں تھی " اے میری ماں جائے بے شک لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا ہے اور قریب ہے کہ مجھے قتل کر دیں" یہ کہہ کر ہاتھ بڑھائے اور ابوبکر کی بیعت کر لی۔

## روایت دوم :

جلاء العیون — پس عمر ترسید کہ مردم از خلافت ابوبکر برگردند بازگشت کریا علی بیعت کن۔ و اگر نہ گردنت رامی زنم۔ حضرت فرمود کہ اے فرزند صہاک دروغ میگوئی بخدا سوگند کہ قدرت نہ داری پس خالد بن ولید برجست و شمشیر از غلاف کشید۔ وگفت بخدا سوگند کہ اگر بیعت نکنی گردنت را میزنم حضرت امیر المومنین گریباں اورا گرفت حرکتی داد و بدور انداخت شمشیر از دستش افتاد۔ ہر چند سعی کردند کہ حضرت دستِ بیعت دراز کند نکرد۔ پس دستِ آنحضرت را گرفتند وابوبکر دستِ نحس خود را دراز کرد و بدست حضرت رسانید۔

(جلاء العیون جلد اوّل ص ۱۶۷ مطبوعہ تہران طبع جدید ستم ہائے وارد بر اہل بیت)

ترجمہ : حضرت عمر کو خطرہ لاحق ہوا کہ لوگ ابوبکر کی بیعت سے پھر جائیں گے۔ دوبارہ کہا اے علی! بیعت کرلو ورنہ قتل کردوں گا۔ حضرت علی نے کہا اے صہاک کے بچے! جھوٹ کہتا ہے۔ اللہ کی قسم! تجھے اتنی ہمت نہیں تو خالد بن ولید فوراً اُٹھے اور تلوار نیام سے نکال کر کہا اللہ کی قسم! اگر بیعت نہ کروگے تو گردن اڑا دوں گا۔ حضرت علی نے خالد کا گریبان پکڑ کر ہلایا اور اُٹھا کر دور پھینک دیا۔ تلوار ان کے ہاتھ سے گر گئی۔ بہت کوشش کی کہ حضرت علی بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائیں لیکن کامیابی نہ ہوئی تو لوگوں نے زبردستی حضرت علی کا ہاتھ پکڑا۔ ابوبکر نے اپنا منحوس ہاتھ لبا کیا اور حضرت علی کے ہاتھ تک پہنچا کر بیعت کر لی۔

## روایت سوم :

مجالس المومنین

وبعد از مدتے کہ حضرت امیر وسائر بنی ہاشم از روی اکراہ با ابی بکر بظاہر بیعت کردند۔ و دست بر دستِ او زدند۔ خالد و برادر انش بمتابعت ایشاں بیعت کردند۔

(مجالس المومنین جلد اوّل مطبوعہ تہران ص ۲۲۴)

ترجمہ : ایک مدت بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمام بنی ہاشم نے با دلِ نخواستہ ظاہری طور پر ابوبکر کی بیعت کی اور اپنے ہاتھ ابوبکر کے ہاتھ پر رکھے۔ خالد اور ان کے بھائیوں نے بنی ہاشم کی متابعت میں ابوبکر کی بیعت کی۔

## روایت چہارم :

حق الیقین

روایت کردہ است کہ چوں ابوبکر علی علیہ السلام را از برائے بیعت طلبید وقبول نکرد عمر آمدہ وآتشی آورد کہ خانہ را بسوزاند۔ حضرت فاطمہ در درِ خانہ با او ملاقات کرد وگفت اے پسرِ خطاب! خانہ را بر من میسوزانی گفت آری وایں قوی تر است۔ در آنچہ پدر تو آوردہ است پس علی آمد و بیعت کرد

(حق الیقین مطبوعہ تہران باب پنجم ص ۱۱۵)

ترجمہ : روایت آئی ہے کہ جب ابوبکر نے حضرت علی کو بیعت کے لیے طلب کیا اور انہوں نے قبول نہ کی تو عمر آئے اور اپنے ساتھ علی کے گھر کو جلانے کے لیے آگ لائے۔ دروازے پر حضرت فاطمہ سے ملاقات ہو گئی اور کہنے لگیں اے خطاب کے بچے! میرے گھر کو تو جلا دے گا۔ عمر نے کہا ضرور۔ اور یہ سزا قوی ترین ہے اس دین میں جسے تیرا باپ لایا ہے۔ پس

حضرت علی آئے اور بیعت کر لی

## روایت پنجم :

حق الیقین | از عدی بن حاتم روایت کردہ است کہ گفت بر ہیچکس آنقدر رحم نکردم کہ بر علی کردم در وقتیکہ گریبانش را کشیدند۔ و بنزد ابوبکر آوردند و ابوبکر با او گفت بیعت کن۔ علی علیہ السلام گفت۔ اگر نکنم چہ خواہی کرد۔ گفت سر ترا برمیدارم پس علی (ع) سر بسوئے آسمان بلند کرد۔ وگفت۔ خداوندا! گواہ باش پس دستِ راستش را نکشود و بلند نہ کرد۔ و باین بیعت راضی شدند۔

(حق الیقین باب پنجم ص ۱۵۰ در طعن بر غاصبینِ خلافت)

ترجمہ: عدی بن حاتم سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ مجھے کسی شخص پر اتنا رحم نہ آیا جس قدر حضرت علی پر اس وقت آیا۔ جب آپ کے گریبان کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے لوگ ابوبکر کے پاس انہیں لائے۔ ابوبکر نے ان سے بیعت کرنے کو کہا۔ حضرت علی نے کہا اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے۔ کہا تمہارا سر قلم کر دوں گا۔ پس حضرت علی نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے اللہ! گواہ ہو جا۔ پھر آپ نے بیعت اس طرح کی کہ نہ تو اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا، اور نہ ہی بیعت کے لیے اسے اٹھایا۔ لوگ اسی قسم کی بیعت کرنے سے راضی ہو گئے۔

## روایت ششم :

تہذیب المتین | ابوبکر بالائے منبر خاموش بیٹھے تھے اور زبان سے کچھ نہ کہتے تھے۔ عمر نے ان کو کہا کیا منبر کے اوپر چپکا بیٹھا ہے۔ علی زیرِ زمین بیٹھا بیعت نہیں کرتا اور

تمرد کرتا ہے مجھ کو حکم دے کہ اس کی گردن جدا کر دوں۔ اس وقت امام حسن اور امام حسین اپنے پدر بزرگوار کے پاس کھڑے تھے۔ یہ کلمہ عمر سے سن کر روئے اور چلائے اور روبروضۂ رسولِ خدا کے فریاد کرنے لگے۔ یا جداہ! یا رسول اللہ! ہم کو دیکھو کہ کیسے بے یار و مددگار ہیں۔ حضرت امیرالمومنین نے اپنے نورچشموں کو سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ گریا مت کرو کہ بتحقیق ان کو یہ قدرت نہیں کہ تمہارے باپ کو قتل کریں۔ یا ایسا خیال بھی دل میں لا سکیں۔ اس وقت ام سلمہ زوجہ رسول خدا اور ام ایمن مربیۂ آنحضرت اپنے حجروں سے نکل کر چلائیں کہ اے ابوبکر و عمر اے اصحاب پیغمبر خوب تم نے کینہ ہائے دیرینہ ظاہر کیے اور جلد آنحضرت کے اہلِ بیت سے بدلے لیے۔ عمر نے کہا: دونوں کو مسجد سے نکال دو کہ ہم کو عورتوں کی باتوں سے سروکار نہیں پس عمر بدیں خیال کہ امر بعیت میں خلل و خرابی پڑے بے تاب تھے اور شدت وحدت میں تا بمقدور کمی نہ کرتے تھے۔ خالد ولید نے بھی تلوار میان سے نکال لی تھی لیکن ابوبکر نے دیکھا کہ حضرت امیر کسی نوع بعیت پر رضامند نہیں ہوئے۔ لاجرم اپنی جگہ سے اُٹھے اور آپ کے قریب آ کر اپنا ہاتھ آنحضرت کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ گویا بعیت ہوگئی۔

(تہذیب المتین فی تاریخ امیرالمومنین جلد اول ص ۲۷۶
مطبوعہ یوسفی)

## روایت ہفتم:

تہذیب المتین | بروایتے عباس بن عبدالمطلب کو معلوم ہوا کہ علی علیہ السلام تلواروں کے نیچے بیٹھے ہیں وہ روتے ہوئے آئے اور غل مچاتے تھے۔ لوگو امیرے برادرزادے

سے ہاتھ اٹھاؤ اور رفق و مدارا کرو اس کے ساتھ ہیں اس سے بیعت کرادوں گا
پس انہوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر خلیفہ اوّل کے ہاتھ سے مس کر دیا اور وہ
اس پر رضا مند ہو گئے۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین
نے بیعت نہیں کی، تاوقتیکہ دھواں آنحضرت کے گھر سے بلند نہیں ہوا۔
(تہذیب المومنین فی تاریخ امیرالمومنین جلد اوّل ص ۲۶۹)

## روایت ہشتم:

احتجاج طبرسی | فَلَمَّا وَرَدَتِ الْكُتُبُ عَلٰى اُسَامَةَ اِنْصَرَفَ بِمَنْ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ فَلَمَّا رَاٰى اِجْتِمَاعَ الْخَلْقِ عَلٰى اَبِىْ بَكْرٍ اِنْطَلَقَ اِلٰى عَلِىِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ لَهٗ عَلِىٌّ هٰذَا مَا تَرٰى قَالَ اُسَامَةُ فَهَلْ بَايَعْتَهٗ فَقَالَ نَعَمْ يَا اُسَامَةُ فَقَالَ طَائِعًا اَوْ كَارِهًا فَقَالَ بَلْ كَارِهًا قَالَ فَانْطَلَقَ اُسَامَةُ فَدَخَلَ عَلٰى اَبِىْ بَكْرٍ وَ قَالَ لَهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ فَرَدَّ عَلَيْهِ اَبُوْ بَكْرٍ وَ قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ۔

(احتجاج طبرسی ص ۵۰ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم ص ۱۱۵
طبع جدید جلد عا مطبوعہ قم)

ترجمہ: جب حضرت اسامہ کو خطوط پہنچے تو مع لشکر مدینہ میں واپس آ گئے پھر
جب ابوبکر کے پاس لوگوں کا اجتماع دیکھا تو حضرت علی بن ابی طالب کے
پاس گئے۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا یہ وہی کچھ ہے جو کچھ

ہے جو کچھ تو دیکھ آیا ہے ۔ اسامہ نے کہا کیا آپ نے ابوبکر کی بیعت کر لی ہے
کہا ہاں اے اسامہ ۔ پوچھا راضی خوشی یا مجبوراً ۔ فرمایا نہیں بلکہ مجبوراً ۔ حضرت اسامہ
پھر واپس ابوبکر کے پاس آئے اور " السلام علیک یا خلیفۃ المسلمین " کہا ۔ ابوبکر
نے ان کے سلام کا جواب ان الفاظ سے دیا السلام علیک ایہا الامیر ۔

## روایت نہم :

احتجاج طبرسی | فَقِيْلَ لِلزُّبَيْرِ بَايِعْ فَاَبٰى فَوَثَبَ عَلَيْهِ عُمَرُ وَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِيْ اُنَاسٍ فَانْتَزَعُوْا سَيْفَهٗ مِنْ يَدِهٖ فَضَرَبُوْا بِهِ الْاَرْضَ حَتّٰى كَسَرَ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَ عُمَرُ عَلٰى صَدْرِهٖ يَا ابْنَ صُهَاكٍ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ سَيْفِيْ فِيْ يَدِيْ لَحُدْتَ عَنِّيْ ثُمَّ بَايَعَ قَالَ سَلْمَانُ ثُمَّ اَخَذُوْنِيْ وَفَوَّجُوْا عُنُقِيْ حَتّٰى تَرَكُوْهَا مِثْلَ السِّلْعَةِ ثُمَّ فَتَلُوْا يَدِيْ فَبَايَعْتُ مُكْرَهًا ثُمَّ بَايَعَ اَبُوْ ذَرٍّ وَ الْمِقْدَادُ مُكْرَهِيْنَ وَ مَا مِنَ الْاُمَّةِ اَحَدٌ بَايَعَ مُكْرَهًا غَيْرُ عَلِيٍّ وَ اَرْبَعَتِنَا ۔

( احتجاج طبرسی نبر صفحہ ۲۵ طبع قدیم ص ۱۱۰ طبع جدید جلد ۱
مطبوعہ قم )

ترجمہ : حضرت زبیر کو بیعت کرنے کا کہا گیا ۔ انہوں نے انکار کیا تو ان پر عمر ، خالد بن
ولید اور مغیرہ بن شعبہ لوگوں کی موجودگی میں کود پڑے ۔ ان کے ہاتھ سے ان کی
تلوار چھین کر زمین پر مار کر توڑ دی ۔ پھر زبیر نے کہا جب کہ عمر ان کی چھاتی پر سوار
تھے ۔ اے ابن صہاک ! خدا کی قسم ! اگر میری تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو مجھ تک

سزا پاتا۔ پھر انہوں نے بیعت کر لی۔ سلمان کہتے ہیں اس کے بعد انہوں نے مجھے آدبوچا اور میری گردن اس قدر دبائی کہ جیسے بے حس ہو گئی ہو۔ پھر میرے ہاتھ مروڑے تو میں نے مجبوراً بیعت کر لی اس کے بعد ابو ذر اور مقداد نے بھی مجبوراً بیعت کر لی۔ ان تمام لوگوں میں سے حضرت علی اور ہمارے چاروں کے سوا کسی نے مجبوراً بیعت نہ کی۔

## روایت دہم :

**احتجاج طبرسی**

ثُمَّ نَادٰى قَبْلَ اَنْ يُّبَايِعَ يَا ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ثُمَّ تَنَاوَلَ يَدَ اَبِيْ بَكْرٍ فَبَايَعَهٗ۔

(احتجاج طبرسی ص ۴۹ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم ص ۱۱۰ طبع جدید جلد ۱ مطبوعہ قم)

ترجمہ: پھر بیعت کرنے سے قبل باواز بلند علی نے کہا "اے میری ماں جائے بیشک قوم نے مجھے بے بس کر دیا ہے اور قریب تھا مجھے قتل کر دیتے" پھر حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کر لی۔

## روایت یازدہم :

**حملہ حیدری**

بدستِ عمر یک سرِ ریسماں — دوم در کفِ خالد پہلواں
فگندند در گردن شیرِ نر — کشیدند تا در ابوبکر

(حملہ حیدری مطبوعہ تہران ص ۲۸۲)

ترجمہ: رسی کا ایک سرا عمر کے ہاتھ میں اور دوسرا خالد پہلوان کے ہاتھ میں تھا دونوں

وہ رسی حضرت علی شیر خدا کی گردن میں ڈال کر انہیں کھینچتے ہوئے ابوبکر کے پاس لے گئے۔

## گیارہ روایات سے کیا ثابت ہوا؟

ذکر کردہ گیارہ روایات میں فرضی اور افسانوی واقعات کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو ان سے جو امور ثابت ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) نہایت بزدل تھے کیوں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے سامنے مارا پیٹا گیا جس کی وجہ سے ان کا حمل بھی گر گیا تو یہ خاموش تماشائی بنے کھڑے رہے۔

۲۔ اتنے ڈرپوک واقع ہوئے کہ لوگوں نے ان کے گلے میں رسی ڈال کر باطل قبول کرنے پر آمادہ کر لیا۔

۳۔ آپ اتنے کمزور اور مظلوم تھے کہ عدی بن حاتم نے کہا کہ مجھے زندگی بھر اتنا کسی اور پہ رحم نہیں آیا جتنا حضرت علی پہ آیا۔ جب ان کے گلے میں رسی ڈال کر لوگ کھینچ رہے تھے۔

۴ حضرت علی (معاذ اللہ) اس قدر تقیہ باز اور حیلہ ساز تھے کہ جب انہیں لوگوں نے بیعت کے لیے کھینچا تو روضۂ رسول کے سامنے پہلے اپنی مظلومیت کی فریاد کی۔ اور پھر صدیق اکبر کے ہاتھ سے ہاتھ لگا دیا تاکہ لوگوں کو دھوکہ دیا جائے کہ میں ابوبکر کی بیعت کر چکا ہوں لیکن آپ نے پورے ہاتھ پہ پورا ہاتھ نہیں رکھا تھا۔

۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلافت کے اتنے حریص تھے کہ جس کی خاطر سیدہ فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہما کو مہاجرین و انصار کے ایک ایک دروازے پر لے گئے۔ سیدہ فاطمہ گدھے پر سوار اور حسنین کریمین نے حضرت علی کی انگلیاں پکڑی ہوئی تھیں۔

مقصد یہ تھا کہ لوگ ان کو دیکھ کر مجھے خلیفہ بنالیں گے اور میری معاونت کریں گے۔

۶۔ انہیں سرکش جانور کی طرح دونکیلیں ڈال کر ابوبکر صدیق کے پاس لایا گیا۔

۷۔ حضرت علی نے غصہ کھا کر اپنا جمع شدہ قرآن گم کر دیا، اب ظہورِ امام مہدی تک کسی کو وہ قرآن دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

## خلاصہ :

مذکورہ سات امور کو اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے "بیعت کے قبل اپنے بارے میں فضا ہموار کرنے کے لیے انتہائی ممکن ذرائع استعمال کیے حتیٰ کہ بنتِ رسول کو در بدر پھرایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو نہایت ذلت اور رسوائی سے تقیہ کرتے ہوئے بیعت کر لی" جو حضرت علی کے حق میں انتہا درجہ کی گستاخی اور توہین ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

## مقامِ غور :

لیکن بیعتِ مکرہ کے ثابت کرنے میں ان شیعہ حضرات نے جن من گھڑت افسانوں اور واقعاتِ باطلہ کا سہارا لیا اگر ان میں غور کیا جائے تو انتہائی درجہ کے گستاخ، بے باک اور ناہنجار یہ لوگ ثابت ہوتے ہیں کیوں کہ اس سے بڑا اور بہتان کیا ہوگا کہ "بنتِ رسول" نے "خلافتِ علی" کے لیے در بدر بھیک مانگی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معصوم بچوں کو اپنی غرض کی خاطر در بدر پھرایا۔ پھر بھرے مجمع میں بے عزتی بھی کروائی۔ کیا یہ سب باتیں "حبِ علی و اہلبیت" کے ضمن میں آتی ہیں؟ پھر اس پر مزید یہ کہ موجود قرآن اصل اور مکمل نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اصلی قرآن گم کر دیا تھا۔ کیا انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون" کی آیت اسی مضمون کو بیان کرتی ہے؟ گویا اس وقت سے امام مہدی کے

ظہور تک لوگوں کو قرآن اصلی دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ کیا یہی ان کا دین وایمان ہے؟
سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شان سمجھنا ہو تو کتبِ اہلِ سنت کو دیکھیں۔ بروزِ قیامت جب خاتونِ جنت میدانِ حشر میں تشریف لائیں گی تو رب العزت انبیاء کرام سمیت تمام انسانوں کو فرمائے گا "لوگو! اپنے چہرے دوسری طرف پھیر لو کیوں کہ میرے محبوب کی لختِ جگر اور نورِ نظر تشریف لارہی ہیں ؎

بے اجازت جن کے گھر جبریل بھی آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہل بیت

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جب بارگاہِ رسالت سے "اسد اللہ" کا لقب ملے اور جن کی شان قوت ضرب المثل ہو ؎

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں ارشاد فرمائیں:

اگر سارا عرب بھی میرے مقابلہ میں آجائے تو میں ان کی گردنیں اتارنے میں جلدی کرتا رہوں گا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۴۵ ص ۴۱۸، مناقب آل ابی طالب جلد ۳ ص ۲۹۱ تذکرہ سادات مع النبی)

تو پھر کیسے ممکن ہے کہ آپ جیسی شخصیت کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچا جائے اور آپ سراپا مظلومیت کی تصویر بن جائیں۔ یہاں تک کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو منتیں کرنی پڑیں کہ لوگو میرے بھتیجے کو چھوڑ دو۔ میں ان سے بیعت کروا لوں گا۔ وغیرہ وغیرہ من الھذیانات۔
یہ اور اس قسم کی دوسری گستاخیوں نے ان سے قرآن چھینا اور ایمان اٹھایا۔ لہٰذا اب بھی وقت ہے کہ اے "مدعیانِ حبِ اہل بیت" توبہ کرلو اور اس قسم کے توہین آمیز واقعات اور افسانہ جات سے توبہ کرلو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر امام حسین

نے سارا کنبہ قربان کرا دیا اور خود بھی جامِ شہادت نوش فرمالیا لیکن باطل کے سامنے جھکنا گوارا نہ کیا تو اسی طرح اگر ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم باطل پہ ہوتے تو "اسداللہ الغالب" کو جھکنے پر کون مجبور کر سکتا تھا۔ آپ بھی باطل کے خلاف تلوار اٹھاتے خود شہید ہو جاتے خاندان کو قربان کرا دیتے لیکن باطل کی حمایت و تائید نہ کرتے۔ خدا نے آپ کو بے پناہ قوت و شجاعت سے نوازا تھا "مجمع الفضائل" صفحہ ۱۶۴ پہ درج ہے۔

"حضرت علی رضی اللہ عنہ جس طرح بھی تلوار اٹھائیں تو ملک الموت اسی طرف بھاگتا رہتا ہے"

مذکورہ صفحہ پر یہ بھی مذکور ہے:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہر وقت جبریل اور میکائیل علیہ السلام بطور مددگار و معاون رہتے ہیں"

کم از کم اپنی ان روایات کو ہی شیعہ لوگ پڑھ لیتے تو بھی کافی تھا۔ لہٰذا گزارش ہے کہ "بیعت مکرہ" کے عقیدہ باطلہ سے تمہیں توبہ کر لینی چاہیے اور نظرِ انصاف سے کام لینا چاہیے

"الیس منکم رجل رشید"

# فصل دوم

## قوت علی اور شان علی رضی اللہ عنہ کے بیان میں

### شیعہ کی تضاد بیانی خود انہی کی زبانی:

جیسا کہ آپ پچھلے اوراق میں ان کی کتب کے حوالہ جات پڑھ چکے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے "خلافتِ بلافصل" کے استحقاق سے دست برداری مجبوراً کی اور زبردستی آپ سے

بیعت لی گئی ورنہ آپ بیعت کرنے کے لیے ہرگز آمادہ نہ تھے۔ اسی کیفیت کو شیعہ حضرات کے ہاں "تقیہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تو ان حوالہ جات کے بعد میں نے یہ مناسب سمجھا کہ خود ان کی کتب سے چند ایسے واقعات درج کیے جائیں جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قوت و شجاعت کا ذکر ہو اور شانِ علی کرم اللہ وجہہ معلوم ہو تاکہ ایسے قوی اور شجاع شخص پر "تقیہ" کا حربہ استعمال کرنا معلوم ہو جائے کہ اس کی "اسد اللہ الغالب" کے ساتھ کیا مناسبت تھی تاکہ ان لوگوں کی زبانی انہی کی تضاد بیانی کھل کر سامنے آجائے۔ وباللہ التوفیق

## قوتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

### واقعہ ۱: عمر فاروق جب بھی حضرت علی کو دیکھتے بے ہوش ہو جاتے

القلوب (وازابو واثلہ روایت کردہ است کہ گفت کہ روزے باعمر بن الخطاب براہے میرفت ناگاہ اضطرابے دراو یافتم۔ وصدائے از سینہ او شنیدم مانند کسیکہ از ترس مدہوش شود۔ گفتم چہ شد ترا ای عمر۔ گفت مگر نمی بینی شیر بیشۂ شجاعت را ومعدن کرم وفتوت را وکشندۂ طاغیاں وباغیاں را ورندہ بدو شمشیر وعلمدار صاحب تدبیر را چوں نظر کردم علی بن ابی طالب را دیدم گفت اے عمر ایں علی ابن ابی طالب ہست گفت نزدیک من بیا تو شجاعت از شمہ ودلیری وبسالت او برائے تو بیان کنم بدانکہ حضرت رسول در روزِ احد ازما بیعت گرفت کہ نگریزیم وہر کہ ازما بگریزد گمراہ باشد وہر کہ کشتہ شود شہید باشد وپیغمبر ضامن بہشت باشد برائے او۔ چوں بجنگ ایستادیم۔ ناگاہ دیدیم کہ صد نفر از شجاعان وصنادید قریش رو بما آوردند کہ ہر یک صد نفر یا بیشتر از دلیران خورد داشتند۔ پس مارا از جائے خود کندند۔ وہمہ گریختیم ودر آنجا علی را دیدیم کہ مانند شیر ژیان کہ برگلہ موران حملہ کند۔ بر مشرکاں حملہ میکرد

واز ایشاں پرواہ نمی کرد۔ چوں مارا دید کہ میگریزیم۔ گفت تبیح وپارہ پارہ دبرید وخاک آلودہ با دُرہائی شما کجا میگریزید بسوئے جہنم می شتابید۔ چوں دید کہ ما بزنمیگردیم برما حملہ کرد۔ وشمشیر پہنے دردست داشت۔ کہ مرگ ازاں می چکید وگفت بیعت کردید وبیعت راشکستید۔ واللہ کہ شما سزاوار ترید بکشتہ شدن از آنہا کہ من میکشیم۔ چوں بدیدہائش نظر کردم۔ مانند دوکاسہ روغن زیت کہ آتش درآں افروختہ باشد میدرخشید ومانند دوقدح پرخون از شدت غضب سرخ شدہ بود من جزم کردم کہ ہمہ مارا بیک حملہ ہلاک خواہد کرد۔ پس من از سائر گریختگاں بنزدیک اورفتم وگفتم اے ابوالحسن! بخدا ترا سوگند می دہم کہ دست از ما برداری۔ زیرا کہ عرب کارشان اینست کہ گاہ میگریزند وگاہ حملہ می کنند۔ وچوں حملہ میکنند۔ ننگ گریختن را برطرف می کنند۔ گویا از روئے من شرم کرد۔ ودست از ما برداشت وبرکافراں حملہ کرد وتا ایں ساعت ترس او از دل من بدر نرفتہ است وہرگاہ کہ اورا می بینم چنیں ہراساں میشوم برگشتیم۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۴۶۱ مطبوعہ نولکشور باب ی و دوم دربیان جنگ احد)

ترجمہ: علی بن ابراہیم ابو وائلہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک راستہ پر میں جارہا تھا کہ میں نے عمر بن خطاب کو پریشان ہوتے دیکھا اور ان کے سینہ سے ڈرے ہوئے بے ہوش آدمی کی طرح آواز اُٹھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا اے عمر کیا ہوا کہنے لگے بہادری کے جنگل کے شیر، سخاوت وشجاعت کی کان، سرکش اور باغیوں کو مار ڈالنے والے، دو تلواروں کو بیک وقت چلانے والے صاحب علم

اور تدبیر کے ماہر کو تم نہیں دیکھ رہے ہے۔ جب میں نے دیکھا تو مجھے علی بن ابی طالب نظر آئے۔ میں نے کہا اے عمر! یہ تو علی بن ابی طالب ہیں۔ کہنے لگے۔ ذرا قریب آؤ تاکہ تمہیں ان کی شجاعت کی تھوڑی سی جھلکی دکھاؤں اور قوت و بہادری کا ایک منظر بیان کروں۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب غزوۂ احد کے دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس بات کی بیعت لی تھی کہ جو تم میں سے میدان چھوڑ کر بھاگے گا گمراہ ہوگا اور جو کام آگیا وہ شہید ہوگیا اور میں پیغمبر اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں گا۔ جب ہم جنگ کے لیے تیار ہوئے تو اچانک ہم نے قریشی نوجوانوں اور سرداروں کے سو گروہ دیکھے جن میں سے ہر ایک گروہ کے اندر سو یا اس سے زیادہ آدمی ہوں گے وہ ہماری طرف بڑھے۔ انہوں نے ہمیں اکھیڑ دیا اور ہم سب بھاگ نکلے۔ اس وقت میں نے "علی" کو دیکھا کہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح جو چیونٹیوں کے گھروندوں پر حملہ کرتا ہے مشرکین پر ٹوٹ پڑے اور ان کی کوئی پرواہ نہ کی۔ جب ہمیں بھاگتے ہوئے دیکھا کہنے لگے تمہارے چہرے ٹکڑے ٹکڑے اور بدصورت ہو جائیں کدھر بھاگے جا رہے ہو۔ کیا جہنم میں اتنی جلدی داخل ہونے کے لیے دوڑ رہے ہو جب انہیں معلوم ہوا کہ ہم واپس نہیں لوٹیں گے تو مشرکین کی بجائے ہم پر برس پڑے ننگی تلوار ہاتھ میں لیے کہ جس سے موت ٹپک رہی تھی اور کہا تم نے رسول خدا سے بیعت کی اور پھر اسے توڑ بھی دیا۔ خدا کی قسم! تم قتل کیے جانے کے مستحق ہو۔ میں نے جب ان کی آنکھوں کو دیکھا تو یوں لگیں جیسے زیتون کے تیل سے دو چراغ روشن ہوں۔ میں نے یقین کر لیا کہ ایک ہی حملہ میں ہمارا خاتمہ کر دیں گے۔ میں ان تمام بھاگنے والوں میں سے ان کے نزدیک

آیا اور کہا اے ابوالحسن! میں تمہیں خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ آپ ہم سے اپنا ہاتھ اٹھالیں اور ہمیں قتل نہ کریں کیوں کہ عرب لوگوں کا طریقہ ہے کہ کبھی بھاگ کھڑے ہوتے ہیں اور کبھی پلٹ کر حملہ کر دیتے ہیں لیکن جب حملہ آور ہوتے ہیں تو بھاگنے کا عیب دھوڈالتے ہیں۔ یہ سن کر میری وجہ سے شرم کرتے ہوئے حضرت علی نے اپنا ارادہ تبدیل کرلیا اور ہماری بجائے کافروں پر حملہ کر دیا۔ اس وقت تک بھی حضرت علی کا رعب میرے دل سے نہیں نکلا اور جب بھی وہ مجھے نظر آتے ہیں۔ پریشان اور ڈرتے ہوئے میں پیچھے ہٹ جاتا ہوں۔

## واقعہ ۲: حضرت علی نے خالد بن ولید کو دو انگلیوں سے اٹھا کر زمین پر پھینک دیا

**تہذیب المتین**

صبح ہوئی تو حضرت نماز کے لیے مسجد تشریف لائے اور براہِ تقیہ ابوبکر کے پیچھے بہ نیت فرادیٰ نماز پڑھنے میں مشغول ہوئے خالد شمشیر بستہ آپ کے پہلو میں کھڑا ابوبکر کے سلام کا منتظر تھا لیکن ابوبکر تشہد کے واسطے بیٹھے تو ان کو تردد ہوا۔ چوں کہ سطوت حیدر کرار سے واقف تھے: فتنہ سے ڈرے اور دریائے فکر میں غوطہ زن ہوگئے۔ زبان سے بار بار تشہد کو کہتے تھے اور سلام نہیں پھیرتے تھے تا اینکہ ماموین کو گمان ہوا کہ نماز میں سہو ہوا اور ادھر قریب تھا کہ آفتاب نکل آئے۔ لاجرم خالد سے کہا "لَا تَفْعَلْ مَا اَمَرْتُكَ يَا خَالِدُ" اے خالد جو کچھ میں نے تجھے حکم دیا تھا نہ کرنا۔ یہ کہہ کر سلام پھیرا۔ امیر المؤمنین نے خالد سے پوچھا کیا امر کیا تھا تجھ کو۔ کہا تمہارے قتل کو کہا تھا۔ فرمایا کیا تو ایسا کرتا۔ اس نے کہا اگر قبل سلام ممانعت نہ کرتا تو البتہ یہ امر واقع ہوتا۔ حضرت کو غیظ آیا اور بزور ید اللہی

اس کو پکڑ کر زمین پر پٹکا اور انگشتِ نر اور انگشت درمیانی سے اس کی گردن کو دبایا اور ایک نعرۂ حیدری مارا کہ قریب تھا کہ جان اس کے بدن سے نکل جائے کپڑے نجاست میں آلودہ ہو گئے۔ ہاتھ پیر ہلاتا تھا مگر حرف زبان سے نہ نکلتا تھا۔ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ یہ تیری نحس رائے کا نتیجہ ہے۔ مجھ کو پہلے سے معلوم تھا کہ اس کا یہ انجام ہوگا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری طرف متوجہ نہ ہوئے۔ پس جو کوئی آگے جاتا کہ پنجۂ شیرِ خدا سے اس روباہ کو نجات دے حضرت بہ نگاہِ تند قہر آلود اس کی طرف دیکھتے وہ خوف کھا کر الٹے پاؤں پھر جاتا۔ ابوبکر نے عباس بن عبدالمطلب عمِ مکرم اس جناب کو بلوایا۔ انہوں نے قبر و صاحب قبر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور حسنین اور ان کی مادر گرامی کی قسمیں دیں۔ اس وقت غصہ فرو ہوا اور اس کو رہا کیا۔ عباس نے پیشانیٔ نورانی کو بوسہ دیا اور امتنان ظاہر کیا۔

(تہذیب المتین جلد اوّل مطبوعہ یوسفی دہلی ص ۲۲۹)

## واقعہ ۳: حضرت علی نے خالد بن ولید کے گلے میں لوہے کا کڑا ڈالا جو کسی سے نہ کھل سکا

**تہذیب المتین:** مروی ہے کہ اس روز سے ابن ولید عنید کو آپ کے ساتھ سخت عداوت ہو گئی اور وہ اس تاک میں رہنے لگا کہ موقع ملے تو اس فضیحت اور رسوائی کا اس جناب سے بدلہ لے۔ حتیٰ کہ ایک روز پیش گاہِ خلافت سے کسی مہم پر مقرر ہو کر مع لشکر و سامان اس طرف کو جا رہا تھا کہ راستہ میں حضرت امیر کبیر کو اپنے کسی مزرعہ میں کھڑا دیکھا۔ خالد کثرتِ سلاح سے گویا غرق دریائے آہن تھا اور انبوہِ سپاہ اپنے ساتھ رکھتا تھا اور حضرت خالی ہاتھ یکہ و تنہا کھڑے ہوئے تھے لاجرم اس کی رگِ جلادت جنبش میں آئی اور قدم آگے بڑھایا

اور قریب پہنچ کر گرز اٹھایا کہ آنحضرت پر لگائے۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا اور اس سے چھین لیا اور اس کو بھی زمین پر کھینچ لیا۔ پس اس گرز کو موڑ کر بطور طوق اس کی گردن میں ڈال دیا۔ بروایتے حضرت نے خود خالد کو اس حال میں دیکھ کر کہا: اے پسر ولید کیا اس روز جو کچھ ابوبکر نے تجھے امر کیا تھا تو عمل میں لاتا۔ کہا ہاں۔ اگر اس کی رائے نہ بدلتی تو میں تمہارا سر قلم کیے بغیر نہ رہتا۔ حضرت کو غیظ آیا اور اچھل کر خالد کی گردن پکڑی اور نیچے اتار لیا اور فرمایا اے پسر لخنا۔ (زن ختنہ نہ کردہ) تیری یہ مجال کہ میرے ساتھ اس طرح پیش آئے اور کشاں کشاں آسیا۔ حارث بن کلاہ کے پاس لے گئے تمام لشکر کھڑا دیکھ رہا تھا اور رعب وجلال آنحضرت سے کسی کو مجال دم مارنے کی نہ تھی اور حال ان کا یہ تھا کہ گویا ملک الموت نے مسلط ہو کر ان کی روح کو نکال کر ان کے کف دست پر رکھ دیا ہے۔ پس آپ نے قطب آسیا (چکی کی درمیانی کلی) کہ ایک موٹی آہنی سلاخ تھی نکال لی اور اس کو خالد کی گردن میں اس طرح لپیٹ دیا جیسے کوئی چمڑے کے تسمے کو لپیٹا ہے پس خالد جس مہم کو جاتا تھا اسے بھول گیا اور وہ طوق گردن میں پہنے ابوبکر کے پاس آکر حال بیان کیا۔ خلافت مآب نے آہنگران مدینہ کو بلا کر حکم دیا کہ وہ ہنسلی اس کی گردن سے دور کر دیں۔ سب نے کہا بغیر اس کے کہ اس کو آگ میں دیں علیحدگی ممکن نہیں۔ لاجرم خالد چند روز اس خواری میں سراسیمہ و سرنگوں رہا۔ جو اس کو دیکھتا مضحکہ کرتا حتیٰ کہ امیر المومنین اپنے مزرعہ سے تشریف لائے ابوبکر خالد کو حضرت کی خدمت میں لے گئے اور زبان شفاعت و عذر خواہی کھولی۔ اور عفو تقصیر کی درخواست کی۔ سید اوصیا نے فرمایا کہ اس بدبخت نے شکوہ لشکر اپنے ساتھ دیکھا تو مغرور ہوا اور چاہا کہ مجھ پر غلبہ پائے جرأت

اور جسارت کی اور اس حال کو پہنچا۔ جملہ صحابہ نے حضرت سے معذرت کی اور قسمیں صاحبِ قبر (رسول اللہ) کی دیں۔ آپ نے خالد کو نزدیک بلایا اور اس لوہے سے تھوڑا تھوڑا توڑتے تھے اور اس کے آگے ڈالتے تھے تاآنکہ تمام کو توڑ ڈالا اور اس کو رہائی بخشی۔ سب لوگ شکریہ وصیِ رسول میں رطب اللسان اپنے اپنے گھروں کو لوٹے اور سانحہ عجیب پر متعجب ہوئے۔

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین مطبوعہ یوسفی دہلی جلد اوّل

ص ۲۳۱ - ۲۳۲)

نوٹ: یہ دونوں واقعات اس غالی اور متعصب شیعہ کی کتاب سے نقل کیے گئے جس نے اپنی کتاب کے سرورق پر یہ عبارت لکھی ہے "کیونکہ یہ کتاب عقائد شیعہ کے مطابق لکھی گئی ہے لہذا اس کو کوئی سُنی نہ خریدے اور نہ ہی اس کا مطالعہ کرے۔"

## واقعہ ۲: خیبر کے روز حضرت علی کی تلوار کو اگر اسرافیل و میکائیل نہ روکتے تو زمین زیر و زبر ہو جاتی

سید نعمت اللہ جزائری نے "انوارِ نعمانیہ" میں لکھا ہے:

انوارِ نعمانیہ | رَوَى الْبَرْسِيُّ فِي كِتَابِهِ لَمَّا وَصَفَ وَقْعَةَ خَيْبَرَ وَ اَنَّ الْفَتْحَ فِيْهَا كَانَ عَلٰى يَدِ عَلِيٍّ اَنَّ جِبْرِيْلَ جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ) مُسْتَبْشِرًا بَعْدَ قَتْلِ مَرْحَبْ فَسَاَلَ النَّبِيُّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ) عَنْ اِسْتِبْشَارِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عَلِيًّا لَمَّا رَفَعَ السَّيْفَ لِيَضْرِبَ بِهٖ مَرْحَبًا اَمَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اِسْرَافِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ اَنْ يَقْبِضَا عَضُدَهٗ فِي الْهَوَاءِ حَتّٰى لَا يَضْرِبَ بِكُلِّ قُوَّتِهٖ وَ مَعَ هٰذَا

فَقَسَمَهُ نِصْفَيْنِ وَكَذَا مَا عَلَيْهِ مِنَ الْحَدِيْدِ وَ
كَذَا فَرَسَهُ وَ وَصَلَ السَّيْفُ اِلٰى طَبَقَاتِ الْاَرْضِ
فَقَالَ لِيَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ يَا جِبْرِيْلُ بَادِرْ اِلٰى تَحْتَ
الْاَرْضِ وَ امْنَعْ سَيْفَ عَلِيٍّ عَنِ الْوُصُوْلِ لِثَوْرِ الْاَرْضِ
حَتّٰى لَا تَنْقَلِبَ الْاَرْضُ فَمَضَيْتُ فَاَمْسَكْتُهُ فَكَانَ
عَلٰى جَنَاحِيَ اَثْقَلَ مِنْ مَدَائِنِ قَوْمِ لُوْطٍ وَ هِيَ سَبْعُ
مَدَائِنَ قَلَعْتُهَا مِنَ الْاَرْضِ السَّابِعَةِ وَ رَفَعْتُهَا فَوْقَ
رِيْشَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ جَنَاحِيَّ اِلٰى كُوْبِ السَّمَآءِ وَ
بَقِيْتُ مُنْتَظِرًا لِاَمْرٍ اِلٰى وَقْتِ السَّحَرِ حَتّٰى اَمَرَنِيَ
اللّٰهُ بِقَلْبِهَا ـ فَمَا وَجَدْتُ لَهَا ثِقْلًا كَثِقْلِ سَيْفِ
عَلِيٍّ فَسَاَلَهُ النَّبِيُّ لِمَ لَا قَلَبْتَهَا مِنْ سَاعَةِ رَفَعْتَهَا
فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيْهِمْ شَيْخٌ
كَافِرٌ نَائِمٌ عَلٰى قَفَاهُ وَ شَيْبَتُهُ اِلَى السَّمَآءِ فَاسْتَحَى
اللّٰهُ سُبْحَانَهُ اَنْ يُعَذِّبَهُمْ فَلَمَّا اَنْ كَانَ وَقْتُ
السَّحَرِ اِنْقَلَبَ ذَالِكَ الشَّائِبُ فَاَمَرَنِيْ بِعَذَابِهَا
وَ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ اَيْضًا لَمَّا فُتِحَ الْحِصْنُ وَ اَسَرُوْا
نِسَائَهُمْ فَكَانَتْ فِيْهِمْ صَفِيَّةُ بِنْتُ مَلِكِ الْحِصْنِ
فَاَتَتِ النَّبِيَّ وَ فِيْ وَجْهِهَا اَثَرُ شَجَّةٍ فَسَاَلَهُ النَّبِيُّ
(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ) عَنْهَا فَقَالَتْ اِنَّ عَلِيًّا
لَمَّا اَتَى الْحِصْنَ وَ تَعَسَّرَ عَلَيْهِ اَخَذَهُ حَتّٰى اِلٰى
بُرْجٍ مِنْ بُرُوْجِهٖ فَهَزَّهُ فَاهْتَزَّ الْحِصْنُ كُلُّهُ

وَكُلُّ مَنْ كَانَ فَوْقَ مُرْتَفِعٍ سَقَطَ مِنْهُ وَ اَنَا كُنْتُ جَالِسَةً فَوْقَ سَرِيْرِىْ فَهَوَيْتُ مِنْ عَلَيْهِ فَاَصَابَنِيَ السَّرِيْرُ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ يَا صَفِيَّةُ اِنَّ عَلِيًّا لَمَّا غَضِبَ وَ هَزَّ الْحِصْنَ غَضِبَ اللّٰهُ لِغَضَبِ عَلِيٍّ فَزَلْزَلَ السَّمٰوٰتُ كُلُّهَا حَتّٰى خَافَتِ الْمَلٰئِكَةُ وَ وَقَعُوْا عَلٰى وُجُوْهِهِمْ وَ كَفٰى بِهَا شُجَاعَةً رَبَّانِيَّةً ۔

(انوارِ نعمانیہ ص ۵۶، جلد اوّل طبع جدید تذکرہ شجاعت علی)

(انوارِ نعمانیہ ص ۷۱، طبع قدیم تذکرہ شجاعتِ علی)

**نوٹ:** انوارِ نعمانیہ مصنفہ نعمت اللہ الحسینی پر نمبر صفحات نہیں ہیں لیکن فقیر نے اپنی (مملوکہ) کتاب پر جو نمبر لگائے ہیں ۷۱ اس کے حساب سے ہے۔

**ترجمہ:** بری نے اپنی کتاب میں فتح خیبر کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مرحب کے قتل ہو جانے کے بعد جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور خوشخبری سننے کے بعد ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ خوشخبری کیسی ہے تو جبرئیل بولے یا رسول اللہ جب حضرت علی نے مرحب کو قتل کرنے کے لیے تلوار اٹھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسرافیل اور میکائیل دو فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ حضرت علی کے بازو ہوا میں روک دیں تاکہ تلوار پوری قوت سے نہ ماریں۔ اس کے باوجود مرحب اس کی زرہ اور اس کا گھوڑا دو ٹکڑے ہو گئے۔ تلوارِ علی زمین میں گھس گئی تو اللہ نے مجھے کہا اے جبرئیل زمین کی طرف جلدی سے جاؤ اور علی کی تلوار کو کاٹ سے روک دو تاکہ وہ زمین کی تہ تک نہ پہنچ جائے اور زمین زیر و زبر نہ ہو جائے میں جلدی سے آیا اور اس تلوار کو روک دیا۔ میں نے اپنے پروں پر اس کی

قوت کا ذرا اتنا محسوس کیا کہ قوم لوط کی سات بستیوں سے بھی زیادہ وزنی تھا۔ میں نے ان کو ساتویں زمین سے اکھیڑا اور ایک ہی پر کے اوپر رکھ کر آسمان کی گولائی تک لے گیا۔ وہاں اٹھائے اللہ کے حکم کا منتظر رہا یہاں تک کہ سحر کا وقت ہو گیا تو مجھے اللہ نے اسے اوندھا گرانے کا حکم دیا تو مجھے ان سات بستیوں کی زمین کو اتنی دیر اٹھانے میں اتنا بوجھ محسوس نہ ہوا جتنا اس تلوار کو روکنے میں مجھے قوت صرف کرنا پڑی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے فوراً وہ زمین نیچے کیوں نہیں گرائی۔ جبرئیل کہنے لگا کہ اس قوم کا ایک بوڑھا سفید ریش آدمی چت لیٹا ہوا تھا اور اس کی داڑھی جانب آسمان تھی اللہ تعالیٰ کو اس سے حیا آئی۔ جب وقتِ سحر ہوا وہ بوڑھا سوتے میں پلٹ گیا تو اللہ نے مجھے عذاب دینے کا حکم دے دیا۔

اسی دن (فتح خیبر) جب قلعہ فتح ہوا اور عورتوں کو قیدی بنا لیا گیا۔ ان عورتوں میں "صفیہ" نامی عورت بھی تھی جو قلعہ کے حاکم کی بیٹی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور اس کے چہرہ پر زخم کے نشانات تھے حضور نے دریافت فرمایا کہ ان کی کیا وجہ تھی۔ کہنے لگی جب علی نے قلعہ کا رُخ کیا اور کچھ مشکلات نظر آئیں تو انہوں نے اس کے ایک برج سے پکڑ کر اس قوت سے ہلایا کہ قلعہ اور اس کے رہائشی سب ہلنے لگے اور جو لوگ اس کے اندر اونچی جگہ پر تھے وہ گر گئے۔ میں اپنے تخت پر بیٹھی تھی۔ اس سے گر پڑی اور مجھے اس وقت یہ چوٹ آئی جو آپ دیکھ رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صفیہ! بے شک جب علی کو غصہ آیا، اور انہوں نے قلعہ کو جنبش دی اس وقت اللہ بھی غضب میں آ گیا۔ آسمانوں پر کپکپی طاری ہو گئی یہاں تک کہ فرشتے خوف سے اپنے چہروں کے

بل گر پڑے ۔ یہ شجاعت ربانی کافی ہے ۔

# شان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

**واقعہ ۱ : حضرت علی نے لاٹھی کو اژدھا بنا کر حضرت عمر پر مسلط کر دیا**

کتاب الخرائج — قطب راوندی (متوفی ۵۷۳ھ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معجزات کے ضمن میں ذکر کیا ہے :

وَ مِنْهَا مَا رُوِیَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا بَلَغَهُ عَنْ عُمَرَ ذِکْرُ شِیْعَتِهٖ فَاسْتَقْبَلَهٗ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ بَسَاطِیْنِ الْمَدِیْنَةِ وَ فِیْ یَدِ عَلِیٍّ قَوْسٌ فَقَالَ یَا عُمَرُ بَلَغَنِیْ عَنْكَ ذِکْرُكَ شِیْعَتِیْ فَقَالَ ارْبَعْ عَلٰی ظَلْعِكَ فَقَالَ اِنَّكَ لَهٰهُنَا ثُمَّ رَمٰی بِالْقَوْسِ عَلَی الْاَرْضِ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ كَالْبَعِیْرِ فَاغِرًا فَاهُ وَ قَدْ اَقْبَلَ نَحْوَ عُمَرَ لِیَبْتَلِعَهٗ فَصَاحَ عُمَرُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ یَا اَبَا الْحَسَنِ لَا عُدْتُ بَعْدَهَا فِیْ شَیْءٍ جَعَلَ یَتَضَرَّعُ اِلَیْهِ فَضَرَبَ بِیَدِهٖ اِلَی الثُّعْبَانِ فَعَادَتِ الْقَوْسُ كَمَا كَانَتْ فَمَضٰی عُمَرُ اِلٰی بَیْتِهٖ مَرْعُوْبًا ۔

(کتاب الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی ص ۲۰ - ۲۱)

ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے جس کو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کو خبر ملی کہ عمر نے ان (علی) کے ساتھیوں کا ذکر کیا ہے ۔ اتفاق سے مدینہ

کے باغات کے راستہ میں دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ اس وقت علی کے ہاتھ میں ایک کمان تھی۔ پوچھا۔ اے عمر! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میرے شیعوں کے بارے میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہو۔ حضرت عمر نے کہا اپنی جان پر رحم کرو یہ سُن کر حضرت علی کہنے لگے میں یہیں تیری خبر لیتا ہوں۔ پھر کمان کو زمین پر پھینکا تو وہ ایک بہت بڑا اژدھا بن گئی۔ وہ اژدہا اونٹ کی طرح منہ کھولے عمر کی طرف بڑھا۔ حضرت عمر نے چیخ ماری اور اللہ اللہ کرنے لگے اور کہنے لگے اے ابوالحسن! میں ایسی حرکت پھر کبھی نہ کروں گا۔ پھر منت سماجت کی۔ تو حضرت علی نے اس اژدھا پر جونہی اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ پھر سے کمان کی شکل بن گئی۔ تو حضرت عمر یہ سب کچھ دیکھ کر خوفزدہ حالت میں گھر چلے گئے۔

## واقعہ ۲: حضرت علی نے بول و براز بند کرکے لوگوں سے اپنی خلافت منوائی

آثارِ حیدری

بعد ازاں علی نے دعا کی کہ اے اللہ ان لوگوں کو پھر اپنی نشانیاں دکھا کہ یہ امر تیرے نزدیک سہل ہے تاکہ تیری حجت ان پر اور زیادہ تاکید کرے۔ الغرض جب وہ لوگ اپنے گھروں کی طرف واپس گئے تو اندر داخل ہونا چاہا۔ زمین نے ان کے پاؤں پکڑ لیے اور ان کو اندر جانے سے روک دیا اور آواز دی کہ ہمارے اندر تم کو قدم رکھنا حرام ہے جب تک کہ ولایت علی ابن ابی طالب پر ایمان نہ لاؤ۔ تب انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور یہ کہہ کر گھروں میں داخل ہوئے۔ پھر اندر جاکر دوسرے کپڑے بدلنے کے لیے اپنا لباس اتارنے کا ارادہ کیا تب وہ لباس ان پر بھاری ہو گئے اور وہ ان کو نہ اتار سکے اور کپڑوں نے ان کو آواز دی کہ تم پر ہمارا اتارنا آسان نہ ہوگا جب تک کہ ولایت علی بن ابی طالب کا اقرار نہ کرو۔ پھر کھانا کھانے لگے اس وقت

لقمہ ان کے لیے بھاری ہو گیا اور جو لقمے بھاری نہ ہوئے تھے وہ ان کے منہ میں جا کر پتھر بن گئے اور ان کو آواز دی کہ تم پر ہمارا کھانا حرام ہے کہ جب تک کہ ولایت علی ابن ابی طالب کا اقرار نہ کر لو۔ تب انہوں نے ولایت علی کا اقرار کیا۔ بعد ازاں وہ پیشاب (پاخانہ کی ضروریات کو رفع کرنے لگے تب وہ عذاب میں مبتلا ہوئے اور ان کا دفیعہ ان کو متعذر ہوا اور ان کے پیٹوں اور آلاتِ تناسل نے آواز دی کہ ہمارے ہاتھ سے خلاصی پانا تم کو حرام ہے کہ جب تک کہ ولایت علی بن ابی طالب کا اقرار نہ کر لو۔ اس وقت انہوں نے اس ولیِ خدا کی ولایت کا اقرار کیا۔

(آثار حیدری اردو ترجمہ تفسیر حضرت امام عسکری مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور ص ۵۵۶ - ۵۵۷)

## واقعہ ۳۳: حضرت علی کے حکم سے فرشتوں نے حضرت عمر، معاویہ اور یزید کو پیش کیا

حیدری | اور امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایسا ہی معجزہ جناب امیر علیہ السلام سے بھی ظہور میں آیا جب کہ آپ نے جنگِ صفین سے مراجعت فرمائی اور ہمراہیوں کو اس پانی سے سیراب کیا جو ایک بڑے پتھر کے نیچے سے نکلا تھا جس کو آپ نے اس غرض سے اٹھا تھا کہ اس کی آڑ میں بیٹھ کر رفع حاجت کریں گے آپ کے لشکر کے کسی منافق نے کہا کہ میں اسکی شرمگاہ اور اس چیز کو جو اس سے نکلتی ہے دیکھو نگا کیونکہ وہ نبی کے مرتبہ کا دعویٰ کرتا ہے پھر اپنے ساتھیوں کو اس کے جھوٹ سے خبردار کروں گا۔ تب جناب امیر نے قنبر کو حکم دیا کہ اے قنبر! اس درخت اور اس کے سامنے کے درخت کے پاس جاؤ (اور ان دونوں میں ایک فرسخ سے زیادہ کا فاصلہ تھا) اور جا کر کہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی تم کو حکم دیتا ہے کہ دونوں آ کر باہم مل جاؤ۔ قنبر نے عرض کی کہ یا حضرت! کیا میری آواز ان

دونوں درختوں تک پہنچے گی؛ فرمایا جو تمہاری نظر کو آسمان تک پہنچاتا ہے جو تم سے پانچ سو برس کی راہ ہے وہی تمہاری آواز کو بھی ان دونوں درختوں تک پہنچا دے گا۔ آخر کار قنبر نے جا کر ان کو آواز دی اور وہ ایک دوسرے کی طرف اس تیزی سے دوڑے گویا دو دوست ہیں جو مدت سے بچھڑے ہوتے ہیں اور ملنے کا نہایت اشتیاق ہے اور دونوں آکر باہم مل گئے۔ یہ معجزہ دیکھ کر لشکر کے منافقوں کا ایک گروہ کہنے لگا کہ علی اپنے آپ کو (معاذاللہ) سحر وجادو میں رسولِ خدا کی مثل گمان کرتا ہے۔ نہ وہ رسول تھا نہ یہ امام ہے۔ بلکہ حقیقت میں دونوں کے دونوں جادوگر ہیں لیکن ہم اس کے گرد چکر لگائیں گے تاکہ اس کی شرم گاہ اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے اس کو دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے اس کلام کو حضرت کے کان میں پہنچا دیا اور آپ نے کھلم کھلا قنبر سے فرمایا کہ منافقوں نے وصیِ رسول سے مکر و فریب کا ارادہ کیا ہے اور ان کا گمان یہ ہے کہ میں ان کے سامنے صرف دو درختوں ہی کی آڑ کر سکتا ہوں اور کچھ تدبیر نہیں کر سکتا اس لیے تم ان درختوں سے کہدو کہ وصیِ رسول تم کو حکم دیتا ہے کہ تم اپنی اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔ قنبر نے ایسا ہی کیا اور وہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے اور اس طرح ایک دوسرے سے جدا ہوئے جیسے کوئی بزدل شخص کسی دلیر اور شجاع بہادر سے ڈر کر بھاگتا ہے پھر جناب امیر علیہ السلام نے جا کر بیٹھنے کے لیے اپنے کپڑے کو اٹھایا اور منافقوں کی ایک جماعت ان کی طرف تکنے کے لیے گئی جب حضرت نے اپنا کپڑا اٹھایا وہ سب کے سب نابینا ہو گئے اور ان کو کچھ بھی نظر نہ آیا۔ تب انہوں نے اپنے منہ ادھر سے پھیر لیے اور ان کی آنکھیں اسی طرح روشن ہو گئیں جیسی پہلے تھیں۔ پھر انہوں نے حضرت کی طرف نگاہ

کی اور اندھے ہو گئے اور برابر ایسا ہی وقوع میں آتا رہا کہ جب آپ کی طرف نظر اٹھاتے تھے۔ اندھے ہو جاتے تھے اور جب منہ پھیر لیتے تھے۔ دکھائی دینے لگتا تھا یہاں تک کہ حضرت رفع حاجت کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے مقام پر تشریف لے آئے اور اسی دفعہ ہر ایک کو ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد انہوں نے ارادہ کیا کہ اس جگہ جا کر دیکھیں کہ کیا چیز خارج ہوئی ہے۔ تب وہ اپنی جگہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور وہاں سے قدم نہ اُٹھا سکے اور جب واپس آنے کا ارادہ کیا تو قدم اٹھنے لگے اور سو بار ایسا ہی وقوع میں آیا۔ یہاں تک کہ وہاں سے کوچ کرنے کا حکم صادر ہوا اور وہاں سے روانہ ہوئے اور اپنی مراد کو نہ پہنچے اور اس بات سے ان منافقوں کو سوا اس کے اور کچھ حاصل نہ ہوا کہ ان کی سرکشی اور نافرمانی زیادہ ہوئی اور کفر وعناد بڑھ گیا۔

القصہ وہ منافق باہم ذکر کرنے لگے کہ دیکھو یہ بات کس قدر عجیب و غریب ہے کہ باوجود ان معجزات و آیات کے معاویہ اور عمر اور یزید کے مقابلہ سے رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بات امیر المؤمنین کے کان تک پہنچائی اور حضرت نے حکم دیا کہ اے میرے پروردگار کے فرشتو! معاویہ اور عمر اور یزید کو لے آؤ اور ان منافقوں نے ہوا میں دیکھا کہ فرشتے حبشی سپاہیوں کی صورت میں ہیں اور ایک ایک نے ان تینوں میں سے ایک ایک کو پکڑ رکھا ہے۔ پھر ان فرشتوں نے ان تینوں کو حضرت کے روبرو پیش کیا ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تو معاویہ ہے اور ایک عمر اور ایک یزید ہے جناب امیر نے ان منافقوں سے فرمایا تم ان کو دیکھو اگر میں چاہتا تو ان کو قتل کرتا ____________ مگر میں نے

خود ہی ان کو چھوڑ رکھا ہے۔

آثار حیدری اُردو ترجمہ و تفسیر امام حسن عسکری امامیہ کتب خانہ لاہور

ص ۱۴۵ - ۱۴۶)

## واقعہ ۴ بچپن میں حضرت علی شیر پر سوار ہو کر مکہ پہنچے تو قریب تھا کہ خوف سے شہر تباہ ہو جاتا

کتاب الانوار میں ہے:

آثار حیدری | جب سن شریف امیر المؤمنین کا کسی قدر زیادہ ہوا تو ایک روز لڑکوں میں کھیل رہے تھے کہ ناگاہ جبرئیل امین آپ کو اٹھا کر روضہ ابراہیم خلیل پر کوہ حری میں لے گئے وہاں جبرئیل، اسرافیل اور میکائیل و دیگر ملائکہ نے لوار الحمد ورایۃ النصر کو جسے ذوالعقاب بھی کہتے ہیں۔ آپ کے سر مبارک پر کھولا اور مبارک باد دی۔ بعد ازاں آپ کی قدر و منزلت کو دس نبیوں کی قدر و منزلت کے ساتھ وزن کیا تو پلہ آپ کی شان کا بھاری نکلا۔ دس اوصیاء کو اس میں شامل کیا تب بھی آپ ہی بھاری نکلے۔ پس حضرت جبرئیل نے کہا کس لیے رازِ خدا کے درپے ہوئے ہو۔ بہ تحقیق کہ اگر تمام دنیا کو سوائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک طرف رکھو گے اور اس فرزند ارجمند کو ایک طرف البتہ فضیلت و بزرگی اس کی راجح ہو گی۔ پس جبرئیل و جملہ ملائکہ جانب آسمان پرواز کر گئے اور حضرت امیر اسی مقام پر تنہا رہے اس وقت نیند آپ پر غالب آئی اور سو رہے۔ جانورانِ صحرا نے جو بوئے دلنواز نفس رسول کی اس دشت میں پائی۔ جوق در جوق اس طرف متوجہ ہو گئے۔ حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو اپنے ولی اور اپنے نبی کے وصی کی حفاظت کے لیے مقرر کیا۔ پس وہ فرشتہ آ کر نزدیک حضرت کے بیٹھ گیا اور دستہ

ریحان ہاتھ میں لے کر مروحہ جنبائی کرتا تھا تا اینکہ آپ خواب راحت سے بیدار ہوئے پس فرشتہ آسمان کو چلا گیا۔ جانورانِ وحشی جو آپ کے گرد اگرد حلقہ زن تھے۔ ان میں سے ایک شیر عظیم الخلقت کہ سرداران کا تھا آگے بڑھا اور سر کو قدموں پر شیر اللہ کے رکھ کر روتا تھا اور کہتا تھا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اے مولیٰ میرے اور امام میرے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بعد محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ولیٔ خدا اور امام الورٰی ہیں اور باپ ہیں جملہ حجج خدا ائمہ ہدیٰ کے پس کرم کیجیے اور میری پشت پر سوار ہو بیٹھیے تا کہ میں حضرت کو درِ دولت تک پہنچاؤں اور اس امتیاز پر اپنے ہم چشموں میں عزت و فخر حاصل کروں پس امیر خیبر گیر پشتِ شیر پر سوار ہو کر گھر کو روانہ ہوئے۔ جملہ وحشیانِ صحرا آپ کے جلو میں تھے۔ یہاں کی کیفیت یہ تھی اور ادھر ابوطالب نے اپنے لختِ جگر کو نہ پایا اور ادھر ادھر ڈھونڈتے پھرنے لگے۔ والدہ ماجدہ جدا بیقرار تھیں انہوں نے فراق میں اپنے فرزند دیدہ کے جیب قمیص کو چاک کیا۔ یہ حالات دیکھ کر تمام بنی ہاشم میں تہلکہ مچ گیا۔ حمزہ و عباس و زبیر و حارث نے ابوطالب سے کہا ہم اپنی جان و مال نثار کرنے کو موجود ہیں۔ ابوطالب نے کہا کہ میرا فرزند کل صبح سے غائب ہے۔ کچھ پتہ اور نشان اس کا نہیں ملتا۔ ڈرتا ہوں ساحروں اور کاہنوں سے کہ عجائب اور معجزات اس کے دیکھ کر اس کے دشمن ہو رہے ہیں کوئی گزند اس کو نہ پہنچے۔ پس ابوطالب گھوڑے پر سوار ہوئے اور حمزہ و عباس وغیرہ اولاد عبد المطلب و بنی ہاشم سب آپ کے ساتھ سوار ہوئے۔ تمام شہر و نواح شہر ڈھونڈ ڈالا مگر کہیں نشانِ آنحضرت کا نہ پایا۔ تب خانہ کعبہ کی طرف واپس آئے اور پردہ خانہ کعبہ کو پکڑ کر رونے اور گریہ وزاری کرنے لگے اور دعائیں مانگتے تھے کہ اے پروردگار!

میرے : بحق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تیرے نبی اور برگزیدہ اور بحق اس خانہ کعبہ کے کہ تیرا گھر ہے ۔ میرے فرزند دلبند کو مجھ سے ملا دے ۔ پس ناگاہ ایک ندا غیب سے آئی کہ اے ابوطالب ! اندیشہ نہ کرو تمہارے فرزند کو کچھ خوف نہیں تھوڑی دیر میں تمہارا نور عین تم سے آملتا ہے ۔ القصہ امیرالمؤمنین شیر نر پر سوار پیچھے جانوران صحرائی قطار در قطار آرہے تھے ۔ جبرئیل نے آکر لوار الحمد و رآیۃ النصر کو سر مبارک پر سے کھولا ۔ فرشتے پس و پیش یمین و یسار تہلیل و تسبیح خواں رواں تھے اور سواری کی شکوہ و شان بیرون از بیان رحمت اس وقت جنبش میں آئی ۔ حوران بہشت نے نظارہ جمال بے مثال ولی ذی الجلال کے لیے سر غرفوں سے باہر نکال دیئے ۔ درختان جنت جھومنے لگے اور مرغان خوش الحان شاخہائے درختاں پر چہچہاتے تھے ۔ المختصر جب اس کر و فر سے امام عالی مقام داخل مکہ ہوئے تو شدت خوف و اضطراب سے ارکان شہر میں زلزلہ پڑ گیا بحدیکہ اگر قدم عطوفت شیم حضرت رسالت مآب پناہ کا درمیان نہ ہوتا تو نزدیک تھا کہ شہر الٹ جائے ۔ بارے سواری محلہ بنی ہاشم میں پہنچی جونہی نظر مبارک حضرت امیرالمؤمنین کی حضرت رسول خدا پر پڑی تو براہ تعظیم شیر سے اتر کر سلام بجا لائے ۔ شیر نے جو حضرت خاتم الانبیاء کو دیکھا تو نزدیک جاکر دو زانو بیٹھ گیا اور کلمہ شہادتین پڑھتا اور امامت و ولایت امیرالمؤمنین کا اقرار کرتا تھا ۔

(تہذیب المتین فی تاریخ امیرالمؤمنین جلد اوّل مطبوعہ یوسفی دہلی ۔ ص ۳۲ - ۳۳ )

## واقعہ ۵ :

جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے۔ میں وہ ہوں جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں بعدِ رسول میرے سے بعد کوئی نہیں جانتا۔ میں وہ ذوالقرنین ہوں جس کا ذکر صحفِ اولیٰ میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں یوم حساب کا مالک ہوں۔ میں صراط اور میدانِ حشر کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت و نار ہوں۔ میں اوّل آدم ہوں۔ میں اوّل نوح ہوں میں جبار کی آیت ہوں۔ میں اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھلوں کا پکانے والا ہوں۔ میں چشموں کا جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا ہوں میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں حلم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیرالمؤمنین ہوں۔ میں سرچشمۂ یقین ہوں۔ میں زمینوں اور آسمانوں میں حجت خدا ہوں۔ میں متزلزل کرنے والا ہوں۔ میں صاعقہ ہوں۔ میں حقانی آواز ہوں میں قیامت ہوں ان کے لیے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ کتاب ہوں جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنہ ہوں جن کے ذریعہ خدا نے دُعا قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ نے اقتباس کیا میں صور کا مالک ہوں۔ میں قبروں سے مردوں کو نکالنے (زندہ) کرنے والا ہوں میں یوم النشور کا مالک ہوں۔ میں نوح کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ میں ایوب بلا رسیدہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں۔ میں کلیم کا بھید ہوں۔ میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ حی ہوں جسے موت نہیں۔ میں تمام مخلوقات پر ولیٔ حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات

نہیں بدل سکتی۔ مخلوقات کا حساب میری طرف سے ہے۔ میں وہ ہوں جسے امر مخلوق تفویض کیا۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔

(جلاء العیون مترجم جلد دوم ص ۴۰۔ ۴۱ مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس۔ لاہور)

## واقعہ نمبر ۶: حضرت علی نے حضرت خالد کے گلے میں چکی کا پاٹ ڈال دیا جسے کوئی نہ توڑ سکا

جلاء العیون

ارشاد القلوب میں جابر بن عبداللہ انصاری اور عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہم ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں ان کے پاس بیٹھے تھے۔ اس وقت خوب دن چڑھ گیا تھا کہ ناگاہ خالد بن ولید مخزومی ایک ایسے بڑے لشکر کے ساتھ آئے جس کے گھوڑوں کے سموں سے غبار آسمان تک چڑھ گیا تھا اور ان کے ہنہنانے سے زمین کا میدان گونج رہا تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کلاں چکی کا پاٹ خالد کی گردن میں پہنا ہوا ہے۔ جب خالد سامنے اپنے گھوڑے سے اتر کر مسجد کے اندر گئے اور ابوبکر کے روبرو کھڑے ہوئے لوگوں نے ان پر نظریں ڈالیں اور اس بات کو اپنے دلوں میں خوب سمجھ گئے اس دم خالد نے کہا کہ اے ابوقحافہ کے بیٹے اب تم انصاف کرو کہ خدا نے تم کو ایسی جگہ پر بٹھایا ہے جس کے تم سزاوار نہ تھے۔ تم اس مرتبہ ایسے بلند ہوئے جیسے مچھلی پانی پر ابھر آتی ہے اور جب ہی ابھرتی ہے جب اس میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رہتی۔ پھر خالد نے طائف سے اپنے واپس آنے کی حالت اور حضرت علی کے راہ میں ملنے کی کیفیت کو بیان کرنے کے بعد کہا اے ابوبکر! علی نے اپنا ہاتھ میرے حلقوم پر مارا اور میرا گلا پکڑ کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا اور مجھ کو گھسیٹتے ہوئے دور تک لے گئے

وہاں حارث بن کلاہ ثقفی کی کلاں چکی منگوائی اور اس کا بہت بڑا اور موٹا سا ایک پاٹ اٹھا لیا اور میری گردن میں دونوں ہاتھوں سے اس طرح لپیٹ دیا جیسے کہ گرم کی ہوئی لاکھ کسی چیز سے لپٹ جاتی ہے اور سب ہمراہی میرے کھڑے ہوئے تماشا دیکھتے رہے۔ کسی کو حوصلہ نہ ہوا کہ کچھ بھی جرأت کر سکیں خدا ان کو اس جہانت کی سزا دے۔ یہ لوگ حضرت علی کو ایسی خائفانہ نظر سے دیکھتے تھے جیسے کوئی ملک الموت کو دیکھتا ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا۔ ہر چند کہ قریب سو آدمیوں کے بلکہ زیادہ نہایت طاقتور پہلوان عرب لوگ اس پاٹ کے جدا کرنے کے واسطے جمع ہوئے لیکن کسی سے وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ اب ہم کو لوگوں کے مجبور ہونے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ علی نے جادو کیا ہے یا ان میں فرشتوں کی قوت ہے۔ زاں بعد ابوبکر نے عمر کو طلب کیا اور قیس بن عبادہ انصاری کو بلا کر چکی کے پاٹ جدا کرنے کا حکم دیا۔ جب قیس بھی عاجز ہوا اور اس سے بھی علیحدہ نہ ہو سکا اور کچھ تدبیر نہ پڑی تو خالد اسی حالت سے کہ پاٹ اس کی گردن میں پڑا ہوا تھا۔ مدت دراز تک مدینہ میں پھرتے رہے۔ چند روز کے بعد پھر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت علی ابھی سفر سے تشریف لائے ہیں اور ان کی پیشانی پر عرق آرہا ہے اور چہرے کا رنگ سرخ ہے۔ یہ خبر پاکر ابوبکر نے اقرع بن سراقہ باہلی اور اشوش بن اشجع ثقفی کو بھیجا کہ حضرت علی کو ہمارے پاس مسجد میں بلا لاؤ۔ وہ دونوں اسی دن حضرت کے پاس گئے اور پیام دیا کہ ابوبکر آپ کو کسی خاص کام کے لیے بلاتے ہیں جس کے سبب سے وہ بہت متردد ہیں۔ اس وقت وہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے پاس مسجد نبوی میں چلیں۔ حضرت علی نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ

ہمارے سوال کا جواب نہیں دیتے جس کے لیے ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔
حضرت نے فرمایا تمہارا کیا برا طریق ہے۔ مسافر پہلے تو اپنے گھر جاتا ہے۔ پھر
ستا کر کسی سے ملتا جلتا ہے۔ یہ سن کر وہ دونوں ناکام واپس لوٹ آئے
اس کے بعد جب حضرت علی کی نظر خالد پر پڑی فرمایا اے ابوسلیمان تمہاری گردن
میں کیا اچھا ہار پڑا ہوا ہے۔ بہرحال دونوں طرف سے بڑی دیر تک گفتگو رنجش
آمیز کدورت آمیز ہوتی رہی۔ جب ایسی گفتگو باہم ہونے لگی تب ابوبکر نے
کہا کہ ہم اس لیے نہیں آئے ہیں بلکہ ہم آپ سے یہ عرض کرتے ہیں کہ خالد کی گردن
میں سے اس لوہے کو کھول لو کہ اس کے بوجھ سے ان کو سخت تر تکلیف ہے
اور ان کے حلقوم پر بھی اس کا اثر ہو گیا ہے۔ اب تو آپ نے اپنے سینے کی
سوزش بجھالی۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اگر ہم اپنے سینے کی سوزش بجھانا
چاہتے تو ہماری ذوالفقار تابدار میں ان کی بیماری کا پورا علاج تھا اور یہ لوہا
جو خالد کی گردن میں ہے ہم اس کو ہرگز جدا نہ کریں گے وہ خود ہی اس کو اپنی
قوت سے جدا کریں یا دیکھیں تو تم میں سے کوئی ایسا طاقتور ہے جو اس کو
جدا کر سکے۔ اس وقت بریدہ اسلمی اور عامر بن اشجع اور عمار یاسر نے بہت
خوشامدیں درآمدیں کر کے التجائیں کیں مگر آپ نے کسی کے معروضہ پر خیال
نہ فرمایا۔ آخر کار جب ابوبکر نے کہا کہ اے علی خدا کے واسطے اور اپنے بھائی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خالد کی حالتِ زار پر رحم کیجیے اور اس طوق آہنی
گراں سنگ کو ان کے حلق سے جدا کر دیجیے۔ جب ابوبکر نے بہت کچھ لجاجت
وسماجت کی تب حضرت علی شرمندہ ہو گئے کیوں کہ آپ میں شرم و حیا بہت
تھی۔ پھر آپ نے خالد کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا اور اس طوق کا ایک ٹکڑا توڑ
کر اپنے ہاتھ پر پیٹتے جاتے تھے۔ وہ موم کی طرح پٹتا جاتا تھا۔ پہلے ٹکڑے

کو آپ نے خالد کے سر پر مارا۔ بعد اس کے دوسرا ٹکڑا کھول کر پھر خالد کے سر پر مارا تو خالد نے آہ کر کے کہا یا امیر المؤمنین: اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ گو تم ناخوشی سے ہم کو امیر المؤمنین کہتے ہو۔ اگر اس لفظ کو نہ کہتے تو تیسرا ٹکڑا ہم تمہارے سینے سے نکال لیتے اور وہ ویسے ہی برابر لوہے کو توڑتے رہے یہاں تک کہ کل پاٹ توڑ ڈالا۔ جب حاضرین نے یہ زور و توان دیکھا سب کے سب تعجب میں رہ گئے۔

(منظر الغرائب مصنفہ عمدۃ المناظرین بن سروری محمد جہانگیر خان مطبوعہ مطبع اکبری آگرہ ص ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲)

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

## مذکورہ قوت وشان علی کے واقعات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھتے ہی حضرت عمر کا رنگ پھیکا پڑ جانا اور تا دم آخر یہی کیفیت رہی۔

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اتنے شہ زور تھے کہ عرب کے نامی پہلوان خالد بن ولید کو دو انگلیوں سے دبایا تو ان کے حواس گم ہو گئے اور ابو بکر و عمر کو یہ دیکھ کر چھڑانے کی ہمت تک نہ ہوئی۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیا گیا تو جان چھوٹی۔

۳۔ خالد بن ولید باوجود لشکر کثیر ساتھ ہونے کے حضرت علی کو تکلیف دینے کی خواہش پوری نہ کر سکے بلکہ الٹا حضرت علی نے ان کے گلے میں لوہے کی سلاخ اس طرح موڑ کر لگا دی کہ کوئی بھی اسے کھول نہ سکا۔ بالآخر منت و سماجت کے بعد حضرت علی نے خود ہی اسے کھولا۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنی خداداد قوت کے مالک تھے کہ جب مرحب پر وار کیا تو تلوار مرحب

اس کی زرہ اور اس کے گھوڑے کو کاٹ کر زمین میں گھس گئی۔ اگر جبرئیل نہ روکتے تو ساتوں زمینیں کاٹ دیتی۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غصہ، غضبِ خدا کی دعوت تھا یہاں تک کہ مقرب فرشتے منہ کے بل گر گئے۔

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ نے یہ اعزاز عطا کیا کہ کمان ان کے ہاتھوں اژدہا بن گئی جس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بغیر معافی مانگنے کے اور کچھ نہ سوجھا۔

۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت منوانے کے لیے اللہ نے منکرین کے کپڑے چارپائیاں، کھانے کے لقمہ جات یہاں تک بول و براز کو پابند کر دیا اور آلہ ہائے تناسل سمیت ان تمام اشیاء نے جب تک ولایتِ علی کا اقرار نہ کروالیا۔ ان کی بندش دور نہ ہوئی۔

۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم پر درخت آئے پھر واپس بھی گئے اور ان کے کہنے پر فرشتے عمر، معاویہ اور یزید کو اٹھا کر ہوا میں اڑا کر ان کے سامنے لے آئے اور آپ سے کہا اگر میں چاہتا تو ان کو قتل کر دیتا۔ مگر میں نے خود انہیں معاف کر دیا

۹۔ فرشتوں نے حضرت علی کو ایک پلہ میں اور انبیاء کرام کو دوسرے پلہ میں رکھا۔ لیکن حضرت علی کا پلہ پھر بھی بھاری رہا اور آپ شیر نر پر بیٹھ کر مکہ شہر میں آئے تو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں نہ ہوتے تو ان کے خوف سے مکہ الٹ جاتا۔

۱۰۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ زمین و آسمان کا تمام نظام میرے تصرف میں ہے۔ کائنات کو بسانا اجاڑنا میرے اختیار میں ہے۔

۱۱۔ حضرت علی نے خالد بن ولید کے گلے میں چکی کا پاٹ ڈال دیا جسے مدتِ دراز تک کوئی بھی نہ اتار سکا۔ لہٰذا ابوبکر صدیق مع بہت سے ساتھیوں کے حضرت علی کے گھر گئے۔ بہت منت وسماجت کے بعد آپ راضی ہوئے اور ایک ڈنڈکر سے

حضرت خالد کے سر پر مارے اور جب امیر المؤمنین کا لفظ سنا تو سر پر مارنا چھوڑ دیا اور پاٹ آتار دیا۔

## لمحہ فکریہ :

ناظرین کرام : یہ چند واقعات خود شیعہ کتب کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد میں آپ سے انصاف چاہتا ہوں کہ ایسا صاحب قوت، صاحب معجزہ، صاحب تصرف اور یگانہ روزگار جس کی ماتحتی میں اسرافیل و میکائیل ایسے فرشتے ہوں اور جس کی ضرب سے تحت الثریٰ تک زمین اور آسمانوں کے فرشتے لرز اٹھیں۔ ان کے گلے میں رسی ڈال کر لوگ کھینچتے ہوئے ابوبکر صدیق کے پاس لے جائیں اور قتل کے خوف سے مجبوراً بیعت کر لیں۔ یہ کیسے ممکن ہے ؟ اور یابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی "کے الفاظ سے اپنی کمزوری، بے بسی اور مجبوری کا اظہار فرما کر از روئے "تقیہ" ابوبکر صدیق کی بیعت کرنا کب ممکن ہے ؟ ان مذکورہ دس واقعات اور بیعت مکرہ میں کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ نسبت کی چار ہی اقسام ہیں۔

۱۔ تباین۔
۲۔ توافق۔
۳۔ عموم خصوص مطلق۔
۴۔ عموم خصوص من وجہ

ان چار اقسام میں سے یہاں صرف تباین ہی ہو سکتی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح پتھر اور انسان اکٹھے ہو نہیں سکتے۔ اسی طرح شجاعت علی اور شان علی کے واقعات مذکورہ کے ساتھ بیعت مکرہ کا کوئی اتحاد نہیں۔ اگر واقعی بیعت مکرہ تھی تو مذکورہ واقعات

غلط، اور اگر واقعات درست تو بیعت مکرہ خود ساختہ عقیدہ اور من گھڑت افسانہ۔

حق یہ ہے کہ حضرت علی کی شجاعت ضرب المثل ہے اور ایسے شجاع و بہادر کا مجبوراً بیعت کر لینا ثابت کرنا بہت بڑا دجل و فریب ہے جب کہ حضرت علی نے فرمایا: "اگر پوری دنیا بھی میرے سامنے آ جائے تو مجھے حق کہنے سے نہیں روک سکتی بلکہ میں ان کی گردنیں اتارنے میں جلدی کروں گا۔" اب شیعہ حضرات کو دعوتِ غور و فکر دیتا ہوں اور شہیدِ کربلا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ خدارا انصاف سے کام لو اور ان واقعات کی روشنی میں بیعتِ مکرہ کے وجود بلکہ تصور کو بھی شانِ علی کے خلاف سمجھو۔

اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ

# باب سوم

## صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے کے قرآن اور کتب شیعہ سے دلائل

☆

## صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اہل سنت وجماعت اور شیعہ حضرات کے عقائد

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام کے تمام "کامل الایمان" تھے اور ان مقدس شخصیات کے ذریعہ ہم تک قرآن پہنچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی انہی کے ذریعہ دور دراز ممالک میں پھیلیں بلکہ انہی کے واسطے ہمیں دین و ایمان ملا۔ انہی کی پیروی نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ نے دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی عظیم نعمت سے انہیں مشرف فرمایا جو ان کے بعد آنے والے کسی کو میسر نہ ہو سکی۔ سفر و حضر میں امن و جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو محفوظ کیا اور اپنی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں سمو دی۔ اسی لیے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی تم نے اقتدار کی ہدایت پا گئے۔

ادھر ان کے مخالفین اور بغض و عناد رکھنے والوں کے متعلق فرمایا:

مَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ

جس نے انہیں دکھ پہنچایا اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔

اس سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام کو اذیت دینے والا دراصل اللہ اور اس کے رسول کی اذیت کے درپے ہے۔

برخلاف اس کے اہل تشیع کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صرف تین چار افراد صحیح مسلمان تھے باقی تمام صحابہ (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے۔ شیعہ مصنف اور محقق "محمد ابن عمر و الکشی" کی تحریر دیکھیے:

## عقائد شیعہ میں سوائے تین صحابہ کرام کے معاذ اللہ سب مرتد تھے

رجال کشی

عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ "ع" قَالَ كَانَ النَّاسُ اَهْلَ الرِّدَّةِ بَعْدَ النَّبِيِّ اِلَّا ثَلٰثَةٌ فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَةُ؟ فَقَالَ اَلْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ، اَبُوْ ذَرٍّ الْغِفَارِيْ، سَلْمَانُ الْفَارِسِيْ۔

۱۔ رجال الکشی ص ۱۲ مطبوعہ کربلا، سلمان فارسی

۲۔ تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین ذکر مصیبت عظمیٰ و الکبریٰ۔

۳۔ احتجاج طبرسی جلد اوّل ص ۱۱۳ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید

ترجمہ: امام ابو جعفر جناب امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تین آدمیوں کے سوا سب مرتد تھے

میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں۔ فرمایا مقداد بن الاسود، ابو ذر غفاری اور سلمان فارسی۔

"ملا باقر مجلسی" نے بھی اس شیعی عقیدے کو تحریر کیا۔ وہ لکھتا ہے:

حیات القلوب: عیاشی بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ چوں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم از دنیا رحلت نمود مردم ہمہ مرتد شوند بغیر چہار نفر علی ابن ابی طالب و مقداد و سلمان و ابو ذر۔

(حیات القلوب جلد دوم مطبوعہ نامی نولکشور ص ۱۰۸۴، باب پنجاہ وہشتم در فضائل بعض از اکابر صحابہ)

ترجمہ: عیاشی معتبر روایت کے ساتھ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو چار آدمیوں کو چھوڑ کر باقی سب مرتد ہو گئے تھے۔ وہ چار حضرت علی بن ابی طالب، مقداد، سلمان اور ابو ذر ہیں۔

ان دو عبارتوں سے تین یا چار صحابہ کرام کے علاوہ باقی سب کا مرتد (معاذ اللہ) ہونا ذکر ہوا۔ اس عمومی عقیدے میں اگرچہ عمر بن الخطاب بھی آ جاتے ہیں لیکن خاص کر ان کے بارے میں جو عقیدہ ان کا مذکور ہے وہ بھی دیکھیں۔

حیات القلوب: اے عزیز! آیا از بعد ازیں حدیث کہ ہم عامہ روایت کردہ اند ہیچ مسلماں را مجال آں ہست کہ شک کند در کفر عمر، وکفر کسی کہ عمر را مسلمان داند۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۷۰ ۱۱ باب شصت وسوم در وصیت آنحضرت)

ترجمہ: اے دوست! اس حدیث کے بعد جسے تم نے روایت کیا کیا کسی کو مجال ہے کہ عمر کے کفر میں شک کرے اور اس شخص کے کافر ہونے میں جس نے "عمر" کو مسلمان سمجھا" (معاذ اللہ)

جب آپ نے اہلِ سنت اور اہلِ تشیع کا صحابہ کرام کے بارے میں ایک عقیدہ ملاحظہ کر لیا تو ہم اس کے متعلق چند دلائل پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں جن کو دیکھ کر اہلِ حق اور اہلِ باطل کا فرق بالکل واضح ہو جائے گا اور صحابہ کرام کے متعلق ایمان یا عدم ایمان کے بارے میں دلائل کی روشنی میں ہر شخص حق کو پہچان کر اسے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔

## صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر دلائل

### دلیلِ اوّل

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قف مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۔

(پ ۱۱ ۔ ع ۲)

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سب سے پہلے (ایمان کی طرف) سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی ۔ خدائے تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ خدائے تعالیٰ سے راضی ہو گئے اور ان کے لیے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے

یہی سب سے بڑی کامیابی ہے اور تمہارے آس پاس کے بدوؤں میں سے بعض منافق ہیں اور بعض اہلِ مدینہ میں سے (بھی) نفاق پر اڑے ہوئے ہیں (اے رسول) تم ان کو نہیں جانتے۔ ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔ عنقریب ہم ان کو دوہرا عذاب دیں گے۔ پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹ جائیں گے۔

(ترجمہ مقبول)

پہلی آیت میں "و السابقون الاولون" سے مراد ہجرت اور نصرت (مدد) کی طرف سبقت کرنا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سبقت کو اجمالی طور پر بیان فرمایا جس کی تفصیل کی ضرورت تھی تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہاں سبقت سے کیا مراد ہے تو اس اجمال کو "من المھاجرین و الانصار" سے دور فرما کر اس کی تفصیل و تشریح کر دی۔ جس سے سبقت کرنے والوں اور ان کے متبعین کا تعین واضح ہوا یعنی سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور سب سے پہلے مہاجرین کی امداد کرنے والے پھر ان کے بعد ہجرت اور نصرت سے موصوف ہونے والے سب جنتی ہیں۔ ان تمام "سابقین" میں سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو "رئیس المہاجرین" ہیں اور ان کی ہجرت اللہ تعالیٰ نے بطریق شخصی ذکر فرمائی"

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" پ ۱۰

جب کہ ان لوگوں نے جو کافر ہو گئے تھے۔ اُسے ایسے وقت میں نکالا تھا کہ وہ دو میں کا دوسرا تھا جس وقت کہ وہ دونوں غار میں تھے اس وقت تمہارا رسول اپنے ساتھی کو کہہ رہا تھا کہ غم نہ کیجیے۔ بے شک اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ (ترجمہ مقبول)

بلکہ بعض مفسرین نے اس مقام پر مہاجرین کی تفسیر یوں بھی بیان کی ہے۔

الذين هاجروا من مكة الى المدينة و الى

الحبشة (مجمع البیان جلد ۳ ص ۶۴، جز ۵)
وہ لوگ جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف اور حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

## اعتراض :

بعض دشمنانِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان آیات کی تفسیر میں کچھ اور لکھا ہے جس سے (معاذ اللہ) صحابہ کرام کا مومن ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ وہ اس طرح کہ " وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ " (تمہارے اردگرد کے دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور بعض اہلِ مدینہ بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں) سے مراد صحابہ کرام ہیں جن کا ایمان صرف ظاہری تھا تو ان کے لیے دوہرا عذاب بیان ہوا اور " السابقون الاولون " سے مراد " ایمان " میں سبقت کرنے والے ہیں اور ایمان میں اوّلیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حاصل ہے تو معلوم ہوا اس آیتِ کریمہ میں حضرت علی کی شان اور باقی صحابہ کی (معاذ اللہ) مذمت بیان ہوئی ہے۔

## جواب اوّل :

جہاں تک " السابقون الاولون " سے مراد انہوں نے صرف علی المرتضیٰ کی ذات لی ہے تو یہ " لغتِ عرب " کے سراسر خلاف ہے کیونکہ یہ دونوں لفظ جمع مذکر کے ہیں جن کا مصداق صرف ایک شخص نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح " السابقون " میں سبقت سے مراد سبقت فی الایمان " لینا نصِ صریح کے مخالف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سبقت کی تفسیر و تفصیل " من المھاجرین والانصار " کے الفاظ سے خود بیان فرمائی جس سے " سبقت فی الہجرت والنصرت " مراد ہے۔

رہا یہ سوال کہ " ومِمّن حولکم من الاعراب " سے دشمنانِ صحابہ کرام نے جو

اعتراض وسوال کی شکل بنائی ہے تو یہ سراسر غلط اور باطل ہے کیوں کہ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ منافقین کچھ تو بادیہ نشین مدینہ کے گرد ونواح میں رہائش رکھتے ہیں اور کچھ مدینہ شہر کے باسی ہیں لیکن اہلِ مکہ چاہے وہ مہاجرین کی صورت میں ہوں یا انصار کی شکل میں یہ لوگ منافقین نہیں تھے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان اور ان کی نصرت کا ذکر فرمایا۔ ملاحظہ ہو خود شیعہ تفسیر کا حوالہ،

منہج الصادقین: وازانانکہ گرداگرد شہر شما اند از اہلِ بادیہ منافقانند چوں اسلم واشجع وغفار وقوم او از جہنیہ ومزنیہ واشاں ایشاں کلمہ شہادت میگویند وبروزہ ونماز قیام مے نمایند واز اہلِ شہر شما نیز قومی اند کہ خو کردہ اند بروجہ رسوخ اقامت کردہ اند بر نفاق تا در منافقی بمرتبہ مہارت دارند کہ تو کہ محمدی باوجود کمال فطنت وصدق فراست خود نمیدانی ایشاں را یعنی کفر را در سویدائے دل خود پنہاں دارند و آثار ایمان واحسان بظہوری آرند پس تو ایشاں را باعیان نمی شناسی۔ ما میدانیم ایشاں را کہ بر سِرِّ دل با ایشاں مطلعیم زود باشد کہ عذاب کنیم ایشاں را دو مرتبہ یکے بفضیحت وقتل ودر دنیا ودیگر بعذابِ قبر والخذِ زکوۃ از ایشاں وتکلیف بجہاد واز ابن عباس مروی است کہ عذاب ایشاں در دنیا یکے آنکہ رسول روز جمعہ بر منبر خود خطبہ خواند بعد از آں اشارہ کرد باہل نفاق وگفت فلاں فلاں از مسجد بیروں روید کہ از اہلِ نفاق اید۔ وچوں جمعے انام بر وبنفاق ایشاں گواہی دادند رسوا شدند واز مسجد بیروں رفتند وایں فضیحت ورسوائی یک عذاب است۔ دویم عذاب قبر بعد از آں بازگردانیدہ شوند در قیامت بعذابے بزرگ کہ آتش دوزخ است۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ٣٣٠ وتفسیر خلاصہ منہج)

تفسیر خلاصۃ المنہج تفسیر منہج الصادقین جلد ۴ ص ٢٠٢، زیر آیت والسابقون پ ۱۱ ع ۲

ترجمہ: اور ان بادیہ نشینوں میں سے جو آپ کے شہر مدینہ کے ارد گرد بستے ہیں کچھ لوگ منافق ہیں جیسا کہ اسلم، اشجع، غفار اور اس کی قوم جہنیہ ومزنیہ اور ان کی طرح دوسرے

لوگ، یہ منافق کلمہ شہادت ادا کرتے ہیں اور نماز روزہ بھی کرتے ہیں اور آپ کے شہر مدینہ کے کچھ لوگ بھی ایسے ہیں جنہوں نے نفاق کو اپنے اندر راسخ کر رکھا ہے اور وہ منافقیت میں اس قدر ماہر ہیں کہ آپ باوجود پیغمبر ہونے کے اور صدق وفراست کے ساتھ موصوف ہوتے ہوئے بھی ان کو نہیں جانتے اور کفر کو اپنے دلوں کی گہرائیوں میں چھپا رکھا ہے اور ایمان و احسان کی علامات لوگوں کو دکھلاتے ہیں تو آپ انہیں شخصی طور پر نہیں پہچانتے ہم ان کو خوب جانتے ہیں کیوں کہ ان کے دل کے بھید ہم سے مخفی نہیں۔ عنقریب انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے۔ ایک عذاب تو ان کو رسوائی اور قتل و شکست کا اس دنیا میں ہوگا اور دوسرا عذاب' عذاب قبر، اور ان سے زکوٰۃ کی وصولی اور جہاد کے لیے تیاری کی صورت میں ہوگا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا دنیا میں عذاب ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جمعہ کے دن مسجد کے منبر پر خطبہ دیا اور اس کے بعد کچھ حاضرین کا نام لے لے کر انہیں مسجد سے نکل جانے کو کہا کیوں کہ یہ لوگ منافق تھے۔ جب آپ نے بہت سے لوگوں کے نام لیے اور ان کے منافق ہونے کی گواہی دی تو وہ ذلیل و رسوا ہو گئے اور مسجد سے باہر نکل گئے تو ان کی یہ رسوائی ایک عذاب ہے۔ دوسرا عذاب قبر کا ہوگا۔ پھر اس کے بعد کل قیامت کو ایک بہت بڑے عذاب یعنی دوزخ کی آگ میں دھکیل دیے جائیں گے۔

**اعلان** ملا فتح اللہ کاشانی" کی اس تفسیر میں اس نے منافقین کے قبائل کا بھی ذکر کیا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بھی پیش کی ہے جن دونوں سے معلوم ہوا کہ منافق مخصوص قبائل میں سے تھے اور ایک مرتبہ منافقین کا نام لے کر" اخرج یا فلان اخرج یا فلان"، کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذلیل و رسوا کر کے مسجد سے نکال دیا تھا تو تمام شیعہ حضرات کو میں اعلان و چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کسی حوالہ سے یہ ثابت کر دکھائیں کہ ان

نکالے جانے والوں میں خلفائے ثلاثہ کو بھی بوجہ نفاق نکال دیا گیا تھا۔ تو نقد بیس ہزار روپیہ انعام دوں گا اور شیعہ بن جاؤں گا۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جنتی ہونے کی پیش گوئی فرمائی ہے اور ان لوگوں کا رد بھی فرمایا جو معاذ اللہ صحابہ کرام کو منافق سمجھتے اور کہتے ہیں اور دوزخی تک کہنے کی جسارت کرتے ہیں۔

## جواب نمبر ۲:

فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ۔

(توبہ پ۱۰ ع۱۶)

ترجمہ: پس اگر وہ توبہ کریں گے تو ان کے لیے بہتر ہوگا اور اگر وہ روگرداں ہوں گے تو اللہ ان کو دردناک عذاب سے معذب کرے گا اور زمین میں نہ ان کا کوئی حامی ہوگا اور نہ مددگار۔

(ترجمہ مقبول)

اس آیت کریمہ کی تفسیر صاحب منہج الصادقین نے یوں کی ہے:

منہج الصادقین (فان یتولوا) واگر برگردند از توبہ ومصر باشند بر نفاق (یعذبھم اللہ) عذاب کند خدا ایشاں را (عذابا الیما) عذابے دردناک (فی الدنیا) در دنیا بکشتن (و الاخرۃ) ودر آخرت بسوختن (و

مالھم فی الارض) دنیست ایشاں را در زمین (من ولی) ہیچ دوستی و متولی (ولا نصیر) و نہ یاری و مددگاری کہ عذاب از ایشاں باز دارد

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۲۹۹ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: اور اگر منافقین نے توبہ سے روگردانی کی اور نفاق پر ہی ڈٹے رہے تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں قتل اور آخرت میں جلانے کا سخت عذاب دے گا اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور صاحبِ اختیار اور نہ ہی کوئی مددگار ہے جو ان سے اس عذاب کو دور کر سکے۔

## استدلال:

آیت مذکورہ میں شیعہ مفسر نے منافقین کے دنیوی اور اُخروی عذاب کو اس طرح بیان کیا کہ دنیوی عذاب قتل کی شکل میں اور اُخروی عذاب دوزخ میں جلائے جانے کی شکل میں ہو گا اور اس عذاب کے واقع ہونے سے کوئی بھی ان کا حامی اور دوست اس کو روک نہ سکے گا یعنی وہ عذاب یقینی ہے اہلِ انصاف جانتے ہیں کہ ان دونوں عذابوں سے ایک بھی تمام صحابہ کرام کو عموماً اور خلفائے ثلاثہ کو خصوصاً نہیں دیا گیا۔ اگر بقول شیعہ صرف تین چار افراد ہی خالص مومن تھے تو ان میں سے کوئی نہ کوئی کسی زمانہ میں بقیہ صحابہ کرام سے لڑتا اور انہیں بموجب تفسیر قتل کر دیتا لیکن احادیث و تاریخ اس کے بالکل برعکس گواہی دیتے ہیں کہ صحابہ کرام میں بمعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی نے خلفائے ثلاثہ کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی ان سے جہاد کیا بلکہ ان کی اتباع کی۔ ان کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔ ان کے ساتھ ان کی ماتحتی میں جنگ کی اور انہیں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا جیسا کہ گزشتہ اوراق میں "نہج البلاغہ" احتجاج طبرسی اور تفسیر قمی سے ہم ثابت کر چکے ہیں تو معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام اور خلفائے ثلاثہ خصوصاً کامل الایمان تھے بلکہ خلفائے ثلاثہ کاملین کے پیشوا اور امام تھے۔

## جواب نمبر ۳ :

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا - سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا -

(احزاب پ ۲۲ ع ۵)

ترجمہ : اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور تم کو ان کے درپے کر دیں گے۔ پھر وہ اس شہر میں تمہارے پڑوس میں نہ رہیں گے مگر بہت ہی کم اور ہر طرف سے ان پر لعنت ہوتی رہے گی اور وہ جہاں کہیں جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ایسے قتل کیے جائیں گے جیسا کہ قتل کیے جانے کا حق ہے۔ اللہ کا قاعدہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے (یہی تھا) اور تم اللہ کے قاعدہ میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔

(ترجمہ مقبول)

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے صاحب مجمع البیان یوں رقمطراز ہے :

**مجمع البیان**

(وَالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ) وَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ اَيْضًا الَّذِيْنَ كَانُوْا يُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ بِالْاَخْبَارِ الْكَاذِبَةِ الْمُضْعِفَةِ لِقُلُوْبِ الْمُسْلِمِيْنَ بِاَنْ يَقُوْلُوْا اِجْتَمَعَ الْمُشْرِكُوْنَ فِيْ مَوْضِعِ كَذَا قَاصِدِيْنَ لِحَرْبِ الْمُسْلِمِيْنَ وَنَحْوَ ذَالِكَ وَيَقُوْلُوْنَ لِسَرَايَا الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّهُمْ قُتِلُوْا وَهُزِمُوْا وَ

فِی الْکَلَامِ حَذْفٌ وَ تَقْدِیْرُہٗ لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ ھٰٓؤُلَاۤءِ عَنْ اَذَی الْمُسْلِمِیْنَ وَعَنِ الْاِرْجَافِ بِمَا یَشْغَلُ قُلُوْبَھُمْ (لَنُغْرِیَنَّکَ بِھِمْ) اَیْ لَنُسَلِّطَنَّکَ عَلَیْھِمْ یَا مُحَمَّدُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ الْمَعْنٰی اَمَرْنَاکَ بِقِتَالِھِمْ حَتّٰی تَقْتُلَھُمْ وَ تَخْلِی عَنْھُمُ الْمَدِیْنَۃَ۔

(تفسیر مجمع البیان جزء ۸ جلد چہارم ص ۳۷۰۔۳۷۱)

ترجمہ: مدینہ میں مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے جھوٹی خبریں اڑانے والے بھی منافقین ہی تھے اور وہ کبھی تو یہ کہتے کہ فلاں جگہ مشرکین، مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھے ہو رہے ہیں اور کبھی یہ کہتے کہ مسلمانوں کے فلاں لشکر کو شکست ہوگئی اور وہ قیدی بھی بنا لیے گئے۔ اللہ کے اس کلام میں کچھ الفاظ محذوف ہیں۔ اصل کلام اس طرح ہے "لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ ھٰٓؤُلَاۤءِ عَنْ اَذَی الْمُسْلِمِیْنَ وَعَنِ الْاِرْجَافِ بِمَا یَشْغَلُ قُلُوْبَھُمْ، (لَنُغْرِیَنَّکَ بِھِمْ) یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ ہم نے آپ کو انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیا ہے لہذا آپ انہیں ضرور تہ تیغ کریں گے اور مدینہ کی فضاؤں کو ان سے پاک و صاف فرما دیں گے۔

(ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَکَ فِیْھَا اِلَّا قَلِیْلًا مَّلْعُوْنِیْنَ) کے تحت "ملا فتح اللہ کاشانی" نے یہ لکھا ہے:

منہج الصادقین: اہر آئینہ ترا بر قتال ایشاں تحریص کنیم۔ و بعد از آں مجاورت و ہمسائگی نکنند با تو، (فیہا) در مدینہ (الا قلیلا) مگر زمانی اندک و یا مجاوری اندک چہ درا اندک فرصتی مستاصل گردند۔ (تفسیر منہج الصادقین جلد ۷، ص ۳۴۴)

ترجمہ: ہم بہر صورت آپ کو ان کے قتل کرنے پر آمادہ کریں گے اور اس کے بعد مدینہ شہر میں وہ آپ کے ہمسایہ تھوڑی دیر یا تھوڑی ہمسائیگی ہی کر سکیں گے۔ کیونکہ بہت جلد وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

"علامہ طبرسی" (سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ) کے ضمن میں یوں بیان کرتا ہے۔

**مجمع البیان** | وَالْمَعْنٰى سَنَّ اللّٰهُ فِي الَّذِيْنَ يُنَافِقُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ وَيُرْجِفُوْنَ بِهِمْ اَنْ يُقَتَّلُوْا حَيْثُمَا ثُقِفُوْا عَنِ الزَّجَاجِ (وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا) اَيْ تَحْوِيْلًا وَتَغْيِيْرًا اَيْ لَا يَتَهَيَّأُ لِاَحَدٍ تَغْيِيْرُهَا وَلَا قَلْبُهَا مِنْ جِهَتِهَا لِاَنَّهٗ سُبْحَانَهُ الْقَادِرُ الَّذِيْ لَا يَتَهَيَّا لِاَحَدٍ مَنْعُهٗ مِمَّا اَرَادَ فِعْلَهٗ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزر ۸ ص ۳۷۱)

ترجمہ:

(گزشتہ قوموں میں اللہ کی سنت) کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء کرام سے منافقت کی اور ان کو جھوٹی خبریں سناتے رہے ان کی سزا اللہ کی طرف سے یہ ہے کہ جہاں کہیں ملیں قتل کر دیئے جائیں (سنت اللہ کی تبدیلی) کا معنی یہ ہے کہ کسی کو بھی یہ میسر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے طریقہ میں تغیر و تبدل کر سکے کیونکہ اللہ سبحانہ وہ قادر مطلق ہے کہ اس کے ارادے سے اسے کوئی بھی باز نہیں کر سکتا۔

"تفسیر صافی" میں اس مقام کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

**تفسیر صافی** | سَنَّ اللّٰهُ ذَالِكَ فِي الْاُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَهُوَ اَنْ يُقَتَّلَ

اَلَّذِیْنَ نَافَقُوا الْاَنْبِیَاءَ وَسَعَوْا فِیْ وَهْنِهِمْ بِالْاَرْجَافِ وَنَحْوِہٖ (اَیْنَمَا ثُقِفُوْا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا) لِاَنَّهٗ لَا یُبَدِّلُهَا وَلَا یَقْدِرُ اَحَدٌ عَلٰی تَبْدِیْلِهَا۔

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۳۶۷)

ترجمہ: گزشتہ امتوں میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو پیغمبروں سے منافقت کرتے رہے اور انہیں جھوٹی خبروں سے کمزور کرنے کے حربے استعمال کرتے رہے اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ جہاں کہیں وہ ملتے انہیں قتل کر دیا جاتا رہا۔ اور آئندہ کے لیے اللہ کے اس طریقہ میں ہرگز تبدیلی نہیں پاؤ گے کیوں کہ اللہ کے طریقہ کو نہ تو کوئی تبدیل کر سکتا ہے اور نہ کسی کو اس پر قدرت حاصل ہے۔

## شیعہ مفسرین کے حوالہ سے مذکورہ آیت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱: منافقین جب تنبیہ کے بعد بھی اپنی روش سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ فرمالیا کہ وہ آپ کو ان پر تسلط عطا فرمائے گا اور آپ کے ہاتھوں کیفرِ کردار تک پہنچیں گے۔

۲: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی اللہ نے وعدہ فرمایا کہ وہ منافقین مدینہ میں اب چند دن کے مہمان ہیں۔ اس کے بعد ہلاکت ان کا مقدر بن چکی ہے۔

۳: انبیاء سابقین کے ساتھ منافقت کرنے والوں کے بارے میں اللہ کا یہی طریقہ کار فرما رہا کہ بالآخر ان کے نہ رکنے پر انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

۴: اللہ نے اپنے طریقہ کے بارے میں واضح فرما دیا کہ اے میرے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ میرے اس طریقہ میں ہرگز تبدل و تغیر نہ پائیں گے کیوں کہ ایسا کوئی بھی نہیں جو میرے

ارادہ کو پورا کرنے میں آڑے آئے۔

ان امورِ مذکورہ سے بالکل عیاں ہے کہ حضور کے زمانہ کے منافقین اس وقت چند دن کے مہمان تھے۔ پھر انہیں مدینہ میں ٹھہرنا نصیب نہ ہوا اور بالآخر قتل ہو کر اپنے انجام کو پہنچ گئے جس طرح پہلے سے ہوتا رہا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم تو ساری زندگی مدینہ میں قیام پذیر رہے۔ نہ حضور نے انہیں مدینہ بدر کیا اور نہ انہیں آپ نے قتل کروایا۔ لہٰذا ان حضرات پر منافقت کا الزام لغو اور بے ہودہ ہے بلکہ یہ حضرات تو اللہ کے اس انعام کے مصداق ہیں جو اس نے "والذین ھاجروا فی اللہ من ما ظلموا الخ" آیت کریمہ میں بیان فرمایا۔

## ہماری نہ مانیے، ذرا اپنوں کی سن لیجیے

"علامہ طبرسی نے لکھا ہے:

**مجمع البیان** | (وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا) مَعْنَاهُ وَالَّذِیْنَ فَارَقُوْا اَوْطَانَهُمْ وَدِیَارَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ فِرَارًا بِدِیْنِهِمْ وَاتِّبَاعًا لِنَبِیِّهِمْ فِی اللّٰهِ اَیْ فِیْ سَبِیْلِهٖ لِاِبْتِغَاءِ مَرْضَاتِهٖ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمَهُمُ الْمُشْرِكُوْنَ وَعَذَّبُوْهُمْ بِمَكَّةَ وَبَخَسُوْهُمْ حُقُوْقَهُمْ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً) اَیْ بَلْدَةً حَسَنَةً بَدَلَ اَوْطَانِهِمْ وَهِیَ الْمَدِیْنَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقِیْلَ لَنُعْطِیَنَّهُمْ حَالَةً حَسَنَةً وَهِیَ النَّصْرُ وَالْفَتْحُ وَقِیْلَ هِیَ مَا اسْتَوْلَوْا عَلَیْهِ مِنَ الْبِلَادِ وَفَتَحَ لَهُمْ مِنَ الْوِلَایَاتِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد سوم جز ششم ص ۳۶۱)

ترجمہ: آیت مذکورہ کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دین کی خاطر اپنے وطن،

شہر اور اپنا گھر بار چھوڑا اور اپنے نبی کی اتباع کرتے ہوئے اور خدا کی رضا چاہتے ہوئے انہوں نے ایسا کیا جب کہ مشرکین نے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے اور مکہ میں ان کو تکالیف پہنچائیں اور ان کے حقوق پامال کیے تو ان تمام تکالیف و مصائب کے بدلے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم ان کو دنیا میں ان کے شہروں کے بدلہ "مدینہ" عطا کریں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم انہیں پہلی حالت سے زیادہ بہتر حالت عطا کریں گے اور وہ نصرت و فتح ہو گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بہت سے شہروں کا قبضہ اور مختلف حکومتوں کو زیر نگیں کرنا مراد ہے۔

## خلاصۂ کلام :

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین سے دو وعدے فرمائے ہیں۔ ایک دنیا میں اور دوسرا آخرت کے ساتھ ہے دنیاوی وعدہ تو بلاشک پورا ہو گیا کیوں کہ مہاجرین کو بہترین شہر مدینہ عطا ہوا اور بقول ابن عباس بہترین فتح اور مدد بھی ان کو عطا ہوئی اور مختلف ممالک اور شہروں پہ اللہ نے انہیں اقتدار بھی عطا فرمایا اور سب سے بڑی "حسنہ" تو یہ کہ خلفائے ثلاثہ میں سے شیخین رضی اللہ عنہما کو بعد از وصال بھی روضۂ رسول میں حضور کی معیت حاصل ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نوٹ: مکہ یا مدینہ میں افضلیت کے بارے میں تو علماء کا اختلاف ہے لیکن "روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کی افضلیت میں سب متفق ہیں۔ کائنات تو کیا بلکہ عرش و کرسی و لوح و قلم سے بھی علی الاطلاق افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیخین کریمین کو بعد از وصال وہ جگہ عطا فرمائی جو سب اشیاء سے افضل و اعلیٰ ہے اور یہ معیت قیامت تک

اور قیامت کے بعد بھی قائم رہے گی۔

اہلِ ایمان و انصاف غور فرمائیں کہ انبیاء کرام کے علاوہ اس مقام و مرتبہ کا دوسرا اور کون ہو سکتا ہے؛ اس لیے امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ "افضل البشر بعد الانبیاء" صدیق اکبر ہیں۔ اور ان کے بعد فاروقِ اعظم پھر عثمان غنی اور اس کے بعد مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

## صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے کی

## دلیل دوم

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ○ (پ۲۶ الفتح)

ترجمہ: اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ اللہ اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے ندیاں بہتی ہوں گی اور جو روگردانی کریگا اسے دردناک عذاب میں معذب فرمائے گا۔ بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب کہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ اس سے آگاہ ہے۔ پھر اس نے تسکین ان پر نازل فرمائی اور ان کو ایک قریب کی فتح سے بدلہ عطا فرمائے گا۔ (ترجمہ مقبول)

# شیعہ مفسرین سے مذکورہ آیت کی تفسیر

منہج الصادقین | وہمہ اصحاب بیعت کردند برآنکہ مطلقاً راہ گریز نجویند تا آں کہ کشتہ شوند یا فتح نمایند۔ وحضرت فرمود یک کس بدوزخ نہ رود ازاں مومناں کہ زیر درخت ثمرہ بیعت کردند وایں بیعت را بیعت رضواں نام نہادند بجہت آنکہ حق سبحانہٗ درحق ایشاں فرمود (لقد رضی اللہ) بتحقیق کہ خدائے تعالیٰ خوشنود گشت (عن المؤمنین) از گرویدن اصحاب (اذ یبایعونك) وقتی کہ بیعت کردند باتو (تحت الشجرۃ) در زیر درخت (فعلم) پس خدائے میداند (مافی قلوبھم) آنچہ در دلہائے ایشاں است از خلوص عقیدت وصفائے نیت در زیر درخت دوفا وصداقت نسبت بتو

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۳۶۵، ۳۶۶)

ترجمہ: اس بات پر تمام صحابہ کرام نے بیعت کی کہ ہم یا تو شہید ہو جائیں گے یا فتح سے ہمکنار لیکن آپ سے کبھی کنارہ کش نہ ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا جنہوں نے اس درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی۔ اس بیعت کو "بیعت رضوان" کہتے ہیں۔ کیوں کہ ان بیعت کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اس طرح ذکر فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا جب کہ انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ بیعت کیکر کے درخت کے نیچے ہوئی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کی خلوص عقیدت اور صفائی نیت کو جو انہوں نے بوقتِ بیعت کی اور اللہ ان کی صداقت اور وفا کو بھی بخوبی جانتا ہے۔

"علامہ طبرسی" نے اس آیت کی تفسیر یوں بیان کی ہے۔

مجمع البیان | (لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) یَعْنِیْ بَیْعَةَ الْحُدَیْبِیَّةِ وَ تُسَمّٰی بَیْعَةَ الرِّضْوَانِ لِهٰذِهِ الْاٰیَةِ وَ رِضَاءُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَنْهُمْ هُوَ اِرَادَتُهٗ تَعْظِیْمَهُمْ وَ اِثَابَتَهُمْ وَ هٰذَا اِخْبَارٌ مِّنْهُ سُبْحَانَهٗ رَضِیَ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَایَعُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْحُدَیْبِیَّةِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ الْمَعْرُوْفَةِ وَ هِیَ شَجَرَةُ السَّمُرَةِ (فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ) مِنْ صِدْقِ النِّیَّةِ فِی الْقِتَالِ وَ الْكَرَاهَةِ لَهٗ لِاَنَّهٗ بَایَعَهُمْ عَلَی الْقِتَالِ عَنْ مَقَاتِلٍ وَ قِیْلَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْیَقِیْنِ وَ الصَّبْرِ وَ الْوَفَاءِ (فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ) وَ هِیَ اللُّطْفُ الْقَوِیُّ لِقُلُوْبِهِمْ وَ الطَّمَانِیْنَةُ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزء نہم ص ۱۱۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یقیناً ان مومنوں سے راضی ہو گیا جن کی تعداد متعدد روایاتِ مشہورہ کے مطابق ۱۵۲۵ تھی جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت حدیبیہ کی جسے "بیعت رضوان" کہتے ہیں کیوں کہ اللہ نے ان سے اپنی "رضا" کا وعدہ فرمایا اور اس کی رضا دراصل ان کی تعظیم کے ارادے اور ان کی ثابت قدمی کے ذریعہ ظاہر فرمائی تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خبر ہے کہ اللہ ان مومنوں سے راضی ہوا جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے بیعت کی اور وہ درخت کیکر کا درخت مشہور ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی صدق نیت کو جانتا ہے جو جہاد کے بارے میں ان کے سخت رویہ میں

تھی۔ کیوں کہ ان کی بیعت لڑائی کی خاطر تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ ان کے دلوں میں جو یقین، صبر اور وفا تھے۔ اللہ کو ان کا بخوبی علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینہ نازل فرمائی جو ان کے قلوب کی مضبوطی اور طمانیت کا ذریعہ بنی۔

اس تفسیر سے یہ امور ثابت ہوئے :

۱ : ۱۵۲۵ صحابہ کرام جنہوں نے حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ وہ تمام روئے زمین کے انسانوں سے افضل تھے۔

۲ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان حضرات میں سے کوئی بھی دوزخی نہیں بلکہ سب جنتی ہیں۔

۳ : اس بیعت کو "بیعتِ رضوان" اس لیے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کرنے والوں کو اپنی خوشنودی کا مژدۂ جانفزا سنایا۔

۴ : اللہ کی خوشنودی کی وجہ یہ تھی کہ اللہ ان کی صفائی نیت اور خلوصِ عقیدت، صبر، صداقت اور وفاداری کو بخوبی جانتا تھا۔

۵ : اس کی رضا کا اظہار اور اس سے مراد ان حضرات کی عظمت کو چار چاند لگانا ہے۔

## خلاصۂ کلام :

"بیعتِ رضوان" میں شریک تمام حضرات اس وقت دنیا کے افضل ترین انسان تھے اور ان میں سے کوئی بھی دوزخی نہ تھا اور ان کی نیت، عقیدت، صبر، یقین، وفا اور صداقت اللہ کو معلوم تھی۔ تو ان امور سے معلوم ہوا کہ یہ سب حضرات کامل الایمان اور جنتی ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کو شرم آنی چاہیے جو پھر بھی ڈھٹائی کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ تین چار صحابہ کے علاوہ کوئی بھی مومن نہ تھا اور جنت میں نہیں جائے گا۔

اگر وہ بقول شیعہ مرتد تھے (معاذ اللہ) تو کیا مرتد جنتی ہوتا ہے اور اللہ کی رضا اس کے شاملِ حال ہوتی ہے؟

خدا کہے میں راضی ہوا، نبی کہے وہ جنتی ہیں۔ تم کہو ان کا ایمان ہی سرے سے نہیں تو تمہاری بیہودہ اور لغو کلام کوئی مانے یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی خبر پر یقین کرے؟

لہٰذا تمہیں اور تمہارے متبعین کو اس مردود عقیدے سے توبہ کرنی چاہیے اور خلوص نیت سے صحابہ کرام سے عقیدت رکھنی چاہیے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

نوٹ: بیعتِ رضوان کا مختصر واقع یوں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ شریف میں قریش مکہ سے یہ گفتگو کرنے کے لیے بھیجا کہ ہمارا ارادہ لڑنے کا نہیں بلکہ حج اور عمرہ کی نیت سے آئے ہیں تو قریشِ مکہ نے حضرت عثمان کو قید کر لیا۔ ادھر خبر اڑی کہ حضرت عثمان شہید کر دیے گئے تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان کا بدلہ لیے بغیر میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ لوگوں کو بیعت کے لیے طلب فرمایا تو سب سے پہلے حضرت عثمان کے بدلہ لینے کے معاملہ میں بیعت کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔

تفسیر صافی میں یوں مذکور ہے:

**تفسیر صافی**

عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ کَتَبَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلٰی مُعَاوِیَۃَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ بَایَعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۵۸۲)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے کیکر کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر (عثمان کا بدلہ لینے کے بارے میں) بیعت کی۔

# صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر
# دلیل سوم

## آیت :

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۔

(انفال پ۱۰ ع ۶)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی اور جہاد کیے اور جنہوں نے جگہ دی اور نصرت کی ۔ برحق مومن وہی ہیں بخشش اور عزت کی روزی انہی کے لیے ہے ۔

(ترجمہ مقبول)

## شیعہ مفسرین سے مذکورہ آیت کی تفسیر

"تفسیر صافی" میں مذکور ہے :

تفسیر صافی | لِاَنَّهُمْ حَقَّقُوْا اِيْمَانَهُمْ بِالْهِجْرَةِ وَ النُّصْرَةِ وَالْاِنْسِلَاخِ مِنَ الْاَهْلِ وَ الْمَالِ وَ النَّفْسِ لِاَجْلِ الدِّيْنِ ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۶۷۹)

ترجمہ: اس لیے کہ انہوں نے ہجرت کر کے نصرت و امداد کے ذریعہ اور مال و گھر والوں سے جدائی کر کے اپنے ایمان کی حقانیت اور صداقت کو پختہ کر دکھایا کیوں کہ

ان کا یہ سب کچھ دین کی خاطر تھا۔

"علامہ طبرسی" اسی آیت کے ذیل میں یوں رقمطراز ہیں:

**مجمع البیان** ثُمَّ عَادَ سُبْحَانَهُ اِلٰی ذِکْرِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَمَدْحِهِمْ وَ الثَّنَاءِ عَلَیْهِمْ فَقَالَ (وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ) اَیْ صَدَّقُوْا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ وَ هَاجَرُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَوْطَانِهِمْ یَعْنِیْ مِنْ مَکَّةَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ وَجَاهَدُوْا مَعَ ذَالِكَ فِیْ اِعْلَاءِ دِیْنِ اللّٰهِ (وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَ نَصَرُوْا) اَیْ ضَمُّوْهُمْ اِلَیْهِمْ وَ نَصَرُوْا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ۔ (اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا) اَیْ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّقُوْا اِیْمَانَهُمْ بِالْهِجْرَةِ وَ النُّصْرَةِ بِخِلَافِ مَنْ اَقَامَ بِدَارِ الشِّرْکِ وَ قِیْلَ مَعْنَاهُ اِنَّ اللّٰهَ حَقَّقَ اِیْمَانَهُمْ بِالْبِشَارَةِ الَّتِیْ بَشَّرَهُمْ بِهَا وَ لَمْ یَکُنْ لِّمَنْ لَّمْ یُهَاجِرْ وَلَمْ یَنْصُرْ مِثْلَ هٰذَا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم جزر رابع ص ۵۶۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے پھر مہاجرین وانصار کی مدح وثنا شروع فرمائی اور کہا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یعنی (ایمان لانے کا معنی) انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور اپنے وطن مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے دین کی بلندی کی خاطر جہاد بھی کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ان مہاجرین مجاہدین کو اپنے ہاں جگہ دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔ یہ لوگ حقیقی مومن ہیں یعنی کچھ حضرات نے ہجرت کے ذریعے

اور دوسروں نے ان کی نصرت کے ذریعے اپنے ایمان کی حقانیت واضح کر دی۔ برخلاف ان کے جو "دارالشرک" میں ٹھہرے رہے (اور ہجرت وجہاد نہ کیا) اور اس کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بشارت کے ذریعہ جو انہیں دی گئی۔ ان کے ایمان کی تصدیق کر دی اور جن لوگوں نے ہجرت بھی نہ کی اور مہاجرین کی مدد بھی نہ کی ان کے لیے ایسی بشارت نہیں۔

"تفسیر مجمع البیان" میں ہی "لهم مغفرة ورزق کریم" کے تحت مذکور ہے

لَا یَشُوْبُهٗ مَا یَنْقُصُهٗ وَقِیْلَ الرِّزْقُ الْکَرِیْمُ هٰهُنَا طَعَامُ الْجَنَّةِ لِاَنَّهٗ لَا یَسْتَحِیْلُ فِیْ اَجْوَافِهِمْ نَجْوًا بَلْ یَصِیْرُ کَالْمِسْکِ رِیْحًا۔

ترجمہ: "رزق کریم" ایسا رزق ہے جس میں کمی کا شائبہ تک نہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "رزق کریم" سے یہاں جنتی کھانا مراد ہے۔ کیوں کہ جنتیوں کے پیٹ میں (جنتی کھانا کھانے کی وجہ سے) پاخانہ کا وجود ناممکن ہے بلکہ وہ کھانا پیٹ میں جاکر خوشبو ہی خوشبو ہو جائے گا۔

## مذکورہ آیت کے تحت شیعہ تفاسیر سے چند امور ثابت ہوئے

۱۔ مہاجرین نے اہل وعیال اور گھر بار چھوڑ کر اپنے ایمان کو سچا کر دکھایا اور انصار نے انہیں اپنے ہاں جگہ دے کر اور ہر قسم کے تعاون کے ذریعہ اپنے ایمان کو سچا کر دکھایا۔

۲: مہاجرین کا اپنے اہل وعیال اور گھر بار کا چھوڑنا صرف اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے تھا۔

۳: اللہ نے ان کے خلوص نیت کی بنا پر ان کے ایمان کی تصدیق فرمائی۔

۴ : یہ انعام ان مومنین کو نہ مل سکا جو ایمان تو لائے لیکن مکہ میں ہی رہے ۔

۵ : اللہ تعالیٰ مہاجرین و انصار دونوں کو ان کی خدمات و ایثار کی وجہ سے جنت میں رزق عطا کرے گا جو پیٹ میں گندگی کی بجائے خوشبو پیدا کرے گا ۔

## خلاصۂ کلام :

ان تمام امورِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مہاجرین و انصار نے جہاں اپنے رویہ سے اپنے ایمان کی تصدیق کر دی وہاں اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے خلوص نیت کو دیکھتے ہوئے انہیں مومنِ حقیقی کہا اور پھر انہیں جنت میں پہنچانے وہاں "رزق کریم" دینے کا مژدہ بھی سنایا تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یہ حضرات کامل الایمان تھے ۔ اور کل قیامت کو ان کا مسکن جنت ہو گا ۔ کیا کوئی مرتد بھی اللہ سے ایمان کی تصدیق کروا سکتا ہے ؟ اور کیا مرنے کے بعد وہ جنت میں جائے گا ؟ ہرگز نہیں ۔

لہٰذا یہ عقیدہ بالکل باطل ہے کہ تین چار کو چھوڑ کر باقی سب صحابہ (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے ۔ اس سے توبہ کریں اور خدا سے ڈریں ۔

## صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر

## دلیل چہارم

### آیت :

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۔

(پ ۲۶ ۔ ع ۱۲)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے ساتھی کفار کے لیے سخت اور باہمی بہت نرم ہیں تم انہیں رکوع سجود میں اللہ کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے پاؤ گے۔ ان کے ماتھوں پر آثار سجدہ نمایاں ہیں۔ یہ مثال ان کی توراۃ میں ہے اور انجیل میں ان کی مثال ایک کھیتی کی طرح ہے کہ اس نے اپنی کونپل نکالی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ اب کھیتی والے کو خوش کرتی ہے تاکہ ان سے کفار کو غیظ و غضب دلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

## شیعہ تفاسیر:

۱: مجمع البیان" میں اس آیت کے تحت اس کی تفسیر یوں مرقوم ہے:

مجمع البیان | (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) نَصَّ سُبْحَانَهٗ عَلٰى اِسْمِهٖ لِيُزِيْلَ كُلَّ شُبْهَةٍ تَمَّ الْكَلَامُ هُنَا۔ ثُمَّ اَثْنٰى عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ (وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ) قَالَ الْحَسَنُ بَلَغَ مِنْ
تَشَدُّدِهِمْ عَلَى الْكُفَّارِ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَتَحَرَّزُوْنَ
مِنْ ثِيَابِ الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى لَا تَلْتَزِقَ بِثِيَابِهِمْ وَ
عَنْ اَبْدَانِهِمْ حَتّٰى لَا تَمَسَّ اَبْدَانَهُمْ وَ بَلَغَ
تَرَاحُمُهُمْ فِيْمَا بَيْنَهُمْ اَنْ كَانَ لَا يَرٰى مُؤْمِنٌ
مُؤْمِنًا اِلَّا صَافَحَهٗ وَ عَانَقَهٗ وَ مِثْلُهٗ قَوْلُهٗ اَذِلَّةٍ
عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ (تَرَاهُمْ رُكَّعًا
سُجَّدًا) هٰذَا اِخْبَارٌ عَنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهِمْ وَمُدَاوَمَتِهِمْ
عَلَيْهَا (يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا) اَىْ يَلْتَمِسُوْنَ
بِذٰلِكَ زِيَادَةَ نِعَمِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ يَطْلُبُوْنَ مَرْضَاتِهٖ
(سِيْمَاهُمْ فِىْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ) اَىْ
عَلَامَاتِهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنْ تَكُوْنَ مَوَاضِعُ
سُجُوْدِهِمْ اَشَدَّ بَيَاضًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَطِيَّةٍ
قَالَ شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ يَكُوْنُ مَوَاضِعُ سُجُوْدِهِمْ
كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَقِيْلَ هُوَ التُّرَابُ عَلَى
الْجِبَاهِ لِاَنَّهُمْ يَسْجُدُوْنَ عَلَى التُّرَابِ لَا عَلَى الْاَثْوَابِ
عَنْ عِكْرِمَةَ وَسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَ اَبِى الْعَالِيَةِ
وَقِيْلَ هُوَ الصُّفْرَةُ وَ النُّحُوْلُ عَنِ الضَّحَّاكِ
قَالَ الْحَسَنُ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ مَرْضٰى
وَمَا هُمْ بِمَرْضٰى ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جز ۹ ص ۱۲۷ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نصاً ذکر فرمایا تاکہ ہر قسم کے شبہ کا ازالہ کر دیا جائے۔ یہ مکمل جملہ ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومنین کی تعریف کی اور فرمایا جو رسول اللہ کے ساتھی ہیں وہ کفار کے لیے سخت اور آپس میں نرم دل ہیں "حسن" کہتے ہیں کہ ان کا کفار کے لیے سخت ہونا اس قدر تھا کہ ان مشرکین کے کپڑوں کی طرح کپڑے بھی نہ پہنتے تھے اور ان کے بدن سے اتنی نفرت تھی کہ بدن کے ساتھ بدن لگنا گوارا نہ تھا۔ لیکن آپس میں ان کی شفقت اس قدر تھی کہ اگر ایک مومن دوسرے کو دیکھ لیتا تو اس سے مصافحہ اور معانقہ کیے بغیر نہ رہتا۔ یہی مضمون اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ان الفاظ میں ذکر فرمایا: "اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ" (تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا) ان کو رکوع وسجود میں دیکھنا دراصل ان کی کثرتِ نماز اور پابندیٔ نماز کا ذکر ہے (يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا) یعنی نماز کی پابندی کے سبب اللہ تعالیٰ سے زیادہ نعمتوں کے سائل تھے اور اس کی خوشنودی کے متلاشی تھے (سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ) یعنی قیامت کو ان مومنین کی علامت یہ ہو گی کہ ان کے مقامِ سجود (ہاتھ، پاؤں، چہرہ) روشن اور سپید ہوں گے۔

حضرت ابن عباس اور عطیہ سے شہر بن حوشب نے کہا کہ ان کے مقام سجود چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے اور کہا گیا ہے اس علامت سے مراد ان کی پیشانی پر لگی مٹی ہے کیوں کہ وہ مٹی پر سجدہ کرتے تھے۔ کپڑے وغیرہ بچھا کر نہیں۔ عکرمہ، سعید بن جبیر اور ابوالعالیہ سے ہے اور کہا گیا ہے کہ اس علامت سے مراد ان کے چہروں کی زردی ہے۔ حسن کہتے ہیں جب تو انہیں دیکھے گا تو تجھے بیمار لگیں گے۔ حالاں کہ وہ بیمار نہیں (بلکہ کثرتِ نماز اور خوفِ خدا سے ان کے چہرے زرد پڑ چکے ہیں)۔

۲ ؛ "منہج الصادقین" میں "ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ إِلَىٰ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ" کے تحت تفسیر کرتے ہوئے، علامہ کاشانی نے یوں لکھا ہے:

منہج الصادقین | وبرہر آئینہ ایں مثل یا از برائے بیان حال حضرت رسالت است یا اصحاب یعنی ہمچنانکہ دانہ مزرع در بدایت حال شاخہائے ضعیف ونحیف از او پیدا میشود وبتدریج تربیت می یابد۔ تاکہ قوی وجسیم میشود۔ وسبب تعجب مزارعاں میگردد حضرت رسالت واصحاب نیز در بدایت حال در نہایت نحافت وضعف بودند وبعد از آں بر سبیل تدریج قوت میگرفتند تاکہ قوت تمام گرفتہ بر جمیع عالمیان فائق آمدند وسبب تعجب مردمان شدند وبا ینکہ ایں مثل از برائے بیانِ حال حضرت رسالت شد۔ در بدار اسلام بے یار ومعاون بود وبعد از آں بسبب اہل بیت واصحاب قوت پیدا کرد۔ پس زرع آنحضرت باشد وشطائہ اصحاب او کہ دست اورا قوی گردانیدند۔ یعنی ہمچناں کہ زرع در اوّل حال دقیق است وبتدریج غلیظ وقوی میشود۔ وشاخہا براو ملاحق میگردد وبجنبیتی مے شود کہ مزارعان از قوت وکثرت آں متعجب میگردند۔ پیغمبر نیز در اوّل حال کہ برامر رسالت برخواست۔ بسبب عدم معاون وناصر در کمال ضعف بود۔ بعد از آں خدائے تعالیٰ اورا نیرومند گردانید باہل ایمان بروجہی کہ مردمان از قوت وشوکت وبسطت او تعجب کردند۔ یا آنکہ مثل آنحضرت بودہ باشد کہ در بدار اسلام در نہایت ضعف وقلت بودند، بعد از آں بسیار شدند۔ و کار ایشاں بمرتبہ ترقی نمود کہ عالمیان از کثرت ایشاں تعجب نمودند۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ہشتم صفحہ ۳۸۹)

ترجمہ: بہر حال یہ مثال یا تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بیان کرنے کے لیے

یا آپ کے صحابہ کی حالت بیان کرنے کے لیے دی گئی یعنی جس طرح زمین میں دانہ پھوٹنے کے بعد ابتداءً اس کی شاخیں اور پتے کمزور ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ ان میں قوت وجسامت آتی ہے جسے دیکھ کر انسان تعجب کرتا ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ شروع شروع میں نہایت کمزور و ناتواں تھے پھر اس کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں قوت ملتی رہی یہاں تک کہ تمام دنیا پر غالب آ گئے اور لوگوں نے یہ دیکھ کر تعجب کیا۔ اس وجہ سے کہ یہ مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ہو کہ ابتدائے اسلام میں آپ بے یار و مددگار تھے پھر اہلِ بیت اور صحابہ کرام کے ذریعہ آپ کو مضبوطی ملی تو اس تفسیر کے مطابق "کھیتی خود حضور ہوئے اور اس کے "پتے شاخیں" آپ کے صحابہ ہوئے جنہوں نے آپ کو قوت پہنچائی یعنی جس طرح کہ پودا شروع میں دبلا پتلا اور کمزور ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ وہ مضبوط اور موٹا ہوتا ہے اور اس کی شاخیں ایک دوسرے کے ساتھ معاون اور مددگار بنتی ہیں اور پھر ان کی قوت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ کسان ان کی قوت اور کثرت سے تعجب میں پڑ جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی حال تھا۔ آپ جب "امرِ رسالت" کے لیے اُٹھے تو معاون و مددگار کوئی نہ تھا اور اس وجہ سے کمزوری تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ذریعہ آپ کو قوت بہم پہنچائی جسے دیکھ کر لوگ ششدر رہ گئے یا یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد خود صحابہ کرام کی ابتدائی کیفیت ہو جب وہ بوجہ قلتِ تعداد کے کمزور تھے۔ پھر مومنین بکثرت ہونے پر اللہ نے انہیں شوکت و دبدبہ عطا فرمایا جسے دیکھ کر دنیا دنگ رہ گئی۔

۳ "یعجب الزراع" کے تحت علامہ طبرسی نے یوں تحریر کیا ہے:

**مجمع البیان** | هٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِمُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِهٖ فَالزَّرْعُ

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالشَّطَاءُ اَصْحَابُهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ حَوْلَهُ وَكَانُوْا فِيْ ضُعْفٍ وَّقِلَّةٍ كَمَا يَكُوْنُ اَوَّلُ الزَّرْعِ رَقِيْقًا ثُمَّ غَلَظَ وَقَوِيَ وَتَلَاحَقَ فَكَذَالِكَ الْمُؤْمِنُوْنَ قَوّٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰى اسْتَغْلَظُوْا وَ اسْتَوَوْا اَمْرَهُمْ (لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ) اَيْ اِنَّمَا كَثَّرَهُمُ اللهُ وَقَوَّاهُمْ لِيَكُوْنُوْا غَيْظًا لِلْكَافِرِيْنَ بِتَوَافُرِهِمْ وَتَظَاهُرِهِمْ وَاِتِّفَاقِهِمْ عَلَى الطَّاعَةِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَهُ (وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ) اَيْ وَعَدَ مَنْ اَقَامَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَالطَّاعَةِ (مِنْهُمْ مَغْفِرَةً) اَيْ سَتْرًا عَلٰى ذُنُوْبِهِمُ الْمَاضِيَةِ (وَاَجْرًا عَظِيْمًا) اَيْ ثَوَابًا جَزِيْلًا دَائِمًا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جز ۹ ص ۱۲۸)

ترجمہ: یہ مثال اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی دی ہے تو کھیتی خود حضور ہوئے اور اس سے پھوٹنے والی ٹہنیاں اور پتے صحابہ کرام و دیگر مومنین ہوئے تو شروع کھیتی کی طرح ابتدائی یہ بھی کمزور تھے۔ پھر جس طرح پودا ذرا بڑھتا ہے موٹا اور طاقت ور ہوتا ہے۔ اسی طرح مومنین بھی بعض دوسرے مومنین کے ملنے سے مضبوط ہو گئے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زیادتی اور قوت اس لیے عطا فرمائی تاکہ وہ کفار کے لیے اپنی کثرت اور غلبہ کی بنا پر غیظ و غضب کا سبب بنیں اور انہیں اللہ کی اطاعت میں متفق دیکھ کر کافر جل بھن جائیں۔ ان مومنین کے لیے ان کے زمانہ ماضی کے گناہوں کی اللہ نے پردہ پوشی فرمادی۔ اور بہت بڑا اور دائمی ثواب عطا فرمایا

## مذکورہ آیت اور اس کی شیعہ تفسیروں سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوگئے

۱ : صحابہ کرام کفار کے ساتھ اتنے سخت تھے کہ ان کے کپڑوں اور اجسام سے اپنے کپڑے اور جسم تک نہیں لگنے دیتے تھے۔

۲ : نماز کی کثرت اور پابندئ اوقاتِ نماز کے ساتھ اللہ کی خوشنودی کے طالب تھے

۳ : کل قیامت کو ان کے اعضائے وضو چودھویں کے چاند جیسے منور ہوں گے۔

۴ : " الزرع " سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور آپ کے صحابہ بھی ہو سکتے ہیں ۔

۵ : صحابہ کرام کی کثرت اللہ نے اس وجہ سے کی تاکہ وہ اس کثرت، قوت اور اطاعت کی وجہ سے کفار و مخالفینِ اسلام کیلئے سببِ غیظ و غضب بنیں اور وہ انہیں روز افزوں دیکھ کر حسد کی آگ میں جل کر مر جائیں۔

۶ : اللہ تعالیٰ نے کثرتِ سجود کے ذریعہ اپنے فضل کے متلاشی لوگوں کے پچھلے گناہ معاف کر کے آئندہ اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا۔

## خلاصہ کلام :

صحابہ کرام اور اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین آپس میں اس قدر شیر و شکر تھے کہ جب تک بر وقتِ ملاقات مصافحہ اور معانقہ نہ کر لیتے خوش نہ ہوتے۔ اس لیے ان کے باہمی بغض و عداوت کے قصہ جات اور واقعات سب شیعہ لوگوں کے من گھڑت ہیں اور وہ بھی متاخرینِ شیعہ نے گھڑے ہیں۔ متقدمین شیعہ مفسرین کے اقوال آپ نے ابھی پڑھے ہیں۔ وہ اس کے منکر ہیں۔

خلاصہ کلام :

صحابہ کرام اللہ کے اس درجہ مقبول و منظور تھے کہ ان کے حسنِ سیرت کو ازلی علم

کی بنا پر جانتے ہوئے اس نے تورات و انجیل میں ان کی مدح و ثنا فرمائی اور آخر کار ان کی مغفرت اور دخولِ جنت کا مژدہ بھی سنایا۔ لہٰذا ایسے نفوسِ قدسیہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد مرتد ہو جانا قطعاً خلافِ عقل و نقل ہے اور اس قسم کی روایات بھی شیعہ لوگوں کی من گھڑت واہیات ہیں۔ خدا عقل و سمجھ عطا فرمائے۔

## صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر

## دلیل پنجم

**آیت:**

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ۔

(پارہ ۲۸، رکوع ۷)

ترجمہ: اے ایمان لانے والو! تم میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان سے محبت سے پیش آتے ہو حالاں کہ جو حق تمہارے پاس آچکا ہے وہ اس کے قطعی منکر ہو چکے ہیں۔ وہ رسول کو اور تم کو اسی بنا پر تو نکال لیتے ہیں کہ تم اللہ اپنے پروردگار پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (اپنے گھروں سے)

نکلے ہو (تو ایسا نہ کرو کہ) تم ان کو چپکے چپکے دوستی کے پیغام دیتے ہو حالانکہ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جس کا تم اظہار کرتے ہو میں اس سے خوب واقف ہوں اور جو تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے قطعی بھٹکا ہوا ہے۔

(ترجمہ مقبول)

## مذکورہ آیت کے تحت شیعہ تفاسیر:

۱۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں شیعہ مفسرین میں سے "علامہ طبرسی" نے یوں لکھا ہے:

مجمع البیان: نُزِلَتْ فِیْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَۃَ وَ ذَالِکَ اَنَّ سَارَۃَ مَوْلَاۃَ عَمْرِو بْنِ صَیْفِی بْنِ ھَشَّامٍ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ مَکَّۃَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ بَعْدَ بَدْرٍ بِسَنَتَیْنِ فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمُسْلِمَۃٌ جِئْتِ قَالَتْ لَا قَالَ اَمُھَاجِرَۃٌ جِئْتِ قَالَتْ لَا قَالَ فَمَا جَاءَ بِکِ قَالَتْ کُنْتُمُ الْاَصْلَ وَ الْعَشِیْرَۃَ وَ الْمَوَالِیَ وَ قَدْ ذَھَبَ مَوَالِیَّ وَ احْتَجْتُ حَاجَۃً شَدِیْدَۃً فَقَدِمْتُ عَلَیْکُمْ لِتُعْطُوْنِیْ وَ تَکْسُوْنِیْ وَ تَحْمِلُوْنِیْ قَالَ فَاَیْنَ اَنْتِ مِنْ شُبَّانِ مَکَّۃَ وَ کَانَتْ مُغَنِّیَۃً نَائِحَۃً قَالَتْ مَا طَلَبَ مِنِّیْ بَعْدَ وَقْعَۃِ بَدْرٍ فَحَثَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْھَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَکَسَوْھَا وَحَمَلُوْھَا وَاَعْطَوْھَا نَفَقَۃً وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَجَھَّزُ لِفَتْحِ مَکَّۃَ فَاَتَاھَا حَاطِبُ بْنُ اَبِیْ بَلْتَعَۃَ وَ کَتَبَ

مَعَهَا كِتَابًا اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ وَاَعْطَاهَا عَشَرَةَ دَنَانِيْرَ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَشَرَةَ دَرَاهِمَ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ
وَكَسَاهَا بُرْدًا عَلٰى اَنْ تُوْصِلَ الْكِتَابَ اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ
وَكَتَبَ فِى الْكِتَابِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِىْ بَلْتَعَةَ اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ يُرِيْدُكُمْ فَخُذُوْا حِذْرَكُمْ فَخَرَجَتْ
سَارَةُ وَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِمَا فَعَلَ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَّعَمَّارًا وَعُمَرَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ
وَمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ وَاَبَا مَرْثَدٍ وَكَانُوْا كُلُّهُمْ
فُرْسَانًا وَقَالَ لَهُمُ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ
فَاِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً مَعَهَا كِتَابٌ مِّنْ حَاطِبٍ اِلَى
الْمُشْرِكِيْنَ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَخَرَجُوْا حَتّٰى اَدْرَكُوْهَا فِىْ
ذٰلِكَ الْمَكَانِ الَّذِىْ ذَكَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالُوْا لَهَا اَيْنَ الْكِتَابُ فَحَلَفَتْ بِاللّٰهِ مَا
مَعَهَا مِنْ كِتَابٍ فَنَحُّوْهَا وَفَتَّشُوْا مَتَاعَهَا فَلَمْ
يَجِدُوْا مَعَهَا كِتَابًا فَهَمُّوْا بِالرُّجُوْعِ فَقَالَ عَلِىٌّ رع
وَاللّٰهِ مَا كَذَبْنَا وَسَلَّ سَيْفَهٗ وَقَالَ لَهَا اَخْرِجِى
الْكِتَابَ وَاِلَّا وَاللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ عُنُقَكِ فَلَمَّا رَاَتِ
الْجِدَّ اَخْرَجَتْهُ مِنْ ذَوَائِبِهَا قَدْ اَخْبَاَتْهُ فِىْ شَعْرِهَا
فَرَجَعُوْا بِالْكِتَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاَرْسَلَ اِلٰى حَاطِبٍ فَاَتَاهُ فَقَالَ لَهٗ هَلْ تَعْرِفُ الْكِتَابَ

قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا کَفَرْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَ لَا غَشَشْتُکَ مُنْذُ نُصَحْتُکَ وَ لَا اَحْبَبْتُھُمْ مُنْذُ فَارَقْتُھُمْ وَ لٰکِنْ لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ اِلَّا وَلَہٗ بِمَکَّۃَ مَنْ یَمْنَعُ عَشِیْرَتَہٗ وَ کُنْتُ عَرِیْنًا فِیْھِمْ اَیْ غَرِیْبًا وَ کَانَ اَھْلِیْ بَیْنَ ظَھْرَانِیْھِمْ فَخَشِیْتُ عَلٰی اَھْلِیْ فَاَرَدْتُ اَنْ اَتَّخِذَ عِنْدَھُمْ یَدًا وَ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ اللّٰہَ یَنْزِلُ بِھِمْ بَاْسَہٗ وَ اَنَّ کِتَابِیْ لَا یُغْنِیْ عَنْھُمْ شَیْئًا فَصَدَّقَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ عَذَرَہٗ فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَ قَالَ دَعْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَضْرِبُ عُنُقَ ھٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ مَا یُدْرِیْکَ یَا عُمَرُ لَعَلَّ اللّٰہَ اِطَّلَعَ عَلٰی اَھْلِ بَدْرٍ فَغَفَرَ لَھُمْ فَقَالَ لَھُمْ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزء نہم ص ۲۶۹، ۲۷۰ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: آیت مذکورہ "حاطب بن ابی بلتعہ" کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ سارہ نامی لونڈی جو عمرو بن صیفی بن ہشام کی تھی۔ غزوہ بدر کے دو سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اسے حضور نے پوچھا تو مسلمان ہو کر آئی ہے؟ کہنے لگی نہیں۔ پھر پوچھا، ہجرت کر کے آگئی ہے اس نے پھر انکار کیا۔ آپ نے پوچھا تو پھر یہاں آنے کی کیا وجہ ہے؟ کہنے لگی کہ آپ لوگ ہی میرے موالی اور رشتہ دار تھے۔ میرے موالی چلے آئے

مجھے ان کے بعد سخت ضروریات پیش آئیں تو میں ان ضروریات کی وجہ سے تمہارے پاس حاضر ہوئی ہوں تاکہ مجھے تم کھانے پینے، رہائش اور سواری کی شکل میں کچھ دو۔ آپ نے پوچھا مکہ کے وہ نوجوان کہاں ہیں جنہیں تو نغمہ اور گانے سے مسحور کرتی تھی کیوں کہ یہ گانے والی اور نوحہ کرنے والی مشہور عورت تھی۔ کہنے لگی غزوہ بدر کے بعد میرا بازار سرد پڑ گیا۔ کسی نے اس قسم کی کبھی سفارش نہیں کی تو یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد المطلب کو جوش دلایا انہوں نے اس مغنیہ کو کھانے پینے، لباس اور سواری عطا کی۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے تیاری فرما رہے تھے تو حاطب بن ابی بلتعہ اس عورت کے پاس آیا اور اسے اہلِ مکہ کے لیے ایک رقعہ دیا۔ ابن عباس کی روایت کے مطابق دس دینار اور مقاتل بن حیان کی روایت کے مطابق دس درہم بھی دیے اور ایک چادر بھی عنایت کی اور یہ سب چیزیں اس شرط پر کہ تجھے یہ رقعہ اہلِ مکہ کو پہنچانا ہے اس رقعہ میں لکھا تھا کہ یہ رقعہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ والوں کی طرف ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر چڑھائی کا ارادہ فرما رہے ہیں تو اپنا بچاؤ کر لو تو یہی سارہ نامی عورت وہ رقعہ لے کر مکہ کی طرف چل پڑی۔ اس اثناء میں جبرئیل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ کو حاطب بن ابی بلتعہ کی ساری کارروائی بتا دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، عمار، عمر، زبیر، طلحہ، مقداد بن اسود اور ابو مرثد کو اس کی گرفتاری کے لیے ارسال فرمایا۔ یہ سب گھڑ سوار تھے اور فرمایا کہ جب تم خاخ نامی باغ میں پہنچو تو تمہیں ایک مسافرہ نظر آئے گی اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا مشرکینِ مکہ کے نام ایک رقعہ ہے وہ اس سے لے لینا تو یہ سب چل پڑے حتیٰ کہ بعینہٖ اسی مقام پر جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا تھا اس عورت کو پا لیا۔ پوچھا رقعہ کہاں ہے کہنے لگی۔ بخدا میرے

پاس رقعہ وغیرہ شکل کی کوئی چیز نہیں۔ اسے ایک طرف لے جاکر خوب تفتیش کی لیکن کچھ بھی نہ برآمد ہوا تو انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کذب بیانی کی۔ اور نہ ہی ہم جھوٹے ہیں۔ یہ کہہ کر تلوار تانی اور گرجدار آواز میں کہا نکال رقعہ کہاں ہے ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سختی دیکھ کر اس نے اپنی مینڈھیوں سے بالوں میں چھپایا ہوا رقعہ نکالا۔ وہ رقعہ لے کر جب یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو بلایا۔ یہ آئے اور پوچھا۔ کیا اس رقعہ کو جانتے ہو؟ کہنے لگے۔ جی۔ تو آپ نے پوچھا تمہیں ایسا کرنے پر کس بات نے مجبور کیا تھا۔ حاطب کہنے لگے یارسول اللہ! جب سے اسلام قبول کیا کبھی کفر نہیں کیا اور آپ کی نصیحت کو شی کے بعد میں نے ہرگز کبھی منافقت نہیں کی۔ اور جب سے اہل مکہ کو چھوڑا کبھی انہیں پسند نہیں کیا۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ مہاجرین میں سے ہر ایک کا وہاں مکہ میں کوئی نہ کوئی سہارا ہے جو ان کے اہل وعیال کا دیکھ بھال کرنے والا ہو لیکن میں ان تمام میں سے زیادہ غریب ہوں اور مکہ میں میرا کوئی قریبی رشتہ دار اور قبیلہ نہیں جو میرے اہل وعیال کی دیکھ بھال کرے تو میں نے اپنے اہل وعیال کے خوف کے پیش نظر حفظ ماتقدم کے تحت یہ قدم اٹھایا اور مجھے اس بات کا بھی بخوبی علم ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عذاب میں ضرور گرفتار کرے گا اور میرا رقعہ ان کے کسی کام نہ آسکے گا۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سچا جانا اور معذور سمجھ کر چھوڑ دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی حضور! مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر! تمہیں اس کے منافق ہونے کا کس نے ذکر کیا۔ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ

نے اہلِ بدر کو معاف فرما دیا ہے اور ان کے بارے میں فرمایا اے اہلِ بدر جاؤ جو تمہاری مرضی عمل کرو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے ( اور تم یقیناً جنتی ہو )

۲ : "صاحب منہج الصادقین" نے اس آیت کے ضمن میں یوں لکھا ہے :

منہج الصادقین | آوردہ اند کہ در سال ہشتم از ہجرت کہ بعد از دو سال بود۔ از مراجعت بدر حضرت رسالت (ص) بطریقِ اخفا عزیمت مکہ داشت۔ سارہ کنیز ابی عمرو بن سیفی بن ہشام کہ در مکہ مغنیہ و ناحیہ بود از مکہ بمدینہ آمد رسول از او استفسار کرد کہ بجہت اسلام آوردن باینجا آمدہ۔ گفت نہ۔ فرمود کہ بجہت مہاجرت گفت نہ بلکہ آمدہ ام تا مرا طعام ولباس دہید و باز مکہ رجوع کنم۔ رسول فرمود کہ چرا از اہلِ مکہ طعام ولباس نہ طلبیدی۔ گفت بعد از واقعہ بدر بنوحہ و غنائی من کسی میل نہ کرد۔ و صلہ بمن نہ داد۔ و رسول فرزندانِ عبد المطلب را گفت کہ ویرا چیزے بدہید۔ ایشاں ویرا جامہ و دینار ودادو راحلہ دادند۔ پس بنزدیک حاطب بن ابی بلتعہ آمد واز او چیزے طلبید، وی نامہ نوشت باہلِ مکہ بایں عبارت کہ "مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِی بَلْتَعَۃَ اِعْلَمُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ یُرِیْدُکُمْ فَخُذُوْا حِذْرَکُمْ" ایں نامہ ایست از حاطب بن ابی بلتعہ بسوئے اہلِ مکہ بدانید کہ رسولِ خدا قصد شما را دارد۔ پس اسلحہ برخود راست کنید۔ و آمادہ قتال باشید، نامہ بوی داد۔ دہ دینار و بروایتی دہ درہم باو عطا کرد و بُردے در او پوشانید و گفت ایں نامہ را باہلِ مکہ رساں۔ سارہ نامہ را بستد و بمیان موئے خود پنہاں کرد و روئے بمکہ نہاد۔ جبرئیل (ع) رسول را ازیں قصہ خبردار کرد۔ آں حضرت امیر المومنین و طلحہ و زبیر و عمار و مقداد و عمر را امر کرد کہ براہِ مکہ متوجہ شوید کہ روضہ خاخ زنی را یابید کہ نامہ داشتہ باشد کہ باہلِ مکہ رساند و آں متضمن اعلام اہلِ مکہ باشد از قصد ما بایں جانب آں را بستانید و

بیاورید۔ حسب الامر عمل نمودہ سوار شدند۔ وبآں موضع رفتند۔ وآں زن راآنجا یافتند واز او طلب نامہ کردند۔ زن بگریہ درآمد وانکار ایں معنی کرد۔ اورا و متاعش راجستند۔ نیافتند۔ پس قصد رجوع کردند۔ امیر المومنینؑ فرمود کہ بخدا سوگند کہ پیغمبر ہرگز دروغ نگفتہ۔ وآنچہ فرمودہ۔ اخبار جبرئیل بود۔ پس شمشیر از غلاف بکشید۔ ونزدوی رفت وگفت مراشناسی۔ بخدا کہ اگر نامہ ندھی۔ گردنت بزنم۔ زن بترسید گفت زنہار یابن ابی طالب روئی بگرداں نامہ راتو دہم پس موئی سر خود بکشاد۔ ونامہ را از آنجا بیروں آورد۔ وبامیر داد۔ آنحضرت نامہ را بنزد حضرت رسول آورد۔ ومروی است کہ درروز فتح مکہ پیغمبر ہمہ کیانرا امان داد مگر چہار کس کہ یکے از آنہا سارہ بود۔ القصہ حضرت رسول برسر منبر رفت وخطبہ بخواند وگفت یکے از شما نامہ باہل مکہ نوشتہ تا ایشاں را از قصد ما آگاہ کند۔ اگر برخیزد وبآں اعتراف کند۔ فہوالمراد۔ والا اورا رسوا گردانم۔ در نوبت اعادہ فرمود۔ کسی جواب نداد۔ نوبت سیم حاطب برخواست وگفت یارسول اللہ! منم صاحب نامہ وخدائے دانا است کہ بعد از اسلام نفاق نورزیدم از دین اسلام برنگشتم۔ واز آں زمان کہ اسلام آوردہ ام۔ مودت ودوستی باایشاں نکردم لیکن منشار نامہ فرستادن اینبود کہ ہر کدام از مہاجرین درمکہ قبیلہ وعشیرہ دارھام دارند ومرادرآنجا قبیلہ وعشیرہ نیست۔ تاحمایت اہل ومال وولدمن کنند بلکہ آنجا غریب افتادم۔ خواستم کہ مراحقی براہل مکہ ثابت گردد تارعایت مردم من کنند۔ وخاطر جوئی اہل من نمایند۔ وگرنہ من از سر یقین میدانم کہ باس وغضب خدائی برایشاں نازل خواہد شد وایں نامہ فائدہ بایشاں نخواہد داد پیغمبر تصدیق او نمودہ عذرا اورا قبول فرمود عمر خطاب از جائے خود برخواست۔ گفت یارسول اللہ اجازت فرمائی تاگردن ایں منافق بزنم رسول

فرمود کرو ی از اہلِ بدراست و خدائے تعالیٰ بدریاں را وعدہ مغفرت دادہ۔ و ایشاں را بخطاب مستطاب اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔ (تفسیر منہج الصادقین جلد نہم ص ۲۴۲-۲۴۳ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: روایت کرتے ہیں کہ ہجرت کے آٹھ سال بعد اور غزوۂ بدر کے دو سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ طریقہ سے مکہ فتح کرنے کی تیاری شروع فرمائی ابوعمرو بن سیفی بن ہشام کی سارۃ نامی لونڈی جو مکہ میں مغنیہ اور نائحہ تھی۔ مکہ سے مدینہ آئی۔ حضور نے اس سے پوچھا کیا اسلام قبول کرنے یہاں آئی ہو، کہنے لگی نہیں۔ پھر پوچھا۔ کیا ہجرت کر آئی ہو؟ کہنے لگی نہیں۔ فرمایا۔ پھر کس وجہ سے آنا ہوا؟ کہنے لگی اس لیے آئی ہوں تاکہ کچھ کھانا اور لباس عنایت ہو جائے اور میں واپس مکہ چلی جاؤں گی۔ حضور نے فرمایا مکہ والوں سے تو کھانے پینے اور لباس کا سوال کیوں نہیں کرتی؟ کہنے لگی۔ غزوۂ بدر کے بعد میرے گانے اور نوحہ کی طرف کوئی دھیان ہی نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی بخشیش مجھے ملتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالمطلب کے فرزندوں کو فرمایا کہ اسے کچھ دے دو۔ انہوں نے کھانے پینے، کپڑے اور نقدی و سواری دی۔ یہ عورت حاطب بن ابی بلتعہ کے پاس مانگنے کے لیے آئی۔ انہوں نے ایک رقعہ اہلِ مکہ کی طرف لکھ کر اسے دیا جس کا مضمون یہ تھا۔ "یہ رقعہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ والوں کو لکھا جا رہا ہے۔ سُن لو! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ساتھ لڑنے کی تیاری میں مصروف ہیں۔ لہٰذا اپنے اسلحہ درست کر لو اور لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ" رقعہ اس عورت کو دیا اور کہا کہ اسے اہلِ مکہ تک پہنچا دینا۔ سارہ لونڈی نے وہ رقعہ بند کر کے اپنے بالوں کے اندر چھپا لیا اور مکہ کی طرف چل پڑی۔ جبرئیل علیہ السلام نے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قصہ کی پوری خبر دی۔ آپ نے حضرت علی، طلحہ، زبیر، عمار، مقداد اور عمر رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ مکہ کی طرف جاؤ اور تمہیں "خاخ" نامی باغ میں ایک عورت ملے گی جس کے پاس اہلِ مکہ کے لیے ایک رقعہ ہوگا اور اس رقعہ میں اہلِ مکہ کو ہماری خفیہ تیاری کے بارے میں کچھ لکھا گیا ہے وہ رقعہ اس سے لے کر آنا۔ حسبِ ارشاد گھوڑوں پہ سوار ہو کر یہ حضرات چلے اور اسی مقام میں اس عورت کو پا لیا۔ جب اس سے رقعہ مانگا اس نے رونا شروع کر دیا اور صاف انکار کر دیا۔ اس کی جامہ تلاشی اور سامان کی تلاشی لی گئی لیکن رقعہ دستیاب نہ ہوا۔ لہٰذا سب نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ نہیں کہا۔ حضرت جبرئیل نے یہ سب باتیں انہیں بتائی ہیں۔ تلوار نیام سے نکالی اور اس عورت کے پاس جا کر کہا مجھے جانتی ہو۔ اللہ کی قسم! اگر رقعہ نہ دو گی تو قتل کر دوں گا وہ ڈری اور کہنے لگی چہرہ دوسری طرف کرو۔ میں رقعہ دیتی ہوں۔ اس نے اپنے سر کے بالوں کو کھولا اور ان میں سے رقعہ نکال کر حضرت علی کو دے دیا اور حضرت علی نے آ کر وہ رقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دن چار آدمیوں کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب اہلِ مکہ کو پناہ دی تھی۔ ان چار میں سے ایک یہ لونڈی بھی تھی جس کا نام سارہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پہ جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ پڑھا۔ پھر فرمایا تم میں سے کون ہے۔ جس نے اہلِ مکہ کو رقعہ لکھ کر ہماری خفیہ تیاری سے آگاہ کیا۔ اگر وہ اٹھ کر اعتراف کر لے تو بہتر ورنہ میں اسے آج سب کے سامنے ذلیل و رسوا کروں گا۔ کوئی نہ بولا۔ دوسری مرتبہ پھر یہی فرمایا۔ پھر بھی

کوئی نہ کھڑا ہوا۔ تیسری مرتبہ حاطب بن ابی بلتعہ کھڑے ہوئے اور عرض کی حضور! یہ سب کچھ میں نے کیا ہے اور اللہ آگاہ ہے کہ میں نے اسلام کے بعد نفاق نہیں اختیار کیا۔ دینِ اسلام سے پھرا بھی نہیں ہوں۔ اسلام لانے سے لے کر آج تک اہلِ مکہ سے کبھی دوستی اور محبت نہیں رکھی لیکن اس رقعہ لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین میں سے مکہ کے اندر ہر ایک کا قبیلہ اور رشتہ دار موجود ہیں لیکن میرا کوئی قبیلہ اور رشتہ دار نہیں جو کہ میرے اہل وعیال اور مال کی حفاظت کرے بلکہ میں وہاں غریب آدمی تھا تو میں نے چاہا کہ اس رقعہ کے ذریعہ اہلِ مکہ کی ہمدردیاں مجھ کو حاصل ہو جائیں تاکہ بوقتِ ضرورت میرے گھر بار کی حفاظت کریں اور میرے اہل وعیال کو تسلی دیں۔ اس کے باوجود مجھے یقینِ کامل ہے کہ اللہ کا عذاب اور غضب مکہ والوں پر نازل ہو کر رہے گا اور اس رقعہ سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق فرمائی اور ان کے عذر کو قبول فرما لیا۔ حضرت عمر بن خطاب اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ! اجازت ہو تو میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اہلِ بدر میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے بدریوں کے بارے میں مغفرت کا وعدہ فرما لیا ہے اور انہیں یہاں تک فرما دیا ہے جو چاہے کرو تمہیں میں نے معاف کر دیا ہے۔

**ان دونوں شیعہ تفسیروں سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:**

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "سارۃ" نامی لونڈی سے رقعہ لینے کے لیے جن قابلِ اعتماد حضرات کو بھیجا۔ ان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

۲۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز فاش کرنے والے کو

منافق سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے جناب حاطب کے سر قلم کرنے کی اجازت مانگی۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت حاطب کے قتل سے روک دیا۔ اور فرمایا: یہ اہلِ بدر میں سے ہے اور اہلِ بدر کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ مغفرت بھی ہے اور یہ بھی اعلان ہے کہ جو چاہو کرو تمہیں میں نے معاف کر دیا ہے۔

## خلاصۂ کلام:

مذکورہ تفسیری حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد خاص تھے اور راز دارِ نبوت تھے۔ اسی وجہ سے راز افشا کرنے والے صحابی جناب "حاطب" کو منافق کہا اور قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ اگر معاذ اللہ یہ خود منافق ہوتے تو ایسا ان سے ہرگز متوقع نہ ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام اہلِ بدر جنتی ہیں اور اللہ نے انہیں یہاں تک فرما دیا کہ تم جو چاہو عمل کرو تم جنتی ہو اور تمہاری مغفرت ہو چکی ہے۔ لہٰذا شیعہ حضرات کو بھی کم از کم اپنے مفسرین کی تفسیر کو مان کر اہلِ بدر کو جنتی سمجھنا چاہیے اور اللہ کا وعدہ سچا جان کر اپنے غلط نظریات سے توبہ کرنی چاہیے۔ اگر واقعی تمہیں اپنے مفسرین کے کہنے پر اعتماد و یقین ہے تو میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا اہلِ بدر میں صدیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما شامل نہ تھے یہ حضرات یقیناً ان میں شریک تھے۔ اگر تمہیں اس شمولیت سے انکار ہو تو پچیس ہزار روپے انعام پاؤ اور کسی اپنی مستند روایت سے یہ ثابت کر دکھاؤ کہ اہلِ بدر میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق شامل نہ تھے۔ میں پورے دعویٰ سے کہتا ہوں کہ تمام شیعہ اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکتے۔

اہلِ انصاف اب اس بات کو وضاحت سے سمجھ گئے ہوں گے کہ صحابہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہونے کا عقیدہ اہلِ تشیع کا من گھڑت اور باطل عقیدہ ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ خود شیعہ مفسرین نے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ صحابہ کرام مذکورہ آیت کی روشنی

ہیں سب کے سب کامل الایمان اور جنتی ہیں۔

# صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر

# دلیل ششم

## آیت:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝

(پ۱۰ - ع۹)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے راہِ خدا کی ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک درجے میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی رضامندی کی اور ایسی جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے دائمی آسائش ہوگی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا اجر موجود ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد)

## علامہ کاشانی شیعی کی تفسیر:

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے "علامہ کاشانی شیعی" یوں رقمطراز ہیں:

منہج الصادقین | (اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا) آنانکہ گرویدہ اند بخدائے وبآنچہ آمدہ است، از نزدیک او (وَهَاجَرُوۡا) وہجرت کردند از دیار خود (وَجَاهَدُوۡا) وجہاد کردند با مشرکاں (فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ) درراہ خدا (بِاَمۡوَالِهِمۡ) ببذل کردن مالہائے خود بر مجاہداں وتہیہ قتال ایشاں (وَ اَنۡفُسِهِمۡ) ونفس ہائے خود در معارک جہاد (اَعۡظَمُ دَرَجَةً) بزرگ تر انداز روئے درجہ یعنی مرتبہ وکرامت ایشاں بلند تر وبیشتر است (عِنۡدَ اللّٰهِ) نزدیک خدا از آنہا کہ سقایہ حاج وعمارتِ مسجد حرام کنند و جامع ایں صفات نباشند (وَ اُولٰٓئِكَ) وآں گروہ کہ مجمع ایں کمالات اند (هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ) ایشاں اند ظفر یافتگاں بامانی دوجہانی۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۲۴۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کی طرف سے آمدہ احکامات پر ایمان لائے اور اپنے شہروں سے ہجرت کی اور مشرکین کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کیا۔ اپنے اموال مجاہدین پر خرچ کیے اور تیاری جہاد میں مالی مدد کی اور میدان جنگ میں اپنی ذات کو بھی پیش کیا۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بہت بڑے درجہ کے مستحق ہیں یعنی ان کا مرتبہ اور بزرگی اللہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے اور یہ بزرگی حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر کرنے والوں سے کہیں بہتر ہے کیوں کہ ان میں وہ صفات جو مذکورہ مجاہدین میں ہیں نہیں پائی جاتیں اور یہی گروہ جو ان کمالات کا جامع ہے دونوں جہانوں میں کامیاب وکامران ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں مذکور ہے :

مجمع البیان | اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَیْ صَدَّقُوْا وَاعْتَرَفُوْا بِوَحْدَانِیَّتِ اللّٰہِ وَھَاجَرُوْا اَوْطَانَھُمُ الَّتِیْ ھِیَ دَارُ الْکُفْرِ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَ جَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَیْ تَحَمَّلُوا الْمَشَاقَۃَ فِیْ مُلَاقَاتِ اَعْدَآءِ الدِّیْنِ ۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ۳ جزء ۵ ص ۱۵ مطبوعہ تہران)

ترجمہ : وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی وحدانیت کی تصدیق کی اور اس کا اعتراف کیا اور اپنے دارالکفر کے وطنوں سے دارالسلام کی طرف ہجرت کی اور فی سبیل اللہ جہاد کیا۔ یعنی دشمنانِ دین کے ساتھ مقابلہ میں بہت سی مشقتوں کو برداشت کیا۔

ان دو تراجم و تفسیر سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں میں مندرجہ ذیل چند صفات (جو آیت مندرجہ بالا میں ذکر ہوئیں) پائی گئیں وہ باعلان قرآن دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہیں اور انہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں اپنی رحمت و رضا سے رکھے گا۔ وہ صفات یہ ہیں :

۱ : اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اور اس کی طرف سے نازل شدہ احکامات پر ایمان لانا۔

۲ : مکہ (دارالکفر) سے مدینہ (دارالسلام) کی طرف ہجرت کرنا۔

۳ : مجاہدین کی مالی معاونت کرنا اور تیاریٔ جہاد کے لیے رقم مہیا کرنا۔

۴ : بنفسِ نفیس میدانِ جنگ میں اللہ کے دین کی سربلندی اور دشمنانِ دین کی سرکوبی کے لیے نکلنا۔

## لمحہ فکریہ :

آئیے ذرا اب یہ دیکھیں کہ ان صفات سے موصوفین کون خوش قسمت حضرات تھے اور ان کی قربانیاں کیا تھیں۔ تفسیر منہج الصادقین تاریخ روضۃ الصفا میں اس کا جواب مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو۔

روضۃ الصفا | چناں کہ ابوبکر صدیق از سر تمامت احوال خویش را بر خواستہ درراہ ایزد تعالیٰ

ذاتِ مقدس صرف نمود و باین فعل جمیل بر ہمہ محسنانِ امت بسبقت گرفت و عمر بن الخطاب بتصدق نصف متملکات خویش استسعاد یافت نقل است کہ چوں رسول خدا برمنبر برآمدہ۔ اغنیا را بر تجہیز جیش عرب و دستگیریٔ درماندگان دلالت فرمودہ بمثوبات اخروی امیدوار گردانیدہ عثمان بن عفان کہ بوفور مال و کثرتِ استعداد از اصحاب نصرت انتساب امتیاز داشت برپائے خواستہ قبول نمود کہ صد شتر جہاز بستہ مکمل لیفقرارِ شکر دہد چوں حضرت نبوی مقدس باری دگر بحرف تحسین زبان کشاد عثمان صد شتر دیگر اضافہ آں کرد و در نوبت سوم بسہ صد شتر رسانید زمرۂ از اصحاب سیر گفتہ اند کہ آں نیکو محضر ہزار مثقال طلائے احمر برآں شتران منضم گردانید و فرقہ را عقیدہ آں کہ مایحتاج ثلث آں لشکر کہ مجموع آں سی ہزار بودند قیام نمود و حضرت خیرالانام درآں روز فرمود لَا يَضُرُّ عُثْمَانَ بِمَالِ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا در بعضے از کتب بنظر چناں رسیدہ کہ چوں عثمان بن عفان ہزار مثقال طلاء در مجلس فرخندہ رسول اللہ داد آں سرور فرمود اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ فَاِنِّيْ عَنْهُ رَاضٍ۔

(تاریخ روضۃ الصفا، جلد دوم ص ۴۰۳)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال راہِ خدا میں دے دیا اور اس طرح وہ امت کے تمام محسنین سے سبقت لے گئے اور عمر بن الخطاب نے اپنے تمام مال کا نصف صدقہ میں دے کر سعادت حاصل کی۔ نقل است کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پہ جلوہ افروز ہو کر امیر لوگوں کو لشکر کی تیاری اور لاچار لوگوں کی دستگیری پر ابھار رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اُخروی ثواب کے امیدوار بن جاؤ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو کہ کثرت دبتاتِ مال کی وجہ سے امداد کرنے والوں میں ممتاز تھے اُٹھے اور عرض کی ایک سو

اونٹ ساماں سے لدے ہوئے میری طرف سے مقرر کر دیے دیں۔ جب دوسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے الفاظ دہرائے تو اس مرتبہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سو اونٹوں کا اضافہ کر دیا اور تیسری مرتبہ بھی سو اونٹ دے کر تین سو مکمل کر دیے۔ اصحاب سیر کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خوش قسمت انسان نے ایک ہزار مثقال سونا ان اونٹوں کے علاوہ جہاد کی دوسری ضروریات کے لیے ساتھ دیا اور ایک جماعت کہتی ہے کہ اس لشکر کی تمام ضروریات کا ایک تہائی حصہ حضرت عثمان نے پورا فرمایا۔ اس لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایثار و صدقہ کے وقت فرمایا "عثمان کو اس کے بعد مال کے خرچ کرنے کا کوئی عمل نقصان نہ پہنچائے گا۔ بعض کتابوں میں یوں بھی لکھا دیکھا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہزار مثقال سونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس میں پیش کیا تو اسے دیکھ کر آپ نے حضرت عثمان کے بارے میں یہ کلمات ارشاد فرمائے: "اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَاِنِّیْ عَنْهُ رَاضٍ" اے اللہ! عثمان بن عفان سے تو بھی خوش ہو بیشک میں بھی اس سے خوش ہوں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عموماً اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم مذکورہ صفات کے ساتھ بدرجۂ اتم موصوف تھے۔ لہٰذا قرآنی فیصلہ اور خود شیعہ حضرات کی تفسیر و تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سب کچھ انعامات و اعزازات اس لیے عطا فرمائے کہ یہ لوگ کامل الایمان تھے اور اللہ نے ان سے جنت کا وعدہ بھی اسی بنا پر فرمایا تھا اب ان کے ایمان میں شبہ لانا اور نفاق و ارتداد کی طرف منسوب کرنا قرآن کی مخالفت، اللہ کے وعدے کی تکذیب اور خود اپنے مفسرین کی تفسیر سے اعراض ہے ۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ
فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِى الْاَبْصَارِ

# صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر

## دلیل ہفتم

**قولِ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ:**

نہج البلاغہ: اَيْنَ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ دُعُوْا اِلَى الْاِسْلَامِ فَقَبِلُوْهُ وَ قَرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاَحْكَمُوْهُ وَ هِيْجُوْا اِلَى الْقِتَالِ فَوَلِهُوْا وَلَهَ اللِّقَاحِ اِلٰى اَوْلَادِهَا وَسَلَبُوا السُّيُوْفَ اَغْمَادَهَا وَ اَخَذُوْا بِاَطْرَافِ الْاَرْضِ زَحْفًا زَحْفًا وَ صَفًّا صَفًّا بَعْضٌ هَلَكَ وَ بَعْضٌ نَجَا لَا يُبَشَّرُوْنَ بِالْاَحْيَاءِ وَ لَا يُعَزَّوْنَ عَنِ الْمَوْتٰى مُرْهُ الْعُيُوْنِ مِنَ الْبُكَاءِ خُمْصُ الْبُطُوْنِ مِنَ الصِّيَامِ ذُبُلُ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَاءِ صُفْرُ الْاَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِيْنَ اُولٰٓئِكَ اِخْوَانِى الذَّاهِبُوْنَ فَحَقٌّ لَنَا اَنْ نَظْمَاَ اِلَيْهِمْ وَنَعَضَّ الْاَيْدِىَ عَلٰى فِرَاقِهِمْ ۔

(نہج البلاغۃ خطبہ ۱۲۱ ص ۱۷۷-۱۷۸ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: کہاں ہے وہ گروہ جنہیں اسلام کی طرف بلایا جاتا تھا اور وہ اسے قبول کر لیتے

تھے۔ وہ قرآن کو پڑھتے تھے اور اپنے اعتقادات کو اس کے ساتھ مضبوط کرتے تھے۔ جہاد کے لیے برانگیختہ ہوتے تھے اور اپنی دودھ دینے والی اونٹنیوں کو ان کی اولاد سے جدا کر دیتے تھے اور وہ تلواروں کو نیاموں سے کھینچ لیتے تھے اور وہ دستہ دستہ اور گروہ گروہ ہو کر اطرافِ زمین پر چھا جاتے تھے۔ اس پر قبضہ کر لیتے تھے۔ بعض ان میں ہلاک ہو جاتے تھے اور بعض نجات پا جاتے تھے۔ نہ زندہ رہنے والوں کی زندگی پر انہیں خوشخبری کی آرزو تھی اور نہ مرنے والوں کی تعزیت میں مصروف ہوتے تھے۔ ان کی آنکھیں روتے روتے تباہ ہو گئی تھیں۔ ان کے شکم روزہ رکھتے رکھتے لاغر ہو گئے تھے۔ دعائیں کرتے کرتے ان کے ہونٹ سوکھ گئے تھے۔ شب بیداریوں سے زردیاں ان پر چھا گئی تھیں۔ سجدوں کا غبار ان کے چہروں پر موجود رہتا تھا وہ لوگ میرے بھائی تھے جو چلے گئے۔ ہم پر لازم ہے۔ ان کی ملاقات کے پیاسے رہیں۔ اور ان کی جدائی پر اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹا کریں۔

(ترجمہ نیرنگِ فصاحت مطبوعہ یوسفی دہلی)

(ص ۱۷۱-۱۷۲)

## شرح نہج البلاغۃ لابن میثم :

میں مذکورہ خطبہ کے الفاظ "وَلَا يُبَشَّرُوْنَ بِالْاَحْيَاءِ وَ لَا يُعَزَّوْنَ بِالْمَوْتٰى" کے تحت ان کی شرح اس طرح کی ہے :

وَلَعَلَّهُمْ يَفْرَحُوْنَ بِقَتْلِ مَنْ يَقْتُلُوْنَهٗ فِيْ سَبِيْلِهٖ وَاِنْ كَانَ وَلَدًا لِوَالِدِهٖ اَوْ بِالْعَكْسِ وَ اِنَّمَا كَانَ السَّهَرُ مُوْجِبًا لِصُفْرَةِ اللَّوْنِ لِاَنَّهٗ يُهَيِّجُ الْحَرَارَةَ وَيُفْسِدُ السَّحْنَةَ

وَيُنَحِّفُ الْبَدَنَ وَيَكْثُرُ فِيهِ الْمُرَّةُ وَالصُّفْرَةُ مِنْ تَوَابِعِ ذَالِكَ لَاسِيَّمَا فِي الْاَبْدَانِ النَّحِيفَةِ كَمَا عَلَيْهِ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ وَ مَكَّةَ وَالْحِجَازِ ۔

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد ۳، خطبہ ۱۱۸ ص ۱۱۷، طبع جدید)

ترجمہ: شاید وہ اس شخص کو قتل کر کے خوش ہوتے جس نے انہیں دعوت لڑائی دی اگرچہ بیٹا باپ کے مقابلہ میں ہوتا یا باپ بیٹے کے مقابلہ میں اور بیداری ان کے جسمانی رنگ کی زردی کی وجہ اس لیے بنی کیوں کر بیداری سے حرارت بڑھ جاتی ہے اور رنگ و روپ ضائع کر دیتی ہے بدن کمزور پڑ جاتا ہے اور اس میں تیزابیت پیدا ہو جاتی ہے۔ زردی، تیزابیت کے توابع میں سے ہے خاص کر کمزور بدن میں تو یہ بالکل زود اثر ہوتی ہے جیسا کہ مدینہ، مکہ اور حجاز کے رہنے والوں میں ہے۔

**مذکورہ خطبہ اور اس کی شرح سے مندرجہ ذیل اوصاف معلوم ہوئے جو صحابہ کرام میں پائے جاتے تھے۔**

۱: صحابہ کرام قرآن پڑھنے والے اور اس کے مطابق اپنے عقائد مضبوط کرنے والے تھے

۲: جہاد کے بلاوے کے وقت ان کی تلواریں نیام سے باہر آجاتی تھیں۔

۳: وہ گروہ در گروہ اور دستہ در دستہ اطراف زمین میں پھیل کر اسے اپنا مقبوضہ بنا کر اسلام کی دعوت کا اہتمام کرتے۔

۴: زندہ رہنے والوں کی زندگی پر انہیں خوشخبری نہ تھی اور نہ مرنے والوں کی تعزیت میں مصروف ہونا ان کا کام تھا۔

۵: انہیں خوشی صرف اس وقت ہوتی جب وہ دشمنانِ اسلام کے سامنے صف آراء ہوتے

۶ : خوفِ خدا میں روتے روتے ان کی آنکھیں تباہ ہو جائیں۔

۷ : متواتر روزہ رکھنے کی وجہ سے ان کے شکم لاغر ہو جاتے۔

۸ : دعاؤں کی کثرت نے ان کے ہونٹ خشک کر دیے تھے۔

۹ : شب بیداری کی وجہ سے ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے۔

۱۰ : کثرتِ سجود کی وجہ سے چہرے غبار آلود رہتے۔

۱۱ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں اپنے بھائی گردانا اور ان کی ملاقات کا شوق اور ان کی جدائی کا افسوس کیا۔

## مقامِ غور :

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانِ اقدس سے جن صحابہ کرام کے بارے میں ایسا بلیغ خطبہ نکلا جس میں ان کی ہر پہلو سے تعریف اور ان کی مومنانہ صفات کھل کر ان کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا اور یہاں تک کہ ان کی مفارقت پر انتہائی افسوس کیا۔ ان نفوسِ قدسیہ کے بارے میں اگر کوئی منافق یا مرتد ہونے کا فتویٰ لگائے تو میں پوچھتا ہوں کہ ایسا کرنے والا دشمنِ علی ہے یا محبِ علی؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ان حضرات کا اس طرح نقشہ کھینچنا اور ان کی وفات حسرت آیات کو اسلام کے لیے نقصان دہ بتلانا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کے وہ سب محبوب اور مخلص ساتھی تھے۔ پھر جو حضرت علی کے دوستوں اور دینی بھائیوں کو (معاذ اللہ) مرتد کہے۔ وہ حضرت علی کا محب کیسے ہو سکتا ہے؟ دراصل وہ صحابہ کا دشمن اور حضرت علی کا دشمن ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ تمام صحابہ کرام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک بہترین مومنانہ صفات کے حامل تھے اور قرآن پاک نے بھی ان کی ایسی صفات کے بدلے انہیں جنتی فرمایا ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک تمام صحابہ کامل الایمان تھے اور "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ

هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا"

کے مصداق تھے۔

## صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر

## دلیل ہشتم

### قول علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

نہج البلاغہ | وَلَوَدِدْتُ اَنَّ اللّٰهَ فَرَّقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَاَلْحَقَنِیْ بِمَنْ هُوَ اَحَقُّ بِیْ مِنْکُمْ قَوْمٌ وَاللّٰهِ مَیَامِیْنُ الرَّأْیِ مَرَاجِیْحُ الْحِلْمِ مَقَاوِیْلُ بِالْحَقِّ مَتَارِیْکُ لِلْبَغْیِ مَضَوْا قُدُمًا عَلَی الطَّرِیْقَةِ وَاَوْجَفُوْا عَلَی الْمَحَجَّةِ فَظَفِرُوْا بِالْعُقْبَی الدَّآئِمَةِ وَالْکَرَامَةِ الْبَارِدَةِ اَمَا وَاللّٰهِ لَیُسَلَّطَنَّ عَلَیْکُمْ غُلَامُ ثَقِیْفٍ الذَّیَّالُ الْمَیَّالُ یَاْکُلُ خَضِرَتَکُمْ وَیُذِیْبُ شَحْمَتَکُمْ اِیْهٍ اَبَا وَذَحَةَ۔

(نہج البلاغۃ خطبہ ۱۱۶ ص ۱۷۴، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: اب تو میری دعا ہے اور میں اسی بات کو پسند کرتا ہوں کہ پروردگار عالم

میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کرے اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق فرمائے جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاوار ہوں۔ وہ ایسے لوگ تھے قسم خدا کی! ان کی رائیں اور تدبیریں مامون و مبارک تھیں۔ وہ دانش مندانہ اور حکیمانہ بردباریوں کے مالک تھے، وہ راست گفتار، وہ بغاوت اور جور و ستم کے ختم کرنے والے تھے گزر گئے دراں حالیکہ ان کے پاؤں طریقۂ اسلام پر مستقیم تھے وہ راہِ واضح پر چلے اور ہمیشہ رہنے والی سرائے عقبیٰ میں فتح و فیروزی حاصل کی۔ نیک اور گوارا کرامتوں سے فیض یاب ہو گئے۔ قسم خدا کی۔ اب تم پر ایک درشت خو، بلند قامت اور جور و ستم کرنے والے کا بیٹا مسلط ہو گا اور تمہارے سبزہ زاروں کو کھا جائے گا تمہاری چربیوں کو پگھلائے گا۔

(ترجمہ نیرنگِ فصاحت مطبوعہ دہلی ص ۱۶۸)

## شرح ابن میثم :

اس خطبہ کی شرح ابن میثم نے ان الفاظ کے ساتھ کی :

ثُمَّ عَقَّبَ ذٰلِكَ بِالتَّبَرُّمِ مِنْهُمْ وَطَلَبَ فِرَاقَهُمْ وَاللِّحَاقَ بِاِخْوَانِهٖ مِنْ اَوْلِيَآءِ اللّٰهِ مُبَارِكِي الْاٰرَاءِ ثِقَالِ الْحُلُوْمِ لَا يَسْتَخِفَّنَّهُمْ جَهْلُ الْجُهَّالِ مُلَازِمِي الصِّدْقِ وَ نَصِيْحَةِ الدِّيْنِ مِنْ شَانِهِمْ تَرْكُ الْبَغْيِ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَغَيْرِهِمْ مَضَوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ الْحَمِيْدَةِ سَالِكِيْنَ لِمَحَجَّةِ اللّٰهِ غَيْرَ مُلْتَفِتِيْنَ عَنْهَا فَوَصَلُوْا اِلَى الثَّوَابِ الدَّآئِمِ وَ النَّعِيْمِ

الْمُقِيْمِ وَقَرِيْنَةُ الظَّفْرِ تَخَصَّصَ الْعُقْبٰى بِالثَّوَابِ وَالْعَرَبُ تَصِفُ النِّعْمَةَ وَالْكَرَامَةَ بِالْبَرْدِ ۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد سوم خطبہ ۲۱۳ ص ۱۰۸)

ترجمہ: اس کے بعد حضرت علی نے اپنے شیعوں سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور اللہ کے ان دوستوں کے ساتھ جو مبارک آرار والے اور بردبار ہیں ان کے ساتھ ملنے کی دعا کی جو دینی بھائی بھی ہیں۔ جاہلوں کی جہالت جنہیں راہِ حق سے نہ ہٹا سکی۔ ہر وقت سچ کے ساتھی اور دین کے ناصح تھے۔ اپنے اور دوسروں کے لیے ظلم کو روا نہ رکھتے تھے۔ پسندیدہ طریقہ پر چلے۔ اللہ تعالیٰ کے با دلائل راستہ پر یوں چلے کہ اس سے کبھی اِدھر اُدھر التفات نہ کیا، وہ دائمی ثواب اور ابدی نعمتوں میں پہنچ گئے۔ (یعنی جنتی ہونے کی وجہ سے نعمتہائے جنت کے مالک ہو گئے) جنتی نعمتوں کے مالک بننے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے حق میں عقبیٰ دائمی کا فتویٰ دیا۔

## اس خطبہ سے درج ذیل امور ثابت ہوتے:

۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے شیعوں کی بے وفائی سے اس قدر نالاں تھے کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ ان کے اور شیعوں کے درمیان جدائی ڈال دے۔

۲: پھر دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ مجھے خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ کے ساتھ ملا دے۔

۳: صحابہ کرام اور خلفائے ثلاثہ کے لیے قسمیہ بیان فرمایا کہ ان کی تدابیر مبارک تھیں۔ بردبار تھے اور انہیں جاہلوں اور نادانوں کی جہالت و نادانی حق سے باز نہ رکھ سکی۔

۴: انہوں نے کبھی کسی پر ظلم نہ کیا اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت دینِ اسلام پر مضبوطی سے قائم تھے اور ان صفات مذکورہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت کا مالک

بنا دیا۔

## خلاصہ کلام:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مذکور فتوٰی کو اگر کوئی انصاف کی نظر سے دیکھے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ حضرت علی خلیفہ برحق نائب رسول اور باب العلم تھے۔ تو اس پر واضح ہو گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام حضرت علی المرتضٰے کے عقیدہ کے مطابق اور قرآنی شواہد کی بنا پر در کامل الایمان، تھے۔ اور یہ عقیدہ رکھنا۔ کہ آپ کے وصال کے بعد گنتی کے تین چار افراد مومن تھے۔ سراسر غلط اور لغو عقیدہ ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو جائے گا۔ کہ یہ عقیدہ دشمنانِ علی کا تو ہو سکتا ہے۔ محبان علی کا ہرگز نہیں ۔

## قول علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ:

نہج البلاغہ لَقَدْ رَاَیْتُ اَصْحٰبَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَمَا اَرٰی اَحَدًا یُشْبِھُھُمْ مِنْکُمْ لَقَدْ کَانُوْا یُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا وَ قَدْ بَاتُوْا سُجَّدًا وَّ قِیَامًا یُرَاوِحُوْنَ بَیْنَ جِبَاھِھِمْ وَخُدُوْدِھِمْ وَیَقِفُوْنَ عَلٰی مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِکْرِ مَعَادِھِمْ کَاَنَّ بَیْنَ اَعْیُنِھِمْ رُکَبَ الْمِعْزٰی مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِھِمْ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ ھَمَلَتْ اَعْیُنُھُمْ حَتّٰی تَبُلَّ جُیُوْبَھُمْ وَ مَادُوْا کَمَا یَمِیْدُ الشَّجَرُ یَوْمَ الرِّیْحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِّنَ الْعِقَابِ وَ رَجَاءً لِّلثَّوَابِ۔

(نہج البلاغۃ خطبہ ۹۶ ص ۱۴۳)

ترجمہ:-

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہے۔ تم میں کوئی بھی تو ان کی نظر دکھائی نہیں دیتا۔ وہ اس حالت میں صبح کرتے تھے۔ کہ الجھے ہوئے بال غبار آلود چہرے ان کی راتیں قیام و سجود میں گزرتی تھیں۔ کبھی ان کی پیشانیاں مَرِّ سجود ہوتی تھیں۔ کبھی وہ اپنے معاد کے ذکر سے ایسے ہو جاتے تھے۔ جیسے بقیہ تنا خُرما (ان میں ذرا بھی حس و حرکت نہ رہتی) سجدوں کے طول سے ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانیوں پر) گھٹے پڑ کے ایسے ہو گئے تھے۔ جیسے بکریوں کے زانو۔ جب خدائے تعالیٰ کا ذکر ہوتا۔ تو ان کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہوئیں جیب و دامن کو تر بتر کر دیتی تھیں۔ وہ خوف عقوبت اور امید ثواب سے ایسے لرزتے تھے۔ جیسے آندھی کے وقت درخت جنبش کیا کرتے ہیں۔

(ترجمہ نیرنگ فصاحت ص۱۲۲ مطبوعہ یوسفی دہلی)

## علامہ بحرانی کی شرح:-

"نہج البلاغہ" کی شرح کرتے ہوئے علامہ بحرانی نے مذکورہ خطبہ میں چند امور رعامی علیہ پر ثابت کیے جنہیں ہم من وعن نقل کر دیتے ہیں۔

ابن میثم | اَحَدُهَا:- اَلشَّعْثُ وَ الْاِغْبِرَارُ وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلٰى تَقَشُّفِهِمْ وَتَرْكِهِمْ زِيْنَةَ الدُّنْيَا وَ لَذَّاتِهَا۔

اَلثَّانِي:- بَيَاتُهُمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا وَاَشَارَبِهٖ اِلٰى اَحْيَائِهِمْ اللَّيْلَ بِالصَّلٰوةِ وَ هُوَ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔

اَلثَّالِثُ:- مُرَاوَحَتُهُمْ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَخُدُوْدِهِمْ

وَقَدْ كَانَ اَحَدُهُمْ اِذَا تَعِبَتْ جَبْهَتُهٗ مِنْ طُوْلِ
السُّجُوْدِ رَوَاحَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ خَدَّيْهِ ـ

اَلرَّابِعُ: وُقُوْفُهُمْ عَلٰى مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ
وَاَشَارَ بِهٖ قَلَقُهُمْ وَ وَجْدَهُمْ مِنْ ذِكْرِ الْمَعَادِ وَ
اَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَمَا يَقْلَقُ الْوَاقِفُ عَلَى الْجَمْرِ
مِمَّا يَجِدُهٗ مِنْ حَرَارَتِهٖ

اَلْخَامِسُ: كَاَنَّ بَيْنَ اَعْيُنِهِمْ رُكَبَ الْمِعْزٰى مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِهِمْ
وَوَجْهُ الْمُشَابَهَةِ اَنَّ مَحَالَّ سُجُوْدِهِمْ مِنْ جِبَاهِهِمْ كَانَتْ قَدْ
اِسْوَدَّتْ وَمَاتَتْ جُلُوْدُهَا وَقَسَتْ كَمَا اَنَّ رُكَبَ الْمِعْزٰى كَذٰلِكَ

اَلسَّادِسُ: اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا ذَكَرُوا اللّٰهَ هَمَلَتْ
اَعْيُنُهُمْ حَتّٰى تَبُلَّ جُيُوْبَهُمْ وَمَرْزُوْنِيْ جِبَاهُهُمْ فَذٰلِكَ
فِيْ حَالِ سُجُوْدِهِمْ مُمْكِنٌ وَ مَادُوْا كَمَا تَمِيْدُ
الشَّجَرُ بِالرِّيْحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِّنْ عِقَابِ رَبِّهِمْ وَرَجَاءً
ثَوَابِهٖ فَتَارَةً يَّكُوْنُ مَبْدَاُ هُمْ وَقَلَقُهُمْ عَنْ خَوْفِ اللّٰهِ وَتَارَةً يَّكُوْنُ عَنْ
اِرْتِيَاحٍ وَّ اِشْتِيَاقٍ اِلٰى مَا عِنْدَهٗ مِنْ عَظِيْمِ ثَوَابِهٖ
وَهُوَ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اَلَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ
قُلُوْبُهُمْ

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد دوم خطبہ ۹۴ صفحہ ۴۰۸)

(۱) صحابہ کرام کے بالوں کا پراگندہ ہونا اور غبار آلود ہونا بایں وجہ تھا کہ انہوں نے دنیا کی لذات اور زینت کو ناجائز سمجھتے ہوئے ترک کر دیا تھا۔

۲۔ سجدہ اور قیام میں ان کا راتیں بسر کرنا قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ (اللہ کے بندے رات قیام و سجود میں گزار دیتے ہیں۔

۳۔ کبھی پیشانی اور کبھی رخسار پر سجدہ کرنے کی وجہ یہ تھی جب پیشانی پر سجدہ کی طوالت سے تھک جاتے۔ تو رخسار پر سجدہ کر لیتے۔

۴۔ آخرت کو یاد کرنے کی وجہ سے انگاروں پر کھڑا ہونا اس سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ قیامت کے خطرناک حالات کو یاد کر کے بے قرار ہو جاتے۔ جس طرح انگاروں کے پاس کھڑا آدمی ان کی حرارت سے خوف زدہ ہو جاتا ہے۔

۵۔ ان کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر طول سجدہ کی وجہ سے بکری کے گھٹنے کی طرح نشان سے یہ مراد ہے۔ کہ ان کی پیشانی کا چمڑہ سجدہ کرتے کرتے اس قدر بے حس ہو گیا تھا۔ کہ اس میں سختی اور سیاہی آ چکی تھی۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتے وقت ان کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب جاتیں۔ یہاں تک کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے اور جس آدمی نے جیا ھو کی روایت کی ہے تو یہ سجدہ کی حالت میں (رونا) ہی ممکن ہے۔ خوفِ خدا اور امید رحمت سے ایسے لرزتے جس طرح آندھی میں درخت ادھر ادھر جھکتا ہے۔ پس کبھی ان کا لرزنا اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتا اور کبھی اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم کے اشتیاق میں ہوتا۔ اس میں ایک آیت کی طرف اشارہ ہے: "اَلَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ" وہ لوگ کہ جب اللہ کی یاد ہوتی ہے۔ ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

## خلاصہ کلام:

"علامہ بحرانی شیعی" نے جو امور ذکر کیے۔ ثابت کیا ہے۔ کہ یہ سب حضرت علی کے خطبہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان میں درحقیقت ان آیات کی طرف اشارہ ہے۔ جو کامل الایمان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نازل فرمائی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے "دلیل ہفتم" میں

اس کو وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ لہٰذا اس تشریح و تفسیر سے بھی معلوم ہوا کہ جملہ صحابہ کرام کامل الایمان تھے اور اللہ کے ہاں مغفور و مرحوم اور جنتی ہیں۔

# صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر دلیل نہم

## آیت:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ
وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی
رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ
مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ
حَقًّا لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَ مَغْفِرَۃٌ وَّ
رِزْقٌ کَرِیْمٌ ۝ (پ ۹ - ع ۱۵)

ترجمہ:

کامل مومن تو صرف وہی ہیں۔ کہ خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ تو ان کے دل (اس کی ہیبت اور جلال سے) ڈال جاتے ہیں۔ اور جب اُس کی آیتیں اُن پر پڑھی جاتی ہیں۔ تو اُن کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں۔ اور وہ صرف اپنے پروردگار پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ جو (باقاعدہ) نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے۔ اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ وہی لوگ حقیقی مومن ہیں انہی کے لیے ان کے پروردگار کے پاس درجے ہیں۔ اور بخشش ہے۔ اور آبرو کی روزی

ہے۔ (ترجمہ مقبول احمد)

## آیت مذکورہ کی شیعہ تفسیر[۱]:

مجمع البیان: لَمَّا قَالَ سُبْحَانَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ بَيَّنَ صِفَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِقَوْلِهٖ (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ) اَىْ خَافَتْ تَعْظِيْمًا لَهٗ وَ ذَالِكَ اِذَا ذُكِرَ عِنْدَ هُمْ عُقُوْبَتُهٗ وَعَدْلُهٗ وَوَعِيْدُهٗ عَلَى الْمَعَاصِىْ بِالْعِقَابِ وَ اِقْتِدَارِهٖ عَلَيْهِ فَاَمَّا اِذَا ذُكِرَتْ نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَاِحْسَانُهٗ اِلَيْهِمْ وَ فَضْلُهٗ وَ رَحْمَتُهٗ عَلَيْهِمْ وَ ثَوَابُهٗ عَلَى الطَّاعَاتِ اِطْمَاَنَّتْ قُلُوْبُهُمْ وَ سَكَنَتْ نُفُوْسُهُمْ اِلٰى عَفْوِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا قَالَ سُبْحَانَهٗ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ فَلَا تَنَافِىْ بَيْنَ الْاٰيَتَيْنِ اِذَا وَرَدَتَا فِىْ حَالَتَيْنِ وَ وَجْهُ اٰخَرُ وَ هُوَ اَنَّ الْمُؤْمِنَ يَنْبَغِىْ اَنْ يَكُوْنَ مِنْ صِفَتِهٖ اَنَّهٗ اِذَا نَظَرَ فِىْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ مِنَنِهٖ لَدَيْهِ وَ عَظِيْمِ مَغْفِرَتِهٖ وَ رَحْمَتِهٖ اِطْمَاَنَّ قَلْبُهٗ وَ حَسُنَ بِاللّٰهِ ظَنُّهٗ وَ اِذَا ذُكِرَ عَظِيْمُ مَعَاصِيْهِ بِتَرْكِ اَوَامِرِهٖ وَ ارْتِكَابِ نَوَاهِيْهِ وَجِلَ قَلْبُهٗ وَ اضْطَرَبَتْ نَفْسُهٗ وَ الْوَجَلُ الْخَوْفُ مَعَ شِدَّةِ الْحُزْنِ وَ اِنَّمَا يُسْتَعْمَلُ عَلَى الْغَالِبِ فِى الْقَلْبِ (وَاِذَا تُلِيَتْ

عَلَيْهِمْ اٰيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا ) مَعْنَاهُ وَ اِذَا قُرِئَ
عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ زَادَتْهُمْ اٰيَاتُهٗ تَبْصِرَةً وَّ يَقِيْنًا
عَلٰى يَقِيْنٍ عَنِ الضَّحَّاكِ وَ قِيْلَ زَادَتْهُمْ تَصْدِيْقًا
مَعَ تَصْدِيْقِهِمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ قَبْلَ ذَالِكَ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ الْمَعْنٰى اَنَّهُمْ يُصَدِّقُوْنَ بِالْاُوْلٰى
وَ الثَّانِيَةِ وَ الثَّالِثَةِ وَكُلِّ مَا يَاْتِيْ مِنْ عِنْدِ
اللّٰهِ فَيَزْدَادُ تَصْدِيْقُهُمْ ( وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ )
اَيْ يُفَوِّضُوْنَ اُمُوْرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ فِيْمَا يَخَافُوْنَهٗ
مِنَ السُّوْءِ فِي الدُّنْيَا وَ قِيْلَ فِيْمَا يَرْجُوْنَهٗ مِنْ
قُبُوْلِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْاٰخِرَةِ ( اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ) قَدْ مَرَّ
تَفْسِيْرُهٗ فِيْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَ اِنَّمَا خَصَّ الصَّلٰوةَ
وَ الزَّكٰوةَ بِالذِّكْرِ لِعِظَمِ شَاْنِهِمَا وَ تَاَكُّدِ
اَمْرِهِمَا وَلِيَكُوْنَ دَاعِيًا اِلَى الْمُوَاظَبَةِ عَلٰى
فِعْلِهِمَا ( اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ) اَيْ هٰٓؤُلَآءِ
الْمُسْتَجْمِعُوْنَ لِهٰذِهِ الْخِصَالِ وَ الْحَائِزُوْنَ لِهٰذِهِ
الصِّفَاتِ هُمُ الَّذِيْنَ اسْتَحَقُّوْا هٰذَا الْاِسْمَ عَلَى الْحَقِيْقَةِ
( لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ) يَعْنِيْ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ يَرْتَقُوْنَهَا
بِاَعْمَالِهِمْ عَنْ عَطَاءٍ وَقِيْلَ لَهُمْ اَعْمَالٌ رَفِيْعَةٌ وَفَضَائِلُ
اسْتَحَقُّوْهَا فِيْ اَيَّامِ حَيَاتِهِمْ عَنْ مُجَاهِدٍ ( وَمَغْفِرَةٌ )
لِذُنُوْبِهِمْ ( وَ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ) اَيْ خَطِيْرٌ كَبِيْرٌ فِي الْجَنَّةِ

وَ قِيْلَ كَرِيْمٌ دَائِمٌ كَثِيْرٌ لَا يَشُوْبُهٗ ضَرَرٌ وَ لَا يَعْتَرِيْهِ كَدَرٌ وَ لَا يَخَافُ عَلَيْهِ فَنَاءٌ وَ لَا نُقْصَانٌ وَ لَا حِسَابٌ مِنْ قَوْلِهِمْ فُلَانٌ كَرِيْمٌ اِذَا كَانَ اَخْلَاقُهٗ مَحْمُوْدَةً

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم جز چہارم ص ۵۱۹)

ترجمہ:-

جب اللہ تعالیٰ نے "وان کنتم مومنین" فرمایا۔ تو اب مومنین کی صفات بیان فرمائیں۔ یعنی مومن وہ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان کے دل دہل جاتے ہیں۔ اس کی تعظیم کے پیش نظر خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اور دل کا خوف زدہ ہونا اس وقت ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عقوبت، عدل اور گناہوں پر عذاب کی وعید اور ان تمام امور پر اس کی قدرت کا ذکر ہوتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمتوں، احسانات اور فضل و رحمت کا تذکرہ ہو۔ اور نیک اعمال پر ثواب کا ذکر ہو۔ تو دل مطمئن ہوتے ہیں۔ اور روح کو سکون مل جاتا ہے۔ کیوں کہ اللہ معاف فرمانے والا ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ سن لو! اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ لہٰذا دونوں آیتوں میں جو دو مختلف حالتوں کا بیان کر رہی ہیں۔ کوئی منافات نہیں۔

ایک اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ مومن جب اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر نعمتوں احسانات، عظیم مغفرت اور رحمت کا خیال کرتا ہے۔ تو اسے اطمینان قلب حاصل ہونا چاہیے۔ اور اللہ کے متعلق حسن ظن رکھنا چاہیے۔ اور جب اپنے گناہوں کی طرف بوجہ ترکِ امور اور ارتکاب مناہی دیکھتا ہے۔ تو اس کا دل کانپنا چاہیے۔ اور روح مضطرب ہونی چاہیے۔ "وَجَلٌ" ایسا خوف ہے جو سخت غم کے ساتھ ہو۔ اس کا غالب استعمال دل کے خوف میں ہوتا ہے۔ اور جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی

تلاوت کی جاتی ہے۔ ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ جب انہیں آیات قرآنیہ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ تو ان سے ان کا یقین و بصیرت بڑھ جاتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے۔ ان کی تصدیق اور بڑھ جاتی ہے۔ جب کہ "وما انزل اللہ" کی تصدیق پہلے بھی ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ معنی یہ ہے۔ کہ وہ پہلی دوسری تیسری آیت اور ہر اس حکم کی جو اللہ کی طرف سے انہیں ملتا ہے۔ اس کی تصدیق میں زیادتی کرتا ہے۔ اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ یعنی اپنے تمام امور اس کے سپرد کرتے ہیں۔ چاہے دنیا میں کسی برائی کے خوف سے ہو۔ اور کہا گیا ہے۔ آخرت میں اپنے اعمال کی قبولیت کے بارے میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ جو نمازیں قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں، اس کی تفسیر سورۃ البقرہ میں گزر چکی ہے۔ نماز اور زکوٰۃ کا خاص کر ذکر اس لیے فرمایا۔ تاکہ ان کی عظمت شان کا خیال رہے۔ اور ان کی تاکید پیش نظر رہے اور تاکہ ان کی ادائیگی پر پابندی کی دعوت دے۔ وہ لوگ حقیقی مومن ہیں۔ یعنی یہ لوگ جن میں مذکور خصلتیں اور صفات جمع ہوں۔ وہی مومن کہلانے کے صحیح معنوں میں مستحق ہیں۔

ان کے لیے ان کے رب کے ہاں درجات ہیں یعنی جنت کے درجات ہیں۔ اپنے نیک اعمال کی بنا پر ان درجات پر چڑھتے جائیں گے۔ کہا گیا ہے۔ کہ درجات سے مراد "بلند اعمال" اور "فضائل" ہیں۔ جن کے وہ زندگی میں حق دار ہیں۔ اور مغفرت ان کے گناہوں کی اور بہت زیادہ رزق۔ یعنی جنت میں انہیں رزق کثیر ملے گا۔ اور ایسا بابرکت اور دائمی ہوگا۔ کہ جس میں کسی قسم کا کوئی ضرر نہ ہوگا۔ اور نہ اس سے طبیعت مکدر ہوگی۔ اور نہ اس کے ختم یا کم ہونے کا اندیشہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس کا حساب لیا جائے گا۔ محاورہ ہے۔ "فلاں کریم" یہ اس وقت کہتے ہیں۔ جب کسی کے اخلاق قابل ستائش ہوں۔

## شیعہ تفسیر ۲ :

"تفسیر صافی" میں اس آیت کے تحت یوں مذکور ہے۔

**تفسیر صافی**

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ) اَیْ اَلْکَامِلُوْنَ فِی الْاِیْمَانِ (اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ) فَزَعَتْ لِذِکْرِہٖ اِسْتِعْظَامًا لَہٗ وَھَیْبَۃً مِّنْ جَلَالِہٖ (وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا) اَیِ ازْدَادُوْا بِھَا یَقِیْنًا وَّ طَمَانِیَّۃَ نَفْسٍ (وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ) وَاِلَیْہِ یُفَوِّضُوْنَ اُمُوْرَھُمْ فِیْمَا یَخَافُوْنَ وَیَرْجُوْنَ (اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا) لِاَنَّھُمْ حَقَّقُوْا اِیْمَانَھُمْ بِضَمِّ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَمَحَاسِنِ اَفْعَالِ الْجَوَارِحِ اِلَیْہِ (لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ) کَرَامَۃٌ وَّعُلُوُّ مَنْزِلَۃٍ وَّمَغْفِرَۃٌ لِمَا فَرَطَ مِنْھُمْ (وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ) اَعَدَّ لَھُمْ فِی الْجَنَّۃِ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۶۳۸ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

بے شک ایمان میں کامل لوگ وہ ہیں۔ جن کے دل اللہ کے ذکر کی عظمت اور اس کے جلال کی ہیبت سے دہل جاتے ہیں۔ اور جب انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ اُن سے ان کا ایمان، یقین اور اطمینان نفس بڑھ جاتا ہے۔ اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور اسی کی طرف خوف وامید کے امور سپرد کرتے

ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں۔ اور ہمارے دیئے ہیں سے خرچ کرتے ہیں۔ وہی ایمان میں حق پر ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے ایمان میں مکارم اخلاق کے ذریعہ حقانیت پیدا کی۔ اور جسم انسانی سے سرزد ہونے والے اچھے اعمال نے بھی ان کے ایمان کی تصدیق کر دی۔ ان کے لیے اپنے رب کے ہاں، بزرگی، علو منزلت اور زیادتیوں کی مغفرت کے درجات ہیں۔ اور جنت میں ان کے لیے رزق کریم تیار کیا گیا ہے۔

## شیعہ تفسیر ۲

"منہج الصادقین" میں اس آیت کی تفسیر ان الفاظ سے منقول ہے۔

**منہج الصادقین:** (لھم) مر ایں مومناں راست (درجات) درجہائے بلند و مرتبہائے ارجمند (عند ربھم) نزد پروردگار ایشاں کہ مزید کرامت و علو مرتبہ است یا درجات بہشت و در خبر است کہ آں درجات ہفتاد درجہ باشد ہر درجہ تا درجہ چنداں کہ اسپی نیک رو ہفتاد سال طی آں کند (ومغفرۃ) و مر انہاراست آمرزش مر تقصیرات ایشاں را (ورزق کریم) و روزی بزرگواری یعنی نعم جنت کہ صافی باشد از کد اکتساب وخالی از خوف حساب۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۱۷۱ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

ان مومنین کے لیے خاص کر درجات بلند اور نیک مرتبے ان کے پروردگار کے ہاں ہیں۔ جو بزرگی کی زیادتی اور مرتبہ کی بلندی کی صورت میں ہوں گے۔ یا ان کے لیے بہشت کے درجات ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جنت کے درجے ستر ہوں گے۔ اور ایک درجہ سے دوسرے تک اتنا فاصلہ ہو گا۔ کہ تیز رفتار

گھوڑا ستر سال میں اُسے طے کر سکے گا۔ اور ان مومنوں کے لیے خاص کر ان کے گناہوں کی معافی بھی ہوگی۔ اور بزرگ روزی یعنی جنت کی نعمتیں بھی انہیں عطا ہوں گی۔ جو محنت و مزدوری کے بغیر اور خوف حساب سے دور ہوں گی۔

## آیت مذکورہ اور اس کی تین شیعہ تفاسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱ ۔ کامل الایمان وہ ہیں۔ جن کے دل اللہ کی عظمت وجلالت سے کانپ اٹھتے ہیں۔ جب ان کے سامنے ایسی آیات کی تلاوت ہوتی ہے۔ جن میں اللہ کے عذاب، اس کے عدل وانصاف اور گناہوں پر وعید کا مضمون ہوتا ہے۔

۲ ۔ ان کی دوسری علامت یہ ہے۔ کہ جب انعامات الٰہیہ اور احسانات ربانیہ کی آیات سنتے ہیں۔ اتباع شریعت کی بدولت ثواب ورحمت کا ذکر ہوتا ہے۔ تو ان کے دل مطمئن اور روح پر سکون ہو جاتی ہے۔

۳ ۔ قرآن کریم کی آیات کی تلاوت ان کے ایمان کو پختگی اور ان کی بصیرت میں اضافہ کرتی ہے۔

۴ ۔ اپنے تمام اعمال چاہے ان کی وجہ سے دنیوی خطرہ کا اندیشہ ہو۔ چاہے اخروی ثواب کی امید، اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔

۵ ۔ نماز کے پابند اور اللہ کی راہ میں اس کے دیئے سے خرچ کرتے ہیں۔

۶ ۔ انہی صفات والے درحقیقت مومن کہلانے کے حق دار ہیں۔

۷ ۔ ان کے لیے جنت کے ستر درجات ہیں۔ جن میں ایک کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار گھوڑے کے ستر سال دوڑنے کے برابر ہے۔

۸ ۔ اللہ نے انہیں معاف کرنے کا وعدہ بھی فرمایا۔ اور جنت میں رزق کریم بھی دے گا۔ جس

رزق کا کوئی حساب اور کسی قسم کا اس سے خطرہ نہیں ہوگا۔

## خلاصہ کلام

قرآن پاک کے نزول کے وقت مذکورہ صفات سے موصوف صحابہ کرام موجود تھے۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے ان صفات کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا۔ ورنہ عدم موجودگی میں لازم آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرضی باتیں نازل فرما رہا ہے۔ نیز یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اِن کے انجام کو اپنے علم قدیم کی بنا پر جانتا تھا۔ کہ ان کا خاتمہ بھی بالایمان ہوگا۔ تبھی ان کے لیے جنت میں رزق کریم کا وعدہ فرمایا۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ صحابہ کرام مذکورہ صفات کے حامل تھے۔ اور ان کے کامل الایمان ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ان کے ارتداد کے قصے محض باطل اور بے بنیاد ہیں۔ میں نے قرآن کریم کی آیات اور شیعہ تفاسیر سے مستند حوالہ جات سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ حضرات صحابہ جنتی اور کامل الایمان تھے۔ اگر مذکورہ حوالہ جات میں سے کوئی بھی ایک حوالہ غلط کر دے۔ تو ہر ایک غلط حوالہ پر دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارۃ اعدت للکفرین۔

# باب چہارم

## فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

## از قرآن مجید و کتب شیعہ

اس باب میں ہم انشاء اللہ تین فصلیں ذکر کریں گے۔ فصل اوّل میں ایسے فضائل کا ذکر ہو گا۔ جو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے متعلق ہوں گے۔ دوسری فصل ان فضائل میں مذکور ہو گی۔ جو خلفائے ثلاثہ کے مشترکہ فضائل کے ضمن میں آتے ہیں تیسری فصل میں خلفائے ثلاثہ میں سے ہر ایک کے انفرادی فضائل کا ذکر ہو گا۔ ان تین فصلوں کے بعد "تتمہ" ہو گا۔ جس میں خلفائے ثلاثہ کی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کرام سے نسبی رشتہ داریوں کا ذکر ہو گا۔

(وباللہ التوفیق)

## فصل اوّل جملہ صحابہ کرام کے فضائل میں

### آیت ۱ :

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۔ اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ

بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا
وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ
اَلَّذِينَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا
الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ
عَاقِبَةُ الْاُمُورِ ۔ (پ ۱۷، ع ۱۳، الحج)

ترجمہ: ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جاتی ہے۔ اس لیے اجازت دی جاتی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا۔ اور بے شک اللہ ان کو مدد دینے پر بلوری پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ جو اپنے ملک سے ناحق صرف اتنی سی بات کہنے پر نکالے گئے تھے۔ کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور اگر خدا آدمیوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے دفع نہ کرتا رہتا۔ تو عبادت خانے اور گرجا اور کنیسے اور مسجدیں جن میں خدا کا نام زیادہ لیا جاتا ہے۔ سب گرا دیئے جاتے۔ اور اللہ اس کی مدد ضرور کرے۔ جو خود اللہ کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور زبردست ہے۔ وہ وہ لوگ ہیں۔ جن کو اگر ہم زمین میں تمکن دیں گے۔ تو وہ (باقاعدہ) نماز پڑھیں گے۔ اور زکوٰۃ دیں گے۔ اور نیک کاموں کا حکم کریں گے۔ اور بدی سے مانع ہوں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد)

## مذکورہ آیت کے تحت شیعہ تفاسیر

### تفسیر خلاصۃ المنہج:

آوردہ اند۔ کہ کفار مکہ بدست و زبان در آزار مومنانِ مکہ می کوشیدند۔ و ہر ساعت از اصحاب بعضے از شکستہ و بجمعے دست بستہ نزد حضرت نبوت آمدہ

شکایت میکردند۔ وحضرت میفرمود۔ کہ صبر میکنید۔ کہ من بقتال ایشان مامور نیستم وچوں ہجرت بمدینہ واقع شد۔ اذن قتال دررسید۔ واول آیتے کہ درباب جہاد نازل شد ایں بود کہ دستورے دادہ شد کارزار کردن مرآنراکہ خواہند کارزار کنند با جماعت کفار بسبب آنکہ ستم رسیدہ شدہ اند۔ وجفاہائے بے شمار از دشمناں کشیدہ وحفص بفتح تا میخواند۔ یعنی آناں راکہ کافراں بایشاں مقاتلہ میکنند دستوری دادیم کہ قتال کنند و بدرستیکہ خدا بریاری دادن مظلوماں کہ مومنانند ہر آئینہ توانا است۔ پس مرخص شدند در قتال آنانکہ بیروں کردہ شدند از سراہائے خود کہ در مکہ داشتند بناحق ناروا کہ اصلاً مستوجب اخراج نبودند۔ وچیزے از ایشاں صادر نشدہ بود۔ کہ سبب بیروں کردن از ایشاں بودے مگر آنکہ می گفتند کہ پروردگار ما خدائے یگانہ است۔ واگر نہ دفع کردن خدا بودے مردماں را برخ از ایشاں را ببعضے تسلیط مومناں بر مشرکاں ہر آئینہ ویراں کردہ شدے باستیلائے کافراں مشرک ہر اہل ملل مختلفہ صومعہائے رہباناں در زمان عیسیٰ وکلیسائے ترسایاں دراں زماں در صحراہا و سرکوہہا از اطراف وکنشتہائے یہوداں در زمان موسیٰ ومسجدہا مسلماناں در زمان پیغمبر آخر الزمان کہ ہمیشہ کردہ می شدے دراں مسجدہا جمیع بقعہائے مذکورہ نام خدا بسیار وہر آئینہ یاری دہد خدا کسی را کہ دین اورا یاری دہد و مردماں را بطاعت او ترغیب نماید۔ بدرستیکہ خدا توانا است بر نصرت مومناں غالب است بر ہمہ کس و بر ہمہ چیز و ہر کرا خواہد غلبہ دہد۔ دریں آیت وعدہ داد مظلوماں را بنصرت ووفا نمود بوعدہ آں چہ تسلیط مہاجر وانصار نمودہ بر صنادید قریش واکابر واکاسرہ عجم وقیاصرہ ایشاں در زمین ودیار ایشاں را بمسلمانان تفویض نمودہ۔ پس آیت اخبار است از غیب چہ ایں نصرت بعد از یں بظہور رسید۔ ودیگر در صفت ماذونان بقتال

میفرمائد کہ آں جماعہ ماذونانِ آں اند۔ کہ اگر جائے دہم ایشاں را وتمکین واقتدار بخشیم ایشاں را در زمین وزمام حکومت بکف کفایت ایشاں دہیم بپا دارند نماز را جہتِ تعظیم ماو بدہند زکوٰۃ را جہت یاری دادن بندگان ماو بفرمایند بہ نیکوئی یعنی آں چہ در شرع وعقل نیکو باشد و باز۔ دارند مردماں را از زشتی یعنی آں چہ شرع وعقل قلیح شمرند۔ ومر خدا راست سرانجام ہمہ کارہا و ہمہ چیزہا بید قدرت اوست وایں تاکید وعدۂ نصرت است۔ (خلاصۃ المنہج)

ترجمہ:۔

بیان کرتے ہیں۔ کہ مکہ کے کفار مسلمانوں کو دست وزبان ہر طرح سے تکلیف دینے میں کوشاں رہتے تھے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ کے صحابہ میں سے بعض کبھی تو سر زخمی اور بعضے ویسے ہی دست بستہ عرض کرتے تھے۔ کہ حضور، ہم بڑے تنگ ہیں۔ آپ انہیں صبر وشکر کی تلقین فرماتے۔ اور ارشاد ہوتا۔ کہ ابھی مجھے ان کے ساتھ لڑائی کا حکم نہیں ملا۔ پھر جب مدینہ میں ہجرت کر کے آ گئے۔ اس وقت جہاد کی اجازت ملی۔ جہاد کے لیے سب سے پہلی آیت یہی تھی جس میں جہاد کرنے سے خواہش مند حضرات کو جہاد کا دستور عطاء کیا گیا۔ کیوں کہ کفار کے ہاتھوں پر نہایت ستم رسیدہ لوگ تھے اور ان کی بے شمار سختیاں برداشت کیں امام حفص نے یقاتلون کے لفظ کو تائے مفتوح کے ساتھ پڑھا ہے یعنی ان لوگوں کو ہم قتال کی اجازت دیتے ہیں۔ جن سے کفار لڑتے ہیں۔ اور ہم اعلان کیے دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ مظلوم مسلمانوں کی امداد ہر طرح سے کرنے پر قادر ہے لہذا انہیں جہاد کی اجازت دے دی گئی۔ کیوں کہ انہیں گھروں سے نکال دیا گیا تھا۔ جو مکہ میں تھے۔ اور ان کا نکالنا بالکل ناحق اور ناروا تھا۔ اور اس کی کوئی معقول وجہ نہ تھی۔ صرف یہی قصور تھا۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کو اپنا پروردگار کہتے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ

لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفعہ نہ کرتا یعنی مومنوں کو مشرکین پر تسلط عطا نہ کرتا۔ تو مشرکین وکفار غالب آکر مختلف آسمانی مذاہب والوں کے عبادت خانے جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے راہبوں کی عبادت گاہیں اور یہودیوں کے عبادت خانے جو مختلف پہاڑوں اور صحراؤں میں واقع تھے۔ اور مسلمانوں کی مسجدیں حضور نبی آخرالزمان صلے اللہ علیہ وسلم کے دور میں کہ جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے۔ ان تمام کو منہدم کر دیتے۔ اور اللہ تعالےٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ جو اس کے دین کی حمایت ونصرت کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ قدرتوں کا مالک ہے۔ اور مومنوں کی امداد فرماتا ہے۔ اور وہ ہر شخص اور ہر چیز پر غالب ہے۔ اور جسے چاہتا ہے غلبہ عطا کرتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مظلومین سے نصرت ومدد کا وعدہ فرمایا۔ اور اللہ نے یہ وعدہ پورا بھی فرما دیا۔ کہ مہاجرین وانصار کو قریش کے سرداروں اور چھوٹے بڑے عجم کے دیگر لوگوں پر غلبہ عطا کر دیا۔ کہ ان کے گھروں اور ان کی زمینوں کو زیر تصرف لے آئے۔ لہٰذا اس آیت میں غیب کی خبریں تھیں۔ کیوں کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس وقت کے بعد یہ تمام واقعات رونما ہوئے۔ اور دوسری بات اس آیت میں یہ بیان فرمائی۔ کہ جنہیں جہاد کا حکم اور اجازت دی جا رہی ہے۔ ان کی صفات کیا کیا ہیں۔ وہ ایسی جماعت ہے۔ کہ اگر ہم زمین پر انہیں اقتدار وتسلط اور تمکن عطا کریں۔ اور حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں دیں۔ تو وہ ہماری تعظیم کے پیش نظر نماز قائم کریں گے۔ اور ہمارے بندوں کی مدد کرتے ہوئے وہ زکوٰۃ ادا کریں گے۔ اور ہر وہ چیز وکام جو شرع اور عقل کے لحاظ سے نیک ہو گا۔ اس کا حکم دیں گے۔ اور جو شرع اور عقل کے اعتبار سے بُرا ہو گا۔ اس سے روکیں گے۔ اور تمام کاموں اور تمام اشیاء کا انجام اس اللہ کے قبضۂ قدرت میں

ہے۔ اور یہ الفاظ اس وعدہ کی تاکید کرتے ہیں۔ جو اللہ نے نصرت کا کیا۔

## منہج الصادقین:

"وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ" کی تفسیر "علامہ فتح اللہ کاشانی" نے یوں کی ہے۔

(وَلِلّٰهِ) و مر خدائے راست (عاقبة الامور) نہایت و سرانجام ہر کارہا یعنی مرجع ہمہ امور با حکم اوست ہر کرا خواہد نصرت دہد و ہر کرا خواہد فرو گذارد بر وفق مشیت و حکمت کقولہ تعالیٰ۔ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم صفحہ ۱۶۰ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

تمام کاموں کا انجام خدا کے ہاتھوں میں ہے۔ یعنی تمام امور اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ جس کی مدد کرنا چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جس کے متعلق یہ چاہتا ہے کہ ترک کرے اسے چھوڑ دیتا ہے۔ یہ اس کی چاہت اور حکمت پر منحصر ہے۔ جس طرح دوسرے مقام پر اس نے کہا۔ "جس کو تو چاہتا ہے۔ ملک دے دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے۔ ملک چھین لیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے عزت عطا کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ تیرے ہی قبضہ میں ہر قسم کی بھلائی ہے۔ تو یقیناً ہر شے پر قادر ہے۔

# مجمع البیان

اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں "علامہ طبرسی" نے یوں تحریر کیا ہے۔

(اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا) اَیْ بِسَبَبِ اَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ قَدْ سَبَقَ مَعْنَاهُ فِی الْحُجَّةِ وَکَانَ الْمُشْرِکُوْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا یَزَالُ یُجِیْئُ مَشْجُوْجٌ وَّمَضْرُوْبٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیَشْکُوْنَ ذٰلِكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ فَیَقُوْلُ لَهُمْ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اِصْبِرُوْا فَاِنِّیْ لَمْ اُوْمَرْ بِالْقِتَالِ حَتّٰی هَاجَرَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْهِ هٰذِهِ الْاٰیَةَ بِالْمَدِیْنَةِ وَهِیَ اَوَّلُ اٰیَةٍ نَزَلَتْ فِی الْقِتَالِ وَفِی الْاٰیَةِ مَحْذُوْفٌ وَتَقْدِیْرُهٗ اُذِنَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یُّقَاتِلُوْا اَوْ بِالْقِتَالِ مِنْ اَجْلِ اَنَّهُمْ ظُلِمُوْا بِاَنْ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَقُصِدُوْا بِالْاِیْذَاءِ وَالْاِهَانَةِ (وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ) وَهٰذَا وَعْدٌ لَّهُمْ بِالنَّصْرِ مَعْنَاهُ اَنَّهٗ سَیَنْصُرُهُمْ ثُمَّ بَیَّنَ سُبْحَانَهٗ حَالَهُمْ فَقَالَ (الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ) یَحْتَمِلُ مَعْنَاهُ اَنْ یَکُوْنَ اَرَادَ اُخْرِجُوْا اِلَی الْمَدِیْنَةِ فَتَکُوْنُ الْاٰیَةُ مَدَنِیَّةً وَیَحْتَمِلُ اِلَی الْحَبَشَةِ فَتَکُوْنُ الْاٰیَةُ مَکِّیَّةً وَذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ تَعَرَّضُوْا لَهُمْ بِالْاَذٰی حَتّٰی اضْطَرُّوْا اِلَی الْخُرُوْجِ وَقَوْلُهٗ بِغَیْرِ حَقٍّ مَعْنَاهُ مِنْ غَیْرِ اَنِ اسْتَحَقُّوْا

ذَالِكَ عَنِ الْجَبَائِيِّ اَیْ وَلَمْ یُخْرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ اِلَّا لِقَوْلِھِمْ رَبُّنَا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ۔ (تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزء ہفتم ص ۸۷ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اس سبب سے کہ مہاجرین پر کفار و مشرکین نے ظلم کے پہاڑ ڈھائے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جہاد کی اجازت دے دی۔ اس کا معنی در "الحجۃ" میں گذر چکا ہے (مفسر مذکور کا یہ طریقہ ہے۔ کہ اگر کسی لفظ کے معنی کئی ایک ہوں۔ یا اشتراک ہو۔ تو اس پر شواہد پیش کرنے کو "حجت" سے تعبیر کرتا ہے) مشرکین، مومنوں کو اس قدر تکالیف دیتے تھے۔ کہ وہ زخمی زدوکوب کئے ہوئے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ اور آپ سے شکایت کرتے۔ تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبر کرنے کا ارشاد فرماتے۔ اور فرماتے۔ مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا۔ یہ معاملہ ہجرت تک چلتا رہا۔ ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ مدینہ منورہ میں نازل فرمائی۔ اور جہاد کی اجازت پر اترنے والی یہ سب سے پہلی آیت ہے۔ آیت میں کچھ الفاظ حذف کئے گئے ہیں۔ اصل یوں ہے۔ کہ مومنین کو لڑائی کرنے یا جہاد کی اجازت اس وجہ سے دی گئی۔ کہ انہیں گھروں سے نکال دیا گیا۔ ان پر ظلم کئے گئے۔ اور ان کی ایذا اور اہانت کی گئی۔ (و ان اللہ علی نصرھم لقدیر) اللہ نے ان الفاظ میں مومنوں کو اپنی طرف سے امداد کا وعدہ عطا کیا معنی یہ ہے۔ کہ عنقریب وقت آنے پر اللہ ان کی مدد کرے گا۔ اس کے بعد اللہ نے ان کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ (الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ) اس کا معنی یہ بھی احتمال رکھتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کے لیے مجبور کر کے گھر سے نکال دیا گیا۔ تو اس احتمال کے پیش نظر آیت مذکورہ مدنی ہوگی۔ اور اگر یہ احتمال ہو۔ کہ وہ مسلمان جنہیں حبشہ

کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کرکے نکال دیا گیا۔ نزایت مکی ہوگی۔ یہ حالت اس لیے پیدا ہوئی۔ کہ مشرکین و کافرین ہر وقت مسلمانوں کی تکلیف کے درپے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کو مکہ سے نکل جانے پر مجبور کردیا اور "بغیر حق" کا معنی یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو مکہ سے نکالنے کا کوئی حق نہ بنتا تھا۔ صرف یہی بات ان کی ہجرت کے لیے وجہ بنی۔ کہ وہ اللہ وحدہٗ کو اپنا رب کہتے تھے۔

## مذکورہ آیت اور اسکی شیعہ تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ صحابہ کرام کو سخت سزائیں دی جاتیں۔ یہاں تک کہ کسی کا سر پھوڑ دیا جاتا۔ کسی کو شدید زدوکوب کیا جاتا۔

۲۔ صحابہ کرام کے شکایت کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں صبر کی تلقین فرماتے۔ اور فرماتے۔ کہ ابھی مجھے جہاد کی اجازت نہیں دی گئی۔

۳۔ مکہ سے مسلمانوں کو اسی وجہ سے نکالا گیا۔ کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے اور مانتے تھے۔

۴۔ جہاد کی اجازت ان مسلمانوں کو ملی۔ جو مکہ سے ہجرت کر گئے۔

۵۔ ان مہاجرین کے متعلق ایک غیبی خبر دی گئی۔ کہ حکومت ملنے کی صورت میں یہ نماز قائم کریں گے۔ زکوٰۃ ادا کریں گے۔ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض سرانجام دیں گے۔

۶۔ "علامہ کاشانی" نے اس آیت کی تفسیر میں " قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ کو داخل کرکے ثابت کیا ہے۔ کہ ان مہاجرین کو عزت اور حکومت اللہ کی طرف سے ملے گی۔

۷۔ اللہ نے ان مہاجرین کی مدد کا وعدہ فرمایا۔ اور اپنا وعدہ اس طرح پورا فرمایا۔ کہ انہیں

سرداران قریش اور قیصر و کسریٰ پر غلبہ عطا کیا۔ اور ان کے زیر تصرف علاقہ جات اللہ نے مہاجرین کے زیر تصرف فرما دیئے۔

## لمحۂ فکریہ

مندرجہ بالا امور میں غور و فکر سے ہر صاحب انصاف اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ جن مہاجرین کو "ربنا اللہ" کے جرم میں گھر سے نکالا گیا۔ ان کی اس مالی، جانی اور وطنی قربانی کا صلہ اللہ نے ایک وعدہ کی شکل میں انہیں عطا فرمایا۔ اور اللہ کا مذکورہ وعدہ قیصر و کسریٰ کی شکست اور سرداران قریش کی مغلوبیت کی صورت میں پورا ہوا۔ تو دعوتِ فکر ہے۔ کہ یہ سب کچھ کن حضرات کے دور خلافت میں ہوا! تاریخ شاہد ہے۔ کہ یہ زریں دور "دور خلفائے ثلاثہ" تھا۔ اور وہ صفات جو اللہ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمائیں۔ بدرجہ اتم ان حضرات میں موجود تھیں یہ نمازیں بھی قائم کرتے زکوٰۃ بھی دیتے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔

تو معلوم ہوا۔ کہ ان حضرات کی خلافت من جانب اللہ تھی یہ "علامہ کاشانی" نے "توتی الملک من تشاء" سے یہی ثابت کیا ہے۔ کہ یہ سب کچھ خداداد تھا۔ لہٰذا یہی بات حق ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کو حکومت بھی اللہ نے دی تھی۔ اور عزت اور قدر و منزلت بھی اسی نے عطا فرمائی۔

## جملہ صحابہ کے فضائل آیت نمبر ۲:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ط اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ

(پ ۲۷۔ ع ۱، الحدید)

ترجمہ:

تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے (راہِ خدا میں) خرچ کیا۔ اور جہاد کیا۔ وہ برابر نہیں ہو سکتا۔ ایسے لوگوں سے جنہوں نے بعد فتح خرچ کیا۔ اور جہاد کیا۔ درجہ میں کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔ اور اللہ نے اجر نیک کا وعدہ تو سب ہی سے کیا ہے اور جو عمل تم کرتے ہو۔ اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

(ترجمہ مقبول)

# مذکورہ آیت کے تحت شیعہ تفاسیر

## مجمع البیان

(لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا) بَيَّنَ سُبْحَانَهٗ اَنَّ الْاِنْفَاقَ قَبْلَ فَتْحِ مَكَّةَ اِذَا انْضَمَّ اِلَيْهِ الْجِهَادُ اَكْثَرُ ثَوَابًا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ النَّفَقَةِ وَ الْجِهَادِ بَعْدَ ذَالِكَ وَ ذَالِكَ اَنَّ الْقِتَالَ قَبْلَ الْفَتْحِ كَانَ اَشَدَّ وَ الْحَاجَةَ اِلَى النَّفَقَةِ وَ اِلَى الْجِهَادِ كَانَ اَكْثَرَ وَ اَمَسَّ وَ فِي الْكَلَامِ حَذْفٌ تَقْدِيْرُهٗ لَا يَسْتَوِي هٰٓؤُلَآءِ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا بَعْدَ الْفَتْحِ فَحُذِفَ لِدَلَالَةِ الْكَلَامِ عَلَيْهِ وَ قَالَ الشَّعْبِيُّ اَرَادَ فَتْحَ الْحُدَيْبِيَّةِ ثُمَّ سَوّٰى سُبْحَانَهٗ بَيْنَ الْجَمِيْعِ فِي الْوَعْدِ بِالْخَيْرِ وَالثَّوَابِ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى) اَيِ الْجَنَّةَ وَ

وَالثَّوَابَ فِيهِمَا وَاَنْ تَفَاضَلُوا فِي مَقَادِيرِ ذَالِكَ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) اَىْ لَا يَخْفىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ اَنْفَاقِكُمْ وَجِهَادِكُمْ فَيُجَازِيكُمْ بِحَسْبِ نِيَّاتِكُمْ وَبَصَائِرِكُمْ وَاِخْلَاصِكُمْ فِي سَرَائِرِكُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزء نہم ص۲۳۲)

ترجمہ۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا۔ کہ فتح مکہ سے پہلے اُس کی راہ میں خرچ کرنا جب کہ اس عبادت کے ساتھ جہاد بھی شامل ہو۔ اس خرچ کرنے اور جہاد کرنے سے باعتبار ثواب کے بہتر ہے۔ جو فتح مکہ کے بعد ہو۔ کیوں کہ فتح مکہ سے قبل لڑنا بہت مشکل تھا۔ اور خرچ فی سبیل اللہ اور جہاد بھی کافی اہم تھا۔ (کیوں کہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان بھی کم تھے۔ (اور مال غنیمت بکثرت نہ ہونے کی وجہ سے مالی قلت بھی تھی) کلام باری تعالیٰ میں حذف ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔ ”لایستوی هٰولاء مع الذین انفقوا بعد الفتح“ چوں کہ خود کلام اس حذف پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا اسے حذف کر دیا گیا۔ ”شعبی“ نے کہا۔ کہ اس فتح سے اللہ کی مراد ”فتح حدیبیہ“ ہے۔ پھر اس کے بعد جنت میں خیر و ثواب کے عطا کرنے کے وعدہ میں دونوں فریقوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا۔ (وکلا وعد اللہ الحسنٰی) ان میں سے ہر ایک کے لیے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا۔ اور اس میں ثواب بھی۔ اگرچہ ان کی مقداریں دونوں کے لیے مختلف ہوں گی۔ (واللہ بما تعملون خبیر) یعنی اللہ تعالیٰ سے تمہارے خرچ کرنے اور جہاد کرنے کا کوئی گوشہ اوجھل نہیں۔ لہٰذا تمہاری نیتوں اور اخلاص کے پیش نظر

تمہیں ثواب سے نوازے گا۔

## منہج الصادقین

"علامہ کاشانی" اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں ۔

(اولئک) آں گروہ منفقیاں و مقاتلاں قبل از فتح یعنی سابقان از مہاجر و انصار کہ حضرت رسالت (ص) در شان ایشان فرمود۔ لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُکُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نِصْفَهٗ ۔ اگر انفاق کنید یکے از شما مثل کوہ احد طلا را نرسید بمرتبۂ انفاق یا یکی از سابقان مہاجر و انصار و نہ نصف آں (اعظم درجة) بزرگ تر اند از روئے درجہ و مرتبہ (من الذین انفقوا) از آنانکہ نفقہ کنند (من بعد) پس از فتح مکہ (وقاتلوا) و کارزار نمائید (وکلا) و ہمہ را کہ نفقہ میکنند و قتال می نمائید قبل از فتح و بعد از آں (وعد اللہ الحسنی) وعدہ دادہ است خدائے مثوبت نیکو را کہ بہشت است اما بانفاق درجات۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نہم ص ۱۷۱)

ترجمہ:۔

متقی اور مجاہدین کی وہ جماعت جو فتح مکہ سے قبل تھی یعنی مہاجرین اور انصار میں سے سابق جن کے بارے میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا راہِ خدا میں خرچ کرے ۔ پھر بھی وہ فتح مکہ سے قبل خرچ کرنے والوں کے مُد جو یا گندم تک بلکہ اس کے نصف تک نہیں پہنچ سکتا۔" درجات و مراتب میں یہ لوگ بہت بلند ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ فی سبیل اللہ کیا۔ اور لڑے ۔ اور قبل فتح مکہ یا بعد فتح

خرچ کرنے والوں میں سے ہر ایک کے لیے اللہ نے بہترین جزا کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور وہ جنت ہے۔ لیکن اس میں درجات باعتبار خرچ کے ہوں گے۔

**خلاصہ کلام:** مذکورہ آیت اور اس کی تفسیر کرتے ہوئے دو شیعہ مفسرین نے جو کچھ لکھا۔ وہ آپ نے پڑھ لیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ فتح مکہ سے قبل اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے صحابہ اور اسی دور کے مجاہدین صحابہ درجات و مراتب میں عظیم ہیں۔ اور فتح مکہ کے بعد جن صحابہ نے فی سبیل اللہ خرچ کیا۔ اور اللہ کے دین کی بلندی کی خاطر لڑے۔ یہ حضرات اگرچہ ان درجات و مراتب کو نہ پا سکے۔ لیکن دونوں قسم کے صحابہ کرام سے اللہ تعالیٰ نے جنت اور ثواب کا وعدہ فرمایا ہے ان کے درجات میں کمی بیشی تو ہے۔ لیکن جنتی اور مومن ہونے میں سب برابر ہیں۔ لہذا خود شیعہ مفسرین نے ثابت کر دیا۔ کہ صحابہ کرام سب کے سب جنتی ہیں۔ اور جنت میں وہی جا سکتا ہے جو مومن ہو گا۔ اس لیے اس قول پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تین چار صحابی ایمان دار رہ گئے تھے۔ باقی معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے۔ ان سے سوال کیا جا سکتا ہے۔ کہ جب ایسا ہی ہے۔ جس طرح تم کہتے اور لکھتے آرہے ہو۔ تو کیا مرتدین جنت میں جائیں گے۔ حالانکہ یہ مسلّم ہے۔ کہ مرتد جنت میں نہیں جائے گا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ عقیدہ شیعوں کا خود ساختہ اور من گھڑت عقیدہ ہے۔ جو خود ان کی طرف لوٹتا نظر آتا ہے۔

## جملہ صحابہ کرام کے فضائل میں کتب شیعہ سے حوالہ جات

**حوالہ نمبر ۱:** نبی علیہ السلام کے صحابہ کرام تمام انبیاء کے صحابہ سے افضل تھے

اے موسیٰ کیا تجھے معلوم نہیں ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک تمام فرشتوں اور کل مخلوقات سے افضل ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے نزدیک افضل الخلائق ہیں۔ تو کیا کسی نبی کی آل بھی میری آل سے افضل ہے

حکم ہوا کہ اے موسیٰ! کیا تو نہیں جانتا کہ آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کی آل ____________ پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے۔ جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء پر۔ پھر عرض کی۔ کہ اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے نزدیک یہ رتبہ حاصل ہے۔ تو کیا کسی اور نبی کے اصحاب بھی میرے اصحاب سے افضل ہیں۔ ارشاد ہوا۔ کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء کے اصحاب پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے۔ جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام رسولوں پر پھر عرض کی کہ اے میرے پروردگار اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل اور ان کے اصحاب ان اوصاف سے موصوف ہیں۔ تو کیا کسی نبی کی امت بھی تیرے نزدیک میری امت سے افضل ہے۔ کہ تو نے بادل کو مقرر کیا۔ کہ ان پر سایہ کرے۔ اور من و سلوٰی کو ان پر نازل کیا۔ اور دریا کو ان کے لیے شگافتہ کیا۔ وحی ہوئی۔ کہ اے موسیٰ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ جیسے میں اپنی تمام مخلوقات سے افضل اور اکرم ہوں۔ اسی طرح امت محمدی تمام امتوں سے اشرف اور اعلیٰ ہے۔

(آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری صـ۴۷ مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

## حوالہ نمبر ۲:۔ نبی علیہ السلام کے صحابہ کرام انتہا درجہ کے پرہیزگار تھے۔

وہمہ بایک دیگر در مقام عدالت و انصاف و احسان بودند۔ و یک دیگر را بتقویٰ و پرہیزگاری وصیت میکردند۔ و بایکدیگر در مقام تواضع و شکستگی بودند۔ پیران را توقیر میکردند۔ و بر خردسالاں رحم میکردند۔ و غریباں را رعایت میکردند۔

(منتہی الآمال در بیان اخلاق شریفہ حضرت رسول خدا جلد اوّل مطبوعہ ایران صـ۲۲)

ترجمہ:۔ تمام صحابہ کرام ایک دوسرے کے ساتھ عاجزانہ اور مہربانہ طور پر پیش آتے

تھے۔ اور ایک دوسرے کو تقوٰے و پرہیز گاری کی وصیت کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ عاجزانہ اور مہربانہ طور پر پیش آتے تھے۔ بوڑھوں کی عزت اور چھوٹوں پر رحم کرتے تھے۔ اور غریب کی رعایت کرتے تھے۔

## حوالہ ۲: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خوفِ خدا کے پیکر تھے

مجمع البیان | قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَذَكَّرَ النَّاسَ وَوَصَفَ الْقِيَامَةَ فَرَقَّ النَّاسُ وَبَكَوْا وَاجْتَمَعَ عَشَرَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ فِي بَيْتِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنِ الْجَمْحِيِّ وَهُمْ عَلِيٌّ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَاَبُوْ ذَرِّ الْغِفَارِيُّ وَسَالِمُ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَالْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ الْكِنْدِيُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ وَمَعْقِلُ بْنُ مُقَرِّنٍ وَاتَّفَقُوْا عَلٰى اَنْ يَّصُوْمُوا النَّهَارَ وَيَقُوْمُوا اللَّيْلَ وَلَا يَنَامُوْا عَلَى الْفِرَاشِ وَلَا يَاْكُلُوا اللَّحْمَ وَلَا الْوَدَكَ وَلَا يَقْرَبُوا النِّسَآءَ وَالطِّيْبَ وَيَلْبَسُوا الْمُسُوْحَ وَيَرْفُضُوا الدُّنْيَا وَيَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ وَهَمَّ بَعْضُهُمْ اَنْ يَّجُبَّ مَذَاكِيْرَهٗ فَبَلَغَ ذَالِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَتٰى دَارَ عُثْمَانَ فَلَمْ يُصَادِفْهُ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ اُمِّ حَكِيْمٍ بِنْتِ اَبِيْ اُمَيَّةَ وَاسْمُهَا حَوْلَاءُ وَكَانَتْ عَطَّارَةً اَحَقٌّ مَا بَلَغَنِيْ عَنْ زَوْجِكِ وَاَصْحَابِهٖ فَكَرِهَتْ اَنْ تُكَذِّبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ص) وَكَرِهَتْ اَنْ تُبْدِيَ عَلٰى زَوْجِهَا فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَ اَخْبَرَكَ عُثْمَانُ

فَقَدْ صَدَقَكَ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ
اَخْبَرَتْهُ بِذَالِكَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ (ص) هُوَ وَ اَصْحَابُهٗ
فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلَمْ اُنَبِّئْكُمْ اَتَّكُمْ اِتَّفَقْتُمْ
عَلٰى كَذَا وَ كَذَا قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا اَرَدْنَا
اِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنِّىْ لَمْ اُوْمَرْ بِذَالِكَ
ثُمَّ قَالَ اِنَّ لِاَنْفُسِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَصُوْمُوْا
وَ اَفْطِرُوْا وَ قُوْمُوْا وَ نَامُوْا فَاِنِّىْ اَقُوْمُ
وَ اَنَامُ وَ اَصُوْمُ وَ اَفْطِرُوَ اٰكُلُ اللَّحْمَ
وَ الدَّسَمَ وَ اٰتِى النِّسَآءَ وَ مَنْ رَغِبَ عَنْ
سُنَّتِىْ فَلَيْسَ مِنِّىْ -

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم جزسوم ص ۲۳۵-۲۳۶)

ترجمہ:-

مفسرین نے کہا ہے۔ کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے جب قیامت کے واقعات بیان فرمائے۔ تو حاضرین پر رقت طاری ہو گئی۔ اور سب نے رونا شروع کر دیا۔ ان میں سے دس صحابہ کرام حضرت عثمان بن مظعون الجمحی رضی اللہ عنہ کے گھر جمع ہو گئے۔ جو یہ تھے۔ علی، ابوبکر، عبداللہ بن مسعود، ابوذر غفاری، سالم ابو حذیفہ کے مولیٰ، عبداللہ بن عمر، مقداد بن الاسود الکندی، سلمان فارسی۔ اور معقل بن مقرن رضی اللہ عنہم ان تمام نے اس پر اتفاق کیا۔ کہ اب ہم سب دن کو روزہ دار ہوں گے۔ رات کو جاگ کر اللہ کی بندگی کریں گے۔ بستر پر نہیں سوئیں گے۔ گوشت اور چربی نہیں کھائیں گے۔ عورتوں کے قریب نہ جائیں گے۔ خوشبو نہ لگائیں گے۔ موٹے کپڑے پہنیں گے

دنیا کو چھوڑ دیں گے۔ زمین میں سفر کریں گے۔ یہاں تک کہ بعض نے اپنے آلۂ تناسل کٹوانے کا بھی ارادہ کر لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات کا علم ہوا۔ تو آپ حضرت عثمان بن مظعون کے گھر تشریف لائے۔ لیکن یہ نہ مل سکے۔ تو آپ نے ان کی بیوی "ام حکیم بنت ابی امیہ" جن کا نام "حولاء" تھا۔ جو عطر فروشی کرتی تھیں۔ کو فرمایا۔ کیا تیرے خاوند اور اس کے ساتھیوں کے متعلق جو حالات پہنچے۔ وہ درست ہیں۔ تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ بولنا بھی اچھا نہ سمجھا۔ اور اپنے خاوند کے بارے میں آگاہی دینا بھی اچھا نہ سمجھا۔ تو عرض کی۔ حضور! اگر عثمان نے آپ کو اطلاع دی۔ تو اس نے آپ سے صحیح کہا ہے۔ حضور واپس چلے گئے۔ جب عثمان گھر آئے۔ ان کی بیوی نے سب کچھ بتایا۔ تو عثمان اور ان کے ساتھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں فرمایا۔ کیا میں تمہیں یہ نہ بتا دوں۔ کہ تم نے فلاں فلاں باتوں پر اتفاق کر لیا ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن ہمارا ارادہ صرف بھلائی کا ہی ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ مجھے اس طرح کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ پھر فرمایا۔ تمہارے جسموں کا بھی تم پر حق ہے۔ روزہ رکھو۔ اور کبھی نہ رکھو۔ کبھی رات جاگو۔ اور کبھی نہ جاگو میں بھی رات جاگتا ہوں۔ اور سوتا ہوں۔ اور روزہ رکھتا ہوں۔ اور کبھی نہیں رکھتا گوشت اور چربی کھاتا ہوں۔ عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں۔ جس نے میری سنت سے روگردانی کی۔ وہ مجھ سے نہیں۔

## حوالہ ۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ یادِ صحابہ میں اکثر داڑھی مبارک پکڑ کر رویا کرتے تھے

نہج البلاغہ | اَیْنَ اِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ رَکِبُوا الطَّرِیْقَ وَ مَضَوْا عَلَی

الْحَقِّ اَیْنَ عَمَّارٌ وَاَیْنَ ابْنُ التَّیِّهَانِ وَاَیْنَ ذُو الشَّهَادَتَیْنِ
وَاَیْنَ نُظَرَاءُهُمْ مِنْ اِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ تَعَاقَدُوْا عَلَی الْمَنِیَّةِ
وَاُبْرِدَ بِرُءُوْسِهِمْ اِلَی الْفَجَرَةِ قَالَ ثُمَّ ضَرَبَ بِیَدِهٖ عَلٰی
لِحْیَتِهِ الشَّرِیْفَةِ الْکَرِیْمَةِ فَاَطَالَ الْبُکَاءَ ثُمَّ قَالَ عَلَیْهِ
السَّلَامُ اَوِّهِ عَلٰی اِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ قَرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاَحْکَمُوْهُ
وَتَدَبَّرُوا الْفَرْضَ فَاَقَامُوْهُ اَحْیَوُا السُّنَّةَ وَاَمَاتُوا الْبِدْعَةَ دُعُوْا
لِلْجِهَادِ فَاَجَابُوْا وَوَثِقُوْا بِالْقَائِدِ فَاتَّبَعُوْهُ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۲ ص ۲۶۴)

ترجمہ:

کہاں ہیں وہ میرے بھائی جو راہِ خدا میں سوار ہوئے تھے۔ اور اسی اعتقاد حقہ پر گزر گئے۔ کہاں ہے عمار کدھر ہے ابن تیہان کس طرف ہے ذوالشہادتین (خزیمہ جنہیں رسولِ خدا دو عادل گواہوں کے برابر سمجھتے تھے) کہاں ہیں انکی مثالیں اور کس طرف ہیں انکے دینی بھائی جو خدا کی راہ میں مرنے کی قسمیں کھائے ہوئے تھے اور جنکے سر فاسق و فاجر شاہیوں کیطرف بھیجے گئے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ فرما کر حضرت نے ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا ہے۔ بہت دیر تک رویا کیے۔ پھر فرمایا۔ آہ، وہ میرے دینی بھائی جو قرآن کی تلاوت کرتے تھے وہ امور واجبات میں تفکر سے کام لیتے ہوئے انہیں قائم کرتے تھے۔ وہ سنّت پیغمبر کو جلاتے تھے۔ وہ بدعتوں کو دور کرتے تھے جب انہیں جہاد کی طرف بلایا جاتا تھا۔ تو نہایت خوشی سے قبول کرتے تھے۔ اپنے پیشوا پر بھروسہ رکھتے تھے اور اس کے اوامر و نہی کی اطاعت کرتے تھے۔

(نیرنگ فصاحت ص ۲۶۸)

# مذکورہ حوالہ جات اور اقوال ائمہ اہل بیت سے مندرجہ ذیل فضائل صحابہ ثابت ہوئے

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو سابقہ انبیاء کرام کے صحابہ پر ایسی فضیلت ہے۔ جیسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء کرام پر ہے۔

۲۔ صحابہ کرام باہمی انتہائی رحم دل اور احکام شرع کے پابند تھے۔ ان کی کوئی حرکت خلاف شرع نہ تھی۔

۳۔ دس صحابہ کرام (جن کے اسماء گرامی حوالہ میں گذر چکے ہیں) نے خوفِ خدا کی وجہ سے تمام آرائش و آسائش دنیا ترک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ کے نزدیک تمام صحابہ کرام صائم الدھر، قائم اللیل اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اوصاف سے متصف تھے۔ جب ان کی جدائی ستاتی تو پہروں روتے رہتے۔

۵۔ سنت نبوی کے زندہ کرنے والے اور بدعات کے مٹانے والے تھے۔

## ثابت ہوا۔

ان اوصاف سے جو خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان اقدس سے نکلے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام کامل الایمان اور خدا کے برگزیدہ بندے تھے۔ جن کی جدائی حضرت علی کو بھی ستاتی رہتی۔ اب بھی اگر کوئی بدنصیب اور ناعاقبت شناس ان حضرات کی شان اقدس میں گستاخی کر کے اپنی شقاوت ازلی کا ثبوت دے۔ اور ساتھ ہی "محب علی" ہونے کا دعوےٰ کرے۔ تو اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا۔ اور اس سے بڑھ کر حضرت علی کی دشمنی کیا ہو گی۔؟

## حوالہ ۵: نبی علیہ السلام کا غسالہ حاصل کرنے کیلیے صحابہ کرام جان دینے پر تیار ہو جاتے تھے

مجمع البیان | ثُمَّ اِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّا ثَارُوْا وَيَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وُضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمُوْا خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ قَالَ فَرَجَعَ عُرْوَةُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ وَقَالَ اَىْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِىِّ وَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ اِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّا كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وُضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمُوْا خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ (تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۱۷-۱۱۸)

ترجمہ:-

صلح حدیبیہ کے مقام پر "عروۃ" یہ منظر چھپی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ کو کسی کام کا حکم دیتے۔ وہ اس پر لپک جاتے۔ اور جب وضو فرماتے۔ تو وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لیے لڑائی تک نوبت پہنچ جاتی جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے۔ تو ان کی آوازیں انتہائی باادب اور پست ہوتیں۔ اور آپ کی تعظیم کے پیش نظر آنکھ بھر کر آپ کو نہ دیکھتے "عروۃ" جب اپنے ساتھیوں کی طرف واپس آیا۔ تو کہنے لگا۔ خدا کی قسم! عجیب فرمانبردار لوگ ہیں۔ میں وفد کی صورت میں مختلف بادشاہوں کے پاس گیا۔ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں بھی گیا۔ لیکن خدا کی قسم! میں نے آج تک ایسا کوئی بادشاہ نہ دیکھا۔ جس کی تعظیم و عزت اس کے ساتھی ایسی کرتے ہوں۔ جیسی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ وہ جب انہیں کسی کام کا کہتے ہیں۔ اس

پر عمل کے لیے فوراً آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور وضو کے پانی کی حصول میں ایک دوسرے سے دھکم پیل ہو جاتے ہیں۔ اور دورانِ گفتگو از روئے تعظیم اپنی آوازوں کو انتہائی پست رکھتے ہیں اور عظمت کی خاطر آپ کی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈال سکتے ۔

## خلاصہ کلام :-

روایت مذکورہ عشق و محبت اور وفاداری صحابہ کی ایک ایسی دلیل ہے۔ جس کو کفار کا سردار "عروہ بن مسعود ثقفی" آنکھوں دیکھ کر بیان کر رہا ہے۔ اور صاف صاف اعلان ہے۔ کہ میں نے ایسی تعظیم اور عشق و محبت والے کسی بادشاہ کے حاضرین نہ دیکھے۔ حتیٰ کہ وضو کا پانی انہیں اس قدر مرغوب تھا۔ کہ اس کے حصول کی خاطر ہاتھا پائی کی نوبت آجاتی۔

ایک کافر چشم دید حالات اس طرح بیان کرے۔ جس سے ان کی عقیدت و عظمت بے مثال ثابت ہوتی ہو۔ لیکن اس کے خلاف ایک نام نہاد مسلمان "بلکہ حقیقی مومن" کہلانے والا صحابہ کرام کے بارے میں یوں کہے۔ کہ انہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے جو بغض و عداوت تھی۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ تو آپ خود فیصلہ کریں۔ کہ اس "مومن" اور اُس "کافر" میں سے کون اچھا ہے۔

## حوالہ نمبر ۶: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مہاجرین و انصار کے حق میں دعائے مستجاب

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ پہنچے تو آپ نے مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے بمع صحابہ کرام کے خود بھی اپنے دست مبارک سے کام کیا۔ جب صحابہ کرام کام کر رہے تھے۔ تو یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِیُّ یَعْمَلُ          لَذٰلِكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

یعنی اگر ہم کام کرنے سے بیٹھ جائیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام کرتے رہیں

تو ہمارا کیا ہوا سب ضائع ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ شعر اپنی زبانِ اقدس سے فرماتے تھے۔

لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ
اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

(مناقب آل ابی طالب جلد اول ص۱۸۵ مطبوعہ قم طبع جدید فی ہجرتہ علیہ السلام)

بہترین زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ اس لیے اے پروردگار عالم! میرے ان تمام مہاجرین وانصار صحابہ کرام پر رحم فرما۔

## حاصل کلام :-

جب تمام مہاجرین وانصار کے حق میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت کی دعا مانگیں اور یہ ازلی بدبخت (شیعہ) کہیں کہ صحابہ کرام پر معاذ اللہ خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں۔ اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ کریں کہ دعائیں مانگنے والا اللہ کا رسول سچا ہے یا یہ دشمنان صحابہ جو ان مرحومین ومغفورین پر لعن طعن کرنا اپنا جزو مسلک سمجھتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

# فصل ثانی

## خلفائے ثلاثہ کے مشترکہ فضائل میں کتب شیعہ سے حوالہ جات

### حوالہ نمبر (۱)

واقعہ صفین | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلِیٍّ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ

إِلٰى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَمَّا بَعْدُ .... وَ ذَكَرْتَ أَنَّ اللّٰهَ اجْتَبٰى لَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَعْوَانًا أَيَّدَهُ اللّٰهُ بِهِمْ فَكَانُوْا فِي مَنَازِلِهِمْ عِنْدَهُ عَلٰى قَدَرِ فَضَائِلِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ فَكَانَ أَفْضَلُهُمْ زَعَمْتَ فِي الْإِسْلَامِ وَ أَنْصَحُهُمْ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ الْخَلِيْفَةُ وَ خَلِيْفَةُ الْخَلِيْفَةِ وَ لَعَمْرِيْ إِنَّ مَكَانَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ لَعَظِيْمٌ وَ إِنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجُرْحٌ فِي الْإِسْلَامِ شَدِيْدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَ جَزَاهُمَا بِأَحْسَنِ الْجَزَاءِ

(وقعہ صفین ص ۶۲ مطبوعہ بیروت طبع قدیم۔)

ترجمہ:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ خط امیر المومنین علی کی طرف سے امیر معاویہ کی طرف لکھا جا رہا ہے ۔ سلام و دعا کے بعد۔ تم نے جو کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسلمانوں میں سے بہت سے مددگار اور معاون منتخب فرمائے ۔ جن کے سبب اللہ نے آپ کو کامیابی عطا فرمائی ۔ اور وہ تمام معاونین آپ کی بارگاہ میں باعتبار اپنے فضائل کے درجات رکھتے تھے ۔ گویا تمہارے نزدیک ان سب میں سے اسلام میں افضل اور اللہ اور اس کے رسول کی خاطر نصیحت کرنے والوں میں سے سب سے بہتر خلیفہ اول ابوبکر ہے ۔ اور ان کے بعد ان کے خلیفہ فاروق اعظم ہیں ۔ مجھے اپنی عمر کی قسم ! ان دونوں صاحبوں کا اسلام میں ایک بہت عظیم مقام ہے اور ان کے وصال کے بعد اسلام پر شدید مصائب کا دور آگیا ۔ اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے اور انہیں بہت اچھی جزا عطا فرمائے ۔

## حوالہ نمبر (۲): غزوۂ احد میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں میں ابوبکر سرِفہرست ہیں۔

مجمع البیان (وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ) اَعَادَ تَعَالٰی ذِکْرَ الْعَفْوِ تَاکِیْدًا لِطَمْعِ الْمُذْنِبِیْنَ فِی الْعَفْوِ وَ مَنْعًا لَهُمْ عَنِ الْیَاْسِ وَتَحْسِیْنًا لِظُنُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ (اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ) قَدْ مَرَّ مَعْنَاهُ وَذَکَرَ اَبُو الْقَاسِمِ الْبَلْخِیُّ اَنَّهٗ لَمْ یَبْقَ مَعَ النَّبِیِّ (ص) یَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا ثَلٰثَةَ عَشَرَ نَفْسًا خَمْسَةٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَثَمَانِیَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَمَّا الْمُهَاجِرُوْنَ فَعَلِیٌّ (ع) وَ اَبُوْبَکْرٍ وَّ طَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ (مجمع البیان جلد اول جزء دوم صفحہ ۵۲۴۔ آل عمران)

ترجمہ:۔

اللہ تعالیٰ نے یقیناً انہیں معاف فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے معافی کا دوبارہ تذکرہ اس لیے فرمایا۔ تا کہ گناہ گاروں کو اپنی معافی کی خواہش پوری طرح پختہ ہو جائے۔ اور ناامیدی ختم ہو جائے۔ اور مومنین کے حسن ظن کو تقویت ملے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً بخشنے والا حلم والا ہے۔ اس کا معنی گذر چکا ہے۔ ابوالقاسم بلخی نے ذکر کیا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کے دن صرف تیرہ ۱۳ آدمی باقی رہے۔ پانچ کا تعلق مہاجرین سے اور آٹھ کا انصار سے تھا۔ مہاجرین کے پانچ یہ تھے۔ علی، ابوبکر، طلحہ، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین۔

### اس حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ میدان احد سے بھاگنے والے صحابہ کرام کی اس غلطی کی اللہ نے تلافی فرما دی۔ اور انہیں

معاف کر دیا۔

۲۔ "معافی" کا دوبارہ ذکر کرنا اس بات کی تاکید تھی۔ کہ صحابہ اس سے پہلے ہی معافی کے طلب گار تھے۔

۳۔ دوبارہ معافی کا ذکر فرما کر صحابہ کرام کو مایوسی سے منع فرمایا۔ اور ان کے حسن ظن کی تعریف فرمائی۔

۴ میدان احد میں ڈٹے رہنے والے حضرات میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سر فہرست ہیں

**مقام غور ہے۔**

کچھ لوگوں کا یہ وطیرہ ہے۔ کہ ان صحابہ کرام کے بارے میں زبانِ لعن و طعن دراز کرتے ہیں۔ جو میدان احد سے بھاگ گئے تھے۔ ایسے لوگوں کو " ولقد عفا اللہ عنھم کے الفاظ پر نظر دوڑانی چاہیئے۔ نیز شیعہ تفسیر جو ابھی اس آیت کے تحت مذکورہ ہوئی۔ اسے بھی پیش نظر رکھیں۔ تو صاف معلوم ہو گا۔ ان کا لعن طعن خود اپنی طرف لوٹتا ہے۔ کیوں کہ اللہ رب العزت نے ان کی معافی فرما دی۔ بلکہ اس کی تاکید بھی فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان بھاگنے والوں میں سے صدیق اکبر سب سے پہلے تھے۔ اور باقی ماندہ افراد صرف ابو دجانہ اور علی المرتضٰی تھے۔ حالانکہ ان کی اپنی تفسیر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شمار ان حضرات میں کر رہی ہے۔ جو وہاں ثابت قدم رہے۔ اور وہ دو نہیں بلکہ تیرہ حضرات تھے۔ تو یہ سب کچھ بغض صدیق کی وجہ سے ہے۔ "صواعق محرقہ" کی عبارت پر نظر کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ اِیْمَانٌ وَّبُغْضُھُمَا کُفْرٌ ابو بکر و عمر کی محبت ایمان ہے۔ اور ان سے بغض کفر ہے۔ فھل من مدکر

---

**حوالہ نمبر ۳: حضرت علی لقب صدیق و فاروق کیساتھ ابو بکر اور عمر کو موسوم فرماتے تھے**

---

ابن میثم | وَذَکَرْتَ اَنَّ اللّٰہَ اجْتَبٰی لَہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَعْوَانًا

اَيَّدَهُمْ بِهٖ فَكَانُوْا فِیْ مَنَازِلِهِمْ عِنْدَهٗ عَلٰی قَدْرِ فَضَائِلِهِمْ فِی الْاِسْلَامِ وَكَانَ اَفْضَلُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ كَمَا زَعَمْتَ وَاَنْصَحُهُمْ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اَلْخَلِیْفَةَ الصِّدِّیْقَ وَخَلِیْفَةَ الْخَلِیْفَةِ الْفَارُوْقَ وَلَعَمْرِیْ اِنَّ مَكَانَهُمَا فِی الْاِسْلَامِ لَعَظِیْمٌ وَاِنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجَرْحٌ فِی الْاِسْلَامِ شَدِیْدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَجَزَاهُمَا بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا۔

(ابن میثم شرح نہج البلاغہ جلد نمبر ۱ ص ۲۶۱ تا ۲۶۲)

ترجمہ:۔

(علی المرتضیٰ نے امیر معاویہ کو خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا) تم نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسلمانوں میں سے مددگار منتخب فرما کر ان کے ذریعہ آپ کو تقویت دی۔ اور آپ کی بارگاہ میں ان مراتب کے حساب سے تھے۔ جو اسلام میں فضیلت کے اعتبار سے ان کو ملے۔ تمہارے خیال کے مطابق ان میں سے اسلام کے اعتبار سے سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی میں سب سے بہتر خلیفہ اول ابوبکر صدیق ہیں۔ اور پھر ان کے خلیفہ فاروق اعظم ہیں۔ مجھے قسم ہے۔ کہ ان دونوں صاحبوں کا اسلام میں ایک عظیم مرتبہ ہے۔ اور ان کے وصال پر اسلام میں سخت مصائب کا دور آیا۔ اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے۔ اور انہیں ان کے کئے کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

**حوالہ ۱ اور ۲ سے ثابت ہوا کہ:**

۱۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ "صدیق" کے لقب اور عمر رضی اللہ عنہ "فاروق" کے لقب سے

صحابہ کرام میں مشہور تھے۔

۲۔ صحابہ کرام کو جو قضاء، خلافت اور امامت وغیرہ کے منصب ملے۔ وہ ان کی اسلامی فضیلت کے مطابق تھے۔

۳۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے زبانِ اقدس سے یہ بات صاف صاف کہی۔ کہ شیخین کے وصال سے اسلام کو عظیم نقصان ہوا۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحم فرمانے اور ان کو ان کے اعمال کی جزائے خیر دینے کی دعا مانگی۔

## خلاصہ کلام :-

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ان دونوں حضرات کو "صدیق و فاروق" کہنا اور پھر ان کے وصال پر اسلام کو نقصان عظیم پہنچنے کا ارشاد فرمانا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی ان کو خلیفہ برحق تسلیم کرتے تھے۔ تبھی ان کے لیے دعائے رحم اور جزائے خیر کی دعا کی۔ بالفرض اگر یہ حضرات ناجائز خلیفہ اور غیر شرعی ہوتے۔ تو ان کے وصال پر اسلام کو بجائے نقصان کے فائدہ پہنچتا۔ اور سجدہ شکر ادا کیا جاتا۔ نہ کہ دعائے خیر کی جاتی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ قسمیہ فرما رہے ہیں۔ کہ ان کا اسلام میں عظیم مرتبہ تھا۔ اور ان کا وصال اسلام کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔ خدا رحمت کند بر عاشقانِ پاک طینت را۔ اگر حضرت علی کے نزدیک ان کا اسلام اور ان کی خلافت ناجائز اور فریب ہوتا۔ تو بعد از وصال دعائے مغفرت نہ کی جاتی۔ کیونکہ یہ مسلمہ بات ہے۔ کہ کافر کے لیے دعائے مغفرت بھی کفر ہے۔

| | |
|---|---|
| حوالہ نمبر (۴) :- | قولِ علی: جب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا حق ادا کر دیا تو ہم نے ان سے ناراضگی چھوڑ دی |

واقعہ صفین | قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَاٰلِہٖ فَانْقَذَ بِہٖ مِنَ الضَّلَالَۃِ وَ الْغَیِّ بِہٖ مِنَ الْھَلَکَۃِ وَجَمَعَ بِہٖ بَعْدَ الْفُرْقَۃِ ثُمَّ قَبَضَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ وَ قَدْ اَدّٰی مَا عَلَیْہِ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ النَّاسُ اَبَا بَکْرٍ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ اَبُوْ بَکْرٍ عُمَرَ وَ اَحْسَنَا السِّیْرَۃَ وَ عَدَلَا فِی الْاُمَّۃِ وَ قَدْ وَجَدْنَا عَلَیْھِمَا اَنْ تَوَلَّیَا الْاَمْرَ دُوْنَنَا وَ نَحْنُ اٰلُ الرَّسُوْلِ وَ اَحَقُّ بِالْاَمْرِ فَغَفَرْنَا ذَالِکَ لَھُمَا۔

(وقعۃ صفین ص۱۴۹ مطبوعہ عباسیہ بیروت)

ترجمہ:۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد حضرت علی المرتضےٰ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر لوگوں کو گمراہی اور ضلالت سے نجات دی۔ اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہلاکت سے بچایا۔ مختلف ٹکڑوں میں بٹے ہوئے لوگوں کو ایک جا جمع فرمایا۔ پھر اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلایا۔ بلانے سے قبل آپ نے اپنے ذمّہ تمام امور ادا کر دیئے تھے۔ آپ کے بعد لوگوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ اور ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنایا۔ یہ دونوں سیرت و کردار میں اعلیٰ پایہ کے انسان تھے۔ اور امت میں خوب عدل کیا۔ ہمیں ان دونوں سے یہ شکایت تھی۔ کہ ہم آلِ رسول جو خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔ ہم سے بغیر پوچھے یہ لوگ خلیفہ بن گئے۔ لیکن ہم نے ان کی اس غلطی کو معاف کر دیا۔ کیوں کہ امت میں عدل و انصاف کرنا ہی ہمارا مقصود تھا۔ جو انہوں نے بخوبی انجام دیا۔)

**مذکورہ خطبہ سے ثابت ہوا۔ کہ**

۱۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی

حسنِ سیرت اور امت میں عدالت کی برقراری کی تعریف وتحسین فرمائی۔

۲۔ ابتداً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے مشورہ نہ کرنے کی وجہ سے کچھ ناراضگی تھی۔ اور ان کا خیال تھا۔ کہ آل رسول ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا حق ہمیں پہنچتا ہے۔ لیکن جب منشاءِ خلافت دیکھا۔ کہ ان دونوں نے سیرت کا اعلےٰ معیار اپنایا اور امت میں عدالت فرمائی۔ تو ناراضگی دور فرما دی۔ اور صاف اعلان فرمایا۔ کہ ہم نے انہیں معاف کر دیا۔

## قابل توجہ امر :-

یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ شیعہ حضرات مسئلہ خلافت کو ''اصول دین'' میں سے شمار کرتے ہیں۔ اور یہ بات سبھی مانتے ہیں۔ کہ ''اصول دین'' تبدیل نہیں ہوا کرتے۔ جس طرح کوئی پیغمبر کسی غیر پیغمبر کو اپنی جگہ پیغمبر نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح اگر واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ ''خلیفہ بلافصل'' تھے۔ تو کسی طرح بھی یہ حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کو خلیفہ تسلیم نہ کرتے۔ لیکن اس خطبہ سے معلوم ہو رہا ہے۔ کہ حضرت علی نے ان دونوں کی خلافت کو تسلیم بھی کیا۔ اور اپنی طرف سے انہیں معاف بھی فرمایا۔ اور بلکہ کتب شیعہ میں واضح الفاظ میں موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق کی بیعت کی اور آپ کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ لشکر لے کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ تو دیکھا۔ کہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارد گرد جمع ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پوچھا۔ ابوبکر کے پاس اجتماع کیسا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا۔ ''یہ اسی طرح ہے جیسے تو نے دیکھا۔'' اس پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

کیا آپ نے ابوبکر کی بیعت کر لی ہے۔ جواب دیا۔ ہاں اے اسامہ کر لی ہے۔ (احتجاج طبرسی ص۵۲ مطبوعہ نجف اشرف)

۲- پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت میں ان کے پیچھے نمازیں بھی ادا فرماتے رہے۔

## حضرت علی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے

تفسیر قمی | "ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلّٰى خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ"

پھر حضرت علی اٹھے۔ اور نماز کی تیاری کر کے مسجد میں تشریف لائے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

(تفسیر قمی صہ ۵۰۳)

## ذرا سوچو:

اگر مسئلہ خلافت "اصول دین" میں سے ہوتا۔ اور یہ حق صرف اور صرف حضرت علی کا ہوتا تو ابوبکر اس کے غاصب بن کر اور اصول دین کے منکر ہو کر (معاذ اللہ) اسلام سے خارج ہو جاتے۔ اور خارج از اسلام کی بیعت پھر اس کے پیچھے نماز جیسی اہم عبادت ایک عام مسلمان بھی نہیں سوچ سکتا چہ جائے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسی عظیم شخصیت ان دونوں باتوں کا ارتکاب کرتی۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امر خلافت "اصول دین" میں سے نہیں۔ پھر تقاضائے بشری کے مطابق اگر ابتداءً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعض وجوہ کی بنا پر ناراضگی بھی تھی۔ تو آپ نے اُسے ختم فرما دیا تھا۔ اور معاف کر دیا تھا۔

اب میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں۔ کہ حضرت علی نے معاف کر کے امر خلافت ابوبکر کو سپرد کر دیا۔ تو تمہاری ناراضگی اب کیا کر سکتی ہے۔ نہ تو تم ابوبکر صدیق سے خلافت چھین سکتے ہو اور نہ تمہاری ناراضگی سے حضرت علی کی معافی میں کچھ رد و بدل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا تم خود بتاؤ۔ اس ناراضگی سے تم کیا چاہتے ہو۔ جو تم چاہتے ہو۔ وہ تو مل نہیں سکتا۔ البتہ اس ناراضگی کا ثمرہ اللہ سے ضرور پاؤ گے۔ اس کے لیے انتظار کرو۔

## حوالہ نمبر ۵: حضرت علی کے نزدیک شیخین خلیفہ عادل تھے، حق پر رہے اور حق پر ہی ان کا وصال ہوا۔

احقاق الحق | اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(احقاق الحق صد ۱۶)

ترجمہ:۔

وہ دونوں (ابوبکر، عمر) عادل اور منصف امام تھے۔ دونوں حق پر رہے۔ اور حق پر ہی دونوں کا وصال ہوا۔ قیامت کے دن ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو۔

### مقام غور:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی اس طرح شان بیان کرنا اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ ان حضرات کی تمام زندگی اور پھر وفات "حق" پر تھی۔ لہٰذا کسی دور میں قبول اسلام کے بعد ان میں کفر داخل نہ ہوا۔ دراصل امام موصوف کا یہ ارشاد ایک سائل کے جواب میں وارد ہوا۔ جس کے ذریعہ شیخین کی شان میں زبان طعن دراز کرنے والوں کا آپ نے رد فرمایا۔

## حوالہ نمبر ۶: امام حسن رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کو خلفائے راشدین سمجھتے تھے۔

کشف الغمہ | وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا كَتَبَهُ فِي كِتَابِ الصُّلْحِ الَّذِي اسْتَقَرَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مُعَاوِيَةَ حَيْثُ رَأَى حَقْنَ الدِّمَاءِ وَإِطْفَاءَ الْفِتْنَةِ وَهُوَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ

مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِیْ سُفْيَانَ صَالَحَهُ عَلٰی اَنْ يُّسَلِّمَ اِلَيْهِ وِلَايَةَ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰی اَنْ يَّعْمَلَ فِيْهِمْ بِكِتَابِ اللهِ تَعَالٰی وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسِيْرَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَلَيْسَ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْيَانَ اَنْ يَّعْهَدَ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ عَهْدًا بَلْ يَكُوْنُ الْاَمْرُ مِنْ بَعْدِهٖ شُوْرٰی بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَلٰی اَنَّ النَّاسَ اٰمِنُوْنَ حَيْثُ كَانُوْا مِنْ اَرْضِ اللهِ شَامِهِمْ وَعِرَاقِهِمْ وَحِجَازِهِمْ وَيَمَنِهِمْ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۷۰ مطبوعہ تبریز تذکرہ امام حسن فی کلامہ و مواعظہ)

ترجمہ:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس میں سے یہ بھی تھا۔ اور یہ تحریر اس کتاب الصلح میں تھی۔ جو ان دونوں کے درمیان تحریر ہوئی۔ جب کہ آپ نے ضروری سمجھا کہ فتنہ فرد ہو جائے اور خون محفوظ ہو جائیں۔ اور وہ مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ صلح نامہ ہے۔ جو حسن بن علی بن ابوطالب اور معاویہ بن ابوسفیان کے درمیان طے پایا۔ وہ صلح یہ تھی۔ مسلمانوں کی ولایت میں تمہیں اس شرط پر سپرد کرتا ہوں۔ کہ تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفائے راشدین کے مطابق عمل کرو گے۔ اور معاویہ بن ابوسفیان کو اس بات کی قطعًا اجازت نہ ہوگی۔ کہ وہ اس کے بعد کسی سے اس قسم کا معاہدہ کرے۔ بلکہ پھر معاملہ مسلمانوں کی باہمی مشاورت سے ہوگا۔ اور اس بات پر بھی کہ مسلمان شام، عراق، حجاز اور یمن میں جہاں کہیں ہوں۔ امن سے

ہوں گے۔

# امام حسن رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے معاملۂ خلافت اور مسلمانوں کی ولایت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔

۲۔ اس معاہدہ کی ایک شرط یہ تھی۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے درمیان کتاب اللہ، سنت رسول اور سیرۃ صحابہ سے حکمرانی کریں گے۔

۳۔ دوسری شرط یہ تھی۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعد امر خلافت کے سلسلہ میں مسلمانوں کی مشاورت کے پابند ہوں گے۔

۴۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمان سمجھتے ہوئے مسلمانوں کی ولایت ان کے سپرد کی تھی۔

## غور طلب امر:

امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس صلح نامہ سے جہاں یہ ثابت ہوا۔ کہ خلفاء اربعہ ان کے نزدیک خلفائے راشدین تھے۔ کیونکہ ان کی سیرت کی پابندی کو بطور شرط رکھا۔ اگر خاص کر خلفائے ثلاثہ معاذ اللہ مسلمان نہ ہوتے۔ تو ان کی سیرت کو اپنانے کا حکم نہ دیتے۔ تو اسی طرح یہ بھی ثابت۔ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلیفہ کا انتخاب مجلس شوریٰ کو کرنا چاہیئے۔ جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب مشاورت سے ہوا۔ اگر ان کے نزدیک خلافت "منصوص من اللہ" ہوتی۔ تو مومنین کی مجلس مشاورت کی شرط بے سود تھی۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ کا "منصوص من اللہ" ہونا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

☆☆☆

## حوالہ نمبر ۷: خلفائے ثلاثہ کی گستاخی کرنے والوں کے حق میں امام زین العابدین نے بددعا فرمائی۔

**کشف الغمہ**

وَقَدِمَ اِلَیْہِ نَفَرٌ مِّنَ الْعِرَاقِ فَقَالُوْا فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ
وَعُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ فَلَمَّا فَرَغُوْا مِنْ کَلَامِہِمْ قَالَ
لَہُمْ اَلَا تُخْبِرُوْنِیْ اَنْتُمْ "الْمُہَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا
مِنْ دِیَارِہِمْ وَاَمْوَالِہِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّ
یَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصَّادِقُوْنَ"؟ قَالُوْا لَا
قَالَ فَاَنْتُمْ "الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِہِمْ یُحِبُّوْنَ
مَنْ ہَاجَرَ اِلَیْہِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِہِمْ حَاجَۃً مِّمَّا
اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ"
قَالُوْا لَا قَالَ اَمَّا اَنْتُمْ قَدْ تَبَرَّاْتُمْ اَنْ تَکُوْنُوْا مِنْ اَحَدِ
ہٰذَیْنِ الْفَرِیْقَیْنِ وَاَنَا اَشْہَدُ اَنَّکُمْ لَسْتُمْ مِنَ الَّذِیْنَ قَالَ
اللّٰہُ فِیْہِمْ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِہِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا
تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، اُخْرُجُوْا
عَنِّیْ فَعَلَ اللّٰہُ بِکُمْ۔

کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوم ص ۷۸ مطبوعہ تبریز فی فضائل الامام زین العابدین

ترجمہ:۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس عراقی وفد آیا۔ اور انہوں نے ابوبکر صدیق

عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہے۔ جب وہ تبرہ بازی کر چکے۔ تو امام زین العابدین نے انہیں کہا۔ کیا تم مجھے اس کی خبر نہیں دیتے۔ کہ بقول قرآن جو لوگ "پہلے پہل مہاجرین جنہیں ان کے گھروں اور اموال سے دور کر دیا گیا۔ وہ اللہ سے اس کا فضل اور رضامندی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ وہی سچے ہیں"، کیا تم ان میں سے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا۔ کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی شان یہ ہے۔ وہ لوگ جو ہجرت کرنے والوں سے پہلے دار الہجرت میں مقیم اور ایمان پر قائم ہیں۔ اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہجرت کرنے والوں کو دیا گیا اس کے متعلق اپنے دلوں میں خواہش نہیں رکھتے۔ اور اپنی ذات پر مہاجرین کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ انہیں اس کی خود بھی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ (القرآن) کہنے لگے ہم ان میں سے بھی نہیں۔ پھر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ تم خود ہی ان دو فریقوں میں سے ہونے کا انکار کر بیٹھے۔ اور میں تمہارے بارے میں یہ گواہی دیتا ہوں۔ کہ تم اس فریق میں بھی نہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "وہ لوگ جو ان کے بعد آئے۔ کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں بخش۔ اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے ایمان میں سبقت لے گئے۔ اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کے حق میں کھوٹ نہ رکھ۔ یہ فرما کر انہیں حکم دیا۔ کہ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ۔ اور اللہ تمہاری بدکلامی کی تمہیں سزا دے۔

## وضاحت:

قرآن پاک کے پارہ ۲۸ رکوع ۴ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولین کے تین گروہوں کا

ذکر فرمایا۔ پہلا گروہ وہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا۔ اور اللہ ورسول کی مدد کی۔ یہی لوگ سچے ہیں۔

دوسرا گروہ ان مدینہ کے رہنے والوں کا تھا۔ جو مہاجرین کے پہنچنے سے پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔ اور جب مہاجرین مدینہ منورہ پہنچے۔ تو ان کی دل کھول کر مدد کی۔ اور اپنی ضروریات سے اِن کی ضروریات کو مقدم رکھا۔ یہ لوگ کامل فلاح پانے والے ہیں۔

تیسرا گروہ ان حضرات کا ہے۔ جو ان اولین ہجرت کرنے والوں اور ان کی امداد کرنے والوں (انصار) کے بعد آیا۔ اور اس نے اللہ رب العزت سے دعا کی۔ اے اللہ ہمیں بھی بخش۔ اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی مغفرت فرما۔ جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور ایمان داروں کے خلاف ہمارے دل میں کھوٹ نہ رکھ۔ اے اللہ تو رؤف ورحیم ہے

جب عراقی وفد نے خلفائے ثلاثہ کی شان میں توہین آمیز الفاظ بکے۔ تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا۔ تم پہلے دو گروہوں میں سے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو اس کے بعد امام موصوف نے بغیر پوچھے بطور شہادت فرمایا۔ کہ بخدا! تم تیسرے گروہ میں سے بھی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے جو مقبول تھے۔ وہ ان ہی تین گروہوں میں تھے۔ جب تم ان میں سے کسی گروہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ تو تم اللہ کے ناپسندیدہ افراد اور مردودِ بارگاہ الٰہی ہو۔ لہذا میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ کہ فوراً میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔ میں تمہاری منحوس شکلیں دیکھنا نہیں چاہتا اور اللہ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ تمہیں اس بدزبانی کی قرار واقعی سزا دے۔

## قرآن کی مذکورہ آیات اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے طرز کلام سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہو گئے

۱۔ خلفاء ثلاثہ کی ہجرت محض اللہ کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر تھی۔

۲۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔ (یعنی دین کو

لوگوں تک پہنچایا)

۳۔ یہی لوگ درحقیقت سچے ہیں۔ یعنی قول وعمل اور عقیدہ میں سچے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ کامل الایمان اور خلیفہ برحق تھے۔ کیوں کر کافر، منافق، مرتد اور یہودی وغیرہ ”صادقین“ شمار نہیں ہوتے۔

۴۔ مہاجرین وانصار کے حق ہمیشہ دعائے خیر کرنی چاہیئے۔ نہ کہ بُرے خیال اور بُرے اعمال کی نسبت ان کی طرف کرنی چاہیئے۔

۵۔ قرآن پاک میں پہلے گروہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جو مطلقاً مہاجرین تھے۔ لیکن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی شان میں خاص کر گستاخی کرنے والوں کو اپنی مجلس سے نکل جانے کو کہا۔ جس سے معلوم ہوا کہ امام موصوف کے نزدیک خلفائے ثلاثہ ان مخصوص مہاجرین میں سے تھے۔ جنہوں نے ہجرت محض اللہ کی خوشنودی اور اس کے دین کی بلندی کی خاطر کی۔ اور وہ حقیقتاً سچے تھے۔

۶۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے نزدیک تمام مہاجرین وانصار عموماً اور بالخصوص خلفائے ثلاثہ انتہائی معزز ومکرم تھے۔ اور ان کی راست بازی اور ایمان کی پختگی سب سے بڑھ کر تھی۔

## ذرا سوچ کر بتاؤ:

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جن عراقی لوگوں کو اپنی مجلس سے نکال دیا۔ اُن کا کیا قصور تھا۔ اگر جرم یہ تھا۔ کہ انہوں نے خلفائے ثلاثہ کی شان میں بدکلامی اور ہرزہ سرائی کی۔ تو تم اپنے بارے میں سوچو۔ کیا تم بھی یہی جرم نہیں کرتے؟ اگر تم بھی اسی جرم کے مجرم ہو۔ اور واقعی ہو۔ جیسے اسی کتاب کے ایک مستقل باب میں اس کا ذکر آئے گا۔ تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق تمہارا اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ایسوں کو دھتکار کر باہر نکال دیا گیا۔ آج نہیں تو کل قیامت کو امام موصوف تمہیں ضرور اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیں گے

اس وقت توبہ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس لیے اے شیعو اب وقت ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کے مداح بن کر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا قرب حاصل کر لو۔ اور ان کی بدعا سے بچو۔ ؂

پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا۔

## حوالہ نمبر ۸: غزوۂ تبوک کے موقع پر خلفائے ثلاثہ کی جانثاری کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

روضۃ الصفا | چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ از سر تمامت اموال خویش برخواستہ در راہ ایزد تعالیٰ و تقدس صرف نمود۔ و بایں فعل جمیل بر ہمہ محسنان امت سبقت گرفت۔ و عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بتصدق نصف متملکات خویش استسعاد یافت۔ نقل است کہ چوں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بر منبر آمدہ اغنیاء را بر تجہیز جیش عرب و دستگیری درماندگان دلالت فرمود بمثوبات اخروی امیدوار گردانید۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہ بوفور مال و کثرت استعداد از اصحاب نصرت انتساب امتیاز داشت برپائے خواستہ قبول نمود کہ صد شتر جہاز بستہ بفقراء لشکر دہد۔ و چوں حضرت مقدس نبوی باری دیگر بحرف نخستین زبان کشاد و عثمان صد شتر دیگر اضافہ آں کرد۔ در نوبت سوم سہ صد شتر رسانید زمرۂ از اصحاب سیر گفتہ اند۔ کہ آں نکو محضر ہزار مثقال طلائے احمر بر آں شتراں منضم گردانید و فرقۂ را عقیدہ آں کہ یحتاج ثلث آں لشکر کہ مجموع آں سی ہزار بودند قیام نمود حضرت خیر الانعام در آں روز فرمود۔ لَا یَضُرُّ عُثْمَانَ بِمَا لِ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا در بعضے از کتب بنظر چناں رسیدہ کہ چوں عثمان بن عفان ہزار مثقال طلا در مجلس فرخندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آورد آں سرور فرمود اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَاِنِّیْ عَنْهُ رَاضٍ۔ (تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم صـ۲۰۴ ذکر احوال خاتم الانبیاء)

ترجمہ: (غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مالی امداد دینے کی ترغیب فرمائی) تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں دے دیا۔ جس کی وجہ سے وہ تمام امت پر سبقت لے گئے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی ملکیت کا نصف بارگاہ نبوی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نقل ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر امیر لوگوں کو جنگ کے ساز و سامان کے لیے اور غریب مجاہدین کی مالی امداد کے لیے رغبت دلائی۔ اور اس پر اخروی ثواب کا مژدہ سنایا۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو کہ مالی اعتبار سے تمام صحابہ کرام پر فضیلت و سبقت رکھتے تھے۔ کھڑے ہوئے۔ اور سو اونٹ سامان سے لدے ہوئے فقرا لشکر کو دینے کا اعلان فرمایا۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سو اونٹ اور بڑھا دیئے۔ اور تیسری مرتبہ اعلان پر انہوں نے تین سو اونٹ دینے کا اعلان فرمایا۔ سیرت نگاروں کی ایک جماعت کا کہنا ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تین سو اونٹوں کے ساتھ ہزار مثقال سرخ سونا بھی دینے کا اعلان فرمایا۔ اور ایک فرقہ کا عقیدہ ہے۔ کہ اس لشکر کی ضروریات کا ۱/۳ حصہ انہوں نے مہیا کر دیا۔ جس کی تعداد تیس ہزار تھی۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمایا۔ کہ عثمان کی اس قدر مالی قربانی کے بعد اس کا مال اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔ بعض سیرت کی کتابوں میں یوں بھی نظر سے گذرا ہے کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہزار مثقال سونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اس وقت دعا فرمائی۔ اے اللہ! عثمان بن عفان سے راضی ہو جا۔ بے شک میں اس سے راضی ہوں۔

## روضۃ الصفا کی مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے تمام مال کی قربانی کی وجہ سے تمام امت سے افضل ہیں۔ اس طرح مصنف نے اہل سنت و جماعت کے مسلک کی تصدیق کر دی۔ کہ بعد از انبیاء تمام امت سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

۲۔ اپنا نصف مال بارگاہ رسالت میں پیش کر کے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی عاشق رسول اور محب صادق ہونے کا ثبوت دیا۔

۳۔ بوقت ضرورت حضرت عثمان نے لشکر اسلام کی ایسی مالی خدمات سرانجام دیں۔ جس کی نظیر نہیں ملتی۔

۴۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بے مثال مالی قربانی کے صلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے مثال خوشخبری سے نوازا وہ یہ کہ اگر ان سے بتقاضائے بشری مالی معاملات میں کوئی خطا و غلطی سرزد ہو جائے۔ تو اس کا مواخذہ نہ ہو گا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بروز قیامت مالی معاملات میں عثمان غنی سے باز پرس نہیں ہو گی۔ اور آپ بلاحساب جنت میں جائیں گے۔

## حوالہ نمبر ۹: ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی جنت بھی مشتاق ہے

**رجال کشی** حَمْدَوِيَةُ وَ اِبْرَاهِيْمُ قَالَا حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ نُوْحٍ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ فُضَيْلِ الرَّسَّانِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا دَاوُدَ وَ هُوَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ بُرَيْدَةُ الْاَسْلَمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلٰى

ثَلَاثَةٍ قَالَ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ فَقِيْلَ لَهٗ يَا اَبَا بَكْرٍ اَنْتَ الصِّدِّيْقُ وَاَنْتَ ثَانِي اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ فَلَوْ سَاَلْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ؟ قَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ اَسْاَلَهٗ فَلَا اَكُوْنُ مِنْهُمْ فَتُعَيِّرَنِيْ بِذٰلِكَ بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالَ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَقِيْلَ لَهٗ يَا اَبَا حَفْصٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلَى الثَّلَاثَةِ وَاَنْتَ الْفَارُوْقُ وَاَنْتَ الَّذِيْ يَنْطِقُ الْمَلَكُ عَلٰى لِسَانِكَ فَلَوْ سَاَلْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ؟ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ اَسْاَلَهٗ فَلَا اَكُوْنَ مِنْهُمْ فَتُعَيِّرَنِيْ بَنُوْ عَدِيٍّ (رجال الکشی مطبوعہ کربلا ص ۲۲-۲۲) تذکرہ عمار ابن یاسر

**ترجمہ:۔**

بریدہ اسلمی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے مہکتے ہیں۔ اتنے میں ابوبکر آ گئے۔ تو انہیں کہا گیا۔ اے ابوبکر! تم صدیق ہو۔ اور غار میں دو کے دوسرے ہو۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو۔ وہ تین کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ مجھے خطرہ ہے۔ اگر میں نے پوچھا۔ اور میں خود ان میں سے نہ ہوا۔ تو بنی تیم مجھے ملامت کریں گے۔ پھر عمر بن الخطاب آئے۔ ان سے بھی کہا گیا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ اور تم فاروق ہو۔ اور تم وہ ہو۔ جن کی زبان پر فرشتہ بولتا ہے۔ اگر تم پوچھ بتاؤ۔ وہ تین کون ہیں؟ تو فاروق نے کہا۔ مجھے خطرہ ہے۔ کہ اگر میں پوچھ بیٹھا۔ اور میں خود ان میں سے نہ ہوا۔ تو بنی عدی مجھے ملامت کریں گے۔

**لمحہ فکریہ:**

مذکورہ حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ "صدیق" کے لقب سے اور عمر بن خطاب "فاروق" کے لقب سے مشہور تھے۔ "ثانی اثنین اذ ہما فی الغار" ابوبکر صدیق کی شان میں آیا۔ اور فاروق اعظم کا صائب الرائے ہونا اتنا مشہور تھا۔ کہ صحابہ کرام کہتے تھے۔ فرشتہ عمر بن خطاب کی زبان سے بولتا ہے۔ اہلسنت وجماعت کی کتب بھی اس کی ان الفاظ میں تصدیق کرتی ہیں۔ "ان اللہ ینطق علی لسان عمر" اللہ کا کلام عمر بن خطاب کی تائید میں نازل ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث تین اقسام پر ہیں

(۱) **قولی:** جس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان اقدس سے فرمایا۔

(۲) **فعلی:** جس کو آپ نے بنفس نفیس کرکے دکھلایا۔

(۳) **تقریری:** جو آپ کے سامنے کیا گیا۔ یا کہا گیا۔ اور آپ نے اس کو منع نہ فرمایا۔ تو اس مقام پر غور کرنے سے حدیث تقریری سے معلوم ہوا۔ کہ ابوبکر "صدیق" ہیں۔ اور عمر بن خطاب "فاروق" ہیں۔

اے اہل تشیع! ذرا انصاف سے کہنا۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدیق وفاروق بتائیں۔ اور جس کی زبان اقدس سے جبریل گویا ہوں۔ تم انہیں تبرہ بازی کرو۔ طعن وطعن سے یاد کرو۔ تو تمہارا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا تعلق ہے۔ اور خدا کے حضور کون سا منہ لے کر جاؤ گے؟ ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ خدا توفیق دے۔

## حوالہ نمبر ۱۰: خلفائے ثلاثہ حضور علیہ السلام کے لیے بمنزلہ کان آنکھ اور دل ہیں

معانی الاخبار: قَالَ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ الرِّضَا عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اٰبَائِهِمْ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عليهم السلام قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَإِنَّ عُمَرَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ الْبَصَرِ وَإِنَّ عُثْمَانَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ الْفُؤَادِ قَالَ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ دَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعِنْدَهُ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَهْ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ فِيْ أَصْحَابِكَ هٰؤُلَاءِ قَوْلًا فَمَا هُوَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَعَمْ ثُمَّ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَيْهِمْ فَقَالَ هُمُ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ وَالْفُؤَادُ وَسَيُسْأَلُوْنَ عَنْ وِلَايَةِ وَصِيِّيْ هٰذَا وَأَشَارَ إِلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِزَّةِ رَبِّيْ إِنَّ جَمِيْعَ أُمَّتِيْ لَمَوْقُوْفُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَسْئُوْلُوْنَ عَنْ وِلَايَتِهِ وَذَالِكَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقِفُوْهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ (معانی الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص ۲۸۷-۲۸۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید باب نوادر المعانی)

ترجمہ:

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر بمنزلہ میرے کان کے اور عمر فاروق بمنزلہ میری آنکھ کے اور عثمان غنی بمنزلہ میرے دل کے ہیں۔ پھر جب دوسرا دن آیا۔ تو میں حضور کے پاس حاضر ہوا۔ اس وقت ان کے پاس حضرت علی، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کی۔ ابا جان۔ کل آپ کی زبان اقدس سے خلفائے ثلاثہ کے بارے میں یوں کلام سُنا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر آپ نے ان کی طرف اشارہ فرما کر کہا۔ وہ سمع، بصر اور فواد ہیں۔ اور عنقریب میرے اس وصی کے بارے میں ان سے سوال ہوگا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ

فرمایا ہے بے شک کان، آنکھ اور دل سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم ہے۔ کہ تمام امت قیامت کے دن کھڑی رہے گی۔ اور ان سے ولایتِ علی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْن انہیں ٹھہراؤ۔ ان سے پوچھا جائے گا۔

## سوال :

مذکورہ حدیث سے اگرچہ یہ ثابت ہوا۔ کہ خلفائے ثلاثہ کو حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کان، آنکھ اور دل کہا۔ لیکن یہ بھی فرمایا۔ کہ ان سے کل قیامت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ جو میرے وصی ہیں۔ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ کہ کیا تم ولایتِ علی کو مانتے تھے؟ اس سوال کے پوچھنے کا مقصد یہ ہو گا۔ کہ چونکہ ان تین حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے "خلافت بلافصل" کو غصب کر لیا تھا۔ لہٰذا اس غصب کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے حق والے کا حق غصب کیوں کیا تھا؟ لہٰذا انہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بمنزلہ کان، آنکھ اور دل کے قرار دینا کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔

## جواب :

مذکورہ حدیث کی سند میں ائمہ اہل بیت کے بغیر کوئی بھی راوی نہیں، لہٰذا ان حضرات سے مروی روایت کے معتبر ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ اور اس یقینی روایت میں ان حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں۔ کہ خلفائے ثلاثہ کو آپ نے اپنے کان، آنکھ اور دل کے بمنزلہ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان حضرات کو اتنا شرف و اعزاز عطا فرمانا ان کے فضائل و کمالات کا آئینہ دار ہے۔ ان جلیل القدر اور بابرکت شخصیات کے متعلق پھر یہ کہنا کہ چونکہ یہ لوگ غاصبِ ولایت علی تھے۔ لہٰذا کل قیامت کو ان سے غصبِ خلافت کے

بارے میں لازماً سوال ہوگا۔ لہذا اس غضب کی وجہ سے وہ (معاذ اللہ) دوزخ میں جائیں گے۔ تو اس کا معنی یہ ہوا۔ کہ شیعانِ علی نے ولایت علی کی دھن میں یہ بھی نہ سوچا کہ ایسا کہنے سے نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کان، آنکھ اور دل سب دوزخ میں جائیں گے۔ (نقل کفر کفر نباشد)

اس کے علاوہ اس حدیث میں قرآنی آیت سے جو یہ استدلال پیش کیا گیا ہے۔ کہ ولائتِ علی کے بارے میں خلفائے ثلاثہ سے لازماً سوال ہوگا۔ یہ حصہ اس حدیث کا اصلی حصہ نہیں۔ بلکہ شیخ صدوق نے قرآن مجید کی اس آیت کی من گھڑت تفسیر کر کے خلفائے ثلاثہ پر چسپاں کی ہے۔ ورنہ یہی تفسیر شیعہ لوگوں کی قابل اعتماد تفاسیر میں یقیناً موجود ہوتی۔ لیکن وہاں تو اس کی تائید تو کجا تردید دکھائی دیتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

**مجمع البیان** | ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَهٗ (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ) وَ مَعْنَاهُ لَا تَقُلْ سَمِعْتُ وَلَمْ تَسْمَعْ وَ لَا رَأَيْتُ وَ لَمْ تَرَ وَ لَا عَلِمْتُ وَلَمْ تَعْلَمْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ قَتَادَةَ وَ قِيْلَ مَعْنَاهُ لَا تَقُلْ فِيْ قَفَا غَيْرِكَ كَلَامًا اَيْ اِذَا مَرَّ بِكَ فَلَا تَغْتَبْهُ عَنِ الْحَسَنِ وَ قِيْلَ هُوَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ ... وَ قَدِ اسْتَدَلَّ جَمَاعَةٌ مِنْ اَصْحَابِنَا بِهٰذَا عَلٰى اَنَّ الْعَمَلَ بِالْقِيَاسِ وَ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ غَيْرُ جَائِزٍ لِاَنَّهُمَا لَا يُوْجِبَانِ الْعِلْمَ وَ قَدْ نَهَى اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنِ اتِّبَاعِ مَا هُوَ غَيْرُ مَعْلُوْمٍ (اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا) مَعْنَاهُ اَنَّ السَّمْعَ يُسْأَلُ عَمَّا سَمِعَ وَ الْبَصَرَ عَمَّا رَاٰهُ وَ الْقَلْبَ عَمَّا عَزَمَ عَلَيْهِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد سوم جزء ششم ص۴۱۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جس بات کا تجھے علم نہیں وہ بات نہ کر" حضرت ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس کے معنی یوں روایت کیے گئے ہیں۔ کہ جس بات کو تو نے سُنا نہیں۔ اُسے یوں نہ کہو کہ میں نے سنا ہے اور جس کو دیکھا نہیں۔ اسے دیکھا ہوا نہ بتاؤ۔ اور جس کو جانتے نہیں۔ اُسے جانا ہوا نہ بتاؤ۔ اور حسن سے روایت ہے۔ کہ اس کا معنی یہ ہے۔ کسی دوسرے کی عدم موجودگی میں گفتگو نہ کر۔ یعنی جب تیرے پاس سے گزرے تو اس کی غیبت نہ کر۔ محمد بن حنفیہ کہتے ہیں۔ کہ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ جھوٹی گواہی نہ دے۔

ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ قیاس اور خبر واحد کے ساتھ عمل جائز نہیں۔ کیونکہ یہ دونوں علم (یقینی) کو لازم نہیں کرتیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے غیر معلوم کے اتباع سے منع فرمایا ہے۔ (انّ السّمع والبصر والفؤاد کل اولئك کان عنه مسئولا) اس کا معنی یہ ہے۔ کہ کان سے ہر اس شئی کا سوال ہوگا۔ جو اس نے سنی۔ آنکھ سے ہر دیکھی چیز کا اور دل سے ہر عزم کے بارے میں سوال ہوگا۔

## خلاصہ کلام:

علامہ طبرسی شیعی نے آیت مذکورہ کے تحت چند اقوال نقل کئے ہیں

۱۔ جس بات کا علم نہ ہو۔ وہ نہیں کہنی چاہیئے۔ اور جسے دیکھا سنا نہ ہو۔ اُسے دیکھا سُنا نہ کہنا چاہیئے۔

۲۔ کسی کی غیبت نہیں کرنی چاہیئے۔

۳۔ جھوٹی گواہی نہیں دینی چاہیئے۔

۴۔ اس آیت سے بعض شیعہ استدلال کرتے ہیں۔ کہ قیاس اور خبر واحد پر بوجہ عدم علم عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ اور آیت مذکورہ میں یہی حکم ہے۔ کہ بغیر علم کے کوئی بات نہیں کہنی چاہیئے کیوں کہ کان آنکھ اور دل سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔

حضرات قارئین! تفسیر مذکورہ کے پڑھنے کے بعد آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ مذکورہ حدیث کے راوی تمام کے تمام ائمہ اہل بیت میں سے ہیں۔ جن کی روایت کردہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے ثلاثہ کو بمنزلہ اپنے کان، آنکھ اور دل کے قرار دیا۔ ایسے رواۃ کی روایت کے صدق وصحت میں کب شک رہ سکتا ہے۔ اس یقینی حدیث سے اصحاب ثلاثہ کے فضائل اور محاسن سے کون انکار کر سکتا ہے۔ جس شخص میں رتی بھر ایمان ہوگا۔ وہ اس حدیث کی سند اور متن کو دیکھ کر یقیناً یہ سمجھ جائے گا۔ کہ حضرات خلفائے ثلاثہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ اقدس میں وہ مقام حاصل ہے۔ اور آپ سے ان کا ایسا تعلق ہے۔ جو نہ دنیا میں ٹوٹ سکتا ہے۔ اور نہ آخرت میں متوقع۔

اس کے برعکس جس بدباطن کو ان مقدس ہستیوں میں عیب نظر آتا ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کا عیب دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان، آنکھ اور دل میں عیب بتانا ہے۔ ان لوگوں کو "محبت علی" نے اس قدر اندھا کر دیا ہے۔ کہ اس کی خاطر قرآن وحدیث کی من مانی تاویلات کریں گے۔ اللہ اور اس کے رسول میں نقص تبلائیں گے۔ ائمہ اہل بیت کی مخالفت کریں گے۔ اور پھر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے "محبانِ اہل بیت" کہلائیں۔

ع ۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔

## حوالہ نمبر ۱۱: قیامت میں خلفائے ثلاثہ کی نسب ونسبت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع نہ ہوگی۔

**امالی طوسی** | حدثنا علی ابن موسیٰ عن ابیہ عن جدہ عن اٰبائہ عن

علی علیہ السلام قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ نَسَبٍ وَّصِھْرٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا نَسَبِیْ وَسَبَبِیْ۔

(۱) امالی شیخ طوسی جلد اول صفحہ ۲۵۰ الجزالثانی عشر)

(۲) شرح نہج البلاغہ ابن حدید جلد سوم صفحہ ۱۲۴ فی تزویج عمر بام کلثوم بنت علی طبع جدید مطبوعہ بیروت

ترجمہ:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بروز قیامت میرے نسب اور سسرال کے علاوہ تمام کے انساب اور سسرال کی نسبت ختم ہو جائے گی۔

## حاصل کلام:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں جو لوگ داخل ہیں۔ یا جن کو آپ نے اپنی بیٹیاں دیں۔ یا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بہن بیٹیاں دیں۔ ان کا تعلق اور رشتہ آپ سے قیامت کو بھی منقطع نہیں ہو گا۔ اس کی تائید علامہ حائری شیعی نے اپنی تفسیر میں ان الفاظ سے کی ہے۔ مرویہ شیعہ وسنی است کہ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم فرمود۔ مَنْ زَوَّجَنِیْ اَوْ تَزَوَّجَ مِنِّیْ مِنَ الْاُمَّۃِ اَحَدٌ لَا یَدْخُلُ النَّارَ لِاَنِّیْ سَئَلْتُ اللّٰہَ عَنْہُ وَ وَعَدَنِیْ بِذٰلِکَ۔

(لوامع التنزیل جلد دوم صفحہ ۲۴۷ زیر آیت لاتنکحوا المشرکات)

ترجمہ:۔

شیعہ سنی دونوں روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ امت میں سے جس نے مجھے لڑکی دی۔ یا جس کو میں نے لڑکی دی۔ وہ دوزخ

میں ہرگز نہیں جلائے گا۔ کیوں کہ میں نے اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا تو اللہ نے اس کا مجھ سے وعدہ فرما لیا ہے۔

**تنبیہ:**

ذکر کردہ دونوں احادیث سے یہ بات بالکل روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی۔ کہ خلفائے راشدین کا سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا تعلق ہے جو دنیا و عقبےٰ میں کبھی بھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور ٹوٹے بھی تو کیسے؟ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دائمی ہونے کا اللہ سے سوال کیا۔ اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے دور رکھنے کی عرض کی۔ جسے اللہ نے منظور کرتے ہوئے اس کا وعدہ فرمایا۔ آپ اندازہ فرمائیں۔ کہ سائل محبوبِ خدا ہوں۔ اور وعدہ کرنے والا ربّ العالمین ہو۔ تو ان حالات میں کوئی سوچ سکتا ہے۔ کہ خلفائے راشدین میں سے کوئی ایک ایسا بھی ہے۔ جس سے اللہ اور اس کا محبوب ناراض ہوں۔ اور اُس کی آخرت معاذ اللہ برباد ہونے کا احتمال ہو۔ یہ روایت شیعہ سنی کی متفق علیہ ہے۔ اب اتنی وضاحت اور صراحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی خلفائے راشدین کے متعلق طعن و تشنیع کرتا ہے۔ تو یقین جان لیجئے اس کی بدبختی میں کوئی شک نہیں۔ اور دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت سے دوری اس کا مقدر بن چکی ہے۔

## حوالہ نمبر ۱۲: خلفائے ثلاثہ کو قیامت میں امام حسین رضی اللہ عنہ پانی پلائیں گے۔

اعمش وہ آدمی ہے۔ جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دس ہزار فضائل زبانی یاد تھے۔ یہ اپنا ایک واقعہ ذکر کرتا ہے۔ کہ میں سویا ہوا تھا۔ مجھے خلیفہ وقت منصور نے طلب کیا۔ میں اٹھا۔ اور خلیفہ کے پاس پہنچا۔ اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا یہ واقعہ سنایا۔ (جس کو سید ھاشم بحرانی شیعی نے حلیۃ الابرار میں نقل کیا ہے۔)

جب میں اموی حکومت کے خوف سے اپنی جان بچانے کے لیے شہر بشہر مارا مارا پھر رہا تھا۔ تو میں نے شام کے کسی شہر میں نماز صبح با جماعت ادا کی۔ میرے ساتھ صف میں بائیں جانب ایک نوجوان پگڑی باندھے کھڑا تھا۔ پگڑی سے اس نے اپنا چہرہ بھی ڈھانپ رکھا تھا۔ جب اس نے رکوع کیا۔ تو اس کا عمامہ گر گیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ اس کا چہرہ اور سر خنزیر کے چہرہ اور سر جیسا تھا اُسے دیکھ کر مجھے اتنا خوف آیا۔ کہ میں نماز پڑھنا بھول گیا۔ نماز سے فراغت کے بعد میں نے اس کے سر اور چہرہ کی حالت تبدیل ہونے کی وجہ پوچھی۔ وہ اتنا رو دیا۔ کہ مرنے کے قریب ہو گیا تھا۔ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور مجھے گھر لے گیا۔ اور ایک جگہ دکھا کر ایک واقعہ سنانا شروع کیا۔ کہ میں مسجد میں مؤذن تھا۔ اور امامت بھی میں ہی کراتا تھا۔ اور ہر اذان و اقامت کے درمیان ایک ہزار مرتبہ "علی" پر لعنت بھیجا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن اذان و اقامت کے درمیان میں نے چار ہزار مرتبہ علی پر لعنت بھیجی۔ نماز سے فراغت پر میں گھر آیا۔ اور اس جگہ جو تمہیں دکھائی ہے لیٹ کر سو گیا۔ پھر مجھے خواب آیا۔ (اس کے خواب کو علامہ بحرانی شیعی نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے)

**حلیۃ الابرار**

فَنِمْتُ فَرَاَيْتُ فِيْ مَنَامِيْ كَاَنِّيْ قَدْ اَقْبَلْتُ بَابَ الْجَنَّةِ وَرَاَيْتُ فِيْهَا قُبَّةً مِنْ زُمُرُّدَةٍ خَضْرَاءَ قَدْ زُخْرِفَتْ وَنُجِّدَتْ وَنُضِّدَتْ بِالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ وَاِذَا حَوْلَ الْقُبَّةِ كَرَاسِيٌّ مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَزَبَرْجَدٍ وَاِذَا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مُتَّكِئٌ فِيْهَا وَاِذَا اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ جُلُوْسٌ يَتَحَدَّثُوْنَ فَرِحِيْنَ مَسْرُوْرِيْنَ مُسْتَبْشِرِيْنَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ ...... ثُمَّ

اَلْتَفَتُّ فَاِذَا اَنَا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَقْبَلَ وَعَلٰى يَمِيْنِهِ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَعَهُ كَاْسُ فِضَّةٍ وَعَنْ يَسَارِهِ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَام وَفِيْ يَدِهٖ كَاْسُ فِضَّةٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحُسَيْنِ اِسْقِنِيْ فَسَقَاهُ ثُمَّ شَرِبَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حُسَيْنُ اِسْقِ الْجَمَاعَةَ فَسَقٰى اِبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَسَقَا عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحُسَيْنِ يَا حُسَيْنُ اِسْقِ هٰذَا الْمُتَّكِيَ الَّذِيْ عَلٰى هٰذَا الدُّكَّانِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَدَّاهُ اَتَاْمُرُنِيْ اَنْ اَسْقِيَ هٰذَا وَهُوَ يَلْعَنُ وَالِدِيْ عَلِيًّا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ وَقَدْ لَعَنَهُ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَهُوَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ اَرْبَعَةَ اٰلَافِ مَرَّةٍ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَالِكَ لِيْ كَالْمُغْضِبِ مَا لَكَ تَلْعَنُ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَعَنَكَ اللّٰهُ لَعَنَكَ اللّٰهُ لَعَنَكَ اللّٰهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَيْحَكَ اَتَشْتِمُ عَلِيًّا وَهُوَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ عَلَيْكَ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَيْكَ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَيْكَ غَضَبُ اللّٰهِ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا وَقَالَ غَيَّرَ اللّٰهُ مَا بِكَ مِنْ نِعْمَةٍ وَسَوَّدَ وَجْهَكَ وَخَلْقَكَ حَتّٰى تَكُوْنَ عِبْرَةً لِمَنْ سِوَاكَ قَالَ فَانْتَبَهْتُ مِنْ نَوْمِيْ وَاِذَا

رَأْسِي رَأْسُ خِنْزِيْرٍ وَوَجْهِي وَجْهُ خِنْزِيْرٍ عَلٰى مَا تَرٰى۔

(حلیۃ الابرار جلد اول باب ۱۶ صفحہ ۳۰۲ فی حدیث الاعمش مع المنصور مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:

میں خواب میں گویا جنت کے دروازے پر پہنچا ہوں۔ میں نے اس میں سبز زمرد کا ایک گنبد دیکھا۔ جو استبرق اور دیباج سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اس گنبد کے قریب موتی سے جڑی ہوئی کرسی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیٹھے دیکھا۔

اور پھر ابوبکر و عمر و عثمان کو اکٹھے بیٹھے گفتگو کرتے دیکھا۔ یہ سب بڑے خوش تھے۔ اور ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دے رہے تھے۔ پھر میں نے دوسری طرف دیکھا۔ تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے دکھائی دیئے۔ آپ کی دائیں جانب امام حسن چاندی کا پیالہ لیے ہوئے اور بائیں جانب امام حسین ہاتھ میں چاندی کا پیالہ تھامے تشریف لا رہے تھے۔ حضور نے امام حسین سے پانی پلوانے کو کہا۔ انہوں نے آپ کو پانی پلایا۔ پھر آپ نے امام حسین کو فرمایا۔ اس جماعت کو بھی پلاؤ۔ تو انہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان غنی کو پلایا۔ اور حضرت علی کو بھی پلایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین کو فرمایا۔ اس اونچی جگہ پر تکیہ لگا کر بیٹھنے والے کو پلاؤ۔ تو امام نے عرض کی۔ ابا جان! آپ اس کو پلانے کا حکم دے رہے ہیں۔ اور وہ میرے والد علی پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ لعنت کرتا ہے۔ اور آج جمعہ کے دن اس نے چار ہزار مرتبہ لعنت بھیجی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غصہ میں کہا۔ تو علی پر کیوں لعنت کرتا ہے۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے آپ نے یہ الفاظ تین مرتبہ کہے۔ تجھ پر افسوس ہے کہ تو علی کو برا بھلا کہتا ہے۔ اور وہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں۔ تجھ پر اللہ کا غضب آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ کہے۔ اور کہا اللہ تیری نعمتوں کو تبدیل کر دے۔ تیرے منہ کو

سیاہ کر دے۔ تیری خلقت تبدیل کر دے۔ یہاں تک کہ تو دوسروں کے لیے عبرت بن جائے۔ یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہوا۔ تو اس وقت میرا سر خنزیر کا سر اور میرا چہرہ خنزیر کے چہرہ کی مانند ہو گیا۔ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

## مذکورہ حوالہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے والے کا سر اور منہ خنزیر جیسا ہو جائے گا۔ اس سے خود ان شیعان علی کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ جو ایک من گھڑت روایت حضرت علی کی طرف منسوب کر کے لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”مجھے سب و شتم اور لعن طعن کرنا تمہارے لیے نجات کا ذریعہ ہے۔ اور ہمارے لیے زکوٰۃ بن جائے گا“ یہ عقیدہ باطل ہے۔ نجات کی بجائے شکل خنزیر کی ہو جائے گی۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے والے پر خود رسول اللہ نے لعنت بھیجی ہے۔ اور خلفائے ثلاثہ چونکہ حقیقی محب علی ہیں۔ اس لیے انہیں امام حسین کے ہاتھوں سے جنت میں پانی پلایا گیا۔ اس سے ”صواعق محرقہ“ کی اس عبارت کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ کوثر کا پانی پلانے کے وقت پیالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہو گا۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا۔ اگر ایسا ہی ہوا۔ تو میں آپ کو ترا آسے ہی پلاؤں گا جیسے اے عمر! تجھ سے پیار ہو گا۔

اس روایت نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ جنت میں خلفائے راشدین خوشی میں ایک دوسرے کو مبارک بادی دیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین کو انہیں پانی پلانے کا حکم دیں گے۔ لہذا کوثر کا پانی انہیں ملے گا۔ جنہیں خلفائے ثلاثہ سے پیار و محبت ہو گی۔

## حضرت علی نے خلفاء ثلاثہ سے محبت کی وجہ سے اپنے بیٹوں کے نام ابوبکر، عمر اور عثمان رکھے۔

### حوالہ نمبر ۱۲:

کشف الغمہ

قَالَ الْمُفِيدُ رَحِمَهُ اللهُ اَوْلَادُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ سَبْعَةٌ وَ عِشْرُوْنَ وَلَدًا ذَكَرًا وَ اُنْثیٰ
اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ زَيْنَبُ الْكُبْرٰى وَ زَيْنَبُ الصُّغْرٰى
اَلْمُكَنَّاةُ اُمَّ كُلْثُوْمٍ اُمُّهُمْ فَاطِمَةُ الْبَتُوْلُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ
الْعَالَمِيْنَ بِنْتُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَ مُحَمَّدٌ الْمُكَنّٰى
اَبَا الْقَاسِمِ اُمُّهُ خَوْلَةُ بِنْتُ جَعْفَرِ بْنِ قَيْسٍ الْحَنَفِيَّةِ
وَ عُمَرُ وَ رُقَيَّةُ كَانَتَا تَوْاَمَيْنِ وَ اُمُّهُمَا اُمُّ حَبِيْبَةَ بِنْتُ
رَبِيْعَةَ وَ الْعَبَّاسُ وَ جَعْفَرٌ وَ عُثْمَانُ وَ عَبْدُ اللهِ الشُّهَدَاءُ
مَعَ اَخِيْهِمُ الْحُسَيْنِ صلوات الله عليه وعليهم السلام بِطَفِّ
كَرْبَلَا اُمُّهُمْ اُمُّ الْبَنِيْنَ بِنْتُ حِزَامِ بْنِ خَالِدِ بْنِ دارم وَ
مُحَمَّدُ الْاَصْغَرُ الْمُكَنّٰى اَبَا بَكْرٍ وَ عُبَيْدُ اللهِ الشَّهِيْدَانِ
مَعَ اَخِيْهِمَا الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالطَّفِّ اُمُّهُمَا لَيْلٰى
بِنْتُ مَسْعُوْدٍ الدَّارِمِيَّةِ وَ يَحْيٰى وَ عَوْنٌ اُمُّهُمَا اَسْمَاءُ
بِنْتُ عُمَيْسٍ الْخَثْعَمِيَّةِ رضي الله عنها وَ اُمُّ الْحَسَنِ وَ رَمْلَةُ
اُمُّهُمَا اُمُّ مسعود بِنْتُ عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ الثَّقَفِيِّ وَ نَفِيْسَةُ

وَ زَیْنَبُ الصُّغْرٰی وَ رُقَیَّۃُ الصُّغْرٰی وَ اُمُّ ہَانِیْ ۔ وَ اُمُّ الْکِرَامِ وَ جَمَانَۃُ الْمُکْنَاۃُ بِاُمِّ جَعْفَرَ وَ اُمَامَۃُ وَ اُمُّ سَلَمَۃَ وَ مَیْمُوْنَۃُ وَ خَدِیْجَۃُ وَ فَاطِمَۃُ رحمۃ اللہ علیھن لِاُمَّہَاتِ اَوْلَادٍ شَتّٰی ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد نمبر ۱ صفحہ ۴۴۰ فی ذکر اولادہ علیہ السلام)

ترجمہ:

شیخ مفید نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بچے بچیاں کل ستائیس تھے۔ حسن حسین، زینب کبریٰ۔ زینب صغریٰ کنیت ام کلثوم ان کی والدہ حضرت سیدہ فاطمہ بنت رسول تھیں۔ محمد کنیت ابو القاسم ان کی والدہ خولہ بنت جعفر تھیں۔ عمر، رقیہ یہ دونوں جڑواں تھے۔ ان کی والدہ ام حبیبہ بنت ربیعہ تھیں۔ عباس۔ جعفر، عثمان، عبداللہ یہ اپنے بھائی امام حسین کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی ماں ام البنین بنت حزام تھیں۔ محمد اصغر کنیت ابوبکر، عبیداللہ یہ دونوں بھی امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود تھیں۔ یحییٰ، وعون ان کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں۔ ام الحسن رملہ ان کی والدہ ام سعود بن عروۃ تھیں۔ نفیسہ، زینب صغریٰ، رقیہ صغریٰ، ام ہانی، ام کرام، جمانہ کنیت ام جعفر، امامہ، ام سلمہ۔ میمونہ، خدیجہ، فاطمہ رحمۃ اللہ علیہن مختلف ماؤں کی اولاد تھیں۔

(کشف الغمہ جلد اول صفحہ ۴۴۱ پر یوں بھی مذکور ہے۔

اَلذُّکُوْرُ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَ مُحَمَّدُ الْاَکْبَرُ وَعَبْدُ اللّٰہِ وَ اَبُوْ بَکْرٍ، اَلْعَبَّاسُ وَ عُثْمَانُ وَ جَعْفَرُ وَ عَبْدُ اللّٰہِ وَ مُحَمَّدُ الْاَصْغَرُ وَ یَحْیٰی وَ عَوْنٌ وَ عُمَرُ وَ مُحَمَّدُ الْاَوْسَطُ علیھم السلام ۔

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد نرینہ یہ تھی۔ حسن، حسین، محمد الاکبر، عبداللہ، ابوبکر، عباس عثمان، جعفر، عبداللہ، محمد اصغر، یحییٰ، عون، عمر اور محمد اوسط علیہم السلام۔

اسی طرح ذبح عظیم میں (تصنیف سید اولاد حیدر فوق ص ۲۷۲) ہے کہ میدان کربلا کے شہداء میں سے ایک کا نام عثمان ابن علی علیہ السلام بھی ہے۔ عبارت یہ ہے۔

حضرت عثمان ابن علی علیہ السلام کی شہادت۔ اس کے بعد حضرت عثمان ابن علی علیہ السلام تشریف لائے۔ اور یہ رجز پڑھنے لگے۔

اِنِّیْ اَنَا عُثْمَانُ ذُو الْمَفَاخِرْ　　شَیْخِیْ عَلِیٌّ ذُو الْفِعَالِ الطَّاھِرْ

وَابْنُ عَمِّ النَّبِیِّ الظَّاھِرْ　　اَخِیْ حُسَیْنٌ خَیْرَۃُ الْاَخَائِرْ

ترجمہ:

یعنی قابل فخر صفات کا حامل عثمان ہوں۔ میرا باپ نیک صفت والا علی ہے۔ جن کا ابن عم نبی ہونا سب پر ظاہر ہے۔ میرا بھائی حسین ہے۔ جو بہترین امت سے افضل ہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے نام اور امام حسین نے اپنے بیٹوں کے نام عمر، ابوبکر اور عثمان رکھے۔ جنہوں نے میدان کربلا میں اپنے بھائی امام حسین کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔

اب رہی یہ بات کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کے نام خلفائے ثلاثہ کے نام پر محض اتفاقیہ رکھے تھے۔ یا ان سے محبت و عقیدت کا اظہار کرنے کی وجہ سے۔ کہ وہ تو نہیں ہیں۔ لیکن ان کے ناموں سے ان کی یاد تازہ کرتے ہوئے اپنی اولاد کے وہی نام رکھ دیئے۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے۔ کہ اپنی اولاد کے نام کوئی شخص اپنے دشمن کے نام پر رکھنا گوارا نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ ہر وقت اس کی زبان پر وہ نام چڑھا رہے۔ جس کی واضح شہادت یہ ہے

کہ آج تک کسی مسلمان نے اپنے بیٹے کا نام فرعون، ہامان اور نمرود و شداد نہیں رکھا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے ساتھ بغض و عناد رکھنے والے کبھی اپنی اولاد کے نام اُن کے اسمار گرامی پر نہیں رکھتے۔

ایک اور بات یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب "تاریخ آئمہ" میں یوں مذکور ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے والد ماجد سے اس قدر محبت تھی۔ کہ اپنے تینوں بچوں کا نام "علی" رکھا۔ جب یہ حضرات قید ہو کر یزید کے پاس لائے گئے۔ تو یزید نے از روئے تعجب پوچھا۔ تعجب ہے۔ کہ آپ کے پدر بزرگوار (امام حسین) نے اپنے تمام بچوں کے نام "علی" ہی رکھے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ ہاں میرے پدر بزرگوار کو اپنے والد ماجد سے نہایت محبت تھی۔ اس سبب سے اپنے کل لڑکوں کے نام علی ہی رکھتے رہے۔

(تاریخ الائمہ ص ۲۸۲ مصنفہ سید علی حیدر نقوی)

اس طرح سید ہاشم بحرانی شیعی نے "حلیۃ الابرار" میں لکھا ہے۔

سلمان ابن مہران الحمش شیعی نے منصور بادشاہ سے نقل کیا۔ کہ میں جب بلاد شام میں پہنچا۔ تو وہاں ایک شہر کی مسجد میں نماز عصر باجماعت پڑھی۔ جب امام نے سلام پھیرا۔ تو اس کے پاس دو حسین و جمیل سفید رنگت والے دو بچے آگئے۔ میں نے اپنے ساتھ والے نوجوان سے پوچھا۔ کہ یہ شیخ جو امام ہے۔ کون ہے۔ اور یہ بچے کون ہیں؟۔ اس نے جواب دیا۔

حلیۃ الابرار: فَقَالَ هُوَ جَدُّهُمَا وَ لَيْسَ فِيْ هٰذِهِ الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يُحِبُّ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام غَيْرِ هٰذَا الشَّيْخِ فَقُلْتُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ مِنْ اَيْنَ عَلِمْتَ قَالَ عَلِمْتُ اَنَّ مِنْ حُبِّهٖ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام يُسَمّٰى وَلَدَاهُ بِاسْمِ وَلَدَيْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام سَمّٰى اَحَدُهُمَا الْحَسَنَ وَ الْاٰخَرَ الْحُسَيْنَ۔

(حلیۃ الابرار جلد اول ص ۲۹۷ باب ۱۶ مطبوعہ ایران۔ قم)

ترجمہ:

اس نے جواب دیا۔ امام ان دونوں بچوں کا دادا ہے۔ اور اس پورے شہر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا محب اس بزرگ کے سوا اور کوئی نہیں۔ میں نے اللہ اکبر کہا اور پوچھا۔ اس (محبتِ علی) کا تمہیں کیسے علم ہوا۔ کہنے لگا۔ محبت علی کی یہ علامت ہے۔ کہ اس نے اپنے دونوں بچوں کے نام حضرت علی کے بچوں کے ناموں پر رکھے۔ ایک کا نام حسن اور دوسرے کا حسین رکھا ہے۔

## ثابت ہوا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفائے ثلاثہ سے انتہائی عقیدت و محبت تھی۔ جس کی علامت یہ تھی۔ کہ تادمِ آخر اپنی اولاد کو انہی حضرات کے ناموں سے پکارتے رہے۔ اس سے بڑھ کر باہمی محبت والفت کی کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

## حوالہ نمبر ۱۴: شیخین نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی مخالفت کو اپنے لیے حرام سمجھا

مجمع البیان | ثُمَّ خَرَجَ اَبُوْ سُفْیَانَ حَتّٰی قَدِمَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اَحْقِنْ دَمَ قَوْمِكَ وَ اَجِرْ بَیْنَ قُرَیْشٍ وَزِدْنَا فِی الْمُدَّةِ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ اَغَدَرْتُمْ یَا اَبَا سُفْیَانَ قَالَ لَا قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ عَلٰی مَا كُنَّا عَلَیْهِ فَخَرَجَ فَلَقِیَ اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَجِرْ بَیْنَ قُرَیْشٍ قَالَ وَیْحَكَ وَاحِدٌ یُجِیْرُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَقِیَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ خَرَجَ فَدَخَلَ عَلٰی اُمِّ حَبِیْبَةَ

فَذَهَبَ لِيَجْلِسَ عَلَى الْفِرَاشِ فَاهْوَتْ اِلَى الْفِرَاشِ فَطَوَتْهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّتَهُ اَرَغِبْتِ بِهٰذَا الْفِرَاشِ عَنِّيْ فَقَالَتْ نَعَمْ هٰذَا فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَا كُنْتَ لِتَجْلِسَ عَلَيْهِ وَ اَنْتَ رِجْسٌ مُشْرِكٌ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء ۱۰ صفحہ ۵۵۵)

ترجمہ:

پھر ابوسفیان باہر نکلا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ کہنے لگا۔ یا محمد! اپنی قوم کا خون محفوظ کیجیے۔ اور قریش کو پناہ دیجیے۔ اور ہمیں اور مہلت دیجیے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوسفیان! کیا تم نے عہد شکنی کی ہے؟ کہا نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم بھی اپنے وعدہ پر قائم ہیں۔ پھر ابوسفیان، ابوبکر کو ملا، اور کہا، قریش کو پناہ دو۔ ابوبکر نے کہا۔ خدا تجھے برباد کرے۔ کیا کوئی ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کسی کو پناہ دے۔ (جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ نہیں دی۔ تو کسی دوسرے شخص میں کہاں جرأت ہے۔ کہ آپ کے مقابل پناہ دے) پھر ابوسفیان، عمر بن خطاب کو ملا۔ تو ان کے ساتھ بھی وہی سوال وجواب ہوا۔ جو ابوبکر کے ساتھ ہوا تھا پھر "ام حبیبہ" کے پاس آیا۔ (جو اس کی بیٹی تھیں) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں) تو بستر پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جلدی سے وہ بستر لپیٹ دیا۔ اور بیٹھنے نہ دیا۔ اس پر ابوسفیان کہنے لگا۔ پیاری بیٹی! کیا مجھ سے یہ بستر تمہیں زیادہ پسند ہے۔ اور مجھے اس پر بیٹھنے کے قابل نہیں سمجھتیں۔ کہنے لگیں۔ ہاں ایسے ہی ہے۔ یہ بستر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے

تو بوجہ مشرک ہونے کے ناپاک ہے۔ لہذا تجھ جیسا ناپاک اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتا۔

## خلاصہ کلام:

"علامہ طبرسی شیعہ" نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت جائز نہ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ دونوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کفار کو پناہ دینے کی حامی نہ بھری۔ بلکہ صاف صاف فرما دیا۔ کہ ہم میں سے کسی کو بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی قطعاً ہمت نہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ "ام حبیبہ رضی اللہ عنہا"، جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ اور ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ انہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اتنی عقیدت و محبت تھی۔ کہ سگے باپ کو اس بستر پر۔ بیٹھنے نہ دیا۔ جسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نواز چکے تھے۔ اور باپ کو نجس تک کہنے سے گریز نہ کیا۔ تو ان حضرات کے بارے میں اگر کوئی بدبخت یوں زبانِ طعن دراز کرتا ہے کہ تین چار صحابہ کے بغیر کوئی بھی مسلمان نہیں تھا۔ تو اس زبان دراز کا فیصلہ ناظرین کرام پر چھوڑتا ہوں کہ کیا ایسے شخص کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک سے کوئی ایمانی تعلق ہے!

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَار

## ابوبکر و عمر متقی امین دنیا سے متنفر اور نہایت سادہ طبیعت تھے

### ناسخ التواریخ :

دیر زیادت چوں ابوبکر و عمر کار بورع و زیارت کردند و جامہائے کرباسین پوشیدند و از چیزہائے خشن خورشش کردند و اموالِ غنائم را بر مردم بخش نمودند و خود طمع و طلب در مال دنیا در نلبستند، مردم را اگر شبہتی در خاطر بود مرتفع گشت۔ باخود گفتند اگر ایشاں با غراضِ نفسانی مخالفت نفس می کردند چرا از حطام دنیوی بہرہ مند نیستند۔ ہمانا عاقل دستے مخالفتِ نفس کند و دینِ خود را برباد دہد کار دنیا را بارونق کند ایشاں کہ از دنیا را بارونق کند داشتند چگونہ تواں گفت خلافِ نفس کردند۔

(ناسخ التواریخ تاریخ الخلفار جلد سوم ص ۲، طبع جدید، مطبوعہ تہران دورانِ خلافت عمر بن خطاب)

ترجمہ،

اس سے زیادہ یہ ہے کہ جب ابوبکر و عمر نے تقویٰ و پرہیزگاری سے کام کیا، روئی کا لباس پہنا۔ تکلیف دہ چیزوں کے خوگر ہو گئے۔ لوگوں پر مالِ غنیمت تقسیم کیا (اپنے لیے کچھ نہ رکھا) اور دنیاوی مال و دولت کے طمع و طلب سے دور دور رہے اس لیے اگر لوگوں کے دل میں کوئی شبہ تھا تو دور ہو گیا۔ چنانچہ وہ کہنے لگے اگر انہوں نے نفسانی اغراض سے نفس کی مخالفت کی ہوتی۔ (خلافت پر غاصبانہ قبضہ کیا ہوتا) تو دنیاوی مال و متاع سے متمتع کیوں نہ ہوتے۔ کوئی بھی عقل مند آدمی جب نفس کی مخالفت کرتا اور اپنا دین برباد کرتا ہے تو دنیاوی زندگی ضرور بارونق بناتا ہے

۱ انہوں نے (ابوبکر و عمر نے) جب دنیا سے ہاتھ ہی کھینچ لیا ہے تو یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے نص کی مخالفت کی ہے۔

## مرزا تقی مورّخ شیعہ کی بے بسی

مذکورہ عبارت لکھنے کے بعد مرزا تقی نے اپنے قلم سے تحریر کردہ مذکورہ بالا شیخین کی صفاتِ محمودہ کو داغدار کرنے کی یوں کوشش کی کہ دراصل عالی ہمت لوگ فرماں روائی اور حکمرانی کے طالب ہوتے ہیں اکل و شرب و نکاح وغیرہ کی طرف توجہ نہیں دیا کرتے یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے نا حق حکمرانی کے طالب ہوئے مگر کھانے پینے کی اشیاء کی طرف رغبت نہ رکھی۔

ناظرین: اب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مرزا تقی شیعہ کی یہ بات اس کی اپنی ہی مذکورۃ الصدر عبارت کی روشنی میں کتنی مضحکہ خیز ہے۔ اس بات کا کیا تک ہے کہ ایک شخص ورشت لباس ٹاٹ وغیرہ پہنے پھرے مگر حکمرانی کرتا پھرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابوبکر و عمر کا جو ظاہری کردار و طرزِ زندگی اور طریقۂ حکمرانی تھا وہ تو شیعہ مورخ نے خود تسلیم کر لیا کہ نہایت عمدہ اور بے مثال تھا۔ رہا یہ کہ ان کی قلبی نیت کیا تھی۔ ان کے دل کے دروں خانہ میں کیا تھا اس کی اطلاع مرزا تقی کو کیسے ہو گئی۔ ثابت ہوا کہ شیخین کی سیرت حسنہ کا ذکر کرنے کے بعد مورخ شیعہ جو کچھ کہہ رہا ہے سب اپنی طرف سے بات بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابوبکر و عمر کے نہایت اعلیٰ کردار کے سامنے سخت متعصب شیعہ بھی محض یاوہ گوئی کرنے پر مجبور ہے اور اسے ان کا حسن سیرت مان لینے سے کوئی چارہ کار نہیں۔

# فصل ثالث

## خلفاء ثلاثہ کے انفرادی فضائل

از کتب شیعہ

## فضائل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

### فضیلت ۱:

آیت: اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (پ ۱۰ ع ۱۲)

ترجمہ:

جب کفار نے انہیں مکہ سے نکال دیا۔ تو وہ اس وقت دو میں کا دوسرا تھا۔ جس وقت وہ دونوں غار میں تھے۔ جب ایک (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) دوسرے کو فرما رہا تھا۔ غم نہ کریں۔ یقیناً اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے

**تفسیر قمی: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غارِ ثور میں ابوبکر کے حجابات کو اٹھا کر لقب صدیق عطا فرمایا**

فَاِنَّهُ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ بَعْضِ رِجَالِهٖ رَفَعَهُ اِلٰى اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فِي الْغَارِ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى سَفِيْنَةِ جَعْفَرٍ فِيْ اَصْحَابِهٖ يَعُوْمُ فِي الْبَحْرِ وَاَنْظُرُ اِلَى الْاَنْصَارِ مُحْتَبِيْنَ

فِیْ اَفْنِیَتِہِمْ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَ تَرَاهُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَرِنِیْہِمْ فَمَسَحَ عَلٰی عَیْنِہٖ فَرَاٰهُمْ
فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اَنْتَ
الصِّدِّیْقُ ۔

(تفسیر قمی ص ۲۶۵ تا ۲۶۶ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:
حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کی رات غار میں تھے۔ تو آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ میں جعفر طیار اور ان کے ساتھیوں کو اس کشتی میں بیٹھے دیکھ رہا ہوں۔ جو دریا میں کھڑی ہے اور میں انصار کو بھی اپنے گھروں کے صحنوں میں بیٹھے دیکھ رہا ہوں یہ سن کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ازراہِ تعجب عرض کی۔ کیا آپ واقعی دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ عرض کی مجھے بھی دکھلا دیجئے۔ تو آپ نے ابو بکر کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر انہیں بھی یہ سب کچھ نظر آ گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو "صدیق" ہے۔

## منہج الصادقین: غارِ ثور میں گھرانۂ ابو بکر صدیق کی بے مثال خدمات اور قربانیاں

پس پیغمبر (ص) شب پنج شنبہ در شہر مکہ امیر المومنین (ع) را بر جائے خود بخوا بانید و خود را از خانہ ابو بکر برفاقت او بیروں آمدہ بداں غار توجہ نمود و شب آنجا بیتوتہ فرمود۔۔۔۔۔۔۔ مجاہد گوید کہ رسول (ص) سہ شبانہ روز در غار بود۔ واز عروہ روایت است کہ ابو بکر را گوسفندی چند بود۔ نماز شام عامر بن فہیرہ آں گوسفنداں را بر در غار راندی و ایشاں از شیر گوسفنداں۔ خوردندی و قتادہ گوید کہ عبد الرحمٰن در خفیہ بامداد و شبان گاہ آمدی و برائے ایشاں طعام آوردی۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۲۶۲)

ترجمہ:

شبِ جمعرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلا لیا۔ اور خود ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں ان کے گھر سے " غار ثور " کی طرف روانہ ہوئے۔ اور رات وہیں آرام فرمایا (آگے چل کر اسی تفسیر میں لکھا ہے) مجاہد کہتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تین رات دن وہاں غار میں قیام پذیر رہے۔ عروہ سے روایت ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چند بھیڑ بکریاں تھیں۔ نماز مغرب کے بعد ابوبکر کے غلام " عامر بن فہیرہ " ان بکریوں کو غار کے دھانے پر لے آتے۔ اور یہ دونوں حضرات ان کا دودھ نوش فرماتے قتادہ کہتے ہیں۔ کہ ابوبکر صدیق کے بیٹے جناب عبدالرحمن خفیہ طور سے صبح و شام انہیں کھانا پہنچاتے رہے۔

## مذکورہ آیت اور اس کی شیعہ تفسیروں سے مندرجہ ذیل فضائلِ صدیق ثابت ہوئے

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ جس سے انہیں جعفر طیار کی دریا میں کھڑی کشتی اور اپنے گھروں کے صحن میں کھڑے انصار نظر آنے لگے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں " صدیق " کا لقب عطا فرمایا۔

۲۔ شبِ ہجرت حضور صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق کے گھر تشریف لے گئے۔ اور انہیں ہجرت میں شریک اور رفیق سفر بنایا۔

۳۔ اس غار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کو دودھ پیش کرنے والے ابوبکر کے غلام " عامر بن فہیرہ " ہی تھے۔

۴۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبدالرحمن تھے۔ جنہوں نے حالات سے

آگاہی اور کھانے کا انتظام مہیا کیا تھا۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ شب ہجرت جو جانی مالی قربانیاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں نے دیں۔ ان کی مثال دیگر صحابہ کرام میں نہیں ملتی۔ اور حضور کا اس رات ابوبکر صدیق کو بطور رفیق انتخاب فرمانا ان کے علو درجات اور فضیلت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

## فضیلت ۱۲: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمثال خدمات کی وجہ سے جنت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے۔

**تفسیر حسن عسکری** اَمَرَكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهٗ اٰنَسَكَ وَسَاعَدَكَ وَوَاذَرَكَ وَثَبَتَ عَلٰى تَعَاهُدِكَ وَتَعَاقُدِكَ كَانَ فِى الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ وَفِىْ غُرُفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ۔

(تفسیر حسن عسکری ص ۲۳۱)

ہجرت کی رات جبرائیل نے آپ کو اللہ کا پیغام دیا۔ کہ آپ اپنے ساتھ ابوبکر صدیق کو لے لیں۔ کیوں کہ اس نے آپ سے محبت کی۔ آپ کی معاونت کی۔ آپ کا بوجھ اٹھایا۔ اور آپ کے ساتھ معاہدات و کاروبار میں ثابت قدم رہا۔ جنت میں آپ کے رفقاء میں سے ہو گا۔ اور آپ کے مخلص احباب کے ساتھ جنت کے بلند ترین محلات میں ہو گا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اے ابوبکر! کیا تو اس بات پر راضی ہے۔ کہ میرے ساتھ رہے۔ اور دشمن جہاں مجھے تلاش کرنے کے درپے ہوں۔ تجھے بھی تلاش کریں۔ اور تیری نسبت یہ معلوم کر لیں۔ کہ تو نے مجھے اس دعوائے نبوت پر آمادہ کیا۔ اس وجہ سے تجھے میرے باعث بہت سی تکالیف دیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور! اگر میری عمر دنیا کے قیام تک ہو۔ اور سخت ترین مصائب کا مجھے سامنا کرنا پڑے۔ نہ موت آرام سے آئے۔ اور نہ زندگی میں راحت نصیب ہو۔ لیکن یہ کچھ

آپ کی محبت کی وجہ سے ہو۔ تو مجھے یہ سب کچھ صرف آپ کی محبت کی خاطر منظور ہے۔ اور اگر مجھے دنیا کی شاہی مل جائے اور عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنا حاصل ہو جائے لیکن یہ سب کچھ آپ کی مخالفت کی وجہ سے ہو تو میں اس شاہی اور عیش و عشرت پر تھوکتا بھی نہیں۔ یا رسول اللہ! میرے اہل و عیال اور جان و مال سب آپ کی امانت ہیں۔ اور آپ پر نثار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر سن کر ارشاد فرمایا۔

تفسیر حسن عسکری | لَا جَرَمَ إِنَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى قَلْبِكَ وَوَجَدَ مَا فِيهِ مُوَافِقًا لِمَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ ۔

(تفسیر حسن عسکری عربی ص ۲۳۱)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ تیرے دل کے خیالات پر مطلع ہے اور جو کچھ تو نے زبان سے کہا۔ اگر اس کا دل ساتھ دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تجھے میرے ساتھ ایسی حیثیت بخشے گا۔ کہ جس طرح جسم کے ساتھ آنکھوں، کانوں اور سر کی حیثیت ہے۔

## فضیلت ۲:

حملہ حیدری |

چنیں گفت راوی کہ سالارِ دین — چو سالم بحفظ جہاں آفریں!
ز نزدیک آں قوم پر مکر رفت! — بسوئے سرائے ابو بکر رفت
پئے ہجرت آں نیز ایستادہ بود — کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبی بود در خانہ اش چوں رسید — بگوشش ندائے سفر در رسید
چوں بو بکر زاں حال آگاہ شد! — ز خانہ بیروں رفت و ہمراہ شد
چوں رفتند چندیں بداماں دشت — قدوم فلک سائے مجروح گشت
ابو بکر آنگہ بدوشش گرفت! — ولے زیں حدیث است جائے شگفت

که در کس چناں قوت آمد پدید — که بار نبوت تواند کشید

برفتند القصه چندے دگر ! — چو گردید پیدا نشانِ سحر !

بدیدند غارے دراں تیرہ شب — که خوانند عرب غار ثورش لقب

گرفتند در جوف آں غار جائے — ولے پیش ابوبکر بنهاد پائے

بهر جا که سوراخ یا رخنه دید ! — قبا را بدرید آں رخنه چید

بدیں گونه تا شد تمام آں قبا — یکے رخنه نگرفته ماند از قضا !

برآں رخنه ماندہ آں یار غار ! — کف پائے خود را نمود استوار

نیامد جزاو ایں شگرف از کسے — که دور از خردمی نماید بسے !

نیامد چنیں کارے از غیر او — بدینساں چو پرداخت از رفت او

درآمد رسول خدا هم بغار ! — نشستند یک جا بهم هر دو یار

چوں شد کار پرداخته هم چناں — رسیدند کافر پیاپے ذکر آں

درآندم بکف پائے آں یار غار — که بروئے سوراخ بود استوار

رسیدش زدندانِ مارگزند ! ! — وزاں درد افغانِ او شد بلند

پیغمبر باو گفت آهسته باش — رسیدند اعدا مکن راز فاش

مکن غم مگرداں صدا را بلند ! — که از زخم افعی نیابی گزند !

بغار اندروں تا سه روز و شب — بسر برد آں شاه بفرمانِ رب

شدے پور بوبکر هنگام شام ! — بر بردے در آں غار آب و طعام

نمودے هم از حال اصحاب شر — حبیب خدائے جہاں را خبر

نبی گفت پس پور بوبکر را — کہ اے چوں پدر اہل صدق و صفا

دو جمازہ باید کنوں راهوار ! — که مارا رسانند به یثرب یار را !

هم از اہل دیں آمد یکے جمله دار — برو کرد رازِ نبی آشکار ! !

ازو جملہ داراں سخن چوں شنود | دو جمازہ وردم مہیّا نمود
نبی شد ازاں قوم آں کوہ و دشت | رسولِ خدا عازم راہ گشت
بہ صبح چہارم برآمد ز غار | دو جمازہ آوردہ بد جملہ داد
نشستن از شتر آں شاہ دیں | ابو بکر را کرد با خود قریں

(حملہ حیدری مطبوعہ تہران ص ۲۸)

ترجمہ:

راوی روایت کرتا ہے۔ کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کی حفاظت کے ساتھ اس مکار قوم کے ہاتھوں سے نکل کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ تو ہجرت کے لیے پیشگی اطلاع ملنے پر ابوبکر تیار بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ابوبکر کے گھر تشریف لائے۔ تو انہیں سفیر ہجرت کی آواز سنائی دی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے۔ اور چلتے چلتے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ لیکن یہ بات بہت انوکھی معلوم ہوتی ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے بظاہر کمزور انسان میں نبوت کا بوجھ اٹھانے کی طاقت آگئی مختصر یہ کہ تھوڑا اور آگے بڑھے۔ جب وقت سحر ہوا۔ تو اس پہاڑ میں ایک ثور نامی غار میں جا گزیں ہو گئے۔ پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے۔ اس کے تمام سوراخوں کو اپنی قبا کے ٹکڑوں سے بند کر دیا۔ اتفاقاً ایک سوراخ رہ گیا۔ تو اس پر جناب ابوبکر صدیق نے اپنا پاؤں رکھ کر بند کر دیا۔ یہ ایسا کام ہے۔ جو عقل میں نہیں آتا۔ کیوں کہ اس طرح صدیق اکبر نے اپنی جان داؤ پر لگا دی۔ اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی غار میں تشریف لے آئے۔ دونوں

دوست اکٹھے بیٹھ گئے۔ اُدھر کفار ان کے نشانات کے ذریعہ اس غار تک آ پہنچ چکے تھے۔ اور ادھر ایک زہریلے سانپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوراخ پر رکھے پاؤں کو کئی ایک مرتبہ ڈسا۔ جس کی وجہ سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ کہ دشمن غار کے اوپر پہنچ چکے ہیں۔ لہٰذا تمہیں کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے۔ جس کے ذریعہ اُن پر ہمارا راز فاش ہو جائے۔ رہا سانپ کے ڈسنے کا معاملہ۔ تو فکر نہ کریں۔ اس کے زہر سے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ تین رات دن اللہ کے حکم سے اس غار میں بسر کیے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند روزانہ صبح و شام کھانا لے کر حاضر ہوتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے حالات کی بھی خبر دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لڑکے کو فرمایا۔ کہ اپنے باپ کی طرح اے صاحب صدق و صفا! ہمیں دو تیز رفتار اونٹ درکار ہیں۔ جو ہمیں مدینہ پہنچا ئیں۔ ابو بکر صدیق کے لڑکے کے ہمراہ ایک چرواہا بھی تھا۔ اس کو بھی حالات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرما دیا وہ چرواہا دو اونٹ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ جب کفار وہاں سے ہٹ کر اِدھر اُدھر ہو گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے کوچ فرمایا۔ تین دن کے بعد چوتھے دن غار سے آپ باہر نکلے۔ اونٹ لائے گئے۔ اور ایک پر آپ کائنات کے بادشاہ خود سوار ہوئے۔ اپنے پیچھے اپنے وزیر باتدبیر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بٹھایا۔ اور دوسرے اونٹ پر چرواہا عامر سوار ہو گیا۔

# فضیلت ۲ اور ۳ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل فضائل ثابت ہوئے

**فضیلت:**

۱۔ ہجرت کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیا۔

۲۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار کے سوراخ بند کرنے میں اپنی جان بھی داؤ پر لگا دی۔ لہذا روز قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں یہ بلند ترین منازل پائیں گے۔

۳۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے حقیقی عاشق رسول تھے۔ کہ عشقِ رسول میں قیامت تک، سخت ترین مصائب برداشت کرنا قبول کیا۔ لیکن مخالفتِ رسول کے عوض شہنشاہی کو بھی ٹھکرا دیا۔ اس عقیدۂ صدیق کی اللہ کی طرف سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرما دی۔

۴۔ اپنی ذات، اپنے اہل وعیال اور دنیا کی ہر ایک چیز سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عزیز ترین تھی۔

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں اور کانوں کی مثل فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ جس طرح جسم سے آنکھ اور کان کی نسبت ہے۔ اسی طرح مجھ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت ہے۔

۶۔ ہجرت کے سفر کا راز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محرم راز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی بتلا دیا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ سنتِ خاک سے کفار اندھے ہوئے۔ تو آپ سیدھے ابوبکر کے گھر جلوہ فرما ہوئے۔

۷۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کی رات آپ کا انتظار کر رہے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ان کے گھر تشریف فرما ہوئے۔ تو صدیق اکبر نے سب کچھ چھوڑا۔ اور آپ کی معیت میں سفر پر روانہ ہو گئے۔

۸ - برہنہ پا ہونے کی وجہ سے جب آپ کے قدم اقدس زخمی ہو گئے۔ تو ابو بکر صدیق کو اس تکلیف سے اتنا احساس ہوا۔ کہ پیرانہ سالی کے باوجود اپنے کندھوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا لیا۔

۹ - ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایسے وقت بارِ نبوت کے اٹھانے کی قوت ملنا انتہائی تعجب خیز معاملہ تھا۔

۱۰ - غار ثور پر پہنچنے کے وقت ابو بکر صدیق رضی عنہ نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ غیر آباد غار میں پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوں۔ بلکہ خادمانہ طور پر پہلے خود اندر گئے۔ اور اس کے تمام سوراخ اپنی قبا پھاڑ پھاڑ کر بند کر دیئے۔ اُسے صاف کیا۔ اور ایک سوراخ کو کپڑا نہ ملنے کی بنا پر اپنی ایڑی رکھ کر بند کر دیا۔ ان تمام باتوں میں یہی ایک خیال تھا۔ کہ کہیں کسی طور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غار میں تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ایسا کام واقعی عاشقِ صادق کے سوا اور کون کر سکتا ہے؟۔

۱۱ - سانپ کے ڈسنے سے جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تکلیف محسوس ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخلص رفیق کو "لاتحزن ان اللہ معنا" فرمایا۔ اور تسلی دی۔ کہ جب اللہ کی مدد ہمارے شاملِ حال ہے۔ تو ہمیں کوئی حزن و ملال نہیں کرنا چاہیئے۔

۱۲ - غار ثور میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تین رات دن متواتر تنہائی میں چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جی بھر زیارت کی۔ یہ وہ عظمت ہے۔ جو کسی کو اگر ایک آن کے لیے میسر ہو جائے۔ تو صحابی کا رتبہ پائے۔ اور اس رتبہ کا تمام اولیاء غوث و اقطاب مقابلہ نہیں کر سکتے۔

۱۳۔ تین دن دورانِ قیام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر سے کھانا وغیرہ آتا رہا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تین دن گویا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کے مہمان تھے۔

۱۴۔ صدیق اکبر کا فرزند چوں کہ اپنے باپ کی طرح محرم راز تھا۔ اس لیے رات کھانے کے وقت وہ کفار کے حالات سے بھی آپ کو آگاہ کرتا۔ اور اسی برخوردار کے بارے میں آپ نے فرمایا۔ کہ اپنے باپ کی طرح تو بھی صاحبِ صدق وصفا ہے۔

۱۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سواری اور خادم کا انتظام بھی صدیق اکبر کے بیٹے نے کیا۔ جس طرح صدیق اکبر اور ان کے فرزند محرم راز تھے۔ اسی طرح وہ خادم بھی محرم راز تھا۔ اور شام کو روزانہ غار کے پاس بکریاں لا کر آپ کو دودھ پلاتا۔

۱۶۔ غار ثور سے نکل کر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے۔ تو آپ نے ابوبکر صدیق کو غلام کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار ہونے کی بجائے اپنے پیچھے بٹھایا۔ کیوں کہ صدیق اکبر کی محبت اور ایثار کا اسی طرح اظہار ہو سکتا ہے۔ تو آپ نے سواری کے وقت بھی یار غار کی جدائی برداشت نہ کی۔

## مقام غور:

ان مذکورہ فضائل کے بعد بھی اگر کوئی شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات کو موردِ الزام ولعن وطعن ٹھہرائے۔ اور بیہودہ زبان درازی کرے۔ تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس طرح وہ اپنے خبث باطنی کا اظہار کر رہا ہے۔ ورنہ ان فضائل کو جاننے اور ماننے کے بعد ہر شخص یہی سمجھتا ہے۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دوسرا قابلِ اعتبار دوست، مخلص رفیق اور جان نثار نہ تھا۔ اسی لیے اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام کے بعد مرتبہ میں سب سے اونچا مرتبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور اسی مرتبہ کی بنا پر آپ کو خلیفہ بلا فصل بنایا گیا۔

## فضیلت ۷۴ ابوبکر کو صدیق نہ کہنے والے کے حق میں امام باقر کی بد دعا

کشف الغمہ

وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ حِلْيَةِ السُّيُوْفِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ وَقَدْ حَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَيْفَهٗ قُلْتُ فَتَقُوْلُ الصِّدِّيْقُ قَالَ فَوَثَبَ وَثْبَةً وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّيْقُ نَعَمْ الصِّدِّيْقُ نَعَمْ الصِّدِّيْقُ فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰهُ لَهٗ قَوْلًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ فی معاجز الامام ابی جعفر الباقر جلد دوم مطبوعہ تبریز ص ۱۴۷)

ترجمہ:

عروہ بن عبد اللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے تلوار کے جڑاؤ کرنے کے بارے میں سوال کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو زیورات سے آراستہ کیا تھا۔ میں نے پوچھا۔ آپ بھی ابو بکر کو "الصدیق" کہتے ہیں۔ میری یہ بات سن کر ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ ایک دم جذبات سے اٹھے۔ اور کہنے لگے۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ یقیناً وہ صدیق ہیں۔ اور وہ بلاشک صدیق ہیں۔ اور سنو۔ جو شخص انہیں صدیق نہیں کہتا۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی بات کو ہرگز سچا نہیں کرے گا۔

ترجمہ:

جو ذات صدق لے کر آئی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جس نے اُن کی، تصدیق کی۔ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

**فضیلت نمبر ۶**

"وَ السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ" آیت کریمہ کے تحت (جو گیارہویں پارہ رکوع ۲ کی آیت ہے) تفسیر مجمع البیان میں یوں مذکور ہے۔

**مجمع البیان:** اِنَّ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ بَعْدَ خَدِيْجَةَ اَبُوْ بَكْرٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۳ جزء ۵ ص ۶۵ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

**معلوم ہوا:**

مذکورہ تفسیر کے دونوں حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں جب اسلام کا نام لینا بھی عذاب جان تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے مسلمان ہونے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو احکامات وغیرہ عطا فرمائے۔ ان تمام کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے بھی ابوبکر ہی تھے اس بنا پر صحابہ کرام میں آپ "الصدیق" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

**فضیلت نمبر ۷: ابوبکر خلوص دل کی وجہ سے تمام صحابہ سے سبقت لے گئے**

**مجالس المومنین:** وحضرت رسالت با ابوبکر ملاقات نمود بتدریج تالیف قلب واستدراج من حیث یعلم و من حیث لا یعلم نمود تا اُن کر بسمتِ عالی او را بجانب خود مائل ساخت وخاطر او را بحصول جاہ و توسعہ دستگاہ امیدوار

## اس حوالہ سے چند امور ثابت ہوئے

۱۔ امام باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افعال بھی ایک حجت و دلیل شرعی ہیں۔ اسی لیے آپ نے تلوار کو مزین کرنے کے بارے میں ابوبکر صدیق کے تلوار مزین کرنے کا حوالہ دیا۔

۲۔ امام باقر رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "الصدیق" سمجھتے اور کہتے تھے۔

۳۔ امام موصوف کا لقبِ "الصدیق" سے ابوبکر کو یاد کرنا اس لیے تھا۔ کہ غارِ ثور میں یہ لقب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو عطا فرمایا تھا۔ جیساکہ پچھلے حوالہ میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

۴۔ امام باقر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق جو شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ کو "الصدیق" نہ سمجھے وہ اللہ کے نزدیک دنیا و آخرت میں جھوٹا۔ اور آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ کہ ایسے شخص کو اللہ دونوں جہانوں میں جھوٹا کرے۔

## فضیلت ۵ سب سے پہلے نبی علیہ السلام کی ابوبکر نے تصدیق کی

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

ترجمہ: (پ ۲۴۔ ع ۱)

اور وہ ذات جو صدق لے کر آئی۔ اور وہ شخص جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں شیعی مفسر علامہ طبرسی" نے یوں لکھا ہے۔

مجمع البیان | اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَ بِهٖ اَبُوْ بَکْرٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۴ جزء ۵ ص ۶۵ مطبوعہ تہران)

گردانید تا آں کہ بآں طمع مسلمان شد و حضرت رسالت کنیت و نام او را کہ ابوالفضیل و عبدالعزیٰ بود با بوبکر و عبداللہ تبدیل فرمود۔ و ہمیشہ در میانِ جماعتِ اصحاب میگفتند۔ ود ما سبقکم ابو بکر بصوم ولا صلوٰۃ و لکن بشیٔ وقر فی صدرہ،،

(مجالس المومنین جلد اول ص ۲۰۶ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر سے ملاقات کی۔ اور لگاتار ان کی تالیف قلب کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور جانے ان جانے طور پر انہیں اپنی طرف مائل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنی بلند ہمتی کی وجہ سے ابو بکر کو اپنی طرف مائل کر ہی لیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کو حصولِ دولت و عزت اور فراخی روزگار کی امیدیں دلاتے رہے۔ حتیٰ کہ ابو بکر اسی طمع کی بنا پر مسلمان ہو گئے۔ اور مسلمان ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت اور نام دونوں تبدیل فرما دیئے۔ ابوالفضیل کی بجائے ابو بکر اور عبدالعزیٰ کی بجائے عبداللہ کنیت اور نام رکھا۔ صحابہ کرام کے مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے کہ ابو بکر، نماز اور روزہ کی کثرت کی بنا پر تم سے سبقت نہیں لے گیا۔ بلکہ سبقت کی وجہ وہ تھی۔ جو اس کے سینہ میں جمی ہوئی تھی۔

**مقام غور:**

شیعہ لوگوں کا ابتدا سے یہ وطیرہ رہا ہے۔ کہ ایک حقیقت کو توڑ موڑ کر غلط رنگ دے کر پیش کرتے ہیں۔ اور اس سے مقصد ان کا یہ ہوتا ہے۔ کہ کسی کی فضیلت ان کے الفاظ میں اس کی مذمت بن کر سامنے آئے۔ اسی حوالہ کو دیکھیے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت تمام صحابہ کرام پر بیان فرمائی۔ لیکن ”نور اللہ شوستری شیعہ،، نے اس افضلیت کو اپنے گندے ذہن کے مطابق مسخ کرنے کی جسارت کی۔

اور لکھا کہ "ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مال و دولت اور عزت کا لالچ دے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام لانے پر آمادہ کیا۔ اور وہ اس غرض سے مسلمان ہوئے۔ اور اس طمع و لالچ میں ابو بکر تمام صحابہ کرام سے بڑھ کر تھے۔

لیکن سچ ہے۔ "دروغ گورا حافظہ نہ باشد" فضیلت ۶ کے ضمن میں "تفسیر مجمع البیان" کے الفاظ آپ پھر غور سے پڑھیں۔ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ بَعْدَ خَدِيْجَةَ اَبُوْبَكْرٍ" اور فضیلت ۵ کے تحت "وصدق به ابو بكر" پر غور فرمائیں۔ تو اس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابو بکر صدیق کا مشرف باسلام ہونا اعلان نبوت کے ساتھ ہی تھا۔ جب کہ "نور اللہ شوستری" کا کہنا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم متواتر ابو بکر کو لالچ دیتے رہے۔ اور ان کا دل مائل کرنے کے لیے کافی عرصہ آپ کو لگا۔ تب کہیں جا کر اس لالچ میں پڑ کر ابو بکر مسلمان ہوئے۔ تو یہ کافی عرصہ کہاں سے نکلا۔ اور اگر اسلام لالچ کے طور پر تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے "صدق به" فرما کر معاذ اللہ اپنے لاعلم ہونے کا اظہار کیا۔ کہ اُسے ابو بکر کے صحیح اسلام اور لالچ کے اسلام کے مابین فرق معلوم نہ تھا۔ حاشا و کلا وہ علیم بذات الصدور ہے۔ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لالچ دینے کا اتہام خبث باطنی کا مظہر ہے۔

حقیقت یہی ہے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مخلص مومن تھے۔ اور مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کو بتلا دیا۔ کہ ابو بکر کی فضیلت ان کے دل کی پختگی اور محبت میں وارفتگی کی بنا پر ہے۔

## فضیلت ۸: امام تقی فضیلت شیخین کے منکر نہیں تھے۔

**احتجاج طبرسی**

لَسْتُ بِمُنْكِرٍ فَضْلَ عُمَرَ وَلٰكِنَّ اَبَا بَكْرٍ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ۔

(احتجاج طبرسی ص ۲۴۸ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

میں (امام تقی رضی اللہ عنہ) عمر بن خطاب کی فضیلت کا منکر نہیں ہوں۔ لیکن

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فضیلت میں عمر بن خطاب سے بڑھ کر ہیں۔

امام تقی رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے ثابت ہوا۔ کہ وہ شیخین کی فضیلت کے قائل بھی تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے نزدیک دونوں میں سے ابوبکر افضل تھے۔ اور یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ جس کی تائید امام موصوف کر گئے۔

## فضیلت ۹: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابوبکر عزت اور فضل والے تھے

**مجمع البیان** وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسَاكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِنَّ قَوْلَهٗ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ الایة نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَكْرٍ وَمِسْطَحِ بْنِ اَثَاثَةَ۔

(تفسیر مجمع البیان جزء ۷ جلد ۴ ص ۱۳۲)

ترجمہ:

تم میں سے فضیلت والے اور مالی وسعت کے مالک لوگ اس بات کی قسم نہ اٹھائیں۔ کہ وہ اپنے رشتہ داروں، مسکینوں اور مہاجرین کی مالی امداد نہیں کریں گے۔

یہ آیت کریمہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے اپنے خالہ زاد بھائی جناب مسطح بن اثاثہ کی امداد "واقعہ افک" کے سلسلہ میں بند کر دی تھی۔

"علامہ طبرسی صاحب مجمع البیان" نے اس آیت کا شانِ نزول بیان کر کے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کے نزدیک بڑے مرتبہ کے مالک تھے اور جسے اللہ تعالیٰ عزت و مرتبہ عطا فرما دے۔ اس کی شان میں گستاخی اپنی آخرت کو برباد کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ سورج کی طرف تھوکنے والا اپنا منہ تھوک سے

گندا کر لیتا ہے۔ سورج کا نقصان نہیں کر سکتا۔

## فضیلت ۱۰

**آیت:** فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰی۔

(پ ۳۰ سورۃ اللیل)

ترجمہ:

پس جس شخص نے دیا۔ اور پرہیزگاری برتی۔ اور ٹھیک باتوں کی تصدیق کی۔ تو بہت جلد ہم اُسے آسانی کی توفیق دیں گے۔

(ترجمہ مقبول)

## مجمع البیان: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابوبکر پرہیزگار اور صدیق تھے۔

"علامہ طبرسی شیعی" اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ اِنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ لِاَنَّهٗ اشْتَرٰى الْمَمَالِيْكَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا مِثْلَ بِلَالٍ وَعَامِرِ بْنِ فُهَيْرَةَ وَغَيْرِهِمَا وَاَعْتَقَهُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء ۱۰ ص ۵۰۱ تا ۵۰۲ سورۃ لیل)

ترجمہ:

ابن زبیر سے روایت ہے۔ کہ "فاما من اعطی الآخر" آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ آپ نے بہت سے غلام خریدے تھے۔ جو مسلمان ہو گئے تھے۔ جیسا کہ حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ وغیرہ اور پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو آزاد بھی کر دیا۔

## منہج الصادقین:

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے "علامہ کاشانی شیعی" رقمطراز ہیں۔

(فاما من اعطی) پس اما ہر کہ بداد حقوق مالِ خود را در راہِ خدائے (واتقی) وپرہیز کرد از معاصی (وصدق بالحسنیٰ) وتصدیق کرد بکلمہ نیکو تر کہ آں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ است یا وعدہ عوض را انیست کہ وما انفقتم من شیء فھو یخلفہ، ومن جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا ومثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ الآیۃ یا غیر آں از ہر حکم کہ دلالت بر حق کند یا بادرواشت خصلت حسنی را کہ ایمانست یا ملت حسنی را کہ ملت اسلام است یا مثوبت حسنی را کہ جنت است (فسنیسرہ) پس زود باشد کہ آسانی دہیم وی را یعنی توفیق دہیم واسباب لطف باو کرامت فرمائیم تا آمادہ شود (للیسریٰ) برا طاعتی کہ الیسر واہون امور باشد برا دو بطیب نفس باں اقدام نماید ونظیر ایں است قولہ فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام یا آمادہ سازیم او را برائے حالتی یا طریقہ کہ مودی شود بر یسر وراحت کہ آں دخول جنت است۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد دہم ص ۲۴۸)

ترجمہ:

(فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی) پس جس شخص نے اپنے مال کے حقوق راہِ خدا میں خرچ کرکے ادا کئے۔ (وَاتَّقٰی) اور گناہوں سے پرہیز کیا۔ (وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی) اور بہترین حکم یعنی "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی تصدیق کی۔ یا "تصدیق بالحسنیٰ" سے مراد اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی تصدیق کرنا

ہے۔ جو اُس نے وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ میں کیا
یعنی جو بھی تم کوئی چیز خرچ کرو گے۔ تو وہ اس کے بدلے میں کچھ دے گا۔
یا یہ وعدہ کہ جس نے نیکی کی اُسے اُس کا دس گنا عطا کیا جائے گا۔ یا یہ وعدہ کہ
جو لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اُن کی مثال ایک دانہ کی سی ہے
جو سات خوشے نکالتا ہے۔ اور ہر خوشے میں سو دانے ہوں۔ یا ان کے
علاوہ اور وعدے مراد ہو سکتے ہیں۔ یعنی ایسے کلمات جو حق پر دلالت کرتے
ہیں۔ یا اچھی خصلت کو تسلیم کرنا ہے۔ جو دراصل ایمان ہی ہے۔ یا اس سے
مراد "ملتِ حسنیٰ" یعنی ملتِ اسلامیہ مراد ہے۔ یا بہترین جائے ثواب یعنی
جنّت بھی ہو سکتی ہے۔ (فَسَنُیَسِّرُہٗ) پس بہت جلد ہم اُس کو آسانی عطا
کریں گے۔ یعنی ہم توفیق دیں گے۔ اور اسباب لطف و کرامت عطاء کریں گے
تاکہ وہ (لِلْیُسْرٰی) اطاعت پر آمادہ ہو جائے۔ جو کہ بہت آسان اور نرم
کام ہے۔ اور اس کو خوش دلی سے سرانجام دے سکے۔ اِس آیت کے
مضمون کی مثال اس آیت کے مضمون کی طرح ہے۔ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ
یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ یا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ہم اُسے ایسی
حالت اور طریقہ پر آمادہ کرتے ہیں۔ جو اُسے آسانی تک پہنچانے کا سبب بن جاتا
اور وہ جنّت میں داخل ہوتا ہے۔

## علامہ طبرسی کی تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱ - آیت مذکورہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

۲ - "من اعطی" سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے۔ کہ حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ
رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خریدا اور مسلمان ہونے کے بعد

آزاد بھی کر دیا۔

۲۔ "واتقی" سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام تقویٰ بیان ہوا۔

۴۔ "وصدق بالحسنیٰ" اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے "الحسنیٰ" کی تصدیق فرمائی۔ جس کے چند معنی مراد لیے گئے ہیں۔ ۱۔ کلمہ طیبہ۔ ۲۔ اسلام۔ ۳۔ نیکی کی جزا کا وعدہ۔ ۴۔ ہر کلمہ حق۔ ۵۔ اسلام اور اس کی جزا رجنت ان تمام معانی کا ایک ہی خلاصہ نکلتا ہے۔ کہ آپ نے ہمیشہ حق کی اتباع کی۔ اور باطل کی کبھی طرفداری نہیں کی۔

۵۔ "فسنیسرہ للیسریٰ" سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ایسی استعداد عطاء فرمائی۔ جس کی بنا پر ہر نیک کام آپ کے لیے آسان ہو گیا۔ اور بطیب خاطر ادا فرمایا۔

۶۔ "من یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام" کو تفسیر میں پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے سبب جنت میں بلا کسی رکاوٹ داخل ہوں گے۔

## خلاصۂ کلام:

اللہ رب العزت کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت اتنی پسند تھی۔ کہ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ فرما دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ لوگ ان کی سیرت اپنائیں۔ کیونکہ آپ اللہ کے مقبول بندے ہیں۔ لہٰذا اس وضاحت کے بعد بھی جو شخص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ خارج از اسلام قرار دے۔ اس کے بارے میں اہل انصاف کو خود فیصلہ کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام حق ہے۔ اور اس کی حقانیت کی تکذیب سے بڑھ کر اور کیا بدبختی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان

لوگوں کو ہدایت دے۔ اور اپنا سچا عاشق بنائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

## فضیلت ۱۱ اللہ اور اس کے رسول کے گستاخوں کو ابوبکر نے معاف نہیں کیا۔

مجمع البیان | لَمَّا نَزَلَتْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا قَالَتِ الْیَھُوْدُ اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ یَسْتَقْرِضُ مِنَّا وَ نَحْنُ اَغْنِیَاءُ وَ قَائِلُہٗ حَیُّ بْنُ اَخْطَبٍ عَنِ الْحَسَنِ وَ مُجَاھِدٍ وَقِیْلَ کَتَبَ النَّبِیُّ (ص) مَعَ اَبِیْ بَکْرٍ اِلٰی یَھُوْدِ بَنِیْ قَیْنُقَاعَ یَدْعُوْھُمْ اِلٰی اِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَ اَنْ یُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَدَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ بَیْتَ مَدَارِسِہِمْ فَوَجَدَ نَاسًا کَثِیْرًا مِّنْھُمْ اجْتَمَعُوْا اِلٰی رَجُلٍ مِّنْھُمْ یُقَالُ لَہٗ فِنْحَاصُ بْنُ عَازُوْرَا فَدَعَاھُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَ الصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ فَقَالَ فِنْحَاصُ اِنْ کَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَاِنَّ اللّٰہَ اِذًا لَفَقِیْرٌ وَ نَحْنُ اَغْنِیَاءُ وَ لَوْ کَانَ غَنِیًّا لَمَا اسْتَقْرَضَنَا اَمْوَالَنَا فَغَضِبَ اَبُوْبَکْرٍ وَ ضَرَبَ وَجْھَہٗ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ عَنْ عِکْرِمَۃَ وَ السُّدِّیِّ وَ مُقَاتِلٍ وَ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اوّل جزء دوم ص ۵۴۷-۵۴۸)

ترجمہ: جب "من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا" آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تو یہود کہنے لگے۔ اللہ فقیر ہے۔ اور اسی لیے ہم سے قرض مانگتا ہے۔ اور ہم غنی ہیں۔ یہ الفاظ کہنے والا "حی بن اخطب" تھا۔ کہا گیا ہے۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک رقعہ

لکھ کر یہود کے قبیلہ بنی قینقاع کی طرف بھیجا۔ تاکہ انہیں جا کر اقامت صلوٰۃ، ادائگی زکوٰۃ اور اللہ کو قرض حسنہ دینے کی دعوت دیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب ان کی ایک بیٹھک میں پہنچے۔ تو وہاں ایک آدمی کے ارد گرد بہت سے لوگوں کو اکٹھا بیٹھا ہوا دیکھا جس کو "فنحاص بن عازورا" کہتے تھے۔ تو ابو بکر نے انہیں نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی دعوت دی۔ یہ سن کر "فنحاص بن عازورا" کہنے لگا۔ کہ اگر تو اپنی گفت گو میں سچا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اللہ فقیر ہے۔ اور ہم مالدار ہیں اگر وہ واقعی مالدار ہوتا۔ تو ہم سے ہمارے مال بطور قرض کیوں مانگتا۔ یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا۔ اور آپ نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ تو اس معاملہ میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

## قابل اعتماد ساتھی:

حوالہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے اس قدر قابلِ اعتماد دوست اور ساتھی تھے۔ کہ آپ نے علمائے یہود کی طرف دعوت اسلام کے لیے آپ کو بھیجا۔ آپ اس بات سے بخوبی واقف تھے۔ کہ یہودی علماء سے گفتگو کرنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔ آپ نے حضرت ابو بکر کو اس دعوت کے لیے منتخب فرمایا۔ اس سے صاف عیاں ہے۔ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم دین اور وجیہہ بھی تھے تبلیغ اسلام پر آپ نے جب اللہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ سنے۔ تو جوش عقیدت سے گستاخ کے منہ پر مارا۔ لیکن یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے کسی کو روکنے کی ہمت نہ پڑی۔

تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ آپ کی تبلیغ کی برکت سے عثمان غنی عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن وقاص ایسے حضرات مشرف با سلام ہوئے۔ اگر معاذ اللہ ان کے ایمان و اسلام میں کمزوری اور نفاق ہوتا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے اہم کام کے لیے ایسے شخص کا انتخاب نہ فرماتے

## فضیلت ۱۲: عشق رسول میں ابو بکر نے ایک کافر کی انتہادرجہ مذمت کی۔

**مجمع البیان** فَقَالَ عُرْوَةُ عِنْدَ ذَالِكَ اَىْ مُحَمَّدُ اَرَاَيْتَ اِنِ اسْتَاصَلْتَ قَوْمَكَ هَلْ سَمِعْتَ بِاَحَدٍ مِّنَ الْعَرَبِ اجْتَاحَ اَصْلَهٗ قَبْلَكَ وَاِنْ تَكُنْ لِلْاُخْرٰى فَوَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاَرٰى وُجُوْهًا وَاَرٰى شَابًا مِّنَ النَّاسِ خُلَقَاءَ اَنْ يَّفِرُّوْا وَيَدَعُوْكَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَكْرٍ اِمْصِصْ بِظَرِ اللَّاتِ اَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهٗ فَقَالَ مَنْ ذَا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ اَمَا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوْ لَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِىْ لَمْ اَجْزِكَ بِهَا لَاَجَبْتُكَ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جز ۹ ص ۱۱۷)

ترجمہ:

(صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کفار کی طرف سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عروہ نے گفتگو کی۔) تو عروہ نے کہا۔ کہ اے محمد! آپ اپنی قوم کی جڑ کو کاٹ دیں گے۔ کیا آپ نے اپنے سے پہلے کسی عرب کے بارے میں سنا کہ اس نے اپنی قوم کی جڑ کاٹی ہو۔ اگر آپ میدان جنگ میں فتح نہ حاصل کر سکے۔ تو قسمیہ کہتا ہوں۔ کہ آپ کے ارد گرد ایسے کمزور لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔ جو آپ کو اکیلا چھوڑ کر میدان سے بھاگ جائیں گے۔ اس پر ابو بکر کو غصہ آیا۔ اور انہوں نے عروہ کو لات کا فرج چوسنے والا کہہ کر برا بھلا کیا۔ اور کہا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ اس پر عروہ بولا۔ مجھے گالی دینے والا یہ کون ہے؟ کہا ابو بکر۔ عروہ کہنے لگا۔ اللہ کی قسم اگر ابو بکر کے احسان کے تلے نہ ہوتا۔ جس کا میں ابھی تک بدلہ نہیں دے سکا۔ تو میں اس کو

کو اس کی گالی کی سزا ضرور دیتا۔

## مقام غور!

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو لات بت کی اس لیے گالی دی تھی۔ کہ اس نے لات کے پجاریوں کے عشق کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں کے عشق پر ترجیح دی تھی۔ اور یہاں تک کہا تھا۔ کہ لات کے پجاری بھاگنے والے نہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی انہیں تنہا چھوڑ کر میدانِ جنگ سے بھاگ اٹھیں گے۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا تو آپ کے اعضاء مبارکہ سے چھو کر گرنے والے پانی کو بھی زمین پر نہیں پڑنے دیتے۔ وہ کب یہ برداشت کریں گے۔ کہ حضور کو گرتے دیکھ سکیں۔

ثابت ہوا۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی والہانہ محبت تھی۔ کہ آپ کے خلاف ایک لفظ تک سننا گوارا نہ تھا۔ یہی محبت تھی۔ جس کی بنا پر عروہ بن مسعود کو لات کی گالی سنائی۔ جو اس کے پجاریوں کے لیے انتہائی غلیظ اور ناقابلِ برداشت تھی۔ معلوم ہوا۔ کہ عشق مصطفےٰ میں صدیق اکبر اپنی مثال آپ تھے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی محبت مصطفےٰ سے سرفراز فرمائے۔

## فضیلت ۱۲: ابوبکر صدیق کے ایمان لانے سے کفار کو بے حد صدمہ ہوا۔

حملہ حیدری

| | |
|---|---|
| ۱ نزد رسول خدا کرد جائے | ابوبکر خواندش رسول خدائے |
| ۲ چو شد دین اسلام او را قبول | پذیرفت اسلام نزد رسول |
| ۳ بقوم و قبائل در افتاد شور! | بر نگاہ برخواست شور نشور! |
| ۴ بہر برزنے مرد و زن انجمن، | زکفر و زاسلام او بد سخن! |
| ۵ ہمہ قوم کفار زار و نزار! | زغیرت ہمہ دیدہا اشکبار |

۶ کرچوں او بزرگی زلبس تریں وبیم — شود بار ایں نور سیدہ ؛ یتیم !
۷ ہمہ دین ما زیر پائے آورند — رہ بندگی را بجائے آورند
۸ بجو او با یتیمے بجاں گشت یار — بکارش شود گردش روزگار

(حملہ حیدری مطبوعہ ایران)

ترجمہ :

۱ ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے انہیں ابوبکر کہہ کر پکارا۔

۲ ۔ چوں کہ اسلام کو وہ پسند کر چکے تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

۳ ۔ اس سے قوم اور قبائل میں ایسا شور اٹھا۔ جیسا کہ میدان حشر میں ہو گا۔

۴ ۔ ہر گلی کوچے میں ابوبکر کے اسلام و کفر کی باہم باتیں ہونے لگیں۔

۵ ۔ تمام کفار غیرت سے زار و قطار رونے لگے۔ اور ان کی آنکھیں پانی میں ڈبڈبا گئیں۔

۶ ۔ ایسی خطرناک حالت میں ایک یتیم کا ابوبکر ساتھی بن گیا۔ جو نہایت بزرگ آدمی ہے۔

۷ ۔ ہمارے سابقہ دین کو برباد کر ڈالیں گے۔ اور بندگیٔ خدا کا راستہ اپنائیں گے۔

۸ ۔ جب ابوبکر اس یتیم کا سچے دل سے دوست بن گیا۔ تو زمانے کی گردش اس کے حق میں ہو جائے گی۔

**فضیلت ۱۴۰ : ابوبکر صدیق حضور علیہ السلام کیلیے سر دھڑ کی بازی لگانے سے گریز نہیں کرتے تھے**

حملہ حیدری | بیا سخ ابوبکر از جا بخاست — وزاں پس عمر تند خود کرد راست

بگفتند یا سید المرسلین  قدم پیش بگذار و مارا ببیں!
کہ با دشمنی دیں چہا میکنم!  چساں در رہت جاں فدا میکنم
وزاں پس ز جا خواست مقداد نیز  بگفت اے حبیب خدائے عزیز
بود تاب تن جان و در کف عناں  بیاریم شمشیر بر دشمناں
ازاں گشتہ خوش دل رسول خدا  بفرمود در حق ایشاں دعا!

(حملہ حیدری ص ۲۴ - ۲۴ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:

ابو بکر صدیق جلدی سے عرض کرنے کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اور ان کے فوراً بعد حضرت عمر بھی کھڑے ہوگئے۔ کہنے لگے یا سید المرسلین! آپ میدان جنگ میں تشریف لے چلیں پھر دیکھیں ہم کیا کرتے ہیں۔ دشمن سے مقابلہ کرنے میں ہم آپ پر کس طرح جاں نچھاور کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت مقداد بھی اُٹھے۔ اور کہنے لگے۔ اے اللہ کے حبیب! جب تک میرے ہاتھ میں قوت اور میرے جسم میں جان ہے۔ دشمنوں پر تلوار چلاتا رہوں گا۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور ان حضرات کے لیے دعا فرمائی۔

## فضیلت ۱۵:

(وھم) در میاں (من بعد غلبھم) پس از مغلوب شدن ایشاں (سیغلبون) زود باشد کہ غالب شوند۔ (فی بضع سنین) در اندک سال کہ میاں سہ و نہ باشد ابو بکر اہل شرک را گفت شما بایں شاد شدہ اید۔ چشم شما روشن مباد۔ بخدا کہ اہل روم بر مردم فارس غالب خواہند شد در بضع سنین گفتند ایں را از کجا میگوئی۔ گفت از رسول خدا ابی بن خلف گفت کذبت یا ابا الفضل ابو بکر گفت کذبت انت یا عدو اللہ ابی گفت اگر راست میگوئی وقتی معین کن تا گرو بندیم

منہج الصادقین

اگر آں وقت منقضی شود چناں باشد کہ تو گفتی من گرو بدھم و اگر نہ تو گرو داد کنی پس گرو بستند بسہ سال بدہ شتر چوں ابوبکر رسول را ازیں صورت حال اخبار نمود آنحضرت فرمود کہ خطا کردی۔ زیرا کہ بضع میاں ثلثہ و تسعہ است بردو در مال مدت بیفزائی ابوبکر بازگشت و تا مدت نہ سال بر صد شتر مراہنہ کردند در یں صورت قبل ازاں بود کہ گرو حرام شود۔ و چوں ابوبکر میخواست کہ از مکہ بیروں آید ابی گفت قرار ہا نکنم تا کہ ضامنی بدھی پسرش عبداللہ ضامنِ پدر شد۔ و چوں ابی قصد کرد کہ بجنگ احد رود عبداللہ بن ابی بکر گفت نزا نگذارم تا ضامنی برائے خود بقلین نکنی ابی ضامن بداشت و بجنگ احد رفت و بعد ازاں واقعہ احد مجروح بمکہ آمد۔ و دراں جراحت بمرد۔ ابوسعید خدری روایت کردہ کہ در بدر چوں مسلمانان ظفر یافتند بر مشرکاں و در ہماں روز خبر آمد کہ رومیاں غلبہ کردند بر فارسیاں مسلمانان شاد شدند و ابوبکر نزد ورثۂ ابی خلف رفتہ مال رہانت از ایشاں بستہ۔ و نزد رسول آورد۔ آنحضرت فرمود کہ ایں را تصدق کن ابوبکر ہمہ را تصدق نمود۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۷ ص ۱۵۷-۱۵۸)

ترجمہ :

اور رومی شکست کھانے کے بعد عنقریب غلبہ حاصل کریں گے۔ یہ غلبہ تین سے نو سال کے عرصہ میں واقع ہوگا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین کو کہا کہ رومیوں کی شکست پر تمہیں خوش نہ ہونا چاہیئے۔ خدا کی قسم! بہت جلد ایرانی شکست سے دوچار ہوں گے۔ مشرکین نے پوچھا۔ آپ یہ بات کس بھروسہ پر کہہ رہے ہیں۔ ابوبکر صدیق نے جواب دیا۔ کہ ایسا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے۔ ابی بن خلف کہنے لگا۔ اے ابوالفضل! تم نے جھوٹ کہا۔ ابوبکر نے جواب دیا۔ اے اللہ کے دشمن جھوٹ تم نے کہا ہے۔

ابی پھر کہنے لگا۔ اگر سچے ہو، تو شرط لگاؤ۔ وقت معین کرو۔ کب رومیوں کو فتح ہو گی۔ جب وقت مقررہ گزر گیا۔ اور رومی غالب نہ آسکے۔ تو تم جرمانہ ادا کرنا۔ اور اگر انہیں غلبہ مل گیا۔ میں شرط ہار جاؤں گا۔ چنانچہ تین سال کا وقت مقرر ہوا۔ اور دس اونٹ شرط رکھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات کی اطلاع دی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم نے غلطی کھائی ہے۔ لفظ بضع تین سے نو تک پر بولا جاتا ہے۔ لہذا جاؤ۔ اور مدت میں بھی اور مال میں بھی زیادتی کرو۔ ابو بکر واپس لوٹے۔ پھر طے یہ ہوا۔ کہ ۹ سال مدت اور سو اونٹ شرط کی یہ صورت اس کی حرمت سے قبل تھی۔ اس کے بعد جب ایک مرتبہ ابو بکر مکہ سے باہر جانے لگے۔ تو ابی بن خلف نے کہا۔ کہ بغیر ضامن دیئے میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ ضامن بنے پھر جب ابی نے جنگ احد میں جانا چاہا۔ تو عبداللہ نے ضمانت دینے کو کہا۔ ابی ضامن دے کر جنگ احد کی طرف چلا گیا۔ اس واقعہ میں زخمی ہو کر واپس آیا۔ اور اسی زخم سے مر گیا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ غزوہ بدر میں جب مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ تو اسی دن اطلاع آئی۔ کہ رومیوں کو فتح حاصل ہو گئی۔ یہ سن کر مسلمان بہت خوش ہوئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ابی بن خلف کے وارثوں کے پاس گئے۔ اور شرط باندھا مال ان سے لے کر حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئے۔ آپ نے اس کو صدقہ کر دینے کا ارشاد فرمایا۔ صدیق اکبر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق تمام مال صدقہ کر دیا۔

## اس روایت سے مندرجہ ذیل فضائل صدیق اکبر ثابت ہوئے

۱۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو " وھم من بعد غلبھم سیغلبون الخ " آیت کریمہ پر اتنا یقین تھا کہ مشرکین کو اعلان کر دیا کہ تمہیں ایرانیوں کی فتح سے خوشی نہیں منانی چاہیئے۔ کیوں کہ چند سالوں میں معاملہ الٹ ہو جائے گا۔

۲۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر اس قدر بھروسہ اور یقین تھا۔ کہ پہلے سے لگی شرط کو آپ سے کہنے پر توڑ دیا۔ اور ۹ سال اور سو اونٹ شرط باندھی۔

۳۔ اس قدر قیمتی اونٹ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر بے چوں و چرا سب صدقہ کر دیئے۔

## خلاصہ کلام :

رومی اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے قریب تھے۔ ادھر اہل فارس آگ پرست ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے بہت دور تھے۔ اسی لیے رومیوں کی شکست پر کفار و مشرکین کو خوشی ہوئی۔ اور پھر ایرانیوں کی شکست پر مسلمان خوش ہوئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کی خبر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر یقین کامل کا اظہار کرتے ہوئے شرط میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا۔ اور شرط جیتنے پر آپ نے ابی بن خلف کے ورثاء سے کثیر مال لے کر اللہ کی راہ میں برضا و رغبت صدقہ کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان کامل تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات پر انہیں انتہائی درجہ کی صداقت تھی۔

## فضیلت ۱۶: نبی پاک علیہ السلام نے ابوبکرؓ کو تمام صحابہ کا امام بنایا

درۂ نجفیہ

فَلَمَّا اشْتَدَّ بِهِ الْمَرَضُ اَمَرَ اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي صَلٰوتِهٖ بِهِمْ فَالشِّيْعَةُ تَزْعَمُ اَنَّهٗ لَمْ يُصَلِّ بِهِمْ اِلَّا صَلٰوةً وَّاحِدَةً وَهِيَ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا يَتَهَادٰى بَيْنَ عَلِيٍّ وَالْفَضْلِ فَقَامَ فِي الْمِحْرَابِ مَقَامَهٗ وَتَاَخَّرَ اَبُوْبَكْرٍ وَالصَّحِيْحُ عِنْدِيْ وَهُوَ الْاَكْثَرُ الْاَشْهَرُ اَنَّهَا لَمْ تَكُنْ اٰخِرَ الصَّلٰوةِ فِيْ حَيٰوتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ جَمَاعَةً وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ صَلّٰى بِالنَّاسِ بَعْدَ ذٰلِكَ يَوْمَيْنِ ثُمَّ مَاتَ (الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ ص ۲۲۵ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض بڑھ گیا۔ تو آپ نے ابوبکر کو حکم دیا۔ کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ ابوبکر نے کتنی نمازیں پڑھائیں۔ اس میں اختلاف ہے شیعہ کہتے ہیں کہ صرف ایک نماز پڑھائی۔ اور وہ بھی وہ جس میں شرکت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اور الفضل کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم محراب میں اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور ابوبکر وہاں سے پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن میرے نزدیک صحیح یہ ہے۔ اور یہی اکثر کا قول اور مشہور ہے۔ کہ مذکورہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی آخری نماز نہ تھی۔ اور یقیناً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد دو دن کی نمازیں لوگوں کو پڑھائیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

**یہ اعزاز جسے خدا دے:**

"نہج البلاغۃ" کی شرح سے جو اقتباس پیش کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلیٰ امامت پر کھڑا ہونے کا حکم دیا۔ اور ابوبکر کا انتخاب کرتے وقت حضرت علی اور حضرت عباس وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی موجود تھے۔ اور نماز ایسا اہم رکن اسلام ہے۔ کہ اس کے تارک سے کتا اور خنزیر بھی پناہ مانگتا ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل ہم جامع الاخبار صلا۸ کا حوالہ پیش کر چکے ہیں۔ تو اس سے ہر ذی عقل اور صاحب انصاف یہ سمجھ سکتا ہے کہ ابوبکر کا مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پاک میں کتنا بلند تھا۔ آپ کا مصلی امامت کے لیے ابوبکر کا انتخاب اس بات کا واضح اشارہ ہے۔ کہ آپ کی جانشینی بھی انہی کو زیب دیتی ہے۔

**فضیلت ۱۷: امام جعفر ابوبکر صدیق کو متقی اور عالم قرآن ہونے کی وجہ سے قابل حجت سمجھتے تھے۔**

**فروع کافی**

هٰذِهٖ اَحَادِيْثُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَدِّقُهَا الْكِتٰبُ وَالْكِتٰبُ يُصَدِّقُهٗ اَهْلُهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ عِنْدَ مَوْتِهٖ حَيْثُ قِيْلَ لَهٗ اَوْصِ فَقَالَ اُوْصِيْ بِالْخُمُسِ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الثُّلُثَ عِنْدَ مَوْتِهٖ وَلَوْ عَلِمَ اَنَّ الثُّلُثَ خَيْرٌ لَّهٗ اَوْصٰى بِهٖ ثُمَّ مَنْ عَلِمْتُمْ بَعْدَهٗ فِيْ فَضْلِهٖ وَزُهْدِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ اَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَمَّا سَلْمَانُ فَكَانَ اِذَا اَخَذَ عَطَاءَهٗ دَفَعَ مِنْهُ قُوْتَهٗ لِسَنَةٍ حَتّٰى يَحْضُرَ عَطَاءُهٗ مِنْ قَابِلٍ فَقِيْلَ لَهٗ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَنْتَ فِيْ زُهْدِكَ تَصْنَعُ هٰذَا وَاَنْتَ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّكَ تَمُوْتُ الْيَوْمَ فَكَانَ جَوَابُهٗ اَنْ قَالَ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِيَ الْبَقَاءَ كَمَا خِفْتُمْ

عَلَى النِّسَاءِ أَمَا عَلِمْتُمْ يَا جَهَلَةُ أَنَّ النَّفْسَ
قَدْ تَلْتَاثُ عَلَى صَاحِبِهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ مِنَ
الْعَيْشِ مَا تَعْتَمِدُ عَلَيْهِ فَإِذَا هِيَ أَحْرَزَتْ
مَعِيْشَتَهَا اطْمَأَنَّتْ وَ أَمَّا أَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
فَكَانَ لَهُ نُوَيْقَاتٌ وَ شُوَيْهَاتٌ يَحْلِبُهَا وَ يَذْبَحُ
مِنْهَا إِذَا اشْتَهَى أَهْلُهُ اللَّحْمَ أَوْ نَزَلَ بِهِ
ضَيْفٌ أَوْ رَأَى بِأَهْلِهِ الَّذِيْ مَعَهُ خَصَاصَةً نَحَرَ
لَهُمُ الْجَزُوْرَ أَوْ مِنَ الشِّيَاهِ عَلَى قَدْرِ مَا يَذْهَبُ
عَنْهُمْ بِقَرَمِ اللَّحْمِ وَ يَأْخُذُ هُوَ نَصِيْبَ وَاحِدٍ
مِنْهُمْ لَا يَتَفَضَّلُ عَلَيْهِمْ وَ مَنْ أَزْهَدُ مِنْ هٰؤُلَاءِ
وَ قَدْ قَالَ فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ

(فروع کافی کتاب المعیشۃ جلد دوم مطبوعہ نولکشور ص۴۔ فروع کافی
جلد نمبر ۵ کتاب المعیشہ ص ۶۸ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:

یہ احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کی تصدیق کتاب اللہ کرتی ہے اور کتاب اللہ کی تصدیق ایمان والے کرتے ہیں۔ جو اس کے سمجھنے کے اہل ہوں۔ ابوبکر کو جب بوقت وفات وصیت کرنے کو کہا گیا۔ تو فرمایا۔ میں مال کے پانچویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ حالانکہ خدا نے انہیں تیسرے حصہ کی وصیت کرنے کی اجازت دی تھی۔ آپ اگر نہ جانتے کہ تیسرے حصہ کی وصیت کرنے میں ثواب زیادہ ہوگا۔ تو تیسرا حصہ وصیت کر دیتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد زہد و فضل میں تم ابوذر اور سلمان فارسی کو سمجھتے ہو۔ سلمان فارسی

کو کوئی عطیہ دیتا۔ تو وہ پورے سال کی خوراک کا ذخیرہ کر لیتے۔ حتیٰ کہ آئندہ سال پھر عطیہ ملے۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ زاہد ہو کر ایسا کیوں کرتے ہو۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ اگر آج ہی فوت ہو جاؤ۔ جواب دیا۔ تمہیں میرے زندہ رہنے کی امید نہیں ہے؟ جیسا کہ میرے مرنے کا اندیشہ ہے۔ اے جاہلو تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ نفس آدمی پر اس وقت سرکشی کرتا ہے۔ جب تک آدمی اتنی قدر معیشت حاصل نہ کرے۔ جس پر اُسے بھروسہ ہو۔ اور جب اس قدر معیشت مل جاتی ہے۔ تو نفس مطمئن ہو جاتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس اونٹنیاں اور بکریاں ہوتی تھیں۔ جو دودھ بھی دیتی تھیں۔ اور اگر انہیں گھر والوں کے لیے یا مہمانوں کی خاطر تواضع کے لیے گوشت درکار ہوتا یا اپنے متعلقین کو ضرورت مند دیکھتے۔ تو ان میں سے بکری یا اونٹ ذبح کر لیتے۔ اور سب میں تقسیم فرما دیتے اور اپنے لیے ایک آدمی کی خوراک رکھ لیتے۔ جو دوسروں سے زائد نہ ہو۔ تم جانتے ہو۔ کہ ان تین زاہدوں سے بڑھ کر اور کون زاہد ہو سکتا ہے؟ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے فرمایا۔ جو کچھ فرمایا۔

## امام جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ کل مال کا صدقہ کرنے پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عمل کو بطور حجت اور دلیل پیش کیا۔

۲۔ اپنے اعمال سے کتاب اللہ کی تصدیق وہ مومن کرتے ہیں۔ جن کو اللہ کتاب کی سمجھ عطا فرمائے۔ ان سمجھنے والوں میں ابوبکر صدیق بھی ہیں۔ اسی لیے امام جعفر نے ابوبکر صدیق کے عمل کو بطور حجت پیش فرمایا۔

۳۔ سلمان فارسی اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما اگرچہ بہت بڑے زاہد تھے۔ لیکن زہد میں ان کا مرتبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کم ہی تھا۔

۴۔ ابوبکر صدیق، سلمان فارسی اور ذر غفاری رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ایک بار تعریفی کلمات ارشاد فرمائے۔

## امام جعفر رضی اللہ عنہ کی نظر میں مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اہل بیت کے سرتاج سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس قدر کامل الایمان سمجھتے تھے۔ کہ ان کے عمل کو بطور حجت پیش فرمایا۔ اور یہی امام ابوبکر صدیق کو ان حضرات میں سے گردانتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور مزید یہ کہ ابوبکر کا صرف عمل ہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے تعریفی کلمات ادا فرمانا بھی امام موصوف کی نظر میں بہت اہمیت رکھتا تھا۔

### فضیلت ۱۸:

روضۃ الصفا | ذکر اسلام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ در مبداء حال ایں خجستہ مآل کہ آفتاب عنایت ازلی بر باطن او پرتو افگند اقوال متعددہ بنظر رسیدہ از آنجملہ یکی آنست کہ ابن عمران در تاریخ خویش آوردہ کہ بعد از اسلام زید بن حارث۔ صدیق در راہ پیش رسول اللہ آمدہ پرسید کہ آیا راست است آنچہ از شما رسانیدہ اند کہ نفی الٰہ ما کردہ وعقلاء مارا از سفہا شمردہ و بہ تکفیر آباء و اجداد ما اشتغال نمودہ حضرت مقدس نبوی فرمود کہ یا ابابکر من رسول خدا ام و نبی او مرا فرستادہ تا تبلیغ رسالت کنم من ترا میخوانم بخدائی کہ یکیست و شریک ندارد و بخدا سوگند کہ ایں سخن حق است آنگاہ آیتے چند از فرقان بزبان معجز بیان گزرانیدہ صدیق ایمان آوردہ در مستقصے از قاسم بن محمد نقل کردہ اند کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عرضت الاسلام علی احد الا کانت لہ عندہ

کونہ وتردد ونظرۃ الا ما کان بکر فانہ لم یتلعثم ای ان یتوقف فی قبول ایمانہ چوں صدیق بمکارم اخلاق ومحاسن اعمال وفضائل پسندیدہ وصفات ستودہ معروف بود بلوازم مہمانداری وشرائط ضیافت در مکہ عدیل ونظیر نداشت وقریش باو الفتی تمام داشتند وہمت بمصاحبت او مصروف میداشتند ودر عظائم امور از رائے صائب وفکر ثاقب او استعانت مینمودند وچوں اعلم ہمہ فن انساب وتاریخ بود از بایانِ خلق بخدمت او بیادرت می نمودند واخذ فوائد میکردند لاجرم بعد از شرف اسلام با ہر کہ یارانِ سابق ودوستانِ موافق صحبت می داشت او را براہ راست وطریق صواب دلالت کرد۔ وبامارات واضحہ وعلامات صدق لائحہ قول حضرت نبوی را برائے ایشاں جلوہ داد تا جمعے از اکابر قریش صنادید عرب بیمن ہمت مبارکش از بادیہ غوایت بسرچشمہ ہدایت رسیدند چنانچہ اسامی ایشاں دراین اوراق مثبت گشت۔

(تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۷۷)

ترجمہ:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا ذکر۔ وہ مبارک انجام ابوبکر جن کے قلب پر عنایات الٰہی کا آفتاب عکس فگن ہوا۔ ان کے ابتدائی حالات کے متعلق بہت سے اقوال نظر سے گزرے۔ من جملہ ایک قول "ابن حمدان" نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ وہ یہ کہ زید بن حارث کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ایک مرتبہ صدیق اکبر کی کسی راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو گئی۔ دوران ملاقات صدیق اکبر نے پوچھا۔ کیا آپ کی طرف سے جو ہمیں اس قسم کی خبریں ملی ہیں۔ وہ درست ہیں یعنی آپ کہتے ہیں کہ ہمارے خدا، خدا نہیں۔ اور ہمارے عقلمندوں کو آپ نے بے وقوف کہا اور ہمارے آباء اجداد کو آپ نے کافر کہا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے یہ سن کر فرمایا۔ اے ابوبکر! میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔ اس نے مجھے اپنے احکامات کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہے۔ میں تجھے خدا وحدہٗ لاشریک کی طرف بلاتا ہوں اور سنو! اللہ کی قسم! یہ حق ہے۔ اس کے بعد قرآن پاک کی چند آیات معجز بیان آپ نے سنائیں۔ تو صدیق اکبر ایمان لے آئے۔ قاسم بن محمد سے "المستقصٰی" میں منقول ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے جس کو بھی دعوت اسلام دی۔ اس نے فوری طور پر اسے قبول کرنے میں کچھ تردد اور غور و فکر سے کام لیا۔ ہاں مگر ایک ابوبکر ایسا ہے۔ جس نے اسلام کے فوری قبول کرنے میں کسی قسم کا تردد نہ کیا۔

جب کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اچھے اخلاق، نیک اعمال، پسندیدہ خصلتوں اور اچھی صفات کے ساتھ عوام میں معروف و مشہور تھے۔ اور مہمان نوازی اور مہانداری کے اوصاف میں پورے مکہ میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اور قریش کو ان کے ساتھ بے پناہ لگاؤ تھا۔ اور ان کی محبت کو غنیمت سمجھتے تھے۔ اور بڑے بڑے اہم کاموں میں ان کی درست رائے اور روشن اندازِ فکر سے مدد لیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ علم انساب اور تاریخ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ جس کی بنا پر ہم جیسے لوگ ان کی خدمت کو قابلِ فخر سمجھتے تھے۔ اور ان سے فائدہ کی باتیں حاصل کرتے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد یہ اپنے قدیمی دوستوں اور دیرینہ ہمنشینوں کو سیدھی راہ اور اچھے طریقہ کی دعوت دیا کرتے تھے۔ اور واضح نشانات اور سچی علامات کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ان لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ یہاں تک کہ قریش کے بڑے اور عرب کے جانے پہچانے لوگ ان کی ہمت مبارکہ سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اور گمراہی کے گڑھوں سے نکل کر ہدایت

کے چشمہ تک جا پہنچے۔ جیسا کہ ان صفحات میں ان لوگوں کے اسماء گرامی لکھے گئے ہیں (یعنی عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین)

## مذکورہ حوالہ سے مندرجہ ذیل فضائل صدیق رضی اللہ عنہ ثابت ہوتے

۱۔ صدیق اکبر کا دل اللہ نے ازلی طور پر نور عنایت کا خزینہ بنایا تھا۔

۲۔ ہر اسلام لانے والے نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے بعد کچھ تردد اور دریافت کیا۔ لیکن فوری طور پر بلا حیل وحجت اسلام قبول کرنے والے صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

۳۔ ابو بکر صدیق حسن عمل اعلائے اخلاق، اور مہمان نوازی میں مکہ کے اندر اپنی مثال آپ تھے۔

۴۔ فن تاریخ اور علم الانساب میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔ جس کی بنا پر قریش آپ کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے۔

۵۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ اور اسلام لانے کے بعد اسی وسعت کی بنا پر بہت سے اکابرین قریش اور عرب کے نامی لوگ آپ کی وجہ سے مشرف باسلام ہوئے۔

۶۔ عشرہ مبشرہ میں سے عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام، سعد بن ابی الوقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف ایسے جلیل القدر حضرات صحابہ آپ کی کوشش وہمت سے مسلمان ہوئے۔

## فضیلت ۱۹

ایک یہودی سے جب حضرت علی کا بحث مباحثہ ہوا۔ وہ یہودی موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے لگا۔ تو اس کے مقابلہ میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرنے لگے۔ اس یہودی نے داؤد علیہ السلام کی جب یہ فضیلت بیان کی۔ کہ جب داؤد علیہ السلام اللہ کے خوف سے روتے۔ تو پہاڑ بھی حرکت میں آجاتے۔ تو اس کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

احتجاج طبرسی: لَقَدْ عَمِلَ بِمُحَمَّدٍ مَا هُوَ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا اِذَا كُنَّا مَعَهٗ عَلٰى جَبَلِ حِرَآءٍ اِذْ تَحَرَّكَ الْجَبَلُ فَقَالَ لَهٗ قَرَّ فَاِنَّهٗ لَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ وَّ صِدِّيْقٌ وَّ شَهِيْدٌ

(احتجاج طبرسی طبع جدید جلد اول ص ۲۲۶ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

(حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت درست ہے۔ لیکن) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بڑا اور افضل کام کر دکھایا۔ جب ہم آپ کے ساتھ حراء پہاڑ پر تھے تو اچانک پہاڑ نے حرکت کرنا شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھہر جا۔ تجھ پر اس وقت ایک نبی، دوسرا صدیق اور تیسرا شہید ہی تو ہے۔

## مقام غور:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حرکت کرتے پہاڑ کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور ساتھ ہی اپنے ساتھ صدیق کا ذکر کرکے اس طرف اشارہ کر دیا۔ کہ اگر کسی کا آپ کے بعد مرتبہ و مقام ہے۔ تو وہ صدیق اکبر کا ہے۔ قرآن پاک نے بھی آیت "انعم اللہ علیہم من النبیین و الصدیقین" میں یہی ترتیب ذکر فرمائی۔ جس سے اسی مفہوم کی مزید تائید ہوتی ہے۔

## ضروری وضاحت:

احتجاج طبرسی کی مذکورہ عبارت کو کچھ لوگوں نے "الانبی صدیق شہید" بغیر "واؤ عاطفہ" ذکر کیا ہے۔ جس سے اُن کا مقصد یہ ہے۔ کہ صدیق اور شہید کوئی دو افراد مراد نہیں۔ بلکہ صدیق و شہید صرف ایک ہی شخص تھا۔ یعنی اس کا مصداق صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی ہیں۔ صدیق اکبر کا اس روایت میں کوئی ذکر نہیں۔

لیکن جہاں تک کتب اہل سنت و جماعت کا معاملہ ہے۔ اُن میں یہ روایت "واؤ عاطفہ" کے ساتھ۔ یوں بھی منقول ہے۔ لیس علیك الا نبی وصدیق وشہیدان اس میں واؤ عاطفہ بھی ہے۔ اور شہید مفرد کی جگہ شہیدان آیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر واؤ عاطفہ نہ بھی ہو۔ تو بھی مخالف کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس روایت میں حضرت علی کے الفاظ یوں ہیں۔ "اِذَا كُنَّا مَعَهُ" (جب ہم آپ کے ساتھ تھے) تو لفظ "کنا"، جمع متکلم ہے۔ جس سے مراد کم از کم دو افراد ضرور ہوتے ہیں۔ گویا حضرت علی کے فرمان کا یہ خلاصہ ہوا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم کم از کم دو آدمی ضرور تھے۔ اور زائد بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی خود حضرت علی، صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضوان اللہ علیہم اجمعین

## فضیلت نمبر ۱۲:

کشف الغمہ

عَنْ عَقَبَةَ بْنِ الْحَرْثِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِلَیَالٍ وَعَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَمْشِیْ اِلٰی جَنْبِهٖ فَمَرَّ بِحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ یَلْعَبُ مَعَ غِلْمَانٍ فَاحْتَمَلَهٗ عَلٰی رَقَبَتِهٖ وَهُوَ یَقُوْلُ بِاَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْهًا بِعَلِیٍّ قَالَ وَعَلِیٌّ یَضْحَكُ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۰۵ مطبوعہ تبریز)

ترجمہ :

عقبہ بن حرث سے روایت کی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ابو بکر صدیق کے ساتھ

ایک رات کو باہر نکلا۔ حضرت علی بھی ان کے ساتھ چل رہے تھے۔ چلتے چلتے ابو بکر صدیق کا گزر امام حسن کے پاس سے ہوا۔ اس وقت وہ بچوں میں کھیل رہے تھے۔ ابو بکر صدیق نے انہیں اپنے کندھوں پہ اٹھا لیا۔ اور کہتے تھے۔ میرے ماں باپ قربان۔ حسن (رضی اللہ عنہ) کی شباہت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی ہے۔ اور حضرت علی سے ان کی مشابہت نہیں ادھر یہ باتیں سن کر حضرت علی ہنس رہے تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر قلبی لگاؤ تھا۔ کہ جب امام حسن کی شکل کو حضور سے مشابہ دیکھا۔ تو فرط محبت سے انہیں کندھوں پر بٹھا لیا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی فراوانی میں یہاں تک کہہ گزرے کہ حسن کی شکل حضور کے مشابہ تو ہے۔ لیکن حضرت علی کے مشابہ نہیں۔ یہ سب کچھ محبت صادقہ کی علامات ہی ہیں۔ اور ایسی باتیں سچے پکے دوست ہی کیا کرتے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

## فضیلت ۲۱ : ابو بکر صدیق اور سیدہ عائشہ نبی علیہ السلام کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔

روضۃ الصفا | آزردہ اند کہ چوں دراں سفر عمرو باجماعتی امارت داشت کہ صدیق و فاروق داخل ایشاں بودند بر صحیفۂ خاطرش منقش گشت کہ حضرت مقدس نبوی او را از آں دو سعادت مند دوست تر می دارد و بامید آنکہ تصریحی دریں باب از آنسرور اصحاب صادر گردد فرتبی سوال کرد کہ یا رسول اللہ محبوب ترین خلائق نزد تو کیست فرمود کہ عائشہ گفت سوال من از رجال است فرمود پدر او باز پرسید کہ بعد ازوے

گیست فرمود کہ عمر۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۳۸۰)

ترجمہ:

بیان کرتے ہیں۔ کہ اس سفر میں جب عمرو بن العاص ایک جماعت کے سپہ سالار تھے۔ جس میں ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم بھی شامل تھے۔ عمرو بن عاص کے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان دونوں سے زیادہ نیک بخت اور زیادہ دوست سمجھتے ہیں۔ پھر اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاف صاف الفاظ میں اس خیال کی تصدیق فرمادیں۔ پوچھا۔ یا رسول اللہ! آپ کس کو سب سے زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔ فرمایا۔ عائشہ کو۔ میں نے پوچھا۔ نہیں مردوں میں سے آپ کا محبوب ترین کون ہے؟ فرمایا اس کا باپ (صدیق اکبر) پھر پوچھا۔ اس کے بعد درجہ کس کا ہے فرمایا۔ عمر بن خطاب کا۔

## وضاحت:

واقعہ یہ ہے۔ کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی۔ یا رسول اللہ! حالت کفر میں میں نے اسلام کے خلاف بہت کچھ کیا اب چاہتا ہوں۔ کہ اسلام میں کوئی اہم کام خدمت سرانجام دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "غزوہ ذات السلاسل" کے لشکر کا امیر انہیں مقرر فرمایا۔ جب معہ لشکر وہاں پہنچے۔ تو کفار کی بہتات کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید فوج بھیجنے کی درخواست کی۔ آپ نے حضرت "عبیدہ بن الجراح" کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا۔ جس میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق بھی تھے۔ چنانچہ یہ سب لوگ حضرت عمرو بن العاص کے پیچھے امیر ہونے کی وجہ سے نمازیں پڑھتے رہے۔ اور بالآخر بہت سا مال غنیمت لے کر فاتحانہ طور پر واپس آئے۔ تو ان باتوں سے حضرت عمرو بن العاص کو خیال ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اقدس میں میں

مجھ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہیں۔ صدیق وفاروق و دیگر صحابہ کا مجھے سردار و امام بنایا۔ اس بنا پر چاہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ ہی لوں۔ کہ آپ کے نزدیک محبوب ترین کون ہے؟ تو ہو سکتا ہے۔ کہ آپ میرے نام کی صراحت فرما دیں۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ محبوب ترین عائشہ اور اس کا باپ پھر عمر بن خطاب ہیں۔

## فضیلت ۲۲ ابو بکر صدیق کے گستاخوں پر خدا کی لعنت ہے

**مروج الذہب** دَخَلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَبَّاسِ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهٗ وُجُوْهُ قُرَيْشٍ فَلَمَّا سَلَّمَ وَجَلَسَ قَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اَسْئَلَكَ عَنْ مَسَائِلَ قَالَ سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ وَصِفْتَ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ مَا تَقُوْلُ فِیْ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ رَحِمَ اللهُ اَبَا بَكْرٍ كَانَ وَاللهِ لِلْقُرْاٰنِ تَالِيًا وَعَنِ الْمُنْكَرَاتِ نَاهِيًا وَبِذَنْبِهٖ عَارِفًا وَمِنَ اللهِ خَائِفًا وَعَنِ الشُّبُهَاتِ زَاجِرًا وَبِالْمَعْرُوْفِ اٰمِرًا وَبِاللَّيْلِ قَائِمًا وَبِالنَّهَارِ صَائِمًا فَاقَ اَصْحَابَهٗ وَرِعًا وَكِفَافًا وَسَادَهُمْ زُهْدًا وَعِفَافًا فَغَضِبَ اللهُ عَلٰى مَنْ اَبْغَضَهٗ وَطَعَنَ عَلَيْهِ۔

(مروج الذہب للمسعودی جلد سوم ص ۵۵ مطبوعہ بیروت)

**ترجمہ:**

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ کے پاس گئے۔ اس وقت قریش کے چیدہ چیدہ لوگ وہاں موجود تھے۔ سلام کہنے کے بعد بیٹھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ میں تم سے اے عبداللہ کچھ مسائل دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو۔ پوچھو۔ پوچھا

ابوبکر صدیق کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ کیسے تھے؟ فرمایا۔ اللہ رحم کرے ابوبکر پر۔ خدا کی قسم! وہ قرآن پڑھنے والے منکرات سے منع کرنے والے، اپنے گناہوں سے واقف، اللہ سے ڈرنے والے، شبہات سے ڈانٹنے والے، معروف کا حکم کرنے والے، شب بیدار اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے۔ تقویٰ، پاکدامنی میں اپنے ساتھیوں سے فوقیت کے لیے۔ زہد و عفت میں اُن کے سردار تھے۔ اللہ اس پر غضب نازل کرے۔ جو ابوبکر سے ناراض ہوا۔ اور جس نے ابوبکر پر زبان طعن درازکی۔

## وضاحت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور حضرت علی کے چچازاد بھائی تھے۔ اہل بیت میں حضرت علی کے بعد سب سے بلند مرتبہ والے تھے۔ "شیخ عباس قمی" نے "منتہی الآمال" میں ان کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا۔

**منتہی الآمال** عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما از اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و محبین، امیر المومنین و تلمیذ آں جناب است علامہ در خلاصہ فرمود۔ کہ حال عبداللہ در جلالت و اخلاص با امیر المومنین علیہ السلام اشہر از آنست کہ مخفی باشد.........
و ابن عباس در علم فقہ و تفسیر و تاویل بلکہ انساب و شعر امتیازی تمام داشت بسبب تلمذ امیر المومنین (ع) و ہم بجہت دعائے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم در حق او زیرا وقتی از برائے غسل آنحضرت در خانۂ خالہ اش میمونہ زوجہ آنحضرت آب حاضر ساخت حضرت دعا کرد در حق او و گفت اَللّٰھُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَ عَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ.

(منتہی الآمال جلد اول ص ۱۴۲ مطبوعہ ایران)

ترجمہ :

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔ اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے محبین میں سے تھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد بھی تھے۔ علامہ نے خلاصہ میں بیان کیا۔ کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا جو تعلق اور خلوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ علم فقہ تفسیر اور تاویل بلکہ انساب و شعر میں امتیازی خاصیت کے حامل تھے اس کی وجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی، شاگردی تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں مخصوص دعا بھی فرمائی تھی۔ ایک وقت جب اپنی خالہ کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل شریف کے لیے انہوں نے پانی کا بندوبست کیا۔ آپ کی خالہ کا نام میمونہ تھا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ تھیں۔ پانی حاضر کرنے پر حضور نے ان کے لیے دعا فرمائی کہ اے اللہ! عبداللہ بن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔ اور تاویل سکھا۔

یہ تھا مختصر تعارف اسی شخصیت کا جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اُن کے عظیم اوصاف بیان کیے۔ جب اُن کا قول حضرت علی کا قول اور اس سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو۔ تو انصاف کیجئے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنے والے کو حضرت عبداللہ نے کیا کہا؟ وہ شخص یقیناً خدا کا مغضوب اور ملعون ہے۔ اور جس پر اللہ کا غضب و لعنت ہو۔ اس کے بدبخت ہونے میں اور کیا کسر رہ جاتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

# صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا نصب العین اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

## ناسخ التواریخ :

جیشِ اسامہ وُہ لشکر تھا جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کے زیرِ امارت کفار سے جنگ کے لیے روانہ فرمایا تھا ابھی وہ کوچ نہ کر پایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دارِ فانی سے پردہ فرما گئے چنانچہ یہ لشکر رک گیا۔ شیعہ مورخ مرزا محمد تقی اس کے بعد کے احوال لکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کو سپردِ خاک کرنے سے تیسرے ہی روز بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں اعلان کروا دیا کہ جو لشکر نبی علیہ السلام نے روانہ فرمایا تھا۔ اسے آپ کی رحلت کے سبب رُکنا پڑا اب وُہ لشکر فوراً روانہ ہو جائے کیونکہ نبی علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی ناممکن ہے۔ لوگ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے یہ درست نہیں جو آپ نے حکم دیا ہے۔ آخر آپ جانتے ہیں کہ کئی عرب قبائل دینِ اسلام سے برگشتہ ہو چکے ہیں بہت سے قبائل میں مدعیانِ نبوّت اٹھ کھڑے ہیں کئی قبائل نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا ہے ان حالات میں اگر یہ لشکر روانہ کر دیا گیا تو خلیفۃ المسلمین یعنی آپ کی ذات کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کہا۔

من فرمانِ پیغمبر دیگرگوں نکنم و خداوندِ بیچوں را محافظ خویش دانم۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد اوّل ص ۱۸۷ طبع جدید تہران
مصنفہ مرزا محمد تقی شیعہ)

ترجمہ۔ میں نبی کا فرمان بدل نہیں سکتا اور خدائے وحدہٗ کو اپنا محافظ سمجھتا ہوں۔

اسی صفحہ پر اس سے آگے شیعہ مورخ کہتا ہے کہ صدیقِ اکبر کا یہ جواب پا کر لوگوں

نے عمر رضی کے توسط سے آپ کے سامنے یہ بات رکھی کہ چلو کم از کم اسامہ رضی کو لشکر کی امارت سے ہٹا دیا جائے کہ وہ ابھی بچہ ہے ابو بکر رضی نے جواب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیا۔

اسے عمر سخن دیوانگاں گوئی آنرا کہ پیغمبر برداشتہ است من چگونہ توانم،
پست کرد؟

ترجمہ۔ اسے عمر دیوانوں کی سی باتیں نہ کرو جسے نبی علیہ السلام نے سرفراز کیا ہو میں ابو بکر اسے کس طرح پست کر سکتا ہوں؟

**نتیجہ** مذکورہ حوالہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ ابو بکر صدیق رضی کو نبی علیہ السلام کا حکم اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نہ اپنی جان کی پرواہ کی نہ صحابہ کا اجتماعی مشورہ قبول کیا بلکہ نبی علیہ السلام کا حکم پورا کرتے ہوئے آپ کے وصال کے تیسرے روز بعد لشکر اسامہ روانہ کر دیا۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی بات میں خواہ کتنے مصالح ہوں اور وہ کتنی ہی سنجیدہ ہو اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے خلاف ہے تو وہ صدیق اکبر کے نزدیک دیوانوں کی سی بات کا درجہ رکھتی ہے۔ اور یہ سارا کچھ اس لیے ہے کہ صدیق اکبر کا سینہ عشقِ رسول سے معمور اور زندگی کا نصب العین صرف اور صرف اتباع رسول تھا۔

## صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خوفِ خدا و طاعتِ رسول

### ناسخ التواریخ:

آپ پیش اسامہ رضی کو روانہ کرنے کے لیے لشکر کے ساتھ پا پیادہ روانہ ہوئے جبکہ سب لشکری سوار تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی نے اپنا گھوڑا پیش کیا کہ اس پر بیٹھیں۔ سارا لشکر اسامہ رضی و دیگر صحابہ نے بھی کہا۔ اتنا فاصلہ آپ پا پیادہ چل سکیں گے؟ سوار

ہو جائیں۔

آگے شیعہ مؤرخ کے الفاظ میں صدیق اکبر کا جواب سنیئے۔

ابوبکر گفت چند از اینگونہ سخن کنید مگر نشنیدید کہ رسول خدا فرمود۔ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللهِ حَرَّمَ اللهُ بَدَنَهُ عَلَى النَّارِ (ترجمہ) پائے ہر کس در راہ خدا گرد آلود شود آتش دوزخ براو دست نیابد، ایں بگفت و لختے از بیرون مدینہ طی مسافت کرد۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفا ص۱۸۷)

ترجمہ۔ ابوبکر رض نے فرمایا تم نے اس طرح کی کئی باتیں کہیں مگر تم نے سنا نہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے قدم اللہ کی راہ میں گرد آلود ہو گئے۔ اللہ نے اس کا بدن دوزخ پر حرام کر دیا۔ یہ کہا اور مدینہ سے ایک منزل دور تک لشکر کے ساتھ چلے۔

**معلوم ہوا** کہ شیعہ مورخ کی اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق نبی علیہ السلام کے فرمان پر اس قدر فدا اور جان نثار تھے کہ باوجود امیرالمؤمنین ہونے کے اسامہ رض بن زید رض کو گھوڑے پر سوار کرنے کے بعد ایک منزل تک پا پیادہ ساتھ چلتے رہے تاکہ لوگوں کو نبی علیہ السلام کی سنت واضح کر دیں۔ تاکہ دوسرے لوگ اس کی تقلید کریں۔

## فرمانِ علی۔ حضور کی بشارت ہے کہ ہر حال میں صدیق کیلیے فتح ہی

### ناسخ التواریخ :

مرزا تقی شیعہ کے بقول صدیق اکبر نے جب جنگ روم کا آغاز کیا اور آپ ہی

کے دور میں رومی فتوحات کی ابتدا ہوئی۔ رومیوں سے جنگ کی ابتدا کرنے سے قبل صدیق اکبر نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا آگے مرزا تقی کی عبارت سنیں۔

ابو بکر روئے بعلی علیہ السلام کرد وگفت یا ابا الحسن تا تو چہ فرمائی علی فرمود چہ تو خود راہ برگیری و چہ سپاہ بتازی ظفر تراست۔ ابو بکر گفت بشرک اللہ یا ابا الحسن از کجا گوئی؟ فرمود از رسولِ خدا یمن آمدہ

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاص ۲۹۵ جلد اول۔ طبع جدید تہران تصمیم ابو بکر بفتح بلاد روم)

ترجمہ۔ ابو بکر رضؓ نے علی علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور پوچھا کہ اس بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ علی علیہ السلام نے کہا خواہ آپ خود جنگ کے لیے جائیں خواہ لشکر بھیجیں کامیابی آپ کے لیے ہے۔ ابو بکر نے کہا ابوالحسن! اللہ آپ کو بشارت دے یہ آپ کہاں سے (کس دلیل سے) کہہ رہے ہیں۔ کہا یہ بات رسول خدا سے مجھے ملی ہے۔

**الحاصل** شیعہ مؤرخ کی مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ ابو بکر صدیق اور علی مرتضٰی کے درمیان غایت درجہ الفت و محبت تھی۔ اسی لیے روم جیسی عظیم سلطنت کے ساتھ جنگ کا وقت آنے پر صدیق اکبر نے علی مرتضٰی سے مشورہ کیا۔ اس میں کیا شک ہے کہ ایسے نازک مراحل پر مخلص دوستوں سے ہی مشورہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ صدیقی فتوحات کے متعلق نبی علیہ السلام نے پیش گوئی فرمائی جس کی تصدیق شیر خدا علی مرتضٰی نے فرما دی۔

۳۔ یہی وہ فتوحات ہیں جن کی پیش گوئی قرآن کریم نے آیہ استخلاف پارہ ۱۸ رکوع ۱۲

ہیں فرمائی ہے جہاں قرآن نے واضح کر دیا ہے یہ فتوحات رسولِ خدا کے خلفاء برحق کے ادوار میں ہوں گی، ثابت ہوا صدیق اکبر رسولِ خدا کے ایسے سچے اور برحق جانشین ہیں جن کی سچی خلافت کا وعدہ قرآن نے کیا رسول کریم نے بشارت دی اور علی مرتضیٰ نے اس کی تصدیق کی۔ فالحمد للہ

## صدیق اکبر کا لشکر بمدد الٰہی پیدل دریا عبور کر گیا۔

### ناسخ التواریخ:

مرتدین کو دعوتِ اسلام دینے اور بصورت دیگر ان کا قلع قمع کرنے کے لیے صدیق اکبر نے صحابی رسول علاء بن الحضرمی رض کی امارت میں بحرین کی طرف لشکر بھیجا جیسا کہ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء صفحہ ۲۵ جلد اول میں مرقوم ہے۔ لشکر نے بحرین میں زبردست جنگ کے بعد مرتدین پر فتح حاصل کی اور وہ بھاگ اٹھے مہاجرین و انصار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا۔ مقام ہجر پر مرتدین ایک دریا کے کنارے جا پہنچے جہاں وہ بقدر حاجت کشتیوں پر سوار ہو کر دیگر باقی ماندہ کشتیوں کو جلا کر خاکستر کرتے ہوئے دریا عبور کر گئے۔ صدیق اکبر کا فرستادہ لشکر جب دریا کے کنارہ پہنچا اور یہ ماجرا دیکھا تو بارگاہ خدا میں مدد کے لیے دعا کی آگے شیعہ مؤرخ مرزا تقی سے سنیئے۔

ایں بگفت و اسپ در آب براند و از کنار بحر آب عبر دہمی کر د چناں
افتاد کہ آب از زانو ئے اسپ و پیادہ بالا نگرفت۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد اوّل صفحہ ۲۵۵ طبع جدید تہران)

ترجمہ۔ حضرت علاء رض نے یہ کہا اور گھوڑا پانی میں ڈال دیا یوں ماجرا ہوا کہ

دریا کا پانی گھوڑوں اور پیدل چلنے والوں کے گھٹنوں سے اوپر نہ گیا۔

**غیب سے پانی مہیا کیا گیا** یہی لشکر بحرین میں ایک جگہ وادی میں سے گذر رہا تھا۔ مسلسل تین دن اس وادی کو عبور کرتے گزر گئے مگر کہیں پانی نہ مل سکا۔ لشکری موت کا انتظار کرنے لگے اچانک انہوں نے دور سے پانی کی چمک دیکھی کہنے لگے سراب ہوگا۔ بعض نے کہا دیکھ تو لیں۔ جب وہاں پہنچے تو بہت سا پانی کھڑا تھا سب انسان اور جانور خوب سیراب ہو گئے حالانکہ وہاں کبھی لوگوں نے پانی نہیں دیکھا تھا اور پھر اس کے بعد انہوں نے ہی وہاں پانی نہ دیکھا۔ یہی بات دیکھ کر بہت سے مرتد تائب ہو گئے۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد اول صفحہ ۲۵۵ طبع جدید)

**الحاصل** ثابت ہوا صدیق اکبر جس طرف لشکر بھیجیں رب العلمین اس کی حفاظت فرماتا اور غیب سے امداد کرتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صدیق اکبر رسول کریم ان برحق خلفاء میں سے ہیں جن کی خلافت کا اللہ تعالیٰ نے آیہ استخلاف میں وعدہ فرمایا اور یہ بھی وعدہ فرمایا کہ ان کے دور میں اسلام غالب ہوگا چنانچہ۔ خلفاء ثلاثہ کے ادوار میں ظاہر ہونے والی فتوحات اور تائیدات الٰہیہ نے اس کی تصدیق کر دی کہ آیہ استخلاف خلفاء راشدین ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

# فضائل فاروق اعظم از قرآن پاک و کتب شیعہ

## فضیلت ۱:

نہج البلاغہ: وَمِنْ کَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَام وَقَدِ اسْتَشَارَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الشُّخُوصِ لِقِتَالِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهِ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا خُذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَلَا بِقِلَّةٍ وَهُوَ دِيْنُ اللهِ الَّذِي اَظْهَرَهُ وَجُنْدُهُ الَّذِي اَعَدَّهُ وَاَمَدَّهُ حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُوْدٍ مِّنَ اللهِ وَاللهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ وَنَاصِرٌ جُنْدَهُ وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْاَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهُ وَيَضُمُّهُ فَاِنِ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيْرِهِ اَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَاِنْ كَانُوْا قَلِيْلًا فَهُمْ كَثِيْرُوْنَ بِالْاِسْلَامِ عَزِيْزُوْنَ بِالْاِجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَاسْتَدِرِ الرَّحَا بِالْعَرَبِ وَاَصْلِهِمْ دُوْنَكَ نَارَ الْحَرْبِ فَاِنَّكَ اِنْ شَخَصْتَ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ اَطْرَافِهَا وَاَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ مَا تَدَعُ وَرَاءَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ اَهَمَّ اِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ اِنَّ الْاَعَاجِمَ اِنْ يَّنْظُرُوْا اِلَيْكَ غَدًا يَقُوْلُوْا هٰذَا اَصْلُ الْعَرَبِ فَاِذَا اقْتَطَعْتُمُوْهُ اسْتَرَحْتُمْ فَيَكُوْنُ

ذَالِكَ اَشَدُّ لِكَلَبِهِمْ عَلَيْكَ وَطَمَعِهِمْ فِيْكَ فَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ مَسِيْرِ الْقَوْمِ اِلٰى قِتَالِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ هُوَ اَكْرَهُ لِمَسِيْرِهِمْ مِنْكَ وَهُوَ اَقْدَرُ عَلٰى تَغْيِيْرِ مَا يَكْرَهُ وَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ عَدَدِهِمْ فَاِنَّا لَمْ نَكُنْ نُقَاتِلُ فِيْمَا مَضٰى بِالْكَثْرَةِ وَاِنَّمَا كُنَّا نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمَعُوْنَةِ (نہج البلاغۃ خطبہ ۱۴۶ ص ۲۰۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

جب خلیفہ ثانی نے عجمی سپاہ کے مقابلے میں بنفس خود جانا چاہا۔ اور اس امر سے حضرت سے مشورہ لیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت وقلت پر منحصر نہیں۔ یہ اسلام اس خدا کا دین ہے۔ جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے۔ اور سپاہ اسلام اس خدا کی فوج ہے۔ جس نے اس کی ہر جگہ مدد اور اعانت کی۔ اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچا دیا۔ ان کا آفتاب وہاں طلوع ہو گیا۔ جہاں طلوع ہونا لازم تھا۔ ہم لوگ اس وعدۂ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ ثابت ہیں۔ جو اس نے غلبۂ اسلام کے بارے میں فرمایا۔ بے شک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے۔ وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ دین اسلام کے بزرگ اور صاحب اختیار کا مرتبہ رشتۂ مروارید کی مانند ہے۔ جو موتی کے دانوں کو ایک جگہ جمع کر کے باہم پیوست کر دیتا ہے۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے۔ تو تمام دانے متفرق ہو کر کہیں کہیں بکھر جائیں گے۔ پھر اجتماع کامل نصیب نہ ہو گا۔ آج کے روز اہل عرب اگرچہ قلیل ہیں۔ لیکن اسلام کی شوکت انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہوں گے۔ اب تو ان کے لیے قطب آسیا بن جا۔ اور

آسیائے جنگ کو گروہ عرب کے ساتھ گردش دے۔ اور اپنے سوا کسی دوسرے شخص کے ماتحت بنا کر انہیں لڑائی کی آنچ سے گرم کر۔ کیوں کہ اگر تو مدینہ سے باہر چلا گیا۔ تو عرب کے تمام قبیلے اطراف و اکناف سے ٹوٹ پڑیں گے۔ اس وقت پیچھے رہ جانے والی عورت سپاہ کی حفاظت تجھ پر اس شئی سے مقدم ہو جائے گی۔ جو تیرے سامنے (جنگ فارس) موجود ہے۔ اور دوم یہ امر ہے۔ کہ جب ایرانی کل کو تجھے دیکھیں گے۔ تو آپس میں یہی کہیں گے۔ کہ بس یہی ان عربوں کا سردار ہے۔ اگر تم نے اسے کاٹ چھانٹ دیا۔ تو پھر راحت ہی راحت ہے۔ بے شک یہ اقوال تیری لڑائی پر انہیں حریص کر دیں گے۔ وہ تیری گرفتاری کی حد سے بڑھی ہوئی طمع کریں گے۔ اور یہ جو تو نے بیان کیا ہے۔ کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر چڑھائی کر رہی ہے۔ تو پروردگار عالم ان کی اس حرکت کو تجھ سے بھی زیادہ مکروہ سمجھتا ہے۔ اور بے شک وہ جس امر سے کراہت رکھتا ہے اس کے تغیر پر پورا پورا قادر ہے رہا تیرا یہ قول کہ حملہ آور قوم کا شمار بہت بڑھا ہوا ہے۔ ان کی تعداد بے اندازہ ہے۔ تو یوں خیال کر۔ کہ ہم گروہ صحابہ نے عہد پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میں کبھی دشمن کے ساتھ کثیر التعداد سپاہی لے کر جنگ نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ خداوند عالم کی، اعانت اور اس کی نصرت کے بھروسے پر کفار سے قتل و قتال کرتے رہے ہیں۔

(ترجمہ نیرنگ فصاحت ص ۲۰۰-۲۰۱ مطبوعہ یوسفی دہلی)

**فضیلت ۲۔:**

نہج البلاغہ | وَقَدْ شَاوَرَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الْخُرُوْجِ إِلَى غَزْوَةِ الرُّوْمِ وَقَدْ تَوَكَّلَ اللهُ لِاَهْلِ هٰذَا الدِّيْنِ بِاِعْزَازِ الْحَوْزَةِ

وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ وَالَّذِیْ نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِیْلٌ لَا یَنْتَصِرُوْنَ
وَمَنَعَهُمْ وَهُمْ قَلِیْلٌ لَا یَمْتَنِعُوْنَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اِنَّكَ
مَتٰی تَسِرْ اِلٰی هٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ فَتُنْكَبْ لَا تَكُنْ
لِلْمُسْلِمِیْنَ كَانِفَةٌ دُوْنَ اَقْصٰی بِلَادِهِمْ لَیْسَ بَعْدَكَ
مَرْجِعٌ یَرْجِعُوْنَ اِلَیْهِ فَابْعَثْ اِلَیْهِمْ رَجُلًا مِحْرَبًا وَ
احْفِزْ مَعَهُ اَهْلَ الْبَلَاءِ وَالنَّصِیْحَةِ فَاِنْ اَظْهَرَ
اللّٰهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ وَاِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰی كُنْتَ رِدْاً لِلنَّاسِ
وَمَثَابَةً لِلْمُسْلِمِیْنَ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۳۴ ص ۱۹۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

جب خلیفہ ثانی نے روم پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اور آپ سے بھی مشورہ لیا۔ تو آپ نے فرمایا "نواحی اسلام کو غلبۂ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ ہی ضامن اور کفیل ہے۔ وہ ایسا خدا ہے۔ جس نے انہیں اس وقت فتح دی ہے۔ جب ان کی مقدار نہایت قلیل تھی۔ اور کسی طرح فتح نہیں پا سکتے تھے انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے روکا ہے۔ جب یہ کسی طرح روکے نہ جا سکتے تھے۔ اور وہ خداوند عالم حی لا یموت ہے۔ (جیسے اس وقت موجود تھا ویسے ہی اب بھی قائم ہے) اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ کرے۔ اور منکوب و مخذول ہو جائے۔ تو یہ سمجھ لے۔ کہ پھر مسلمانوں کو ان کے انقصائے بلاد تک پناہ نہ ملے گی۔ اور تیرے بعد ایسا کوئی مرجع نہ ہو گا۔ جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ لہذا تو دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیج۔ جو آزمودہ کار ہو۔ اور اس کے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کر۔ جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں۔ اپنے سردار کی نصیحت

کو قبول کریں۔ اب اگر خدا نے غلبہ نصیب کیا۔ تب تو وہی چیز ہے۔ جسے تو دوست رکھتا ہے۔ اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا۔ تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو بن ہی جائے گا۔

(ترجمہ نیرنگ فصاحت ص ۱۰۰ مطبوعہ یوسفی دہلی)

## دونوں خطبوں سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس فصیح و بلیغ نصیحت آموز اور محبت سے لبریز مشورے سے معلوم ہو گیا۔ کہ ان کے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی قسم کی رنجش نہ تھی۔ نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک ظالم، غاصب اور کافر خلیفہ تھے۔ (معاذ اللہ) کیونکہ ایسا سمجھنا اور پھر ایسا مشورہ دینا کوئی ایمان کی علامت نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرت علی کی ہر ممکن کوشش ہوتی۔ کہ میرے راستہ کا روڑا جتنا جلد ہو۔ ایسے راستہ سے ہٹنا چاہیئے۔

۲۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جناب فاروق اعظم کی اسلام اور مسلمانوں میں کچھ ایسی حیثیت تھی۔ جس طرح چکی میں کیلی کو ہوتی ہے۔ وہ ٹوٹے تو چکی بیکار۔ اور اگر وہ مضبوط ہو تو چکی کارآمد۔ تو کچھ ایسا ہی معاملہ حضرت فاروق اعظم کا حضرت علی کی نگاہ میں تھا۔ اگر آپ جنگ میں شہید ہو جاتے۔ تو امت مسلمہ کا شیرازہ بکھر جاتا۔ اور فتوحات کا دروازہ بند ہو جاتا۔ اور اسلام کی چمک ماند پڑ جاتی۔ اور اگر یہ زندہ رہیں۔ تو اسلام و مسلمان کی ان کے دم قدم سے رونق ہے۔ اور فتوحات ان کی منتظر ہیں۔ اسی لیے جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی داڑھی مبارک پکڑ کر رو دیئے۔ اور اپنے ساتھیوں کے اوصاف بیان کر کے آبدیدہ ہو گئے۔ یعنی شیخین میں اسلام کی شان و شوکت اور اجتماع اور دبدبہ کو یاد کر کے رو دیئے۔

۳ - حضرت علی کے نزدیک فاروق اعظم مسلمانوں کا ماویٰ و ملجا تھے۔ اسی لیے مشورہ دیا، کہ اگر تم خود جنگ میں شرکت کرو۔ اور شہید ہو جاؤ۔ تو پھر مسلمانوں کو اقصائے بلاد تک کون پناہ دے گا۔ پھر ان کا تمہارے بغیر کون مرجع ہو گا۔ ہاں تمہارے بنفس خود شریک نہ ہونے سے اگر فتح ہو گئی تو مبارک۔ بصورت دیگر تم مسلمانوں کی ڈھارس اور مرجع تو بنو گے۔

۴ - اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ حضرت علی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپس میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ جو اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ ان میں باہمی کوئی اختلاف نہ تھا۔ وہ ایک دوسرے کے مخلص اور معتمد ساتھی تھے۔ اگرچہ فاروق اعظم نے دیگر صحابہ کرام سے بھی مشورہ لیا۔ لیکن عمل صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشورہ پر کر کے ثابت کر دیا۔ کہ انہیں اپنا وہ مخلص مشیر سمجھتے تھے۔ اور حضرت علی انہیں انتہائی خلوص کے ساتھ صائب مشورہ سے نوازتے تھے۔

## فضیلت ۳ : فاروق اعظم کے ایمان لانے سے اسلام مضبوط ہو گیا اور کفر کی جڑیں ہل گئیں۔

**روضۃ الصفا** در روایتی آنست۔ کہ حضرت مقدس نبوی بازوئے فاروق را گرفتہ بیفشرد۔ و فرمود اے عمر! اگر بصلح آمدہ بگو تا دست از تو بردارم و اگر بجنگ آمدۂ مار از نہادت برآرم عمر ترساں و لرزاں گفت مسلمان شدم حضرت فرمود کہ بگو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ چوں عمر رضی اللہ عنہ کلمہ طیبہ کرد حضرت تکبیر گفت و یاراں از شوق و بشاشت بآواز بلند تکبیر گفتند چنانچہ غلغلۂ تکبیر ایشاں بمحافل قریش رسید۔ بعد ازاں عمر گفت۔ یا رسول اللہ مناسب نمی نماید کہ مشرکاں لات و عزیٰ را پرستند و اہل اسلام در نہاں خانہ عبودیت مولیٰ قیام نمایند۔ اظہار دین حق و ملت صدق بفرمائی۔ ایں سخن گفتہ بیروں آمدند و بطلابت خانہ کعبہ رواں شدند۔ در جانب راست حضرت پیغمبر صدیق بود و بر یسار حمزہ، و علی پیش پیش

حمزہ شمشیرہ حمائل کردہ عمر پیش پیش علی می رفت و سائر اصحاب رسول درعقب قدم میزدند۔ ورؤساے قریش درحجرہ نشستہ انتظار عمر داشتند کہ ناگاہ اورا از دور دیدند۔ کہ فرقناک بارسول خدا و یاراں می آید۔ کفار گفتند بعمر درعقب تو کیست گفت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہر کس از شما کہ حرکت کند بضرب شمشیر آبدار سرش از تن بردشتہ بدار البوار رسانم۔ مشرکان تعجب نمودہ گفتند کہ عمر را فرستادیم کہ مہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کفایت کند۔ اکنوں می بینیم کہ متابعت او کردہ معاونت می نماید امرے عظیم وحادثہ قوی پیش آمدہ است کفار متوجہ عمر شدند۔ عمر بدفع ایشاں مشغول شدہ جملہ را از حوالی کعبہ دور ساخت وحضرت رسول بہ بیت اللہ درآمدہ با اصحاب کرام باداے صلوٰۃ قیام نمودند و آیہ کریمہ یا ایھا النبی حسبك الله و من اتبعك من المومنين۔ فرود آمدہ پوشیدہ نماند کہ درکیفیت اسلام عمر اقوال دیگر آمدہ وچوں اشارت بعدم اکثار صادر شدہ۔ بہمیں روایت اکتفا نمودہ آمد۔ وبعضے از مورخاں گفتند۔ کہ فاروق بعد از سی ۳۹ و نہ مرد شرف اسلام دریافت و برخی بعد از چہل کس گویند۔ وبعد از چہل ۵ و پنج نیز گفتہ اند۔ بالجملہ بازدے ملت بمعاونت او تقویت یافت۔ واہل توحید بموافقت او قوی خاطر و مستظہر گشتند۔

(تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۸۴)

ترجمہ:

ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا۔ اگر صلح صفائی کے طور پر تو آیا ہے۔ تو میں ہاتھ روک لیتا ہوں۔ اور اگر جنگ کے ارادے سے آیا ہے۔ تو میں ابھی تیرا کام تمام کیے دیتا ہوں عمر کہنے لگے۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پڑھو۔ جب عمر نے کلمہ پڑھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی۔ صحابہ کرام نے انتہائی خوشی اور مسرت میں اکر اتنے زور سے تکبیر کہی۔ کہ قریش کی محفلوں تک اس کی آواز سنائی دی۔ حضرت عمر نے عرض کی حضور! مشرکین لات ومنات کی کھلے بندوں پوجا کریں اور ہم مسلمان چھپ کر اللہ کی عبادت کریں۔ یہ مناسب نہیں۔ آپ دین حق اور ملت صدیق کے اظہار کا ارشاد فرمائیں۔ یہ کہہ کر سب صحابہ کرام باہر نکلے۔ اور طواف کعبہ کے لیے چل پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف ابوبکر صدیق اور بائیں طرف حضرت حمزہ تھے۔ اور حضرت علی آگے آگے تھے۔ حضرت حمزہ تلوار لٹکائے ہوئے تھے۔ اور حضرت عمر حضرت علی کے آگے آگے جا رہے تھے۔ باقی صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ قریش کے بڑے اپنے گھروں میں بیٹھے حضرت عمر کا انتظار کر رہے تھے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں۔ کہ دور سے حضرت عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے ساتھ ہنسی خوشی چلے آ رہے ہیں۔ کافروں نے عمر سے پوچھا۔ تیرے پیچھے کون ہے۔ کہا محمد رسول اللہ ہیں۔ خبردار۔ تم میں سے جس نے بھی کوئی غلط حرکت کی تلوار آبدار سے اس کا سر قلم کر کے جہنم پہنچا دوں گا۔ مشرکین حیران رہ گئے۔ اور سوچنے لگے۔ ہم نے عمر کو بھیجا اس لیے تھا۔ کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کر دے۔ لیکن ہوا اُلٹ۔ وہ تو ان کی فرمانبرداری میں چلا آ رہا ہے۔ اور ان کی معاونت کے لیے کمر بستہ ہو گیا ہے۔ یہ تو بہت بڑا حادثہ ہو گیا ہے۔ کافر حضرت عمر کی طرف متوجہ ہوئے حضرت عمر نے ان تمام کو کعبہ کے اردگرد سے بھگا دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معہ صحابہ کرام کعبہ میں تشریف لائے۔ اور باجماعت نماز پڑھی۔ اور آیت "یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ" نازل ہوئی۔

واضح ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے کے متعلق اور بھی کئی اقوال آئے ہیں۔ لیکن جب میرا مقصد اقتصار کا ہے۔ تو اسی لیے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بعض مؤرخین نے کہا۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۲۹ مردوں کے بعد اسلام لائے۔ بعض نے چالیس اور بعض نے ۴۵ بھی کہا ہے۔ مختصر یہ کہ ملت اسلامیہ کو ان کے ایمان لانے سے بہت تقویت ہوئی۔ اور اہل توحید ان کی موافقت کی وجہ سے مضبوط دل ہو گئے۔ اور غالب آ گئے۔

## فضیلت ۴ :

حملہ حیدری

چناں بد کہ بوجہل زاں سرزنشت | بکیفیتے شد عداوت سرشت
کہ خبر قتل پیغمبر ذوالجلال | نبودش دیگر ہیچ فکر و خیال
یکے روز میگفت با اشقیاء | کہ آرد کسی گر سرِ مصطفےٰ
ہزار اشتر از خود بہ بخشم باو | دو کوہاں سیہ دیدہ و سرخ مو
ز دیبائے مصری و برد یمن | دگر سیم و زر بخشمش چند من
عمر چوں شنید ایں سخن گفتنش | بجنبید عرق طمع بر تنش
باو گفت سرگند اگر می خواری | کہ از گفتہ خویشتن نگذری
من امروز خدمت رسانم بجا | بیارم بپیشیت سرِ مصطفےٰ
گرفت از ابوجہل چوں آں قسم | پس آنگاہ زد بر در دیں قدم
باں کار چوں رفت بیروں عمر | یکے گفت باو نداری خبر
کہ ہمشیرہ ات نیز با جفت خویش | گرفتند دین محمد بپیش!
برآشفت ابا حفص ازیں گفتگو | بگفتا بریزم کنوں خون او
سوئے خانہ خواہر خویش رفت | چو آمد بنزدیک در پیش رفت
بیامد بہ پیش در او ایستاد | صدائی شنید و باو گوش داد
شنید آنکہ می خواند مرد نکو! | کلامیکہ نشنیدہ بد مثل او

نهاد او قدم پیشش و در باز کرد    چو آمد درون شور آغاز کرد
در افتاد بر جفت خواهر بجنگ    گرفتش ز حلق بیفشرد تنگ
گلویش به تنگی فشرد آنچناں    که نزدیک شد تا شود قبض جاں
بیامد درون دخترش نوحه‌گر    بگفتش چه خواهی ز ما اے عمر
اگر شاد گردی ز ما ور ملول    نمودیم دین محمد قبول
کنوں گر کشی سر بداریم پیش    ولی بر نگردیم از دین خویش
چو بشنید از او ویں حکایت عمر    بدانست کو بر نگردد دگر
بگفتش چه دیدی تو از مصطفےٰ    که گشتی بدینش چنیں مبتلا
بگفتا کلام خدائے جلیل    که آورد با او حضرت جبرئیل
شنیدیم گردید بر ما یقیں    که هست آں کلام جهاں آفریں
عمر گفت از آں حول معجز اساس    اگر یاد داری بخواں بے هراس
برادر خواهرش آیہ چند خواند    عمر گوش چوں کرد حیراں بماند
دلش زاں شنیدن بسے نرم شد    ز سودائے اسلام سرگرم شد
وزاں پس بگشتند باهم رواں    بنزد رسول خدائے جهاں
بدولت سرائے محمد شدند    چو در بسته بد حلقه بر در زدند
یکے آمد و دید در پشت در    که ایستاده با تیغ بروے عمر
بنزد نبی رفت و احوال گفت    بماندند اصحاب اندر شگفت
چنیں گفت پس عم خیر البشر    که غم نیست بروے کشائید در
گر از راه صدق آمده مرحبا    دگر باشد او را بخاطر دغا
بر تیغے که دارد حمائل عمر    تنش را بیکبار سازم ز سر
چو در باز کردند بر روئے او    در آمد عمر با لب عذر گو

گر فتش بسر سرورِ انبیاء ۔۔۔ نشاندش بجائے کہ بودش سزا
بگفتند اصحاب ہم تہنیت ۔۔۔ وزاں پیشتر یافت دیں تقویت
پس اصحاب دیں راشد ایں مدعا ۔۔۔ کہ از خدمت سرورِ انبیاء
بسوئے حرم آشکارا روند ۔۔۔ نمازِ جماعت بجا آورند
رسید ایں سخن چوں بعرضِ رسول ۔۔۔ زخیر البشر یافت عزِ قبول

(حملۂ حیدری مطبوعہ تہران ص ۱۲)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ السلام کی سرزنش سے ابوجہل عداوت پر اتر آیا۔ اب اُسے ایک ہی خیال رہتا۔ کہ کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے۔ ایک دن بدبختوں سے اس نے کہا۔ کہ جو بھی تم میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گردن، مارے گا۔ میں اُسے ایک سو اونٹ دوں گا۔ جن کی دو کو ہانیں، آنکھیں سیاہ اور بال سُرخ ہوں گے۔ اس کے علاوہ مصری اور یمنی شالیں اور کئی سیر سونا چاندی بھی اُسے دوں گا۔ یہ سُن کر عمر نے از روئے طمع ابوجہل کو کہا کہ اگر مقررہ انعام کی یقین دہانی کراؤ۔ تو میں یہ کام انجام دینے کو تیار ہوں۔ میں آج ہی یہ کام کر سکتا ہوں۔ ابوجہل نے جب یقین دلایا۔ تو عمر اپنے ارادہ کو پورا کرنے کے لیے نکلے۔ راستہ میں کسی نے کہا۔ کہ تمہاری بہن اور بہنوئی نے بھی نیا دین قبول کر لیا ہے۔ یہ سُن کر ابوحفص عمر بن خطاب کا خون کھولا۔ اور کہا۔ میں پہلے ان کی خبر لیتا ہوں۔ چنانچہ وہ اُن کے گھر گیا۔ دروازہ پر دستک دی اور اندر سے بے مثل کلام سننے میں آیا۔ دروازہ کھولا اور اندر شور و غوغا سے داخل ہوا۔ اپنے بہنوئی کا اس قدر سختی سے گلا دبایا۔ کہ وہ قریب المرگ ہو گیا۔ اتنے میں ان کی ہمشیرہ فریاد کرتی آئی۔ اور پوچھا عمر! آپ کیا چاہتے ہیں؟

تم خوش ہو یا ناراض اچھی طرح جان لو۔ ہم دین محمدی کو اب کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اگرچہ اس کی خاطر ہمیں اپنے سر قربان کیوں نہ کرنے پڑیں۔ عمر نے جب ان کا یہ عزم دیکھا۔ تو پوچھا۔ چلو یہ بتاؤ۔ تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ علیہ وسلم) سے کیا نظر آیا۔ جس کی وجہ سے ان کے دین پر اس قدر فریفتہ ہو چکے ہو۔ کہا۔ وہ ایک کلام ہے جسے جبریل اللہ کی طرف سے ان کے پاس لائے ہیں۔ جسے سن کر ہمیں یقین ہو گیا۔ کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ عمر نے کہا۔ اچھا۔ اگر اس کا کچھ حصہ یاد ہو۔ تو مجھے بھی سناؤ۔ بہن نے چند آیات پڑھیں۔ انہیں سن کر دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ پھر سب اکٹھے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت کچھ لوگ حضور کی خدمت میں تھے۔ ایک نے دیکھا کہ عمر تلوار لیے دروازہ پر کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ حضور کے پاس گیا۔ اور حالات سے آگاہی کی۔ یہ سن کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا نے کہا۔ فکر نہ کرو۔ دروازہ کھول دو۔ اگر نیک ارادے سے آیا ہے۔ تو بہتر۔ ورنہ اس کی تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ دروازہ کھولا۔ اور عمر عذر خواہی کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بازوؤں میں لے کر ان کی شایان شان جگہ بٹھایا۔ تمام موجود صحابہ کرام نے مبارک باد دی۔ ان کے ذریعہ اللہ نے دین کو مضبوطی عطا کی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے آپ کے ساتھی مسجد الحرام کی طرف گئے۔ اور وہاں نماز باجماعت ادا کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دعائے خیر فرمائی۔

# مذکورہ حوالوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل فضائل ثابت ہوتے

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے پر خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ کی اقتداء میں صحابہ کرام نے اتنی بلند آواز سے اللہ کی تکبیر کہی۔ کہ اس کا غلغلہ کفار کی محفلوں تک سنا گیا۔

۲۔ اسلام کو قوت اور غلبہ فاروق اعظم کے اسلام لانے کے سبب ملا۔ ان کے اسلام لانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ دعا مانگی۔ اللھم اعزالاسلام بعمر بن الخطاب۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کے سبب اسلام کو عزت وغلبہ عطا فرما۔

۳۔ کعبہ میں اولین نماز باجماعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جرأت وشجاعت کی مرہون منت ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسی جرأت اور رعب عطا فرمایا تھا۔ کہ کفار کو للکار کر کہا۔ اگر تم میں سے کسی نے ایسی ویسی حرکت کی۔ تو اڑا دوں گا۔ بالآخر انہیں حدود حرم سے نکال دیا۔ لیکن کسی کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔

۵۔ طواف کعبہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے فاروق اعظم تھے۔ تاکہ کفار کو آپ کی طرف آنکھ اٹھانے کی ہمت نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ یاایھاالنبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین۔ یعنی حضرت عمر کے کامل الایمان ہونے اور ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن خطاب کے ایمان لانے پر اس قدر خوش ہوئے۔

کہ انہیں سینے سے لگا کر پھر ان کی شایان شان جگہ پر انہیں بٹھایا۔

## لمحہ فکریہ:

ناظرین کرام ذرا غور فرمائیں۔ کہ جس شخصیت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کر کے اللہ سے مانگا ہو۔ اور پھر اس کے اسلام لانے پر تکبیرات بلند کی ہوں۔ اور پھر جس نے خداداد قوت و شجاعت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بمعہ دیگر صحابہ کرام طواف کعبہ بحفاظت کرایا ہو۔ اور مزید اس پر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس کے بارے میں "یا ایہا النبی حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنين" نازل فرمائی ہو۔ کیا ایسا شخص ایمان کامل نہیں رکھتا اور کیا کوئی یہ سمجھتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اللہ نے قبول تو کی۔ لیکن آدمی ایسا دیا جس کا ایمان ہی ناقص بلکہ سرے سے تھا ہی نہیں۔ (معاذ اللہ) اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تکبیر کہنا اور صحابہ کرام کا خوشی میں اللہ کی بڑائی بیان کرنا ایک ڈرامہ تھا۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ نہیں یہ سب کچھ غلط ہے۔ در حقیقت یہی ہے۔ کہ فاروق اعظم کامل الایمان تھے۔ اور ان کی ایمانی پختگی کا مظاہرہ طواف کعبہ کی شکل میں رونما ہوا۔ شیعہ حضرات اس واقعہ کو غور سے پڑھیں۔ اور دعا ہے۔ کہ اللہ انہیں سمجھ بھی عطاء فرمائے۔ الیس منکم رجل رشید۔

**فضیلت نمبر ۵:** عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا اُقْدِمَتْ بِنْتُ یَزْدَجَرْدَ عَلٰی عُمَرَ اَشْرَفَ لَہَا عُذَارَی الْمَدِیْنَۃِ وَ اَشْرَقَ الْمَسْجِدُ بِضَوْءِهَا لَمَّا دَخَلَتْهُ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَیْهَا عُمَرُ غَطَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ اُفِّ بَیْرُوْجِ بَادَا هُرْمُزْ فَقَالَ عُمَرُ اَتَشْتِمِیْنَ هٰذِهٖ وَ هَمَّ بِهَا فَقَالَ لَهٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ (اصول کافی)

لَيُسَ ذَالِكَ لَكَ خَيِّرْهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحْسِبْهَا بِفَيْئِهٖ فَخَيَّرَهَا فَجَاءَتْ حَتّٰى وَضَعَتْ يَدَهَا عَلٰى رَأْسِ الْحُسَيْنِ فَقَالَ لَهَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا اسْمُكِ فَقَالَتْ جَهَانْ شَاهْ فَقَالَ لَهَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ بَلْ شَهْرَ بَانُوْ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ لَيَلِدَنَّ لَكَ مِنْهَا خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ فَوَلَدَتْ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ابْنِ الْخَيْرَتَيْنِ فَخَيْرَةُ اللّٰهِ مِنَ الْعَرَبِ هَاشِمٌ وَ مِنَ الْعَجَمِ فَارِسٌ وَرُوِيَ اَنَّ اَبَا الْاَسْوَدَ الدُّئِلِيَّ قَالَ فِيْهِ

شعر

وَاَنَّ غُلَامًا بَيْنَ كِسْرٰى وَهَاشِمٍ
لَاَكْرَمُ مَنْ نِيطَتْ عَلَيْهِ التَّمَائِمُ

(اصول کافی ترجمہ جلد اوّل ص ۵۰۹ مطبوعہ کراچی اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد علی ابن حسین ص ۴۶۷ طبع جدید تہران)

ترجمہ:

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جب بنت یزدجرد حضرت عمر کے پاس آئیں تو مدینہ کی باکرہ لڑکیاں ان کا حسن و جمال دیکھنے بالائے بام آئیں۔ جب مسجد میں داخل ہوئیں۔ تو چہرہ کی تابندگی سے مسجد روشن ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان کی طرف دیکھا۔ تو انہوں نے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اور کہا۔ برا ہو ہرمز کا کہ اس کے سوئے تدبیر سے یہ روز بد نصیب ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ یہ مجھے گالی دیتی ہے۔ (کہ میرے دیکھنے کو روز بد کہا) اور ان کی

اذیت کا ارادہ کیا۔ امیر المومنین نے کہا۔ ایسا نہیں ہے۔ اس کو اختیار دو۔ کہ یہ مسلمانوں میں سے کسی کو اپنے لیے منتخب کرے۔ اس کے حصۂ غنیمت میں اس کو سمجھ لیا جائے۔ جب اختیار دیا گیا۔ تو وہ لوگوں کو دیکھتی ہوئی چلیں۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ امیر المومنین نے پوچھا۔ تمہارا نام کیا ہے کہا جہان شاہ۔ حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو۔ پھر امام حسین سے فرمایا۔ اے ابو عبداللہ! تمہارا ایک بیٹا اس کے بطن سے پیدا ہوگا۔ جو اہل زمین میں سب سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ علی بن الحسین پیدا ہوئے۔ پس وہ بہترین عرب ہاشمی ہونے کی وجہ سے اور بہترین عجم تھے ایرانی ہونے کی وجہ سے۔

اور مروی ہے کہ ابوالاسود دوئلی شاعر نے امام زین العابدین کی شان میں یہ شعر کہا۔ وہ ایسے لڑکے ہیں جن کا تعلق کسریٰ اور ہاشم دونوں سے ہے۔ جن بچوں کے گلے میں تعویز ڈالے جاتے ہیں۔ اُن میں وہ سب سے بہتر ہیں۔

## لمحہ فکریہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اتنی محبت تھی۔ کہ ان کے فرزند ارجمند کو تمام صحابہ کرام کو چھوڑ کر ایک شاہی خاندان کی حسین وجمیل خاتون شہر بانو بخش دی۔ اس خاتون کے ساتھ وہ تمام زیورات اور شاہانہ پوشاک بھی تھی۔ جو کہ "باغ فدک" سے کہیں زیادہ قیمتی تھی۔ یہی شہر بانو سلسلہ سادات کی جدۂ علیا ہیں۔ یہ اہل بیت کے ساتھ فاروق اعظم کی بے پناہ محبت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ کیوں کہ اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں کچھ رنج ہوتا تو اس صورت میں حضرت علی کی سفارش کوئی اثر نہ دکھاتی۔

اور اس سے یہ بھی پتہ چلا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جناب فاروق اعظم کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے۔ کیوں کہ اگر ناحق سمجھتے۔ تو ان کے دور خلافت میں حاصل ہونے والا مال غنیمت کبھی

بھی حضرت علی اپنی اولاد کے لیے لینا پسند نہ فرماتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ نہ شہر بانو زوجہ حسین بنتیں۔ اور نہ اہل بیت وجود میں آتے۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ اہل بیت کا پودا لگانے والے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ اور یہ بات مسلّمہ ہے۔ کہ پودا لگانے والا پودے کی آبیاری تو کرتا ہے۔ لیکن برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔ تو کیسے ممکن کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اہل بیت کے مخالف ہوں۔ اور اہل بیت اپنے محسن کے کس طرح بدخواہ ہو سکتے ہیں۔

شیعو! غور کرو۔ اور ہوش کے ناخن لو۔ تمہاری بدعقیدگی کیسے کیسے ثمرات دکھا رہی ہے۔ جن کے تصور سے دل کانپ اٹھتا ہے۔

## فضیلت ۶: ادب رسول سکھانے کے لیے حضرت عمر نے اپنی بیٹی کو مارا

**مجمع البیان**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ جَالِسًا مَعَ حَفْصَةَ - فَتَشَاجَرَ بَيْنَهُمَا فَقَالَ لَهَا هَلْ لَكِ اَنْ اَجْعَلَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكِ رَجُلًا قَالَتْ نَعَمْ فَاَرْسَلَ اِلٰى عُمَرَ فَلَمَّا اَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمَا قَالَ لَهَا تَكَلَّمِيْ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَكَلَّمْ وَلَا تَقُلْ اِلَّا حَقًّا فَرَفَعَ عُمَرُ يَدَهٗ فَوَجَا وَجْهَهَا ثُمَّ رَفَعَ يَدَهٗ فَوَجَا وَجْهَهَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفَّ فَقَالَ عُمَرُ يَا عَدُوَّةَ اللّٰهِ النَّبِيُّ لَا يَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا وَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ لَوْ لَا مَجْلِسُهٗ مَا رَفَعْتُ يَدِيْ حَتّٰى تَمُوْتِيْ -

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء ۸ ص ۳۵۲)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنی زوجہ حضرت حفصہ کے پاس بیٹھے تھے۔ تو دونوں میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں اپنے اور تیرے درمیان بطور ثالث کسی شخص کا تقرر کروں حفصہ کہنے لگیں۔ جی کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ آگئے۔ حضور نے حفصہ سے فرمایا۔ اب بات کرو حفصہ نے عرض کی آپ ارشاد فرمائیں۔ لیکن بات سچی ہو۔ یہ سن کر حضرت عمر نے حفصہ کے منہ پر طمانچہ مارا۔ پھر دوسرا طمانچہ مارا حضور نے فرمایا۔ عمر رک جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ اے اللہ کی دشمن! پیغمبر جو کہتا ہے حق ہے۔ اس اللہ کی قسم جس نے حق کے ساتھ انہیں بھیجا۔ اگر حضور کا گھر نہ ہوتا تو تیری جان لیے بغیر میں ہاتھ نہ روکتا۔

## مذکورہ روایت سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ الخ (پ ۲۱) کے شان نزول میں یہ روایت جو نقل کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عادل سمجھتے تھے

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صائب الرائے سمجھتے تھے۔ کم از کم بیس مرتبہ قرآن کی تائید میں اللہ نے وحی بھی نازل فرمائی۔ جیسا کہ تلخیص الشافی جلد دوم ص ۲۴۷ اور احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۴۷ کے حاشیہ آیا ہے۔ کہ "إِنَّ الْحَقَّ يَنْطِقُ عَلَىٰ لِسَانِ عُمَرَ" یعنی اللہ تعالیٰ حضرت عمر کی زبان پر بولتا ہے۔

۳۔ "وَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ" یعنی اللہ کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپ کو بھیجا۔ ان الفاظ سے ثابت ہوا۔ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم

رسول برحق تھے۔ اس کی تائید ان الفاظ سے ہوتی ہے۔ النبی لا یقول الا حقا۔ اللہ کا پیغمبر حق ہی کہتا ہے۔

۴۔ فاروق اعظم نے تسمیہ کہا۔ اگر مجلسِ رسول نہ ہوتی۔ تو تیرا خاتمہ کر دیتا۔ کیوں کر تو نے تعظیم و احترام مصطفےٰ کو ملحوظ خاطر نہ رکھا۔ لیکن میں مجلسِ مصطفےٰ اور عظمت مصطفےٰ کے پیشِ نظر حضور کے ارشاد کو مانتے ہوئے تمہیں چھوڑ رہا ہوں۔

## نوٹ:

"طبرسی شیعی" نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو گستاخانہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ یہ اس کی دیدہ دلیری اور گستاخی ہے۔ کیوں کر کسی قابل اعتبار روایت میں یہ الفاظ نہ موجود اور نہ ہی منقول ہوئے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ الخ) اے نبی مکرم کی بی بیو! تم جیسی دنیا میں کوئی دوسری عورت نہیں۔ پھر فرمایا۔ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ، حضور کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں۔ تو ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کسی زوجۂ رسول کو یہ کہنے کی کب ہمت ہو سکتی ہے۔ کہ وہ یوں عرض کرے حضور آپ سچ سچ بیان کریں۔ گویا پیغمبر کے بیان میں غلطی اور جھوٹ بھی ہوتا ہے۔ اس لیے تاکید کر رہی ہیں۔ کہ اس واقعہ میں آپ معمول کی طرح نہیں بلکہ سنجیدہ ہو کر حق ہی بیان کرنا۔ جس پر حضرت فاروق غصہ میں آگئے۔

**فضیلت ۷: اللہ تعالیٰ نے فرمایا عمر میں غرضِ دنیاوی ہرگز نہیں تھی**

مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَ اللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِیْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

(پ ۱۰ ع ۵)

ترجمہ:

نبی کے پاس جب تک کہ وہ ملک میں غالب نہ آ جائے۔ قیدیوں کا ہونا مناسب نہیں ہے۔ تم سامان دنیا کے خواستگار ہو۔ اور خدا سے تعالیٰ آخرت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد)

اس آیت کے شان نزول میں "علامہ طبرسی" نے ایک طویل روایت نقل کی ہے۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

مجمع البیان | فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللہِ ھٰذَا اَوَّلُ حَرْبٍ لَقِیْنَا فِیْہِ الْمُشْرِکِیْنَ وَ الْاِثْخَانُ فِی الْقَتْلِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اِسْتِبْقَاءِ الرِّجَالِ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَا رَسُوْلَ اللہِ کَذَّبُوْکَ وَ اَخْرَجُوْکَ فَقَدِّمْھُمْ وَاضْرِبْ اَعْنَاقَھُمْ وَ مَکِّنْ عَلِیًّا مِنْ عَقِیْلٍ فَیَضْرِبْ عُنُقَہٗ وَ مَکِّنِّیْ مِنْ فُلَانٍ اَضْرِبْ عُنُقَہٗ فَاِنَّ ھٰؤُلَاءِ اَئِمَّۃُ الْکُفْرِ وَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَھْلُکَ وَقَوْمُکَ اِسْتَاْمِنْ بِھِمْ وَ اسْتَبْقِ بِھِمْ وَ خُذْ مِنْھُمْ فِدْیَۃً فَیَکُوْنُ لَنَا قُوَّۃٌ عَلَی الْکُفَّارِ قَالَ اَبُوْ زَیْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ نَزَلَ عَذَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ مَا نَجَا مِنْکُمْ غَیْرُ عُمَرَ وَسَعْدُ ابْنُ مَعَاذٍ (تفسیر مجمع البیان جلد دوم جزء چہارم ص ۵۵۹)

ترجمہ:

بدر کے قیدیوں کے بارے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احباب سے مشورہ طلب فرمایا۔ تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور! مشرکین

سے ہمارا پہلا مسلح مقابلہ ہے۔ لہذا میری رائے یہ ہے۔ کہ ان کے قتل وضرب میں شدت اختیار کرنی چاہیے۔ اور ان کو چھوڑ دینا میں پسند نہیں کرتا۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بولے۔ یا رسول اللہ! انہوں نے آپ کو جھٹلایا۔ گھر سے ہجرت پر مجبور کیا۔ لہذا انہیں تہ تیغ کریں۔ علی کو فرمائیں۔ کہ وہ عقیل کی گردن اڑا دے مجھے فلاں میرا رشتہ دار دے دیں۔ میں اس کا کام تمام کرتا ہوں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رشتہ دار اور خاندان والے ہیں۔ انہیں کچھ نہ کہیں۔ اور ان کی جان معافی کر دیں۔ اور ان سے فدیہ لیں۔ جس سے کفار کے مقابلہ میں ہماری قوت بڑھ سکتی ہے۔

حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر آسمان سے اللہ کا آج غضب وعذاب نازل ہوتا۔ تو عمر بن الخطاب اور سعد بن معاذ کے بغیر کوئی نہ بچ سکتا۔

## مذکورہ آیت اور اس کی تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب اپنی رائے یہ دی۔ کہ ان جھٹلانے والوں اور گھر سے نکالنے والوں کو ضرور قتل کر دینا چاہیے۔ تو یہ رائے ان کے ایمان کامل اور محبت صادق کی علامت تھی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف اور جھٹلانے والا چاہے۔ آپ کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ وہ واجب القتل ہے۔ ایمان کامل کا یہی تقاضا بھی ہے۔

۲۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کو "ائمۃ الکفر" کہا جس سے معلوم ہوا۔ کہ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اگر معاذ اللہ حضرت فاروق اعظم بھی جھٹلانے والے ہوتے۔ جیسا کہ شیعہ لوگوں کا خیال ہے۔ تو پھر آپ کی رائے کچھ اور ہوتی۔ قتل کرنے کی نہ ہوتی۔

۳۔ آیت مذکورہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی درست رائے کی تائید میں نازل ہوئی۔ اس کی مزید وضاحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمادی۔ کہ اگر اللہ کا عذاب آسمان سے آج نازل ہوتا۔ تو عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ کے بغیر کوئی نہ بچ سکتا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس بارے میں رائے "اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ" کی تصویر تھی ہی پسند تھا۔ کہ دشمنانِ مصطفٰے کے ساتھ نرمی نہیں ہونی چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِن دو حضرات کی سخت رائے کو درست قرار دیا۔

وہ لوگ جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر تبرّہ بازی کرتے ہیں۔ انہیں شرم کرنی چاہیئے۔ کہ جس شخصیت کی تائید میں اللہ وحی نازل کرے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی صائب رائے پر شکریہ ادا کریں۔ اُن کے بارے میں ایسی گستاخانہ روش آخر کون سی اسلام وایمان کی علامت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

## فضیلت ۸: حضرت عمر حسنین کریمین کو اپنی اولاد سے عزیز اور افضل سمجھتے تھے۔

**فتح عظیم**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ الْمَدَائِنَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ اَيَّامِ عُمَرَ اَمَرَ عُمَرُ بِالْاِفْطَاعِ فَبُسِطَ فِى الْمَسْجِدِ فَاَوَّلُ مَنْ بَدَءَ اِلَيْهِ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اَعْطِنِیْ حَقِّیْ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ عُمَرُ
بِالْحُبِّ وَالْكَرَامَةِ فَاَمَرَ لَهٗ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ انْصَرَفَ
فَبَدَءَ اِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَاَمَرَ لَهٗ بِخَمْسِ
مِائَةِ دِرْهَمٍ فَقَالَ لَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَا رَجُلٌ
مُتْشَتَدٌّ الضَّرْبِ بِالسَّيْفِ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ
طِفْلَانِ يَدْرُجَانِ فِیْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ تُعْطِيْهِمُ اَلْفَ اَلْفَ
دِرْهَمٍ وَتُعْطِيْنِیْ خَمْسَ مِائَةٍ فَقَالَ عُمَرُ نَعَمْ اِذْهَبْ
فَأْتِنِیْ بِاَبٍ كَاَبِيْهِمَا وَاُمٍّ كَاُمِّهِمَا وَجَدٍّ كَجَدِّهِمَا وَجَدَّةٍ
كَجَدَّتِهِمَا وَعَمٍّ كَعَمِّهِمَا وَعَمَّةٍ كَعَمَّتِهِمَا وَخَالَةٍ كَخَالَتِهِمَا وَخَالٍ
كَخَالِهِمَا فَاِنَّكَ لَا تَاْتِيْنِیْ بِهِمْ اَمَّا اَبُوْهُمَا فَعَلِیُّ الْمُرْتَضٰى عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَاُمُّهُمَا فَاطِمَةُ الزَّهْرَاءِ وَجَدُّهُمَا مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰى وَجَدَّتُهُمَا
خَدِيْجَةُ الْكُبْرٰى وَعَمُّهُمَا جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَعَمَّتُهُمَا اُمُّ هَانِیْ
بِنْتُ اَبِیْ طَالِبٍ وَخَالَتُهُمَا رُقَيَّةَ وَاُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَا رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص)
وَخَالُهُمَا اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (فتح عظیم ص ۵۷ تا ۵۸ مصنفہ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی مطبوعہ
کتب خانہ اثنا عشری لاہور)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے دورِ خلافت میں جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام
کو "مدائن" کی فتح عطا کی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کے تقسیم
کرنے کا حکم دیا۔ مال مسجد میں بکھیر دیا گیا۔ سب سے پہلے امام حسن رضی اللہ عنہ
تشریف لائے۔ اور کہا۔ امیر المومنین! اللہ نے مسلمانوں کو مال غنیمت عطا کیا

اس میں سے مجھے میرا حق عطا کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بڑی محبت اور عزت سے ادا کرتا ہوں۔ تو ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ پھر یہ تشریف لے گئے۔ اور ان کے بعد حضرت عمر کے بیٹے "عبداللہ" آئے۔ تو انہیں پانچ سو درہم دینے کو کہا۔ تو انہوں نے عرض کی۔ امیر المومنین! میں تلوار کا بہت ماہر بہادر مجاہد ہوں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں تلوار بازی کی خدمات سرانجام دے چکا ہوں۔ حالانکہ اس وقت حسن و حسین بچے تھے۔ اور مدینہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے انہیں تو ایک ایک ہزار درہم عطا فرمائے۔ اور مجھے صرف پانچ سو۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ ٹھیک کہتے ہو۔ جاؤ۔ ان دونوں کے باپ جیسا کہیں سے باپ ماں جیسی ماں، نانے جیسا نانا، نانی جیسی نانی۔ چچا جیسا چچا۔ پھوپھی جیسی پھوپھی، خالہ جیسی خالہ اور ماموں جیسا ماموں تو لا کر دکھاؤ تم یہ ہرگز نہیں لا سکتے۔ دیکھو ان کا باپ علی المرتضیٰ ان کی والدہ فاطمۃ الزہراء ان کے نانا محمد مصطفیٰ ان کی نانی خدیجۃ الکبریٰ ان کا چچا جعفر بن ابو طالب ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب ان کی خالہ رقیہ اور ام کلثوم اور ان کے ماموں ابراہیم بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم ہیں۔

## فضیلت ۹:

**ذبح عظیم** عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ قَالَ اَتَيْتُ عُمَرَ وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَصَعِدْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ اَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِ اَبِيْ وَاذْهَبْ اِلٰى مِنْبَرِ اَبِيْكَ فَقَالَ عُمَرُ لَمْ يَكُنْ لِاَبِيْ مِنْبَرٌ فَاَخَذَنِيْ فَجَلَسْنِيْ مَعَهٗ اُقَلِّبُ الْحِصٰى بِيَدَيَّ فَلَمَّا نَزَلَ اِنْطَلَقَ بِيْ اِلٰى مَنْزِلٍ فَقَالَ مَنْ عَلَّمَكَ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ مَا عَلَّمَنِيْ اَحَدٌ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ وَهُوَ خَالٍ بِمُعَاوِيَةَ وَابْنُ

عُمَرَ فِی الْبَابِ فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ مَعَہٗ فَلَقِیَنِیْ بَعْدَ ذَالِکَ فَقَالَ لَمْ اَرَاکَ قُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنِّیْ جِئْتُ وَاَنْتَ خَالٍ بِمُعَاوِیَۃَ فَرَجَعْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اَنْتَ اَحَقُّ مِنْ اِبْنِ عُمَرَ

(ذبح عظیم ص ۵۷)

ترجمہ :

عبید بن حنین سے روایت ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں مجھے امام حسین رضی اللہ عنہ نے بات سنائی۔ کہ میں (حسین) ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اس وقت وہ منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے۔ میں منبر پر چڑھ گیا۔ اور کہا۔ میرے باپ کے منبر سے اتر جاؤ۔ اور جاؤ اپنے باپ کے منبر پر چڑھ کر خطبہ دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں۔ تو اس کے بعد مجھے پکڑ کر منبر کے اوپر بٹھا دیا۔ میں ان کے ساتھ منبر پر بیٹھا کنکریوں سے کھیلتا رہا۔ جب خطبہ دینے سے فارغ ہوئے۔ تو مجھے لے کر اپنے گھر چلے۔ اور مجھ سے پوچھا۔ تمہیں یہ باتیں کس نے سکھائی ہیں؟ میں نے کہا۔ خدا کی قسم! کسی نے نہیں سکھائیں۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں ایک مرتبہ پھر گیا۔ تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ اور ان کے بیٹے عبداللہ دروازہ پر تھے جب ابن عمر لوٹے تو میں بھی آگیا۔ پھر ایک مرتبہ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے۔ تو کہنے لگے۔ بہت عرصہ ہوا۔ تمہیں دیکھا نہیں۔ میں نے کہا آپ کے پاس آیا تھا۔ لیکن آپ اس وقت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنہائی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ تو میں آپ کے بیٹے عبداللہ کے ساتھ واپس آگیا۔ تو حضرت عمر نے فرمایا۔ تم میرے نزدیک میرے بیٹے سے زیادہ

حق دار تھے۔

## نوٹ:

"سیداولادحیدر" نے اس واقعہ کو نقل کرنے سے پہلے اپنی تصنیف "ذبح عظیم" میں لکھاہے۔کہ اس روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اہل بیت کو جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے فضائل ومناقب ودیعت ہوئے۔اس کا ثبوت ملتاہے۔لیکن یہ اس مصنف کی اپنی اختراع ہے۔اور بدباطنی کا اظہار ہے۔ورنہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا امام حسین رضی اللہ عنہ کو فرمانا۔"انت احق من ابن عمر" اس بات کی واضح دلیل ہے۔کہ ان کے نزدیک امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت وعزت اپنے حقیقی بیٹے سے زیادہ تھی۔اور یہ اس طرف اشارہ ہے۔کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو امام حسین کو اتنی اہمیت دی۔وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ ہونے کی وجہ سے تھی۔تو معلوم ہوا۔کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت وعقیدت تھی۔اسی طرح آپ کی اولاد امجاد سے بھی انہیں پیار تھا۔اور حب محمد وآل محمد سے آپ سرشار تھے۔

## فضیلت ملا: حضرت علی فاروق اعظم کو منبر رسول پر بیٹھنے کا مستحق سمجھتے تھے۔

کشف الغمہ

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَتٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ لَهٗ اَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِ اَبِيْ فَبَكٰى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ صَدَقْتَ يَا بُنَيَّ مِنْبَرُ اَبِيْكَ لَا مِنْبَرُ اَبِيْ فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا هُوَ وَاللّٰهِ عَنْ رَأْيِيْ فَقُلْتُ صَدَقْتَ وَاللّٰهِ مَا اتَّهَمْتُكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ ثُمَّ نَزَلَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَاَخَذَهٗ فَاَجْلَسَهٗ اِلٰى جَانِبِهٖ

عَلَى الْمِنْبَرِ فَخَطَبَ النَّاسَ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ مَعَهٗ
ثُمَّ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُوْلُ احْفَظُوْنِيْ فِيْ عِتْرَتِيْ وَ ذُرِّيَّتِيْ فَمَنْ
حَفِظَنِيْ مِنْهُمْ حَفِظَهُ اللّٰهُ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ
اٰذَانِيْ فِيْهِمْ ثَلَاثًا۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد ۲ ص ۴۱۶)

ترجمہ:

زید بن علی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت منبر پر (خطبہ دے رہے تھے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے۔ یہ سن کر عمر رو پڑے۔ اور فرمایا۔ بیٹا تو نے ٹھیک کہا۔ کہ یہ تیرے باپ کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ بولے۔ خدا کی قسم! حسین نے میری رائے سے نہیں کہا۔ عمر نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ اللہ کی قسم! ابوالحسن میں آپ کو تہمت نہیں دیتا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور اپنے برابر منبر پر بٹھا لیا۔ اور عوام سے خطاب کیا۔ جبکہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ منبر پر رونق افروز تھے۔ اس کے بعد فرمایا لوگو! میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ تم میری اور میری خاطر میری اولاد کی عزت کرو۔ اور جس نے میری خاطر ان کی حفاظت کی۔ اللہ اس کی حفاظت کرے۔ خبردار! میری اولاد کے بارے میں جس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ اس پر اللہ کی لعنت۔ یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

## فضیلت ۱۱: حضور علیہ السلام کی پیشین گوئی فاروق اعظم کے حق میں پوری ہوئی۔

ت القلوب | وبروایت دیگر مشت خاک از برائے آنحضرت فرستاد حضرت فرمود کہ امت بزودی مالک زمین او خواہد شد۔ چنانچہ خاک از برائے من فرستاد۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۸۹۷ نولکشور طبع قدیم باب چہلم در بیان نوشتن نامہ با پادشاہ و سائر، تابع)

ترجمہ:

ایک دوسری روایت کے مطابق کسریٰ (شاہ ایران) نے خاک کی ایک مٹھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجی۔ آپ نے فرمایا کہ میری امت بہت جلد اس کی زمین (ملک) کی مالک بن جائے گی۔ جیسا کہ اس نے خود اپنی زمین کی مٹی مجھے بھیج دی ہے۔

## فضیلت ۱۲: حضرت عمرؓ کے اسلام کے لیے حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی۔

ن حدید | ثُمَّ قَالَ هٰذَا عُمَرُ اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَكَبَّرَ اَهْلُ الدَّارِ وَمَنْ كَانَ عَلَى الْبَابِ تَكْبِيْرَةً سَمِعَهَا مَنْ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن حدید جلد سوم ص ۱۴۳ فی کیفیۃ اسلام عمر)

ترجمہ:

جب عمر بن الخطاب برہنہ تلوار لیے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا۔ یہ عمر ہے۔ اے اللہ عمر کے ذریعہ اسلام کو عزت

بخش۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ تو اس پر گھر میں موجود تمام لوگوں نے اور دروازے پر کھڑے لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ جس کو مسجد میں موجود مشرکین نے بھی سنا۔

## لمحۂ فکریہ:

"ابن حدید" کی مذکورہ روایت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود نہیں بلکہ حضور کی دعا کے صدقے مشرف باسلام ہوئے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے۔ کہ تمام صحابہ مرید اور فاروق مراد ہیں۔ عمر برہنہ تلوار لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی نیت سے آئے۔ اُسے دیکھ کر آپ نے اللہ کی بارگاہ میں اس کے لیے دعا فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عمر فوراً اسلام لائے۔ اور ان کے اسلام لانے پر حاضرین نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حاضرین کا اس طرح تکبیر بلند کرنا صرف اس بنا پر تھا۔ کہ عمر اسلام لے آئے۔ تو جس طرح تمام صحابہ کرام کو عمر کا اسلام محبوب تھا۔ اسی طرح خود حضرت عمر بھی تمام کے محبوب تھے۔ لہٰذا اے شیعو! تمہیں ہر قسم کی بدگمانیاں چھوڑ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام اور ان کا محب بن جانا چاہیئے۔

اگر تمہارے کہنے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی تکبیر بے حقیقت تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول نہیں ہوئی۔ تو پھر تم خود ہی بتاؤ۔ تمہارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تعلق ہے۔ سوچو! اور بار بار سوچو۔ کہ تمہاری اس قسم کی ہٹ دھرمیوں سے کیا کیا نتائج سامنے آرہے ہیں۔

(الیس منکم رجل رشید)

٭ ٭ ٭

## فضیلت ۱۳: حضرت علی نے فرمایا میں شاہد ہوں کہ اللہ کا رسول عمر پر راضی گیا

ابن حدید | قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ قَالَ دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلٰى عُمَرَ حِيْنَ اُصِيْبَ فَقَالَ اَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ اِسْلَامُكَ عِزًّا وَلَقَدْ كَانَ هِجْرَتُكَ فَتْحًا وَ وِلَايَتُكَ عَدْلًا وَلَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَا بَكْرٍ فَتُوُفِّيَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ وَلَقَدْ وَلِيْتَ فَمَا اخْتَلَفَ فِيْ وِلَايَتِكَ اِثْنَانِ قَالَ عُمَرُ اَتَشْهَدُ بِذَالِكَ؟ قَالَ فَكَعَّ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عَلِيٌّ نَعَمْ نَشْهَدُ بِذَالِكَ۔

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید جلد سوم بحث فی الآثار التی وردت فی موت عمر والکلام الذی قاله عند ذلك ص ۱۴۶/۲۶ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان پر قاتلانہ حملہ ہونے کے بعد حاضر ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ اللہ کی قسم! تمہارا اسلام عزت والا۔ تمہاری ہجرت فتح کی پیش خیمہ اور تمہاری ولایت سراسر عدل تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک تک تمہیں آپ کی صحبت نصیب رہی۔ اور آپ دنیا سے رخصت ہوتے وقت تم سے راضی ہو گئے۔ پھر حضرت ابوبکر کی صحبت میں تم رہے۔ وہ بھی خوشی راضی تم سے الوداع ہوئے۔ تم جب خلیفہ بنے۔ تو پوری خلافت میں دو آدمی بھی آپ سے ناراض نہ ہوئے۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کیا تم اس کی گواہی دیتے

ہو؟ ابن عباس نے کچھ خاموشی اختیار کی لیکن حضرت علی کرم وجہہ نے فرمایا۔
ہاں! ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔

آگے چل کر علامہ ابن حدید لکھتا ہے۔

**ابن حدید** وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی لِمَ تَجْزَعُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَوَاللّٰہِ لَقَدْ کَانَ اِسْلَامُکَ عِزًّا وَّ اِمَارَتُکَ فَتْحًا وَلَقَدْ مَلَأْتَ الْاَرْضَ عَدْلًا فَقَالَ اَتَشْہَدُ لِیْ بِذٰلِکَ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ فَکَاَنَّہٗ کَرِہَ الشَّہَادَۃَ فَتَوَقَّفَ فَقَالَ لَہٗ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ قُلْ نَعَمْ وَاَنَا مَعَکَ فَقَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ:

دوسری روایت میں ہے ابن عباس نے فرمایا اے امیر المومنین آپ نہ روئیں۔ آپ کا اسلام عزت والا حکومت فتح کی علامت تھی آپ نے اس کو عدل سے بھر دیا۔ عمر فاروق نے فرمایا اے ابن عباس کیا تو اپنی اس بات کی گواہی دیتا ہے۔ اس پر انہوں نے توقف کیا گویا گواہی دینا بہتر نہ سمجھا تو علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے کہا کہو میں گواہی دیتا ہوں اور میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ گواہی دینے میں اس وقت ابن عباس نے کہا ہاں میں گواہی دیتا ہوں

## اس روایت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔

۲۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم کے عادل ہونے اور ان کے

اسلام لانے کو مسلمانوں کے لیے باعث عزت گردانا ہے۔

۳۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس امر کی تصدیق فرمائی۔ کہ فاروق اعظم کے دورِ خلافت میں کوئی بھی آپ کا مخالف نہ تھا۔

۴۔ فاروق اعظم نے جب ابن عباس کے ارشادات پر انہیں گواہ بنانے کا اظہار فرمایا۔ تو ابن عباس نرم پڑ گئے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پرزور الفاظ میں اس کی شہادت دینے کا اظہار فرمایا۔

اسی شرح میں اسی واقعہ کے بارے میں دوسری جگہ ایک اور روایت مذکور ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ فَضَرَبَ عَلِیٌّ علیہ السلام مبین کتفی فقال اشھد حضرت علی نے ابن عباس کے کندھوں کے درمیان زور سے ہاتھ مارا۔ اور کہا۔ گواہ بن جاؤ۔ ایک اور جگہ یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ فقال له علی علیه السلام قل نعم وانا معك فقال نعم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس کو فرمایا کہو ہاں۔ تو انہوں نے کہا۔ ہاں میں گواہ بنتا ہوں۔

## فضیلت نمبر ۱۴ حضرت ابن عباس نے گستاخانِ عمر فاروق پر خدا کی لعنت کی۔

**مروج الذہب**

قَالَ مُعَاوِیَۃُ اَیُّھَا یَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَمَا تَقُوْلُ فِیْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ رَحِمَ اللّٰہُ اَبَا حَفْصٍ عُمَرَ کَانَ وَاللّٰہِ حَلِیْفَ الْاِسْلَامِ وَمَاْوَی الْاَیْتَامِ وَمُنْتَھَی الْاِحْسَانِ وَمَحَلَّ الْاِیْمَانِ وَکَھْفَ الضُّعَفَآءِ وَمَعْقَلَ الْحُنَفَآءِ قَامَ بِحَقِّ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ صَابِرًا مُحْتَسِبًا حَتّٰی اَوْضَحَ الدِّیْنَ وَفَتَحَ الْبِلَادَ وَاٰمَنَ الْعِبَادَ فَاَعْقَبَ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ یَّنْتَقِصُہُ اللَّعْنَۃَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

(مروج الذہب للمسعودی جلد ۳ ص ۱۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

حضرت معاویہ نے کہا۔ اے ابن عباس! عمر بن خطاب کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ فرمایا۔ ابو حفص عمر پر خدا کی رحمت ہو۔ اللہ کی قسم۔! وہ اسلام کے سچے خیرخواہ یتیموں کے ماویٰ، احسان کے منتہیٰ، ایمان کے محل ضعیفوں کی جائے پناہ اور سچے لوگوں کی پناہ گاہ تھے۔ اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر صبر اور استقامت سے قائم رہے۔ یہاں تک کہ دین واضح ہوا۔ شہر فتح کئے۔ بندوں کو چین نصیب ہوا۔ اس شخص پر اللہ کی تاقیامت لعنت جو فاروق اعظم میں نقص وخرابی لگائے۔

## مقام غور:

پچھلے اوراق میں منتہی الآمال جلد اول باب سوم فصل ہفتم کے حوالہ سے مذکور ہوا۔ کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ کے شاگرد اور مخصوص محبین میں سے تھے تو ابن عباس کا تعریف کرنا گویا حضرت علی کا تعریف کرنا ٹھہرا۔ تو جب حضرت ابن عباس نے بددعا کی کہ اے اللہ۔ عمر کے نقص نکالنے والے پر تاقیامت تیری لعنت۔ تو یہی بددعا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی ہوئی۔ اور جس کے لیے ابن عباس اور حضرت علی اس قسم کی بددعا کریں۔ اس کا ٹھکانہ جہنم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا شیعو! حضرت علی کی بددعا سے بچو۔ اور جہنم سے چھوٹو۔ اور ابن عباس و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی طرح فاروق اعظم کے ثناخوان اور نام لیوا بن جاؤ۔ ورنہ کل قیامت کو پچھتاؤ گے۔ اور اس وقت پچھتاوا کچھ کام نہ دے گا۔

**فضیلت ۱۵ : فاروق اعظم سادگی اور عجز وانکساری میں بے مثال تھے۔**

اخبار الطوال ص ۱۲۳ میں احمد بن داؤد دینوری شیعی نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کی سیرت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَكَتَبَ سَعْدٌ اِلٰى عُمَرَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ بِالْفَتْحِ وَكَانَ عُمَرُ يَخْرُجُ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ مَاشِيًا وَحْدَهٗ لَا يَدَعُ اَحَدًا يَخْرُجُ مَعَهٗ فَيَمْشِىْ عَلٰى طَرِيْقِ الْعِرَاقِ مِيْلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً فَلَا يَطْلَعُ عَلَيْهِ رَاكِبٌ مِنْ جِهَةِ الْعِرَاقِ اِلَّا سَاَلَهٗ عَنِ الْخَبْرِ فَبَيْنَ هُوَ ذَالِكَ يَوْمًا طَلَعَ عَلَيْهِ الْبَشِيْرُ بِالْفَتْحِ فَلَمَّا رَاٰهُ عُمَرُ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ نَادَاهُ مِنْ بَعِيْدٍ مَا الْخَبَرُ قَالَ فَتَحَ اللهُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَانْهَزَمَتِ الْعَجَمُ وَ جَعَلَ الرَّسُوْلُ يُخِبُّ نَاقَتَهٗ وَعُمَرُ يَعْدُوْ مَعَهٗ وَ يَسْاَلُهٗ وَيَسْتَخْبِرُهٗ وَالرَّسُوْلُ لَا يَعْرِفُهٗ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ كَذَالِكَ فَاسْتَقْبَلَ النَّاسُ عُمَرَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ بِالْخِلَافَةِ وَاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ الرَّسُوْلُ وَ قَدْ تَحَيَّرَ سُبْحَانَ اللهِ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا اَعْلَمْتَنِىْ فَقَالَ عُمَرُ لَا عَلَيْكَ ثُمَّ اَخَذَ الْكِتَابَ فَقَرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ۔

(الاخبار الطوال ص ۱۲۳ تا ۱۲۴ مصنفہ احمد بن داؤد الدینوری مطبوعہ بیروت)

الطوال

ترجمہ:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم کو فتح کا پیغام تحریر کیا۔ ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ روزانہ بلا ناغہ اکیلے ہی عراق کی طرف جاتے

راستہ پر دو دو تین تین میل نکل جاتے۔ اور عراق کی طرف سے جب کوئی سوار آتا نظر پڑتا۔ تو اُسے جنگ کے بارے میں پوچھتے۔ اتفاقًا ایک دن عراق کی جانب سے فتح کی خوشخبری دینے والا بھی آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دُور سے اُسے آواز دی۔ کوئی خبر لائے ہو؟ کہنے لگا۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور کفار (عجم) شکست کھا گئے۔ یہ کہا۔ اور اس پیغامبر نے اونٹنی دوڑائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی پیدل اس کے ساتھ دوڑتے چلے آرہے تھے اور جنگ کے واقعات پوچھ رہے تھے۔ لیکن اس ایلچی کو اس بات کا قطعًا علم نہ تھا۔ کہ یہی خلیفہ وقت ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑھ کر سلام کرنے لگے۔ کیوں کہ آپ خلیفہ تھے۔ ایلچی نے حیران ہوتے ہوئے کہا سبحان اللہ! امیر المومنین! آپ نے مجھے اپنے متعلق بتایا ہی نہیں۔ تو حضرت عمر نے فرمایا۔ تمہیں کوئی سزا نہیں۔ یہ کہہ کر رقعہ لیا۔ اور مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا۔

## فضیلت ۱۶: محبوبانِ رسول حضرت عمر کے نزدیک اپنی اولاد سے بھی افضل و عزیز تھے۔

منتخب التواریخ

روایت نمودہ اند کہ عمر ابن خطاب بجہت اسامہ بن زید پنج ہزار دینار از بیت المال مقرر کردہ واز برائے پسر خود عبد اللہ دو ہزار دینار۔ عبد اللہ گفت اسامہ را برمن ترجیح دادی۔ وحال آنکہ من از غزوات حضرت پیغمبر دیدہ ام آنچہ را کہ او ندیدہ۔ عمر گفت بجہت آں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم او را از پدر تو پیشتر دوست میداشت۔

(منتخب التواریخ مطبوعہ تہران فصل ہفتم ص ۹۶)

ترجمہ:

روایت ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید کے لیے پانچ ہزار دینار بیت المال سے مقرر فرمائے۔ اور اپنے بیٹے

عبداللہ کے لیے صرف دو ہزار دینار عبداللہ نے کہا۔ ابا جان! آپ نے اُسامہ کو مجھ پر فوقیت دی۔ حالانکہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شرکت کا موقعہ ملا۔ اور میں نے وہ کچھ دیکھا۔ جو اسامہ نے نہیں دیکھا۔ عمر بن خطاب نے فرمایا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ بن زید کو تمہارے باپ سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

## فضیلت ۱۷

المناقب وَفِیْ رِوَایَۃِ یَحْیَی بْنِ عَقِیْلٍ اَنَّ عُمَرَ قَالَ لَا اَبْقَانِی اللّٰہُ بَعْدَکَ یَا عَلِیُّ۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد دوم ص ۳۶۰ مطبوعہ قم طبع جدید باب فی قضایاہ علیہ السلام فی عہد الثانی)

ترجمہ:

یحیی بن عقیل کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے علی المرتضیٰ! اللہ تعالیٰ تمہارے بعد مجھے زندہ نہ رکھے۔

## فضیلت ۱۸ حضرت علی عمر فاروق کے عمل کو مشعل راہ سمجھتے تھے

اخبار الطوال قَالُوْا وَکَانَ مَقْدَمُہٗ الْکُوْفَۃَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ لِاِثْنَتَیْ عَشَرَۃَ لَیْلَۃً خَلَتْ مِنْ رَجَبٍ سَنَۃَ سِتٍّ وَثَلَاثِیْنَ فَقِیْلَ لَہٗ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَتَنْزِلُ الْقَصْرَ قَالَ لَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْ نُزُوْلِہٖ لِاَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ یَبْغَضُہٗ وَلٰکِنِّیْ نَازِلٌ

الرَّاحِبَةِ ثُمَّ اَقْبَلَ حَتّٰی دَخَلَ الْمَسْجِدَ الْاَعْظَمَ فَصَلّٰی رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَزَلَ الرَّحْبَةَ ۔

(اخبار الطوال ص ۱۵۲ مصنفہ احمد بن داؤد الدینوری مطبوعہ بغداد طبع جدید)

ترجمہ :

انہوں نے کہا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں تشریف لانا بارہ ۱۲ رجب بروز پیر ۳۶ھ کو ہوا۔ تو آپ سے عرض کی گئی۔ کہ قصر امارت میں قیام فرمائیں گے۔ فرمایا۔ نہیں۔ کیوں کہ ایسی جگہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھہرنا پسند نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے عام مکان میں قیام کروں گا۔ پھر آپ نے جامع مسجد کوفہ میں تشریف لا کر دو گانہ پڑھا۔ پھر ایک عام مکان میں قیام فرمایا۔

## خلاصہ کلام :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت قابل اتباع تھی۔ اسی اتباع کا نتیجہ تھا۔ کہ کوفہ میں جا کر آپ نے قصر شاہی میں قیام کو مسترد فرما دیا۔ اور صاف صاف کہہ دیا۔ کہ میرے لیے سیرت فاروق مشعل راہ ہے۔ جب انہوں نے عام مکان میں قیام فرمایا تھا۔ تو میں بھی ان کے اتباع میں ادنی اور عام مکان میں ہی سکونت رکھوں گا۔ اس سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی تکلفات سے کوسوں دور تھی۔ وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت سے کتنا لگاؤ تھا۔ اور ایسا لگاؤ بغیر دلی محبت کے ناممکن ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرات خلفاء راشدین باہم شیر و شکر تھے۔

☆ ☆ ☆

## فضیلت ۱۹۰

ابن حدید وَرَوَى الْمِسْوَرُ بْنُ مُخْرَمَةَ اَنَّ عُمَرَ لَمَّا طُعِنَ اُغْمِيَ عَلَيْهِ طَوِيْلًا فَقِيْلَ اِنَّكُمْ لَمْ تُوْقِظُوْهُ بِشَيْءٍ مِثْلَ الصَّلٰوةِ اِنْ كَانَتْ بِهٖ حَيَاةٌ فَقَالُوْا الصَّلٰوةُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الصَّلٰوةُ قَدْ صُلِّيَتْ فَانْتَبَهَ فَقَالَ الصَّلٰوةُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَتْرُكُهَا لَا حَظَّ فِي الْاِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى وَاِنَّ جُرْحَهٗ لَيَنْبَعِثُ دَمًا۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغۃ جلد ۳ ص ۱۴۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

مسور بن مخرمہ سے روایت ہے۔ کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے۔ تو انہیں طویل غشی آئی۔ تو کہا گیا۔ کہ تم لوگ فاروق اعظم کو نماز کے علاوہ کسی اور چیز سے ہوش میں نہیں لاسکتے۔ بشرطیکہ آپ زندہ ہوں۔ تو لوگوں نے کہا۔ الصلوٰۃ یا امیر المؤمنین یہ سن کر آپ کو ہوش آیا۔ اور نماز پڑھی۔ پھر فرمایا۔ اللہ کی قسم میں نماز کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ کیوں کہ جس نے نماز کو چھوڑ دیا۔ اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ آپ نے نماز پڑھی۔ اور زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔

## خلاصہ کلام:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو احکام اسلام سے اتنا قلبی لگاؤ تھا۔ اور خاص کر نماز کے بارے میں اس قدر محتاط تھے۔ کہ شدید تکلیف میں بھی اسے موخر کرنا گوارا نہ فرماتے۔ ایسے وقت صرف نماز ادا ہی نہیں فرمائی۔ بلکہ اس کی اہمیت کی تبلیغ بھی فرمائی۔ کہ بے نماز کا اسلام

میں کوئی حصہ اور مقام نہیں "ابن حدید شیعی" اس روایت سے خود تسلیم کرتا ہے۔ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز کو اتنی اہمیت دیتے تھے۔ جو محتاج بیان نہیں۔ شدید اور طویل غشی سے افاقہ کی صورت صرف "الصلوٰۃ" کی آواز تھی۔

مقام غور ہے۔ کہ جس شخصیت کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی ادائیگی سے اتنی محبت ہے۔ کہ شدید تکلیف کے ہوتے ہوئے اس کی قضا گوارا نہیں فرمائی۔ تو اسی شخصیت کو حقوق العباد خصوصاً آل رسول کے حقوق کی پاسداری کا کتنا خیال ہو گا۔ جب کہ یہ امر متفق علیہ ہے۔ کہ "حقوق اللہ" کی معافی تو ہو جائے گی۔ لیکن "حقوق العباد" بندے کے معاف کرنے کے بغیر معاف نہیں ہوں گے۔ تو ایسے اہم حقوق کو ایسا شخص کب غصب کر سکتا ہے؟ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ فاروق اعظم کی ذات پر "باغ فدک" کے غصب کا الزام محض "باطل الزام" ہے۔ جس کا کوئی تصور تک نہیں کر سکتا۔

**فضیلت نمبر ۲۰: بقول علی اللہ کا رسول بوقت وصال عمر فاروق سے راضی گیا**

ابن حدید | وَرَوَى الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ اَيْضًا قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ وَيَجْزَعُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا كُلُّ ذَالِكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقْتَهُ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ وَصَحِبْتَ اَبَا بَكْرٍ وَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ وَفَارَقَكَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاَحْسَنْتَ اِلَيْهِمْ وَفَارَقْتَهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُوْنَ۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۱۴۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

مسور بن مخرمہ سے ہی یہ روایت ہے۔ کہ حضرت عمر زخمی ہوئے۔ تو آپ

تکلیف کی وجہ سے پریشان تھے۔ حضرت ابن عباس نے کہا۔ اے امیر المومنین آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی۔ اور اچھی صحبت کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوئے۔ اور آپ تم سے راضی تھے۔ ابوبکر صدیق کی تمہیں صحبت میسر آئی۔ اس صحبت کا بھی آپ نے حق ادا کر دیا۔ حتیٰ کہ ابوبکر بوقتِ وصال تم سے خوش تھے۔ پھر تم نے دوسرے مسلمانوں کی صحبت کی۔ ان کے ساتھ صحبت اچھی رہی۔ آپ انہیں چھوڑے جا رہے ہیں۔ وہ سب آپ سے راضی ہیں۔

## خلاصہ کلام:

"ابن حدید شیعی" نے اس روایت میں یہ بات واضح طور پر بیان کی۔ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دارِ فانی سے رخصت ہو رہے تھے۔ تو بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس وقت کے تمام مسلمان آپ سے خوش تھے۔ اور ابوبکر صدیق بھی راضی خوشی ان سے رخصت ہوئے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے راضی خوشی گئے۔ تو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی اس پر اللہ بھی راضی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب انتقال فرمایا۔ تو اس وقت موجود تمام مسلمان (بشمول اہلبیت) آپ سے راضی خوش تھے۔ اور صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ دیگر خلفاء۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذات باری تعالےٰ سبھی راضی تھے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

## فضیلت ۱۲: حضرت عمر کے نزدیک گستاخ علی گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

امالی طوسی | حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ لَہِیْعَۃَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ وَقَعَ رَجُلٌ فِیْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِمَحْضَرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ تَعْرِفُ صَاحِبَ

هٰذَا الْقَبْرِ اَمَا تَعْلَمُ اَنَّهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
وَيْلَكَ لَا تَذْكُرَنَّ عَلِيًّا اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّكَ اِنْ تَنَقَّصْتَهٗ
اٰذَيْتَ هٰذَا فِيْ قَبْرِهٖ ۔

(امالی شیخ طوسی ص ۴۵ ۔ ۴۶ مصنفہ ابی جعفر محمد بن الحسن طوسی مطبوعہ ایران)

(امالی شیخ صدوق المجلس الحادی والتسعون ص ۴۲۲)

ترجمہ:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق چند نازیبا الفاظ کہے۔ اس پر اُسے حضرت عمر نے فرمایا۔ کیا تو اس قبر والے کو نہیں جانتا۔ یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ اور جس کو تو نے بُرا بھلا کہا۔ وہ علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب ہیں۔ تیری تباہی ہو۔ علی کا بجز خیر ہرگز نام نہ لو۔ اگر تو نے ان کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ کہے۔ تو یقیناً صاحب قبر کو تکلیف پہنچائی۔

## خلاصہ کلام:

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اتنی گہری عقیدت تھی۔ کہ ان کی عدم موجودگی میں ان کے بارے نازیبا الفاظ سننے برداشت نہ کئے۔ اور آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ گستاخِ علی دراصل گستاخِ رسولِ خدا ہے۔

**فضیلت نمبر ۲۲ حضرت علی نے عمر فاروق کے نامۂ اعمال کیساتھ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے کی تمنا کی۔**

معانی الاخبار: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ مُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَاَلْتُ
اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ مَعْنٰى قَوْلِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَمَّا نَظَرَ اِلَى الثَّانِىْ وَ هُوَ مُسَجّٰى بِثَوْبِهِ مَا اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَىَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِصَحِيْفَتِهِ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰى۔ (معانی الاخبار للشیخ الصدوق ص ۴۱۲ طبع جدید بیروت)

ترجمہ:

شیخ صدوق نے باسند ایک حدیث ذکر کی۔ جس میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ فضل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کفن دیا جا چکا تھا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اس کا کیا مطلب تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ مطلب تھا۔ کہ میرے نزدیک کوئی عمل اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ کہ جب میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ تو اس کفن پہنے ہوئے یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اعمال نامے کے ساتھ ملاقات کروں۔

## فضیلت ۲۲ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی کیساتھ ہی زندگی گزارنے کو پسند کرتے تھے۔

**امالی طوسی** فَقَالَ عُمَرُ لَا عِشْتُ فِىْ اُمَّةٍ لَسْتَ فِيْهَا يَا اَبَا الْحَسَنِ۔

(امالی طوسی جلد دوم ص ۹۲ مطبوعہ قم طبع جدید الجزء السابع عشر)

ترجمہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے ابو الحسن! مجھے ایسی قوم میں رہنا اور زندگی گزارنا ہرگز پسند نہیں جس میں تم نہ ہو۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اتنی عقیدت و محبت تھی۔ کہ ان سے جدائی ناقابل برداشت سمجھتے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم کی عظمت شان کا اس قدر اقرار تھا۔ کہ ان کے اعمال نامے کو اپنے لیے

سب سے بہترین سرمایہ شمار کرتے تھے۔ ان دو مستند روایات کے پڑھ لینے کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی باہمی عداوت و دشمنی تھی۔ ایک دوسرے سے ناراض تھے۔ تو اس سے بڑھ کر انصاف و حق کا خون کرنا اور کیسے ہو سکتا ہے۔

## فضیلت ۲۴ :

## زمانہ فاروقی میں اسلام ہر طرح کے فتنوں سے محفوظ ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن رہا

**فیض الاسلام** | امام علیہ السلام در سخنی (عمر ابن خطاب) فرمودہ است و (بعد از ابو بکر) فرمانروا شد بر مردم فرماندہی (عمر بمقام خلافت نشست) پس (امر خلافت را) برپا داشت و ایستادگی نمود (بر ہمہ تسلط یافت) تا آن کہ دین قرار ہم گرفت (ہمچنانکہ شتر ہنگام استراحت پیش گردنِ خود را بر زمین نہد، اشارہ بانکہ اسلام پس از فتنہ و ہیاہوی بسیار از او تمکین نمودہ زیر بارش رفتند۔

(فیض الاسلام شرح فارسی، نہج البلاغۃ۔ ص ۱۲۰۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

**ترجمہ :**

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کلام میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔ کہ عمر فاروق، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے۔ پھر امر خلافت کو مستحکم کیا۔ اور سب پر تسلط حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ دین اسلام مضبوط ہو گیا۔ جس طرح اونٹ اپنے آرام کرنے

کے وقت گردن کو زمین پر رکھ دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گویا اس طرف اشارہ تھا۔ کہ بہت سے شور و غل اور افرا تفری کے بعد اسلام میں سکون آگیا۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اہل اسلام آپ کے احسان کے زیر سایہ پرسکون زندگی بسر کرنے لگے۔

## فضیلت ۲۵: نبی علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق عمر رضی اللہ عنہ نے سراقہ کو کنگن پہنائے۔

**مناقب**

وَنَظَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَىٰ ذِرَاعَيْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ وَقِيْقَتَيْنِ اَشْعَرَيْنِ فَقَالَ كَيْفَ بِكَ يَا سُرَاقَةَ اِذَا لَبِسْتَ بَعْدِيْ سِوَارَيْ كِسْرٰى فَلَمَّا فُتِحَتْ فَارِسُ دَعَاهُ عُمَرُ وَاَلْبَسَهٗ سِوَارَيْ كِسْرٰى۔

(۱) مناقب ابن شہر آشوب جلد اول ص ۱۰۹ فی معجزات انوار (ص مطبوعہ قم طبع جدید)

(۲) حیات القلوب جلد دوم ص ۷۷۴ باب بست و دوم در بیان اخبار از مغیبات۔ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

**ترجمہ:**

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سراقہ بن مالک کی پتلی اور بالوں سے بھری ہوئی کلائیوں کی طرف دیکھا تو فرمایا اے سراقہ! تیری کیا شان ہو گی جب تجھے میرے بعد کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے لہٰذا جب ایران فتح ہوا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک کو طلب کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کو پورا کرتے ہوئے۔ سراقہ بن مالک کے ہاتھوں میں کنگن پہنا دیئے۔

## حاصل کلام:

یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پوری ہوئی جس سے ثابت ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نائب رسول ہیں اس لیے آپ نے فتح فاروق کو اپنی فتح قرار دیا۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد الٰہی کو پورا کرنے میں بڑے حریص تھے۔ کہ آپ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کو پورا کرتے ہوئے فوراً سراقہ کو گراں قیمت سنہری کنگن پہنا دیئے۔

## فضیلت ۲۶

**المناقب** وَقَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِسَلْمَانَ اَنْ سَيُوْضَعُ عَلٰى رَاسِكَ تَاجُ كِسْرٰى فَوَضَعَ التَّاجُ عَلٰى رَاْسِهٖ عِنْدَ الْفَتْحِ۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد اوّل ص ۱۰۹ فی معجزات اقوالہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فارس فتح ہو گا۔ تو تیرے سر پر کسریٰ کا تاج رکھا جائے گا۔ چنانچہ جب فارس فتح ہوا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر پر (کسریٰ کا) تاج رکھ دیا۔

## فضیلت ۲۷ عمرؓ نہایت متقی تھے اور بقول علیؓ ان کی فتوحات اللہ کی فتوح ہیں۔

**نہج البلاغہ** لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَ دَاوَى الْعَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰى

إِلَى اللهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۸ ص ۳۵۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شہروں میں برکت دے۔ انہوں نے ٹیڑھی لاٹھ کو سیدھا کیا اور بیماری کا علاج کیا (مختلف شہروں کے باشندوں کو دین اسلام کی طرف پھیرا) سنت کو قائم کیا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو جاری کیا۔ اور فتنے کو پس پشت ڈالا۔ (آپ کا زمانہ فتنہ و فساد سے پاک رہا) اور دُنیا سے کم عیب اور پاک جامہ لے کر رخصت ہو گئے۔ اور خلافت کی بھلائیوں کو پایا۔ اور اس کے شر سے پہلے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا کیا۔ اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا۔

## حاصل کلام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کلام سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سے ایمان قبول کیا، آخری دم تک اپنے دامنِ نظیف کو معصیت (ظلم و ستم) سے آلود نہیں کیا۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ذہب نقی الثوب اس پر دلالت کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپ نے احکام شرع کو یوں نافذ کیا جیسا کہ نافذ کرنے کا حق ہے۔ جب کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مطابق) اوصاف مذکورہ سے مزین اور موصوف تھے۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے زمانہ کی اسلامی فتوحات کے ذریعے حاصل ہونے والے شہروں میں اضافہ و برکت کی دعا مانگی۔ اگر معاذ اللہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ، جور و جفا کا زمانہ تھا تو پھر اس جور و جفا کے ذریعے حاصل ہونے والے شہروں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ خیر و برکت کی دعا کیوں مانگ رہے ہیں؟

ایک طرف تو حضرت علی رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نعت گوئی اور اوصاف بیان کر رہے ہیں اور دوسری طرف نام نہاد شیعانِ علی اور بناوٹی محبان اہل بیت اُن کی ذات اقدس پر لعن طعن اور تبرہ بازی کرنا اپنا عین ایمان اور جزو مسلک سمجھتے ہیں۔

اب ہم قارئین کرام سے ہی انصاف طلب ہیں کہ آیا شیر خدا، حیدر کرار، باب مدینۃ العلم کی کلام گوہر بار سچی ہے یا ان کذابوں (شیعوں) اور صحابہ کرام خصوصاً عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ازلی دشمنوں کی بکواسات قابل سماعت ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جو کچھ اسد اللہ الغالب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمایا ہوا ہے حق ہے۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ)

# فاروقی لشکر کی خدا نے مدد فرمائی

## ناسخ التواریخ :

خلافتِ عمر فاروق رضؓ کے دوسرے سال میں مشہور جنگ قادسیہ ارض فارس میں لڑی گئی جس کے لیے عمر فاروقؓ نے اوّلاً سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی کمان میں تیس ہزار کا لشکر دے کر بھیجا پھر جب آپ کو لشکر کفار کی کثرت کا علم ہوا تو امداد کے لیے تیس ہزار کا مزید لشکر ابو عبیدہ بن الجراح کی امارت میں بھیجا۔ جیسا کہ شیعہ مؤرخ مرزا تقی نے ناسخ التواریخ تاریخ خلفا جلد دوم ص ۲۸ اور ص ۳۲ پر لکھا ہے۔ کفار کا لشکر رستم پہلوان کی کمان میں تھا۔ کئی دن گھمسان کی جنگ ہوئی پانچویں روز جو لڑائی چلی تو سورج غروب ہو جانے کے باوجود بند نہ ہوئی رات بھر خوفناک جنگ ہوتی رہی اس رات کا نام لیلۃ الہریر تاریخ میں آیا ہے اگلا روز آیا تو لڑتے لڑتے دوپہر ہوگئی۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کو بالوں سے کھینچ کر مار رہے تھے۔ غبار اتنا بلند ہو چکا تھا۔ کہ ایک دوسرے کو پہچاننا مشکل تھا۔ کوئی کسی کی آواز نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ اس وقت ربِ کریم نے کرم فرمایا اور سورج کے ڈھلتے ہی ہوا کے تیز جھکڑ چلنے سے شروع ہو گئے۔ اور سارا گرد و غبار لشکر کفار پہ پڑنا شروع ہو گیا جس کے آگے وہ عاجز آ گئے۔ اسلامی فوج نے انہیں کتوں کی طرح بھگانا شروع کیا ایک شخص نے بڑھ کر رستم کا سر کاٹ لیا۔ اور اسلام کو فتح ہوگئی۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفا جلد دوم ص ۱۶ طبع جدید مطبوعہ تہران دوران خلافت عمر بن الخطاب)

# فاروقی لشکر طغیانی میں آیا ہوا دریا پیدل عبور کر گیا

## ناسخ التواریخ :

قادسیہ کی جنگ فتح کرنے پر لشکر اسلام نے بھاگنے والوں کا تعاقب شروع کیا کفار بھاگتے ہوئے مدائن کے قریب ایک بستی میں پہنچے جہاں انہوں نے اپنے پاس موجود کھانے پینے کی تمام چیزوں کو زہر آلود کر کے بستی میں رکھ دیا۔ آگے قریب ہی دریائے دجلہ تھا جسے کفار عبور کر گئے اور بعد میں پل توڑ دیا۔ اور مدائن میں آ داخل ہوئے۔ اسلامی لشکر جب اس بستی میں پہنچا سخت بھوک اور پیاس تھی۔ مرزا تقی کی کلام سنیئے۔

اما عرب چوں باسا باط رسید ہمہ گرسنہ و تشنہ آں طعامہائے زہر آلود و آبہائے ناگوار را نجورند و بیا شامیدند عجب آنکہ ہیچگونہ زیاں ندیدند۔

ترجمہ۔

عرب فوج جب سا باط نامی گاؤں میں پہنچی تو سب بھوکے اور پیاسے تھے انہوں نے وہ زہر آلود کھانے کھائے اور مسموم پانی پیا۔ مگر تعجب ہے کہ کسی کا کچھ زیاں نہ ہوا۔

وہاں سے نکل کر اسلامی لشکر جب دریائے دجلہ کے کنارہ پہنچا تو کفار دریا پار کر چکے تھے اور کشتیاں خاکستر ہو گئی تھیں۔ اس وقت اسلامی لشکر نے دیکھا کہ دریائے دجلہ شدید طغیانی میں تھا۔ مگر انہوں نے خدا پر توکل کرتے ہوئے عجب فیصلہ کیا۔ مرزا تقی کہتا ہے۔

آنگاہ سرداراں و سرہنگاں و دیگر لشکر ہمدست و ہمگروہ بانگ بر

اسپہا زدند و در آب راندند و ہمی تکبیر و تہلیل گفتند و خدا را بدیں سخن یاد کردند
اَللّٰهُمَّ لَا اَجْرَ اِلَّا اَجْرُكَ سعد بن وقاص نیز فرس در دجلہ افگند
و خداوند چناں ایشاں را بکنار آورد کہ ہیچ کس را زیانے و زحمتے نرسید

ترجمہ۔

اس وقت سرداران و سالارانِ لشکر اور سارے لشکر نے مل کر گھوڑوں کو للکارا اور انہیں دریا میں ڈال دیا۔ تکبیر و تہلیل کہنی شروع کی اور اللہ کو ان الفاظ میں یاد کرنا شروع کیا۔ اے اللہ تو ہی اجر دینے والا ہے سعد بن ابی وقاص نے بھی دریا میں گھوڑا ڈال دیا۔ اللہ نے انہیں اس طرح دریا سے نکالا کہ کسی کا کچھ زیاں نہ ہوا۔

آگے جو کچھ ہوا وہ مختصراً یہ ہے کہ دریائے دجلہ کے قریب ہی آباد شہر مدائن میں چونکہ لشکر کفار آ داخل ہوا تھا وہاں حصار شہر پر کھڑے کفار نے لشکر اسلامی کا اس شان سے دریا عبور کرنا دیکھا تو یزدجرد پکار اٹھا یہ انسان نہیں دیو ہیں۔ اور یہ کہہ کر شہر خالی کر جانے کا حکم دے دیا۔ جب فاروقی لشکر مدائن میں داخل ہوا تو ایک فرد بھی وہاں نہ تھا۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد دوم ص۶۲ و ص۶۳)

**معلوم ہوا** فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رسول کریم کے انہی خلفاء میں سے ہیں۔ جن کی خلافت کا اللہ نے اپنے رسول سے وعدہ فرمایا اور یہ بھی وعدہ فرمایا کہ ان خلفا کے دور میں اسلام کو زمین میں غلبہ حاصل ہوگا دیکھئے آیۂ استخلاف پارہ ۱۸ رکوع ۱۳

چنانچہ شیعہ مؤرخین نے ثابت کر دیا کہ وہ غلبہ اسلام دورِ فاروقی میں ظاہر ہوا اور اعتراف کر لیا کہ خلافتِ فاروقی وعدہ قرآنی کا صحیح مصداق ہے۔

# فاروق اعظم خنجر کے زخموں سے تڑپتے رہے مگر لوگوں کو نماز مکمل کرنیکا حکم دیا

## ناسخ التواریخ:

اینوقت ابو لؤلؤ از صف جدا شد و بر عمر در آمد و او را از چپ و راست شش ضربت بزد بر بازو و شکم و از ان زخمہا زخمے گراں بر زیر ناف آمد و از پائے در افتاد و بانگ در داد کہ عبدالرحمان کجاست گفتند حاضر است گفت از پیش روئے صف شو و نماز را بپائے بر د عبدالرحمٰن بپیش شد و در رکعت اول فاتحہ و قل یاایہاالکافرون قرأت کرد و در رکعت ثانی قل ہو اللہ احد بخواند۔

(ناسخ التواریخ خلفاء جلد سوم ص ۹۴ طبع جدید

ترجمہ

اس وقت (جب نماز شروع ہو گئی) ابو لؤلؤ صف میں سے آگے نکلا اور عمر فاروق (امام) پر حملہ آور ہوا اور دائیں بائیں سے بازو اور پیٹ پر چھ زخم لگائے ان میں سے زیادہ گہرا زخم ناف کے نیچے آیا۔ اور عمر فاروق گر پڑے اور باآواز بلند کہا عبدالرحمٰن کہاں ہے کہا۔ گیا حاضر ہے۔ فرمایا صف سے آگے آئے اور نماز مکمل کروائے عبدالرحمٰن آگے آئے اور پہلی رکعت میں قل یاایہاالکافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ احد پڑھی۔

## نتیجہ:

قرآن کریم میں رب العالمین نے ارشاد فرمایا۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝

ترجمہ۔

اور اللہ ضرور مدد فرمائے گا۔ اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا۔ وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قبضہ (حکومت) دیں تو وہ نماز قائم کریں زکوٰۃ دیں بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ کے لیے ہے سب کاموں کا انجام یعنی جو اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں تو اللہ ان کی مدد کرتا ہے وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر انہیں اللہ زمین میں حکومت دیدے تو نماز قائم کرتے زکوٰۃ دیتے نیکی کا حکم اور برائی سے نہی کرتے ہیں۔

اس آیہ مبارکہ کو پڑھنے کے بعد جب ہم ناسخ التواریخ کا ذکر کردہ مذکورہ واقعہ دیکھتے ہیں تو ہمیں عمر فاروق کی سیرت اس آیہ مبارکہ کی عملی تفسیر نظر آتی ہے۔ آخر اس سے بڑی امر بالمعروف اور نماز قائم کروانے کی اہم مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ زخموں سے عمر فاروق تڑپ رہے ہیں اور جاں بلب ہیں مگر ایسی حالت میں بھی اپنی کی مطلق پرواہ نہیں اور فریضۂ نماز میں خلل آپ کو ناقابل برداشت ہے۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عمر فاروق کی حکومت عین منشاء الٰہی کے مطابق ہے۔

# فاروق اعظم جب بیت المقدس گئے تو بدن پر پیوند لگی گدڑی تھی، کبر پیدا ہونے کے خوف سے گھوڑے سے اتر آئے

## ناسخ التواریخ:

جب ابو عبیدہ بن جراح کی امارت میں لشکر اسلام نے بیت المقدس شہر کا محاصرہ کیا تو شہر کے پادری اس شرط پر اہل اسلام کے لیے شہر کا دروازہ کھولنے پر بضد ہوئے کہ خلیفۃ المسلمین عمر رضی اللہ عنہ خود یہاں آئیں۔ چنانچہ آپ کو خط لکھا گیا آپ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور ان کے کہنے پر بیت المقدس کے سفر پر روانہ ہوئے دیکھئے ناسخ التواریخ تاریخ خلفا جلد دوم ص۱۸۶ جب آپ بیت المقدس کے قریب لشکر اسلام کی قیام گاہ میں پہنچے تو جو کچھ آپ کے احوال تھے معتبر شیعہ مؤرخ مرزا تقی کی زبانی سنیئے۔

بر تن مرقعے از صوف داشت کہ چہاردہ رقعہ بر آں بستہ بود مسلماناں گفتند اگر ایں جامہ را بانیکو تر ازیں بدل کنی و از شتر بزیر آمدہ بر اسپ سوار شوی خوف و ہراس تو در دل اعدا افزوں افتد عمر پذیرفت و جامہ سفید بپوشید و بر اسپے سوار شد۔ چوں گامے دو برفت و طبع او را از رفتار اسپ نشاطے و انبساطے حاصل گشت بے توانی از اسپ پیادہ گشت و گفت بلغزش من رضا مدہید بیم بود کہ امیر شما ہلاک گردد چہ از رسول خدا شنیدم کہ فرمود لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ کِبْرٍ وَلَا یَدْخُلُ النَّارَ مَنْ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفا جلد دوم ص۱۸۷ طبع جدید)

ترجمہ۔ اس وقت آپ کے بدن پر صوف کی پیوند لگی گدڑی تھی جس میں چودہ جگہ

(گدڑی کے پھٹ جانے پر) پیوند لگے ہوئے تھے مسلمانوں نے کہا۔
(آپ نے عیسائی سرداروں، پادریوں کے سامنے جانا ہے) اگر اس کی جگہ آپ
اچھا لباس پہن لیں اور اونٹ سے اتر آئیں اور گھوڑے پر بیٹھ جائیں تو
اس سے آپ کے دشمنوں کے دلوں میں آپ کا خوف اور رعب پڑے گا۔
عمر فاروق نے یہ بات پسند کی اور سفید لباس پہن کر گھوڑے پر سوار ہوئے
جب گھوڑا دو قدم چلا تو اس کی رفتار سے آپ کے دل میں ایک سرور پیدا ہوا
تو آپ فوراً گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور پیدل چلنا شروع کر دیا اور فرمایا
مجھے لغزش دینا چاہتے ہو خطرہ تھا کہ تمہارا امیر (خلیفہ) ہلاک ہو جاتا کیونکہ
میں نے رسول خدا سے سنا ہے۔ کہ وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے دل
میں رائی کے دانہ برابر تکبر ہو اور وہ شخص جہنم میں نہ جائے گا کہ جس کے دل میں رائی
برابر ایمان ہو۔

آگے صفحہ ۱۸۸ پر مرزا تقی لکھتا ہے کہ اگلے روز جب آپ عیسائیوں کے پادریوں اور عظیم سرداروں کے سامنے پیش ہوئے جو بیت المقدس کی فصیل پر چڑھے ہوئے تھے انہوں نے عمر فاروق کو دیکھتے ہی پکارا کھول دو دروازہ کھول دو۔

ناظرین یہ ہے وہ فاروقی عظمت وہیبت جو رب ذوالجلال نے فاروق اعظم کو عطا فرمائی اور ساتھ ہی یہ ہے آپ کا خوف خدا کہ باوجود اتنی بڑی سلطنت کا عظیم فرمانروا ہونے کے جب عیسائی دنیا کے سامنے پیش ہونے گئے تو دل میں خوف خدا کے سوا کچھ نہ تھا۔ اور بدن پر پیوند پہ پیوند لگی گدڑی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اور یہ سب کچھ معتبر شیعہ مؤرخ کی زبانی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارہ میں رب فرماتا ہے۔ من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب فبشرہ بمغفرۃ و اجر کریم۔ جس نے ذکر (قرآن) کی اتباع کی اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرا اسے بخشش اور بڑے اجر کی بشارت دے دیں۔

# فضائل عثمان غنی رضی اللہ عنہ از کتب شیعہ

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ عثمان غنی کا ہاتھ قرار دے ان کی طرف سے بیعت کی۔ دیگر فرمایا عثمان میرے بغیر طواف کعبہ نہیں کرے گا

### فضیلت ۱

فروع کافی: فَجَلَسَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُبِسَ عُثْمَانُ فِيْ عَسْكَرِ الْمُشْرِكِيْنَ وَبَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَرَبَ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى بِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰى لِعُثْمَانَ قَدْ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى مِنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَحَلَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطُفْتَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاَطُوْفَ بِالْبَيْتِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَطُفْ بِهٖ۔

(فروع کافی جلد نمبر ۸ کتاب الروضہ باب صلح حدیبیہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(مشرکین کا سفیر) سہیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں بیٹھا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مشرکین کے لشکر میں قیدی بنا لیے گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے غائبانہ بیعت فرمائی۔ مسلمانوں نے کہا عثمان خوش قسمت ہے جس نے طواف کعبہ

کیا۔ صفا و مروہ کی سعی کی اور محل ہو گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عثمان نے ایسا نہیں کیا ہو گا۔ جب حضرت عثمان حاضر ہوئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ کیا تو نے طواف بیت اللہ کیا؟ کہنے لگے۔ میں کس طرح طواف کر سکتا ہوں۔ جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طواف نہیں کیا۔

**فضیلت ۲:**

## ارشاد نبی علیہ السلام۔ ہم دم عثمان کے بدلہ میں کفار سے جنگ کریں گے

**حیات القلوب:** و بروایت شیخ طبرسی چوں مشرکان عثمان را حبس کردند۔ و خبر بہ حضرت رسید کہ اور اکشتند۔ حضرت فرمود۔ کہ ازیں جا حرکت نمیکنم تا ایشاں قتال کنم۔ و مردم را بسوئے بیعت دعوت نمایم و برگشت و پشت مبارک بدرخت داد و تکیہ داد و صحابہ بر آنحضرت بیعت کردند۔ کہ با مشرکان جہاد کنند و نگریزند۔ و بروایت کلینی حضرت یکدست خود را بر دست دیگر زد و از برائے عثمان بیعت گرفت کہ چوں بیعت را بشکنند گناہش عظیم تر و عقابش شدید تر باشد۔ پس مسلمانان گفتند خوشا حال عثمان کہ طواف کرد و سعی میان صفا و مروہ کرد و محل شد۔ حضرت فرمود۔ نخواہد کرد۔ چوں عثمان آمد حضرت پرسید کہ طواف کردی گفت چوں طواف نکردہ بودی من نکردم۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۴۱۶ مطبوعہ نولکشور باب سی و ہشتم در بیان غزوہ حدیبیہ)

ترجمہ: طبرسی کی روایت کے مطابق جب مشرکین نے حضرت عثمان کو قید کر لیا۔ اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ کہ مشرکین نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہم مشرکین کے ساتھ لڑائی کیے بغیر یہاں سے حرکت نہیں کریں گے۔ ہم لوگوں کو بیعت کرنے کو کہتے ہیں۔ آپ لوٹے اور پشت انور ایک درخت کے ساتھ لگا دی۔ اور صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ کہ ہم مشرکین کے ساتھ جہاد کریں گے۔ اور بھاگیں گے نہیں "کلینی" کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی۔ تاکہ اس بیعت کے توڑنے اور چھوڑنے پر بہت بڑا گناہ اور سخت سزا ہو۔ مسلمانوں نے کہا۔ حضرت عثمان خوش قسمت ہیں۔ کہ طواف بھی کیا۔ اور صفا مروہ کی سعی کرنے کے بعد مُحِل بھی ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُس نے ایسا نہیں کیا ہو گا۔ پھر جب عثمان حاضر خدمت ہوئے۔ تو آپ نے پوچھا۔ عثمان! کیا طواف کیا ہے؟ کہنے لگے۔ جب آپ نے طواف نہیں کیا۔ تو میں نے بھی نہیں کیا۔

## فضیلت ۳

**حملہ حیدری**

بوسید عثمان زمین در ماں — بمقصد رواں شد چو تیر از کماں
چوں اور فت اصحاب روز دگر — بگفتند چندیں بہ خیر البشر
خوشا حال عثمان با احترام — کہ شد قسمتش حج بیت الحرام
رسول خدا چوں شنید ایں سخن — بیاسخ چنیں گفت با انجمن
لعثمان نہ دادیم ما ایں گماں — کہ تنہا کند طواف آں آستاں

باب فرستادن رسول خدا عثمان بن عثمان بنزد ابوسفیان

(حملہ حیدری ص ۱۱۹ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت ادب و احترام کے ساتھ اپنے مقصد کی

طرف چل پڑے، جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے۔ ان کے چلے جانے کے بعد دوسرے دن صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کہ عثمان بڑے خوش قسمت انسان ہیں۔ جن کی قسمت میں حج بیت اللہ لکھا گیا۔ جب اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا۔ تو فرمایا۔ ہمیں عثمان کے بارے میں یہ گمان نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ ہمارے بغیر خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔

## ان تین حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے

۱ ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان غنی پر مکمل اعتماد تھا۔ اسی اعتماد کی وجہ سے آپ نے ان کو جانی دشمن کفار کے ساتھ گفت گو کرنے کے لیے۔ اپنا سفیر و نمائندہ بنا کر بھیجا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر اعتماد نہ تھا۔ تو پھر ان کا انتخاب نہ ہوتا۔

۲ ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا چرچا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔ تو قسمیہ فرمایا۔ کہ میں بدلہ لیے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے قریب و محبوب تھے۔

۳ ۔ حضرت عثمان غنی کے لیے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی۔ تو سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت علی المرتضیٰ تھے۔

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۵۸۲ پر مذکور ہے۔ زیر آیت لقد رضی اللہ عن المؤمنین الخ)

**تفسیر صافی**

عَنْ صَادِقٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ کَتَبَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلٰی مُعَاوِیَۃَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ بَایَعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امیر معاویہ کو خط لکھا۔ اور اس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ درخت

کے نیچے سب سے پہلے بیعت کرنے والا میں ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ کو حضرت عثمان سے بہت محبت تھی۔ یہ بیعت جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے ہوئی۔ اللہ کو اس قدر پسند آئی۔ اور تمام بیعت کرنے والوں کو اپنی رضامندی کا حق دار بنا دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرما دیا۔ کہ جن لوگوں نے مقام حدیبیہ پر بیعت کی۔ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ ملاحظہ ہو۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۲۶۵ زیر آیت من یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری الخ)

**منہج الصادقین**: از جابر مروی است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ یک کس دوزخ نہ رود از آں مومناں کہ در زیر درخت سمرہ بیعت کردند۔ یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جن مومنوں نے درخت کیکر کے نیچے بیعت کی تھی۔ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بیعت اتنی پسند آئی۔ کہ اس میں شریک افراد کے لیے اس نے اپنی رضا کا اعلان فرمایا۔ اسی لیے اسے "بیعت رضوان" بھی کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ کی رضا کے اعلان کو سنا۔ تو چاہا۔ کہ اس رضامندئ خدا میں حضرت عثمان بھی شریک ہو جائیں۔ لہٰذا اپنا ایک ہاتھ اُن کا ہاتھ شمار کر کے ان کی طرف سے بھی بیعت کر لی۔ اور اس طرح آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی "بیعت رضوان" میں داخل فرما لیا۔

**لمحہ فکریہ:**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے لیے اپنا ہاتھ بطور بیعت مقرر فرمایا۔ یہ ایک ایسا اعزاز ہے۔ جو کسی دوسرے صحابی کو میسر نہ ہوا۔ اور اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ اور اللہ نے فرمایا۔ ان الذین

یبا یعونك انما یبا یعون اللہ الخ (جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔ انہوں نے یقیناً اللہ سے بیعت کی۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے) تو ان دونوں مقدمات کو سامنے رکھ کر نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ عثمان غنی کا ہاتھ حضور کا ہاتھ اور حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ۔ لہٰذا عثمان غنی کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوا۔ جب عثمان غنی کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ٹھہرا۔ تو پھر کب ممکن کہ ان کے ہاتھ سے جو قرآن لکھا اور جمع کیا جائے۔ اس میں تحریف ہو۔

ایسی شخصیت جس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوا اور جس کے بارے میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بیعت رضوان" میں شامل کوئی فرد دوزخی نہیں۔ تو ایسی شخصیت کے لیے اسے شیعو! تم (معاذ اللہ) دوزخی ہونے کا عقیدہ رکھو۔ اور یہی گندہ اور باطل عقیدہ لکھتے پھرو۔ "شرم تم کو مگر نہیں آتی"

**فضیلت ۴:**

نہج البلاغہ | اِنَّ النَّاسَ وَرَائِیْ وَقَدِ اسْتَسْفَرُوْنِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهُمْ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لَكَ مَا اَعْرِفُ شَیْئًا تَجْهَلُهٗ وَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی اَمْرٍ لَا تَعْرِفُهٗ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ مَا سَبَقْنَاكَ اِلٰی شَیْءٍ فَنُخْبِرُكَ عَنْهُ وَلَا خَلَوْنَا بِشَیْءٍ فَنُبَلِّغُكُمْ وَقَدْ رَاَیْتَ كَمَا رَاَیْنَا وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَمَا صَحِبْنَا وَمَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ اَوْلٰی بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَشِیْجَةَ رَحِمٍ مِنْهُمَا وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهٖ مَا لَمْ یَنَالَا۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۶۴ ص ۲۳۴ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ :

جب خلیفہ ثالث کے عہد میں کھلم کھلا شرع کی مخالفت ہونے لگی۔ تو لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے۔ اور خلیفہ صاحب کی ان ناپسندیدہ حرکات کی شکایت کی۔ اور درخواست کی۔ کہ آپ ہی ان حضرات کو سمجھائیں۔ تو آپ خلیفہ صاحب کے پاس گئے اور فرمایا۔ "لوگ میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔ اور مجھے اپنے اور تیرے درمیان سفیر بنا کر بھیجا ہے۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ تجھ سے کیا کہوں؟ میں اس چیز کو نہیں جانتا جس سے تو جاہل ہو۔ میں کسی ایسے امر پر تجھے رہنمائی نہیں کرتا۔ جسے تو نہ پہنچانتا ہو۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں۔ وہی تو بھی جانتا ہے۔ ہم نے کسی چیز میں تجھ پر سبقت نہیں کی۔ جس سے تجھے خبردار کریں۔ ہم تجھ سے کسی امر میں جدا نہیں جو اُسے تجھ تک پہنچائیں۔ بے شک جو کچھ ہم نے دیکھا ہے۔ وہی تو نے بھی دیکھا ہے۔ جو کچھ ہم نے سنا ہے۔ وہی تو نے بھی سنا ہے جیسا ہم نے رسول کی مصاحبت کی ہے۔ ویسی ہی تو نے بھی کی ہے۔ ابن خطاب اور ابن ابی قحافہ عمل حق میں تجھ سے افضل اور اولیٰ نہیں۔ تو رسول اللہ سے از روئے وصلت خویشی بہ نسبت ان دونوں کے قریب تر ہے۔ تو دامادی پیغمبر کی اس مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے۔ جس تک یہ دونوں نہیں پہنچے۔

(نیرنگ فصاحت ص ۲۲۶)

## مذکورہ خطبہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایک معتبر عالم سمجھتے تھے اسی لیے آپ نے فرمایا۔ کہ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا۔ جو تجھے معلوم نہ ہو۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو کسی نیکی میں عثمان غنی پر سبقت نہیں دیتے تھے۔

لہذا فرمایا۔ میں تم سے کسی بات میں سبقت نہیں رکھتا۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی کو صحبت نبوی کے حصول میں اپنی مثل سمجھتے تھے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک صحابی رسول اور کامل الایمان ہونے میں ان کے ہم مرتبہ ہیں۔ کیونکہ کافر یا منافق کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کرنا ایک کامل الایمان کی صحبت کی مثل ہرگز نہیں ہو سکتا۔

۴۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت سے فضائل میں ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم کی طرح تھے۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کی نسبت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو افضل سمجھتے تھے۔

## لمحہ فکریہ:

اس روایت سے جہاں یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک حضرت عثمان غنی کامل الایمان تھے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ دامادِ رسول ہونے کی جہت سے اِن کا مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے زیادہ قریب ہے۔

## فضیلت ۵: آسمانوں سے ہر روز ندا آتی ہے کہ عثمان اور اس کے متبعین جنتی ہیں

**فروع کافی**

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْحَلَبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِخْتِلَافُ بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمَحْتُوْمِ وَالنِّدَاءُ مِنَ الْمَحْتُوْمِ قُلْتُ كَيْفَ النِّدَاءُ قَالَ يُنَادِيْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ اَوَّلَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عَلِيًّا وَشِيْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ قَالَ يُنَادِيْ مُنَادٍ اٰخِرَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عُثْمَانَ وَشِيْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ (فروع کافی جلد ۸ کتاب الروضہ ص ۳۱۰ طبع جدید مطبوعہ تہران باب علامات قیام القائم علیہ السلام)

ترجمہ:

محمد بن علی الحلبی سے روایت ہے۔ کہ میں نے ابو عبداللہ امام صادق رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ فرماتے ہیں۔ بنی عباس کا اختلاف بھی یقینی ہے۔ اور ندا بھی یقینی ہے میں نے پوچھا۔ ندا کیسی ہے؟ کہنے لگے۔ ایک آواز دینے والا دن کے شروع ہوتے آسمان سے ندا کرتا ہے۔ کہ آگاہ رہو۔ بے شک علی اور ان کے پیروہی کامیاب ہیں۔ پھر کہا۔ کہ دن کے آخر وقت بھی ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ خبردار! عثمان اور ان کے متبعین ہی کامیاب و کامران ہیں۔

## لمحہ فکریہ:

روایت مذکورہ ایسی کتاب سے منقول کی گئی۔ جو امام غائب کی مصدقہ ہے۔ اور اسے امام جعفر صادق سے نقل کیا گیا ہے۔ اس لیے اس روایت کے سچا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ امام صادق کے الفاظ بھی یہی بتاتے ہیں۔ کہ جو ندا ہے وہ بھی یقینی ہے۔ جب کہ امام غائب اور امام جعفر صادق کی روایت و تصدیق غلط نہیں ہو سکتی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ اور ان کے پیروکار سچے ہیں۔ اسی طرح ایک ندا، حضرت عثمان اور ان کے پیروؤں کی صداقت میں آتی ہے۔ یعنی دونوں بمعہ اپنے متبعین کے کامیاب و سرخرو ہیں۔ یہ نداء آسمانی ہے۔ جو یقیناً اللہ کی طرف سے ہوگی۔ تو ان کی کامیابی میں شک کرنے والا دراصل امام غائب اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کو جھٹلانے والا ہے۔ اور اس وجہ سے وہ بدبخت اور ملعون ہوگا۔

## فضیلت ۶: رسولِ کریم نے متعدد داماد ہونے کے باعث عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی بیٹی کو ہجرت حبشہ میں بھیج دیا

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ

الدمع الآیہ) کی تفسیر کرتے ہوئے "علامہ طبرسی" نے یوں نقل کیا ہے۔

**مجمع البیان** | نَزَلَتْ فِی النَّجَاشِیِّ وَ اَصْحَابِهٖ قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ اِئْتَمَرَتْ قُرَیْشٌ اَنْ یُّفْتِنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ عَنْ دِیْنِهِمْ فَوَثَبَتْ کُلُّ قَبِیْلَةٍ عَلٰی مَنْ فِیْهَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یُؤْذُوْنَهُمْ وَ یُعَذِّبُوْنَهُمْ فَافْتَتَنَ مَنْ اِفْتَتَنَ وَ عَصَمَ اللّٰهُ مِنْهُمْ مَنْ شَاءَ وَمَنَعَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ بِعَمِّهٖ اَبِیْ طَالِبٍ فَلَمَّا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بِاَصْحَابِهٖ وَلَمْ یَقْدِرْ عَلٰی مَنْعِهِمْ وَلَمْ یُؤْمَرْ بَعْدُ بِالْجِهَادِ اَمَرَهُمْ بِالْخُرُوْجِ اِلٰی اَرْضِ الْحَبْشَةِ وَ قَالَ اِنَّ بِهَا مَلِکًا صَالِحًا لَا یُظْلَمُ عِنْدَهٗ اَحَدٌ فَاخْرُجُوْا اِلَیْهِ حَتّٰی یَجْعَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ فَرَجًا وَ اَرَادَ بِهِ النَّجَاشِیَّ وَ اِسْمُهٗ اَصْحَمَةُ وَهُوَ بِالْحَبْشِیَّةِ عَطِیَّةٌ وَاِنَّمَا النَّجَاشِیُّ اِسْمُ الْمَلِکِ کَقَوْلِهِمْ تُبَّعٌ وَ کِسْرٰی وَ قَیْصَرُ فَخَرَجَ اِلَیْهَا سِرًّا اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا وَ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ وَهُمْ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَاِمْرَاَتُهٗ رُقَیَّةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَالزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَاَبُوْ حُذَیْفَةَ ابْنُ عُتْبَةَ وَاِمْرَاَتُهٗ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَیْلِ بْنِ عَمْرٍو وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ وَ اَبُوْ سَلْمَةَ بْنُ عَبْدِ الْاَسَدِ وَاِمْرَاَتُهٗ اُمُّ سَلْمَةَ بِنْتُ اَبِیْ اُمَیَّةَ وَعُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ وَعَامِرُ بْنُ رَبِیْعَةَ وَ اِمْرَاَتُهٗ لَیْلٰی بِنْتُ اَبِیْ خَیْثَمَةَ وَحَاطِبُ بْنُ عَمْرٍو وَسَهْلُ بْنُ الْبَیْضَاءِ۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ۲ جزء ۳ ص ۲۲۳)

**ترجمہ:**

آیت کریمہ "واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینهم الخ" نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل کی گئی۔ مفسرین نے کہا، کہ قریش

نے باہم مشورہ کیا کہ مومنین کو ان کے دین کی وجہ سے تنگ کیا جائے۔ لہذا ہر قبیلہ والوں نے اپنے قبیلے کے مسلمانوں کو اذیت اور تکلیف پہنچانا شروع کر دی۔ جو اس فتنہ کی زد میں آ گیا سو آ گیا۔ اور جسے ان میں سے اللہ نے بچایا وہ بچ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے چچا ابو طالب کے ذریعہ محفوظ رکھا۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے یہ سب کچھ اذیتناک سلوک دیکھا۔ تو ایسے میں ان کو روکنے کی قوت بھی نہ تھی۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ابھی جہاد کا حکم دیا تھا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ اور فرمایا۔ حبشہ کا بادشاہ ایک نیک اور عادل حکمران ہے۔ خود بھی ظلم نہیں کرتا۔ اور کسی پر ظلم ہونے بھی نہیں دیتا۔ تم حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ حتیٰ کہ ایک وقت اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قوت اور تائید سے نوازے گا۔ نجاشی کا اصل نام "اصحمہ" تھا۔ حبشی زبان میں اس کا معنی "عطیہ" ہے۔ جس طرح تبع و کسریٰ اور قیصر مختلف ممالک کے سربراہوں کے لقب ہوتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق گیارہ مرد اور چار عورتیں حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ وہ یہ ہیں۔ عثمان[1] بن عفان ان کی زوجہ رقیہ[2] بنت رسول اللہ زبیر[3] بن عوام عبداللہ[4] بن مسعود عبدالرحمٰن[5] بن عوف ابوحذیفہ[6] بن عتبہ ان کی بیوی سہلہ[7] بنت سہیل بن عمر مصعب[8] بن عمیر ابوسلمہ[9] بن عبدالاسود ان کی بیوی ام سلمہ[10] بنت ابی امیہ عثمان[11] بن مظعون عامر[12] بن ربیعہ ان کی عورت لیلیٰ[13] بنت ابی خیثمہ حاطب[14] بن عمر اور سہیل[15] بن البیضاء رضی اللہ عنہم اجمعین۔

# روایت مذکورہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل فضائل ثابت ہوئے

۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہجرت صرف کفار کے مظالم کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر فرمائی۔ یہی بات تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جز ہفتم ص ۸۷ زیر آیت الذین اخرجوا من دیارھم سورہ حج آیت ۴۱ پر یوں مذکور ہے "حبشہ میں گئے والے مہاجرین کا اس کے سوا کوئی جرم نہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔"

۲۔ حضرت عثمان غنی کی ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل تھی۔

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسے قابل اعتماد داماد رسول تھے۔ کہ آپ نے اپنی بیٹی، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو حبشہ کی طرف ہجرت کرتے وقت ان کے ساتھ بھیج دیا۔

**مختصر یہ کہ:**

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ باوجود صاحب ثروت ہونے کے محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سب کچھ چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور اسلام کی خاطر ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں۔ تو یہ سب کچھ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ تھا۔ لہذا قرآن پاک میں مہاجرین کے جتنے فضائل بیان ہوئے۔ ان تمام کے بدرجہ اتم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مصداق تھے۔

## فضیلت ۷: سیدہ فاطمہ کے حق مہر اور جہیز کا انتظام حضرت عثمان نے کیا

کشف الغمہ

قَالَ عَلِیٌّ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا اَبَا الْحَسَنِ اِنْطَلِقْ اَلْاٰنَ فَبِعْ دِرْعَکَ وَاْتِنِیْ بِثَمَنِہٖ حَتّٰی اُھَیِّیَٔ لَکَ وَلِاِبْنَتِیْ فَاطِمَۃَ مَا یُصْلِحُکُمَا قَالَ عَلِیٌّ فَانْطَلَقْتُ وَبِعْتُہٗ بِاَرْبَعِ مِائَۃِ دِرْھَمٍ سُوْدٍ ھَجَرِیَّۃٍ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَلَمَّا

قَبَضْتُ الدَّرَاهِمَ مِنْهُ وَ قَبَضَ الدِّرْعَ مِنِّيْ قَالَ يَا اَبَا الْحَسَنِ لَسْتُ اَوْلٰى بِالدِّرْعِ مِنْكَ وَ اَنْتَ اَوْلٰى بِالدَّرَاهِمِ مِنِّيْ؟ فَقُلْتُ بَلٰى قَالَ فَاِنَّ الدِّرْعَ هَدِيَّةٌ مِنِّيْ اِلَيْكَ فَاَخَذْتُ الدِّرْعَ وَ الدَّرَاهِمَ وَ اَقْبَلْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَرَحْتُ الدِّرْعَ وَ الدَّرَاهِمَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ اَخْبَرْتُهُ بِمَا كَانَ مِنْ اَمْرِ عُثْمَانَ فَدَعَا لَهُ بِخَيْرٍ وَ قَبَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْضَةً مِنَ الدَّرَاهِمِ وَ دَعَا بِاَبِيْ بَكْرٍ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ وَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ اِشْتَرِ بِهٰذِهِ الدَّرَاهِمِ لِاِبْنَتِيْ مَا يَصْلَحُ لَهَا فِيْ بَيْتِهَا وَ بَعَثَ مَعَهُ سَلْمَانَ الْفَارِسِيَّ وَ بِلَالًا لِيُعِيْنَاهُ عَلٰى حَمْلِ مَا يَشْتَرِيْهِ ـ

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اوّل ص ۳۵۹ مطبوعہ تبریز طبع جدید

باب تزویج فاطمہ)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا۔ اے ابوالحسن! ابھی جاؤ اور اپنی زرہ بیچ کر جو قیمت ملے۔ میرے پاس لے آؤ۔ تاکہ میں اس سے تمہارے لیے اور اپنی بیٹی کے لیے شادی کا ضروری سامان تیار کر دوں۔ میں گیا۔ اور چار سو دراہم کے بدلے وہ زرہ حضرت عثمان کے ہاتھ فروخت کر دی۔ جب میں نے قیمت وصول کر لی۔ اور عثمان نے زرہ پر قبضہ کر لیا۔ تو عثمان نے کہا۔ اے ابوالحسن۔ کیا اس زرہ کا تم سے زیادہ مستحق نہیں۔ اور تم ان دراہم کے مجھ سے زیادہ مستحق ہو۔ تو میں نے کہا۔ ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ تو عثمان غنی نے کہا۔ میں یہ زرہ تمہیں بطور ہدیہ دیتا ہوں۔ میں نے دراہم اور

زرہ دونوں سے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ درہم اور زرہ آپ کے سامنے رکھ کر حضرت عثمان کا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ پھر آپ نے مٹھی بھر درہم سے کر ابو بکر صدیق کو بلا کر انہیں دے دیئے۔ اور فرمایا۔ اے ابو بکر! ان دراہم سے میری بیٹی کے لیے گھر کا ضروری سامان خرید لاؤ۔ ابو بکر صدیق کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی اور بلال رضی اللہ عنہما کو بھی بھیجا۔ تاکہ اس سامان کے اٹھانے میں یہ دونوں ابو بکر صدیق کی مدد کریں۔

# عبارت مذکورہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بوقت ضرورت نگاہ انتخاب حضرت عثمان غنی پر پڑی۔ اور ان کے ہاتھ زرہ بیچنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بعض قرائن سے جانتے تھے۔ کہ عثمان مجھ سے زرہ لے کر بعد قیمت واپس کر دیں گے۔

۲۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اتنی ہمدردی اور محبت تھی۔ کہ زرہ کے دام دے کر پھر بطور ہدیہ زرہ بھی واپس کر دی۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس ہمدردی اور معاونت کو دیکھ کر ان کے لیے غائبانہ دعائے خیر فرمائی۔

## غور طلب بات:

مذکورہ روایت کے ضمن میں تحریر کردہ امور سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی اگرچہ داماد رسول تھے۔ لیکن اس رشتہ کے علاوہ انہیں اہل بیت سے گہری عقیدت اور محبت بھی تھی۔ جس کی وجہ سے دختر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے جہیز کے لیے آپ نے بن مانگے امداد کی۔ زرہ تو عام قیمت کے حساب سے تین درہم کی تھی لیکن دولت

کے پیشِ نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانچ سو درہم مانگے۔ تو انہوں نے بلا قیل و قال پانچ سو درہم قیمت چکائی۔ "ملاحظہ ہو" بحار الانوار" کی عبارت۔

بحار الانوار: سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ زَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ عَلٰى دِرْعٍ حُطَمِيَّةٍ يَسْوٰى ثَلَاثِيْنَ دِرْهَمًا

(باب کیفیہ معاشر تہامع علی بحار الانوار جلد ۱ طبع قدیم ص ۴۵)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی ایک حطمی ذرہ کے عوض کی۔ جو تیس درہم قیمت کی تھی۔

باقر مجلسی" آگے چل کر لکھتا ہے۔ جہاں اس نے اختلاف روایات کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اَنْ يُقَالَ اَنَّهُ كَانَ يَسْوٰى ثَلٰثِيْنَ دِرْهَمًا لٰكِنْ بِيْعَ بِخَمْسِ مِائَةِ دِرْهَمٍ۔

(بحار الانوار جلد ۱ طبع قدیم باب کیفیہ معاشر تہامع علی)

یعنی مختلف روایات قیمت میں تطبیق اس طرح ہو گی۔ کہ اصل بازاری قیمت تو اس ذرہ کی تیس درہم ہی تھی۔ مگر فروخت پانچ سو درہم میں ہوئی۔

## مقام غور:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو عرب کے مشہور تاجر تھے۔ وہ بازاری قیمت سے بخوبی واقف تھے۔ اور یہ ناممکن تھا۔ کہ تیس درہم کی ذرہ آپ پانچ سو کی خریدتے۔ صرف بات یہ تھی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ ذرہ بیچنے عثمان غنی کے پاس گئے۔ ورنہ آپ جانتے تھے۔ کہ عثمان غنی یہ ذرہ نہیں خریدیں گے۔ بلکہ جو ضرورت در پیش ہے۔ وہ بلا معاوضہ واحسان فوراً پوری کر دیں گے۔ اسی لیے پانچ سو درہم

قیمت بھی دے دی۔ اور زرہ بھی واپس کر دی۔

شیعہ لوگوں کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ جس شخص نے تیس درہم کی زرہ پانچ سو درہم میں خریدی اور پھر زرہ بھی واپس کر دی۔ اس میں کیا راز تھا۔؟ یہی بات تھی۔ کہ حضرت عثمان غنی زیادہ سے زیادہ بنتِ رسول کے جہیز میں امداد کرنا چاہتے تھے۔ اسی جذبہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ اور تم ہو۔ کہ زبانِ طعن دراز کرتے ہو۔ کبھی عثمان غنی کو یہودی اور کبھی خارج از اسلام مرتد (معاذ اللہ) کہتے ہو۔ تم خود فیصلہ کرو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہارا کیا تعلق ہے؟ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں اس قسم کے الفاظ استعمال کر کے تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی ایذا پہنچائی۔؟

## فضیلت ۸: بدر میں عدم شرکت کے باوجود نبی علیہ السلام نے عثمان کو بدر کا حصہ دیا

**التنبیہ والاشراف** عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ تَخَلَّفَ عَنْ بَدْرٍ لِمَرَضِ رُقَيَّةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَجْرِيْ؟ قَالَ وَاَجْرُكَ الخ

(۱) (التنبیہ والاشراف للمسعودی ص ۲۰۵ طبع مصر القاہرہ، تحت السنۃ الثانیہ)

(۲) اعلام الوری مصنفہ فضل ابن حسن طبرسی ص ۱۴۸ ذکر ازواج النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم واولادہ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنائم میں سے حضرت عثمان کا حصہ مقرر فرمایا۔ اس پر حضرت عثمان نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا غزوہ میں شرکت کا اجر و ثواب بھی ملے گا؟ فرمایا۔ اجر و ثواب بھی

ملے گا۔

**خلاصہ:** اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ اگرچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شرکت نہ فرما سکے۔ لیکن بایں ہمہ آپ نے انہیں مال غنیمت بھی دیا۔ اور اجر و ثواب میں شریک فرما کر انہیں "بدری صحابہ" میں شامل فرما لیا۔ لہٰذا جو لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اس موقعہ پر موت کے ڈر سے پیچھے رہ جانے کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ سراسر لغو اور بے ہودہ الزام ہے۔ اگر واقعی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بدر سے فرار کا بہانہ تراشتے۔ اور موت کے ڈر سے شرکت نہ کرتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ انہیں مال غنیمت کا حصہ دیتے۔ اور نہ ہی اجر و ثواب کا وعدہ بلکہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ حضرت رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمار داری کے لیے انہیں پیچھے رہ جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ لہٰذا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانا کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

## فضیلت ۹: عثمان نے شاہِ فارس کی دو لڑکیوں میں سے ایک حسن اور ایک حسین کو عطا کی

**تنقیح المقال**

عَنْ سُهَيْلِ بْنِ الْقَاسِمِ الْبُوشَنْجَانِيْ قَالَ قَالَ لِي الرِّضَا بِخُرَاسَانَ اِنَّ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ نَسَبًا قُلْتُ وَ مَا هُوَ يَا اَيُّهَا الْاَمِيْرُ قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ لَمَّا افْتَتَحَ خُرَاسَانَ اَصَابَ اِبْنَتَيْنِ لِيَزْدَجَرْدَ ابن شهريار ملك الاعاجم فَبَعَثَ بِهِمَا اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَوَهَبَ اِحْدَاهُمَا لِلْحَسَنِ وَ الْاُخْرٰى لِلْحُسَيْنِ فَمَاتَتَا عِنْدَهُمَا نُفَسَاوَيْنِ وَكَانَتْ صَاحِبَةُ الْحُسَيْنِ نُفِسَتْ بِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ الخ

(تنقیح المقال فی علم الرجال للشیخ عبداللہ المامقانی ص ۸۰ ج ۳ من فصل النساء باب السین والشین۔ تحت شہر بانو مطبوعہ تہران آخر جلد ثالث)

ترجمہ:

سہیل بن قاسم نوشجانی کہتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت علی رضا نے خراسان میں بتایا۔ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رشتہ داری ہے۔ میں نے پوچھا۔ وہ کونسی تو علی رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جب حضرت عثمان غنی کے مقرر کردہ امیر فوج جناب عبداللہ بن عامر نے خراسان فتح کیا۔ تو عجمیوں کے بادشاہ یزدگرد بن شہریار کی دو لڑکیاں اس کے ہاتھ لگیں۔ ان دونوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا۔ تو انہوں نے ایک لڑکی امام حسن اور دوسری امام حسین کو ہبہ کر دی۔ یہ دونوں صاحب اولاد ہو کر فوت ہوئیں۔ امام حسین کی زوجہ کے بطن سے علی بن حسین (زین العابدین) پیدا ہوئے۔

## لمحہ فکریہ:

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کرام سے کتنی محبت تھی۔ دو حسن و جمال کی پیکر شاہزادیاں کسی بہادر جرنیل مسلمان کو نہ دیں۔ اور نہ ہی اپنی اولاد میں سے کسی کو بخشیں۔ بلکہ حسنین کریمین کو عطا فرما کر ثابت کر دکھایا۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے عزیز واقارب سے کہیں زیادہ اہل بیت محبوب تھے۔

## اعتراض:

اس سے پہلے مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یزدجرد کی بیٹیاں عہد فاروقی میں مال غنیمت کے طور پر آئیں۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے ان میں ایک امام حسین کو اور دوسری محمد بن ابوبکر کو دی۔ لیکن اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس یزدجرد کی بیٹیاں عہد عثمانی میں آئیں۔ اور وہ دونوں حسنین کریمین کو دے دی گئیں۔ تو ان دونوں روایتوں میں تناقض ہوا۔ لہٰذا اس کا جواب کیا ہو گا۔؟

**جواب:**

گزارش ہے۔ کہ ہم نے یہ دونوں روائتیں شیعہ کتب سے نقل کیں۔ تو اس تناقض کا جواب بھی وہی دیں گے۔ ہمیں اس کے تناقض سے کوئی غرض نہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ یہ واقعہ عہدِ فاروقی میں ہوا یا عہدِ عثمانی میں۔ ہمارا مقصد دونوں طرح واضح ہے۔ کیوں کہ ہم تو ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ خلفائے ثلاثہ کو اہلِ بیت سے محبت اور ہمدردی تھی۔ اور اسی وجہ سے جانی اور مالی قربانیاں اہلِ بیت کی خاطر انہوں نے کیں۔ اہلِ بیت کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ اور ان کے حقوق غصب نہیں کیئے۔ لہٰذا اس مقصد کے لیے یہ واقعہ دلیل بن سکتا ہے۔ چاہے اس کا تعلق کسی دوسرے کے ساتھ ہو۔

## فضیلت نمبر ۱: عثمان پر لعنت کرنے والے پر خدا کی تا قیامت لعنت ہے

**تاریخ مسعودی**

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا عُمَرٍو كَانَ وَاللّٰهِ اَكْرَمَ الْحَفَدَةِ وَاَفْضَلَ الْبَرَرَةِ هَجَّادًا بِالْاَسْحَارِ كَثِيْرَ الدُّمُوْعِ عِنْدَ ذِكْرِ النَّارِ نَهَّاضًا عِنْدَ كُلِّ مَكْرُمَةٍ سَبَّاقًا اِلٰى كُلِّ مِنْحَةٍ حَيِيًّا اَبِيًّا وَفِيًّا صَاحِبَ جَيْشِ الْعُسْرَةِ خَتَنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَاَعْقَبَ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَلْعَنُهُ لَعْنَةَ اللَّاعِنِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

(۱۔ تاریخ مسعودی جلد سوم ص ۵۱ مطبوعہ بیروت ذکر الصحابہ و مدحہم
۲۔ ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک کتاب نمبر ۲ جلد ۵ ص ۱۴۴ مطبوعہ تہران)

**ترجمہ:**

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا۔ کہ عثمان رضی اللہ عنہ (ابو عمرو) پر اللہ رحمت نازل فرمائے۔ آپ اپنے خادموں اور غلاموں پر مہربان تھے۔

نیکی کرنے والوں میں افضل شب خیز و شب زندہ دار تھے۔ دوزخ کے ذکر پر نہایت گریہ کرنے والے، عزت و وقار کے امور میں اٹھ کھڑے ہونے والے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ جو شخص عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں زبان طعن و طعن دراز کرے۔ اللہ تعالیٰ اس پر قیامت تک لعنت کرے سب لعنت کرنے والوں کی لعنت کے برابر۔

## تنبیہ:

اس روایت کے راوی اہلِ بیت میں سے وہ شخص ہیں جو تمام شیعہ اہلِ بیت کے معتمد اور حقیقی ہمدرد تھے۔ جنہوں نے تمام علوم بلاواسطہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل کیے۔ جیسا کہ شیعہ کتاب "کشف الغمہ" میں مذکور ہے۔

کشف الغمہ | فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلِيٌّ عَلَّمَنِيْ فَكَانَ عِلْمُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِلْمُهٗ مِنَ اللّٰهِ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهٖ فَعِلْمُ النَّبِيِّ مِنَ اللّٰهِ وَعِلْمُ عَلِيٍّ مِنَ النَّبِيِّ وَعِلْمِيْ مِنْ عِلْمِ عَلِيٍّ۔

(۱) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اوّل ص ۵۰۷ معہ ترجمہ فارسی المناقب طبع جدید طہرانی)

(۲) امالی شیخ طوسی جلد اول ص ۱۱ جزء اول مطبوعہ نجف اشرف عراق طبع جدید)

ترجمہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علم سکھایا

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عرش کے اوپر سے اللہ کی طرف سے۔ تو علم نبی، اللہ سے اور علم علی، علم نبی سے اور میرا (حضرت ابن عباس کا) علم، علم علی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

## خلاصہ کلام:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وہ تمام اوصاف جو ایک کامل مومن کے ہو سکتے ہیں وہ سب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وصف میں ذکر فرمائے۔ بلکہ یہاں تک فرمادیا کہ وہ داماد پیغمبر ہیں۔ اور ان پر لعنت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی لعنت دائمی کا سزاوار ہے۔

## مقام غور:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب اہل بیت کے چشم و چراغ اور قابلِ اعتماد شخصیت ہیں، علاوہ ازیں علم و فضل میں بے مثال شخصیت کے مالک ہیں۔ تو ان جیسی شخصیت کے اقوال میں منافقت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا انہوں نے جو فضائل و مناقب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیان فرمائے۔ وہ ایسے فضائل ہیں۔ جو انہیں باقی صحابہ کرام میں سے ممتاز کر دیتے ہیں ایسے ممتاز شخص پر جو لعنت کرے اس پر واقعی اللہ کی لعنت ہونی چاہیئے۔ اور یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آخر میں ارشاد فرمائی۔

جب علم ابن عباس رضی اللہ عنہما، علم علی (رضی اللہ عنہ) ہوا۔ اور علم علی، علم نبی اور علم نبی، علم الٰہی قرار پایا تو نتیجہ یہ نکلا کہ مذکورہ اوصاف جو بظاہر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زبان اقدس سے نکلے۔ دراصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ، اللہ رب العزت کی طرف سے اوصاف بیان ہوتے اور جو بددعا حضرت ابن عباس،

رضی اللہ عنہ نے دی وہ بھی اسی طرح بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوئی۔ کیا ایسا باعظمت انسان جس کے اوصاف وفضائل حضرت ابن عباس، حضرت علی رضی اللہ عنہم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ رب العزت بیان فرمائیں اور جس پر لعنت کرنے والے پر انہی حضرات کی طرف سے دائمی لعنت ہو۔ تو اس سے زیادہ بدبخت کوئی دوسرا ہو سکتا ہے؟ کیا اس کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ ہو سکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

# تکملۂ بحث

آقائی سیّدی و مرشدی قبلہ خواجہ سیّد محمّد باقر علی شاہ صاحب
زیب سجادہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)
خلیفۂ مجاز شہنشاہِ ولایت قبلہ سیّد نُورالحسن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ
خلیفۂ مجاز اعلیٰ حضرت شیر ربّانی حضرت قبلہ و کعبہ میاں شیر محمد صاحب
شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

کا

## ایک نورانی اور قرآنی بیان

قبلہ سیدی و مرشدی دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا: کہ
نبیِّ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخینِ کریمین (سیدنا صدیقِ اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما) کو اعلانِ نبوت کے بعد جو اپنے سسر ہونے کا شرف عطا فرمایا اور جامع القرآن حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو عزّتِ دامادی بخشی۔ کیا یہ اعزاز و شرف ان حضرات کو جو مرحمت ہوا۔ وہ اللہ رب العزت کے امر و ارشاد سے ہوا یا صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی مرضی اور پسند تھی؟

جب ہم اس معاملہ کے سلسلہ میں قرآن کریم کی اس آیت کو دیکھتے ہیں کہ جس میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى (النجم)

"حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے
بلکہ وہ تو ہوتا ہی وحی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔"

اس آیت کریمہ سے بالکل واضح اور صاف صاف معلوم ہوا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو اپنے سسر بنانے کا اعزاز اور حضرت عثمان غنی و مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہما کو اپنی دامادی میں لینا ایک ایسا فیصلہ تھا جو اللہ کی طرف سے تھا۔ اور ان قابلِ احترام و تقدیس حضرات کی مذکورہ رشتہ داری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی یہ نسبت بحکمِ خدا تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کی نسبت اتنی بڑی عظمت کی آئینہ دار ہوتی ہے جس کے بارے میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

"قیامت میں سب نسبتیں منقطع ہو جائیں گی۔ مگر وہ نسبت جو مجھ سے ہے۔ وہ ہرگز ٹوٹنے نہ پائے گی۔"

اسی ارشادِ نبوی کی تصدیق اور توثیق و تائید ایک شیعی مفسر "علامہ حائری" نے ان الفاظ سے کی ہے:

"مرویہ شیعہ و سنی است کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمود مَنْ زَوَّجَنِیْ اَوْ تَزَوَّجَ مِنِّیْ مِنَ الْاُمَّۃِ اَحَدٌ لَا یَدْخُلُ النَّارَ لِاَنِّیْ سَاَلْتُ اللّٰہَ عَنْہُ وَ وَعَدَنِیْ بِذَالِکَ یعنی پیغمبر فرمود ہر کہ مرا دختر بدہد یا از من دختری از امت بگیرد او بجہنم نمی رود۔ چہ از آں خدا را مسئلہ کردم و او بمن وعدہ دادہ۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد دوم ص ۴۰۶)

لوامع التنزیل

ترجمہ:

شیعہ اور اہل سُنت کی متفقہ روایت ہے کہ جناب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ سے اپنی بیٹی بیاہی یا جس خوش نصیب کے گھر کی رونق میری بچی بنی۔ ان میں سے کوئی بھی جہنم کی آگ میں نہ جائے گا۔ کیوں کہ میں نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی اور رب کریم نے میری درخواست کو شرفِ قبولیت فرماتے ہوئے مجھ سے مطلوبہ وعدہ فرما لیا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ خلفائے اربعہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم شدہ نسبت دنیا میں تو کجا قیامت میں بھی منقطع نہ ہوگی اور بموجب وعدہ رب العزت آپ سے ہرگز جدا نہ ہوں گے۔

جب یہ واضح ہوا تو ان حضراتِ عالیہ کے کامل الایمان اور جنتی ہونے میں کیا شک وشبہ رہ جاتا ہے۔ اس صراحت و وضاحت کے ہوتے ہوئے پھر بھی اگر کوئی اپنی بدبختی اور سیاہ روئی سے ان مقدس ہستیوں کو اپنی ہرزہ بازیوں اور لعن طعن کا نشانہ بنائے تو ایسے شخص کا دائرۂ اسلام سے خارج ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

تفسیر مظہری جلد ۲ بحوالہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، میں ہے کہ ایک منافق اور یہودی کے درمیان ایک تنازعہ ہوگیا اور دونوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا ثالث مقرر کیا۔ آپ نے اس مقدمہ میں یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ منافق کو یہ فیصلہ پسند نہ آیا۔ اس نے کہا کہ ہم اس فیصلے کے لیے حضرت عمرؓ فاروق کے پاس جاتے ہیں۔ پھر وہ ان کے پاس گئے۔ جب بات سنانے لگے تو یہودی نے کہا کہ ہم پہلے یہ فیصلہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کروا چکے ہیں لیکن اس نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے دریافت کیا کہ واقعی تم نے

رسول پاکؐ کا فیصلہ نہیں مانا۔ کیا تم مجھ سے فیصلہ چاہتے ہو۔ تو منافق نے کہا جی ہاں! مجھے آپ کا ہر فیصلہ منظور ہے۔ اس پر آپ غضبناک ہو گئے اور گھر سے تلوار لا کر منافق کا سر قلم کر دیا۔ اور فرمایا: "جس کو میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ منظور نہیں۔ عمرؓ کے پاس اس کا یہی فیصلہ ہے۔ اس پر مولا کریم کی طرف سے یہ آیۃ کریمہ نازل ہو گئی:

| | |
|---|---|
| فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ | قسم ہے تیرے رب کی اس وقت |
| حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا | تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک |
| شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا | کہ اپنے ہر فیصلے میں رسول پاکؐ کو |
| يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا | اپنا حکم نہ مانے اور آپ کے ہر فیصلے |
| مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا | کو بخوشی تسلیم نہ کرے۔ |

(پارہ ۵ رکوع ۶ سورۃ نساء)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ عمرؓ نے حق کو باطل سے جدا کر دیا۔ اسی لیے آپ کا نام فاروق ہو گیا۔

اب یہ امر قابلِ غور ہے کہ اگر دو آدمیوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے اُن میں سے جو حضور پاکؐ کا حکم نہ مانے وہ تو قرآن پاک کی رو سے مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اور جو فیصلے رسول پاکؐ نے اپنی ذات کے لیے صادر فرمائے جو ان کو تسلیم نہ کرے وہ کس طرح مسلمان رہ سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایک عام انسان بھی اپنا ہر فیصلہ کرنے سے پہلے سوچتا ہے اور پھر فیصلہ کرتا ہے جس طرح مولا کریم نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ میرا محبوب اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ نہیں کرتا جو میں کہتا ہوں وہ فیصلہ کرتا ہے۔

لٰہذا ثابت ہوا کہ حضور پاک نے اپنے سسرال بنانے کا فیصلہ، اپنی ازدواج بنانے کا فیصلہ اور اپنے داماد بنانے کا فیصلہ جو کیا ہے اس پر جو بدبخت اعتراض کرتا ہے

اوران پر تبرا بازی کرنا ہے، گالیاں بکتا ہے قرآن پاک کی روح کیسے طرح مومن رہ سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

جو آدمی کسی شخص کو گالی دیتا ہے، اگالی دینے سے اس کا مقصد اس شخص کو اذیت دینا ہوتا ہے۔ گالی سے نہ صرف اس کو اذیت پہنچتی ہے بلکہ اس کے متعلقین کو بھی اذیت پہنچتی ہے۔ اسی اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ذرا سوچیے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سسرال، داماد، اولاد اور بیویوں کو جو شخص گالی دیتا ہے وہ نہ صرف ان مقدس حضرات کو اذیت دیتا ہے بلکہ ان کے تعلق کی وجہ سے حضور علیہ السلام کو بھی اذیت دیتا ہے۔ جو شخص حضور علیہ السلام کی تین صاحبزادیوں کے متعلق کہتا ہے کہ وہ حضورؐ کی بیٹیاں نہیں ہیں وہ آپکو اذیت دیتا ہے۔

بہرصورت جو شخص حضور علیہ السلام کی آل پاک یا آپ کی ازواج مطہرات یا آپ کے سُسر یا آپ کے داماد کو اذیت پہنچاتا ہے وہ شخص اپنی ذلیل حرکت سے حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی اذیت پہنچاتا ہے۔ اور جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائے اس کے متعلق قرآن مجید کا فرمان ہے:

| | |
|---|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ | جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول |
| رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي | کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے |
| الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ | ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت |
| لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۔ | فرمائی ہے اور ان کے لیے |
| (پارہ ۲۲، سورۂ احزاب) | عذاب الٰہی ہے۔ |

لہٰذا میں اپنے متعلقین کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ تمام صحابہ کرام اور خصوصًا خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں تبرہ بازی کرنے والوں سے رشتہ، ناطہ اور باعتبارِ عقیدہ کے کسی قسم کا حسنِ تعلق پیدا نہ کریں ورنہ قیامت میں ان لوگوں کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ ؁

# ماخذ و مراجع (کتب اہل تشیع) برائے حصہ اول تحفہ جعفریہ

| نمبر شمار | نام کتاب | نام مصنف | مطبع |
|---|---|---|---|
| ۱ - | قرآن مجید مترجم | مقبول احمد | اسلام پورہ لاہور |
| ۲ - | روضۃ الصفا | محمد بن خاوند شاہ | لکھنؤ طبع قدیم |
| ۳ - | فرق شیعہ | ابو محمد بن موسیٰ نوبختی | نجف اشرف |
| ۴ - | ناسخ التواریخ | لسان الملک مرزا محمد تقی سپہر | ایران (تہران) |
| ۵ - | انوار نعمانیہ | نعمۃ اللہ جزائری | " طبع قدیم |
| ۶ - | رجال کشی | محمد بن عمر الکشی | کربلا (اعلمی) |
| ۷ - | احتجاج طبرسی | شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی | نجف اشرف قدیم وجدید |
| ۸ - | جامع الاخبار | ابو جعفر الصدوق محمد بن علی بن الحسین | تہران طبع جدید |
| ۹ - | حیات القلوب | ملا باقر مجلسی | لکھنؤ طبع قدیم |
| ۱۰ - | تفسیر منہج الصادقین | ملا فتح اللہ کاشانی | تہران |
| ۱۱ - | تفسیر فرات الکوفی | فرات بن ابراہیم | نجف اشرف |
| ۱۲ - | ارشاد شیخ مفید | محمد بن محمد بن نعمان بغدادی | قم (مکتبہ بصیرتی) |
| ۱۳ - | تفسیر صافی | محمد بن المرتضیٰ المعروف فیض کاشانی | تہران طبع جدید |
| ۱۴ - | نہج البلاغہ | سید شریف ابو الحسن محمد رضی بن الحسن | بیروت طبع جدید |
| ۱۵ - | شرح نہج البلاغہ ابن میثم | کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی | مطبوعہ تہران |
| ۱۶ - | مجالس المومنین | سید نور اللہ شوستری | تہران |
| ۱۷ - | احقاق الحق | " " " | " |

| مطبع | نام مصنف | نام کتاب | نمبر شمار |
|---|---|---|---|
| تہران طبع جدید | ابو علی الفضل بن الحسن طبرسی | تفسیر مجمع البیان | ۱۸ |
| تہران " " | محمد بن یعقوب کلینی رازی | اصول کافی وفروع کافی مکمل | ۱۹ |
| تبریز " " | ابو الحسن علی بن عیسیٰ بن ابی الفتح اربلی | کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ | ۲۰ |
| دہلی طبع قدیم | ذاکر حسین | نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغۃ | ۲۱ |
| تہران طبع جدید | مرزا محمد رفیع مشہدی | حملہ حیدری | ۲۲ |
| موچی دروازہ لاہور | سید علی حیدر نقوی | تاریخ ائمہ | ۲۳ |
| تہران طبع قدیم | ملا باقر مجلسی | حق الیقین | ۲۴ |
| بیروت طبع جدید | الہلالی العامری | کتاب سلیم بن قیس ہلالی | ۲۵ |
| تہران " " | ملا باقر مجلسی | جلاء العیون | ۲۶ |
| دہلی | سید منظر حسین سہارن پوری | تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین | ۲۷ |
| کراچی | سید ظفر حسن | مجمع الفضائل ترجمہ مناقب ابن شہر آشوب | ۲۸ |
| تبریز طبع قدیم وجدید | سید نعمت اللہ جزائری | انوار نعمانیہ | ۲۹ |
| امامیہ کتب خانہ لاہور | سید شریف حسین بھریلوی | آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری | ۳۰ |
| انصاف پریس لاہور | سید ظہور الحسن کوثر بھریلوی | جلاء العیون مترجم | ۳۱ |
| آگرہ (مطبع اکبری) | مولوی محمد جہانگیر خان | مظہر الغرائب | ۳۲ |
| بیروت طبع قدیم | ابن مزاحم | وقعۃ الصفین | ۳۳ |
| تہران طبع جدید | محمد بن یعقوب کلینی رازی | کتاب الروضہ من الکافی | ۳۴ |
| قم ایران | محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی | مناقب آل ابی طالب | ۳۵ |
| تہران طبع قدیم | شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الانبلی | درہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ | ۳۶ |
| " " جدید | ابو جعفر الصدوق محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی | من لا یحضرہ الفقیہ | ۳۷ |

| نمبر شمار | نام کتاب | نام مصنف | مطبع |
|---|---|---|---|
| ۳۸ | تفسیر قمی | ابوالحسن علی بن ابراہیم بن ہاشم قمی | ایران طبع قدیم |
| ۳۹ | منتہی الآمال | شیخ عباس قمی | تہران 〃 جدید |
| ۴۰ | مروج الذہب للمسعودی | ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی | بیروت 〃 〃 |
| ۴۱ | تلخیص الشافی | شیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ الطوسی | قم ایران 〃 〃 |
| ۴۲ | ذبح عظیم | سید اولاد حیدر فوق بلگرامی | کتب خانہ اثنا عشری لاہور |
| ۴۳ | شرح نہج البلاغہ ابن حدید | ابو حامد عبد الحمید بن ہبۃ اللہ المعروف ابن حدید | بیروت طبع جدید |
| ۴۴ | الاخبار الطوال | احمد بن داؤد الدینوری | 〃 〃 〃 |
| ۴۵ | منتخب التواریخ | حاجی محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی | تہران 〃 〃 |
| ۴۶ | بحار الانوار | ملا باقر مجلسی | ایران 〃 قدیم |
| ۴۷ | التنبیہ والاشراف | ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی | مصر قاہرہ |
| ۴۸ | کتاب الخرائج والجرائح | قطب الدین راوندی | قم ایران طبع جدید |
| ۴۹ | تنقیح المقال وعلم الرجال | شیخ عبداللہ المامقانی | تہران |
| ۵۰ | تاریخ مسعودی | ابوالحسن علی مسعودی | مصر |
| ۵۱ | امالی شیخ طوسی | ابی جعفر محمد بن الحسن طوسی | قم۔ ایران |
| ۵۲ | معانی الاخبار | ابو جعفر الصدوق محمد بن علی | بیروت |
| ۵۳ | اعلام الوریٰ | الفضل ابی علی ابن الحسن الطبرسی | بیروت طبع جدید |
| ۵۴ | کتب خصال | الصدوق محمد بن علی بن الحسین | تہران طبع جدید |
| ۵۵ | شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام | حاجی سید علی نقی فیض الاسلام | تہران طبع جدید |
| ۵۶ | اصل الشیعۃ واصولہا | محمد حسین، آل کاشف الغطاء | قاہرہ طبع جدید |
| ۵۷ | ارشاد القلوب | شیخ ابی محمد حسین دیلمی | بیروت طبع جدید |

| مطبع | نام مصنف | نمبر شمار نام کتاب |
|---|---|---|
| مطبوعہ قم طبع قدیم | الصدوق محمد بن علی | ۵۸۔ امالی شیخ صدوق |
| قم ایران طبع جدید | سید ہاشم حسین بحرانی | ۵۹۔ حلیۃ الابرار |
| ایران طبع قدیم | مرزا حسین بن محمد تقی النوری طبرسی | ۶۰۔ نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان |
| لاہور طبع قدیم | سید علی حائری رضوی لاہوری | ۶۱۔ تفسیر لوامع التنزیل |

## ملنے کے پتے

۱۔ مولوی غلام رسول صاحب ۔ دربار شریف حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

۲۔ جامعہ رسولیہ شیرازیہ ۔ بلال گنج ۔ امیر روڈ، لاہور

۳۔ حضرت قبلہ مطلوب رسول صاحب، سجادہ نشین للہ شریف، ضلع جہلم

۴۔ حضرت قبلہ غلام رسول صاحب، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد

# ردِ شیعہ میں ہماری مطبوعات کا مختصر تعارف

## پہلی کتاب

### تحفہ جعفریہ ـــ ۵ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہٗ

اس کتاب کے تمام تر مضامین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذوات کے گرد گھومتے ہیں

**مضامین جلد اول** مقدمہ۔ اس بارہ میں کہ معتبر شیعہ مؤرخین کا اعتراف ہے کہ شیعہ مذہب کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ باب اول (مسئلہ خلافت) اس باب میں اولاً شیعوں کے وہ دلائل پیش کیے ہیں جو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل پر قائم کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ شیعہ کتب کی روشنی میں ان کا نہایت ٹھوس اور محققانہ رد کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خلفاء راشدین کی خلافتِ حقہ پر قرآن مجید اور شیعہ کتب سے وزنی دلائل درج کیے گئے ہیں۔ ہر دلیل اپنی جگہ ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ باب دوم۔ اس میں دو فصلیں ہیں (پہلی فصل ایں شیعوں کے اس دعوے کی تردید کی گئی ہے کہ حضرت علی سے دست صدیق اکبر پر جبراً بیعت لی گئی تھی۔ اور فصل دوم) میں شیعہ کی تضاد بیانی واضح کی گئی ہے۔ کہ ایک طرف شیعہ حضرت علی کی طاقت و قوت خدا تک پہنچاتے ہیں اور دوسری طرف انہیں بہت بڑا بزدل ثابت کرتے ہیں۔ باب سوم

اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیعہ سے نوں عدد فولادی دلائل ہیں۔ باب چہارم۔ یہ باب فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق ہے (فصل اول) میں فضائل جملہ صحابہ کرام از کتب شیعہ (فصل دوم) میں کتب شیعہ سے خلفاء ثلاثہ کے مشترکہ فضائل (فصل سوم) میں ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم تینوں صحابہ کے علیحدہ علیحدہ مناقب بیان کیے گئے ہیں جو مکمل طور پر کتب شیعہ سے لیے گئے ہیں۔ کوئی انصاف پسند انہیں پڑھ کر شیعہ نہیں رہ سکتا۔

## مضامین جلد دوم

باب اول۔ خلفاء ثلاثہ کے نبی وآل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاندانی اور نسبی تعلقات کے بارہ میں ہے (فصل اول) اس میں ابوبکر صدیق اور ان کے اہل بیت کے نبی وآل نبی کے ساتھ رشتہ داریاں کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہیں۔ (فصل دوم) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نبی وآل نبی سے رشتہ داریاں اس ضمن میں نکاح ام کلثوم کے بارے میں چار طویل وعریض تحقیقی ابحاث ہیں۔ (فصل سوم) عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نبی وآل نبی سے اٹھ رشتہ داریاں از کتب شیعہ۔ اس ضمن میں مسئلہ بناتِ رسول پر کتب شیعہ کی روشنی میں بے مثل تحقیق لائی گئی ہے جو اس موضوع پر شیعوں کو عاجز کر دینے کے لیے کافی ہے۔ باب دوم نبی علیہ السلام علی المرتضٰی اور اہل بیت رسول سے خلفاء ثلاثہ کے خوشگوار تعلقات۔ یہ بات تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ باب سوم۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور بنوامیہ کے اہل بیتِ رسول سے نسبی تعلقات فصل اول۔ شان امیر معاویہ کتب اہل سنت و اہل تشیع سے۔ فصل دوم۔

امیر معاویہ اور ان کے خاندان کے نبی علیہ السلام اور بنو ہاشم سے نسبی و خاندانی تعلقات۔ فصل سوم۔ دستِ امیر معاویہ پر حسنین کریمین کی بیعت کا ثبوت از کتب شیعہ۔ باب چہارم۔ فضائل امہات المومنین ازواجِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول۔ قرآن کی روشنی میں ازواج رسول آپ کی اہلبیت میں داخل ہیں۔ فصل دوم۔ فضائل جملہ ازواج از قرآن و کتب شیعہ۔ فصل سوم۔ فضائل سیدہ عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما۔ از کتب شیعہ

## مضامین جلد سوم

باب اول۔ (بحث فدک) اس میں آٹھ فصلیں ہیں۔ فصل اول۔ باغ فدک کی تحقیقی بحث جغرافیائی حدود۔ فصل دوم۔ شمولِ فدک در مال فیٔ اور فیٔ کا حکم از قرآن کتب شیعہ۔ فصل سوم۔ سیدہ فاطمہ کی ابوبکر صدیق سے ناراضگی کی تحقیق۔ فصل چہارم۔ بنتِ رسول کی ناراضگی استحقاقِ خلافت پر اثر انداز نہیں۔ فصل پنجم۔ ہبہ فدک کی سنی روایات کی جرح۔ فصل ششم۔ انبیاء کی مالی میراث نہیں ہوتی۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہفتم سیدہ فاطمہ رضی شیخین سے راضی تھیں۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہشتم جنازہ سیدہ فاطمہ میں صدیق و فاروق کی عدم شمولیت کے الزام کا جواب۔ باب دوم۔ سے باب ہفتم تک ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی سیدہ عائشہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم پر شیعوں کے بعض اعتراضات کا نہایت ٹھوس اور منہ توڑ جواب ہے

## مضامین جلد چہارم

جلد سوم کی طرح یہ بھی عظمتِ صحابہ پر کیے گئے اعتراضات کے جواب

میں ہے۔ جلد سوم اور جلد چہارم میں درج شدہ بعض اعتراضات یہ ہیں۔ ۱۔ اصحابہ میدان احد سے بھاگ گئے۔ ۲۔ ابوبکر صدیق سے سورہ برارت کے اعلان کی ذمہ داری نبی علیہ السلام نے واپس لے کر علی المرتضیٰ کو دے دی تھی۔ ۳۔ حدیث قرطاس۔ ۴۔ عمر فاروق نے سیدہ فاطمہ کو زندہ جلا دینے کی دھمکی دی۔ ۵۔ اور سیدہ فاطمہ کے بطن پر دروازہ گرا کر حمل ضائع کر دیا۔ ۶۔ حضرت عمر فاروق کو حدیبیہ میں نبی کی رسالت میں شدید شک ہوگیا تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کی منہ توڑ تردید۔ بعض اعتراضات یہ ہیں ۱۔ مروان کو نبی علیہ السلام نے مدینہ سے نکالا اور عثمان نے واپس بلایا۔ ۲۔ عثمان نے بنتِ رسول ام کلثوم رضؓ کو قتل کیا۔ اور اس کی لاش سے جماع کیا۔ (معاذ اللہ) ۳۔ ابوذر غفاری رضؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو جلاوطن کر دیا۔ ۴۔ عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کر دیا۔ ۵۔ مقتدر صحابہ کو معزول کر کے اپنے رشتہ داروں کو گورنریاں دے دیں۔ اس ضمن میں عثمانی گورنروں اور عمال کی فتوحات اور کارنامے شیعہ کتب سے مفصل پیش کیے گئے ہیں۔ ۶۔ اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عطیات دیے۔ ۷۔ نتیجۃً لوگ مخالف ہو گئے اور عثمان غنی کو قتل ہونا پڑا۔ ۸۔ تین دن تک لاش کوڑے کرکٹ پر پڑی رہی۔ اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اعتراضات کا جواب بھی قابل دید ہے۔ بعض یہ ہیں ۱۔ پردہ کے احکامات کی مخالفت کی ۲۔ خلیفہ برحق سے بغاوت کی ۳۔ امام حسن کو روضۂ رسول میں دفن نہ ہونے دیا اور لاش پر تیر پھینکے۔ اس ضمن میں جنگ جمل اور جنگ صفین کا پس منظر اور بعض شہادت کا قابل مطالعہ ازالہ جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

٭

## مضامین جلد پنجم

اس میں امیر معاویہ پر کیے گئے شیعوں اور بعض نادان سنیوں کے اعتراضات کی ایسی قلعی کھولی گئی ہے۔ جسے پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ ۱ امیر معاویہ نے یزید کو خلیفہ کیوں بنایا۔ ۲ بعض صحابہ کو قتل کروایا ۳ سیدہ عائشہ رض کو قتل کروایا ۴ اور منبروں پر حضرت علی پر لعنت کرنے کی رسم جاری۔ وغیرھا۔

اور اسی جلد میں کتب اہل سنت سے شانِ اہلِ بیت کے عجیب دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ اور اہل سنت کو دشمنانِ اہلِ بیتِ رسول کہنے کی عملی تردید کی گئی ہے۔ نیز اسی جلد میں ایک تحقیقی بحث ہے۔ یعنی بعض شیعہ حضرات سیرت و تاریخ کی بعض کتب کو اہل سنت سے منسوب کر کے ان سے سنیوں کو الزامات و اعتراضات پیش کرتے ہیں جبکہ حقیقتاً وہ شیعوں کی اپنی لکھی ہوئی ہیں۔ اس بحث میں شیعہ کتب کی روشنی میں ایسی کتابوں کی قلعی کھولی گئی ہے۔

# دوسری کتاب

## عقائد جعفریہ ۳ جلد یں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہٗ

یہ کتاب شیعہ فرقہ کے عقائد کا حقیقت نما آئینہ ہے

### مضامین جلد اوّل؛

باب اوّل۔ شیعہ فرقہ کے گستاخانہ عقائد۔ (فصل اول) اللہ کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں۔ (فصل دوم) شانِ جملہ انبیاء میں گستاخیاں (فصل سوم)

شانِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبیاں (فصل چہارم) شانِ امہات المؤمنین رض میں شیعوں کی جسارتیں (فصل پنجم) شان حضرت علی رضی اللہ عنہ میں شیعوں کی گستاخیاں (فصل ششم) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عظمت میں بے باکیاں (فصل ہفتم۔ شان امام حسن رض میں گستاخیاں (فصل ہشتم) امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں۔ اس ضمن میں کتبِ شیعہ سے بڑی شرح وبسط کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ شیعہ فرقہ ہی امام حسین وآلِ نبی کا قاتل ہے۔

آگے فصل نہم سے سیزدہم تک امام زین العابدین سے لے کر امام مہدی تک اپنے مقرر کردہ اماموں کی شان میں شیعوں کی بے ادبیاں اور گستاخیاں درج کی گئی ہیں۔

باب دوم۔ ائمہ اہل بیت کی شیعوں سے بیزاری اور ان کے حق میں ان کی بد دعاؤں کا مفصل تذکرہ۔ جو تعجب خیز بھی ہے اور عبرت انگیز بھی

باب سوم (بحث بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم (فصل اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ قرآن کریم اور کتبِ شیعہ سے ٹھوس دلائل (فصل دوم) چار عدد بناتِ رسول والی بعض شیعہ روایات کے راویوں پر شیعہ مولویوں کی ناجائز تنقید کا عاجز کن محاسبہ (فصل سوم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو ربیبہ یعنی محض پرورده بیٹیاں ثابت کرنے پر شیعوں کے دلائل کا سخت ترین علمی محاسبہ۔

## مضامین جلد دوم

باب اول۔ (بحث امامت) (فصل اول) مسئلہ امامت کے متعلق سنی عقائد کا خلاصہ۔ اور شیعوں کا یہ عقیدہ کہ بارہ اماموں میں سے کسی کی امامت

کا منکر یا ان کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کرنے والا یا اسے امام ملنے والا کافر و مرتد ہے۔ یہ بارہ امام اللہ کی طرف سے منصوص ہیں (فصل دوم) شیعوں کے ہاں امامت کی شرط اول منصوص من اللہ ہونے کی تردید پر مفصل دلیل۔ (دلیل اول۔) آل رسول میں سے مقتدی شخصیات نے ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں امامت کا دعوٰی کیا۔

چنانچہ اس دلیل میں ثابت کیا گیا کہ امام زین العابدین کے مقابلہ میں محمد بن حنفیہ فرزند علی المرتضیٰ نے دعویٰ امامت کیا۔ امام باقر کے مقابلہ میں حضرت زید بن امام زین العابدین نے۔ امام جعفر کے مقابلہ میں نفس زکیہ آلِ امام حسن نے اور اسی طرح دیگر ائمہ کی امامت کا انکار کرتے ہوئے ان کے مقابلہ میں آلِ رسول کی بزرگ تر شخصیات دعوٰی امامت کرتی رہیں۔ دلیل دوم۔ کسی خاص شخص کے لیے امامت و خلافت کے منصوص ہونے سے اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اور دیگر ائمہ اہل بیت کا انکار از کتب شیعہ (فصل سوم) شیعوں کے نزدیک امامت و خلافت کی دوسری شرط امام کے معصوم ہونے کی تردید اقوالِ ائمہ اہل بیت کی روشنی میں۔

باب دوم۔ شیعوں کی طرف سے اہل سنت پر امامت و خلافت سے متعلقہ بعض اعتراضات کا جواب۔

باب سوم۔ اس میں یزید کو اہل سنت کا امام قرار دینے پر شیعوں کے دلائل و اعتراضات۔ اور اہل سنت کے ہاں یزید کی پست ترین حیثیت کا بیان ہے۔ نیز اس ضمن میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ یزید نے قتل حسین پر منہ پیٹا۔ سب سے پہلے ماتم کیا۔ اور یزید سے بڑا محب، اہل بیت کا کوئی نہ تھا۔

## مضامین جلد سوم

اس جلد میں تین امور پر بحث کی گئی ہے۔

۱۔ کلمۂ اسلام کیا اور کتنا ہے۔ اور لفظ علی ولی اللہ کلمہ کا جز بنانا جائز ہے یا نہیں۔

۲۔ تحریف قرآن کی طویل بحث۔ اس بحث میں شیعہ کتب سے شمار سے زائد نہایت وزنی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ شیعہ فرقہ کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں ہے۔

۳۔ بحث تقیہ۔ تقیہ کیا ہے۔ شیعوں کے ہاں اس کی کیا فضیلت ہے۔ اور اس کے بطلان کے دلائل۔

# تیسری کتاب

## فقہ جعفریہ ۳ جلدیں

یہ شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہ

ہم نے اپنی اس تصنیف کی پہلی جلد میں طہارت اور وضوء کے مسائل سے لے کر معاملات و تعزیرات تک تمام فقہی مسائل سے متعلق شیعہ فرقہ کی فقہ جعفریہ کی جزئیات پیش کر کے انہیں عقل نقل سے باطل ثابت کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں فقہ حنفیہ کی برتری ثابت کی ہے۔

دوسری جلد میں خصوصاً مسئلہ متعہ پر مفصل بحث کی گئی ہے اور تیسری جلد میں فقہ حنفی پر وارد اعتراضات کا منہ توڑ جواب ہے۔